رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أفْضَلُ الإيمانِ أنْ تَعْلَمَ أنَّ اللهَ مَعَكَ حَيْثُ ما كُنتَ

برترين ايمان آن است كه بدانى خداوند هر كجا باشى با توست

كنز العمال ح ۶۶

HYDER ALI CD CENTER

contact no:
IRAN
00989356294463
INDIA
0091-40-27061835
official email id:
hyderalicdcenter@gmail.com
personal email id:
mdabbas_qummi@yahoo.co.in

فہرست

شمارہ		آغاز صفحہ
١	پیشکش	٥
٢	مقدمہ مترجم	١
٣	مقدمہ مؤلف	٣
٤	باب اول	٩
	صحبت اور صحابہ کا مفہوم	٩
٥	پہلی فصل	١١
	صحبت اور صحابہ کا مفہوم	١١
٦	لغت میں صحابہ کے معنی	١١
٧	صحابہ کے اصطلاحی معنی	١٣
٨	توضیح ابن حجر	١٣
٩	اس تعریف کے بارے میں ابن حجر کا نظریہ	١٤
١٠	پورا معاشرہ ہی صحابی ہے	١٩
١١	دوسری فصل	٢١
	اہلسنت کے نزدیک عدالت صحابہ کا نظریہ	٢١
١٢	اس پر اہلسنت کی دلیل کیا ہے	٢١
١٣	اہلسنت کے نزدیک صحابہ کی عدالت کا مضمون	٢٣
١٤	جو اس رائے کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس کی جزاء ؟	٢٤
١٥	ہر سنی کے نزدیک اس سختی اور تعلق میں کیا راز ہے ؟	٢٤
١٦	اس غلو کو گھٹانے کی کوشش	٢٥

۱۷	اس کوشش کا انکار	۲۵
۱۸	اس عمومیت کے آثار	۲۶
۱۹	سوال اور اس سے نتیجہ حاصل کرنا	۲۷
۲۰	سنی نظریہ پر نقد و تبصرہ	۲۷
۲۱	موافقت کی کوشش	۲۸
۲۲	اس تقسیم کو کیا فائدہ ہے؟	۲۹
۲۳	تفاضل سنت الٰہی ہے	۳۰
۲۴	تفاضل کی شرعی دلیل	۳۱
۲۵	صحابہ کے طبقات	۳۲
۲۶	طبقات صحابہ جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے	۳۳
۲۷	اسلام میں تفاضل کا نظام	۳۶
۲۸	تفاضل کے ارکان یا عدالت کے مجازی	۳۶
۲۹	اسی بنیاد پر حکومت ہو	۳۷
۳۰	چند سوالات	۳۸
۳۱	نظریہ عدالت کا باعتبار شکل نقض	۳۹
۳۲	اہلسنت کی دلیل از روئے شکل رد اعتبار سے ناقص ہے	۳۹
۳۳	پہلی دلیل ۔ گواہ و گواہی	۳۹
۳۳	دوسری دلیل	۴۰
۳۴	اہلسنت کے دلیل کی رد	۴۱
۳۵	پہلا مطالعہ	۴۲
۳۶	ثانیاً ۔ چند کلمات محض سمجھانے کیلئے	۴۳
۳۷	ثالثاً ۔ حمایت و پوشیدگی	۴۴
۳۸	موضوع کے اعتبار سے عدالت صحابہ پر نقض	۴۶
۳۹	تعجب بالائے تعجب	۴۷
۴۰	اسباب نقض	۴۷
۴۱	تفصیل و اثبات وجوہ نقض	
	نصوص قرآن کی مخالفت	۴۹
۴۲	حکم الٰہی قطعی	۵۰
۴۳	عدالت تمام صحابہ کا نظریہ قرآن سے ٹکراتا ہے	۵۱
۴۴	پہلی مثال	۵۱
۴۵	دوسری مثال	۵۳
۴۶	تیسری مثال	۵۴
۴۷	تینوں مثالوں کی تشریح	۵۵
۴۸	تینوں کے بارے میں اہلسنت کا حکم	۵۵
۴۹	کس کی تصدیق کرنی بہتر ہے؟	۵۶
۵۰	تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ سنت نبوی سے بھی معارض ہے	۵۷
۵۱	پہلی مثال	۵۷

۵۲ دوسری مثال ۵۷
۵۳ تیسری مثال ۵۷
۵۴ چوتھی مثال ۵۷
۵۵ پانچویں مثال ۵۸
۵۶ چھٹی مثال ۵۹
۵۷ ان مثالوں کی تحلیل وتشریح ۶۱
۵۸ ہر صحابی کی عدالت کا نظریہ حقیقت حال کے بھی خلاف ہے ۶۲
۵۹ پہلی مثال ۶۲
۶۰ دوسری مثال ۶۲
۶۱ تیسری مثال ۶۳
۶۲ چوتھی مثال ۶۴
۶۳ پانچویں مثال بہت بڑی خوشی ۶۵
۶۴ چھٹی مثال ۶۶
۶۵ ساتویں اور آخری مثال ۶۷
۶۶ ان مثالوں کی تحلیل ۶۸
۶۷ عدالت صحابہ کا نظریہ، روح اسلام سے ٹکراتا ہے ۷۰
۶۸ ان نمونے کے حاشیوں کی تشریح ۷۴
۶۹ اس نظریہ کا بطلان ۷۵
۷۰ نکتہ ۷۵
۷۱ صحابہ اور قانون بنانا ۷۷

چوتھی فصل

عدالت صحابہ کا نظریہ شیعوں کی نظر میں

۷۲ ۱۔ شیعوں کی صحابہ سے محبت ۸۱
۷۳ ۲۔ شیعوں کے نزدیک صحابہ کون ہیں ۸۱
۷۴ ۳۔ اصلی اختلاف ۸۳
۷۵ ۴۔ شیعوں کی دعائیں صحابہ کے لئے ۸۴
۷۶ ۵۔ شیعوں کی مشہور دعا ۸۴
۷۷ ۶۔ لفظ بلفظ اس دعا کو صحابہ کیلئے شیعہ پڑھتے ہیں ۸۴

پانچویں فصل

نظریہ عدالت صحابہ میں غور وفکر کے نمونے

۷۸ ابن عباس کا بیان ۸۷
۷۹ حذیفہ یمانی کی وصیت و شہادت ۸۸
۸۰ زبیر اور حسن خاتمہ ۸۹
۸۱ طلحہ کا حسن انجام ۹۱
۸۲ حلیف نے حلیف کو قتل کردیا ۹۲
۸۳ عمار یاسر کا انجام ۹۳
۸۴ معاویہ کی دلیل ۹۴
۸۵ معاویہ اور قاتلان عثمان ۹۴
۸۶ معاویہ کے بارے میں حسن بصری کی رائے ۹۵

۸۷ معاویہ کا افتخار ۹۵

چھٹی فصل

عادل صحابہ کی شناخت کا صحیح طریقہ ۹۷

۸۸ بحث کی ابتداء ۹۷
۸۹ ان دعاؤں میں غور وفکر ۹۸
۹۰ سوال ۹۸
۹۱ احتمال ۹۸
۹۲ راہ حل ۹۹
۹۳ اس تک پہونچنا ۹۹
۹۴ روکنے والے عوامل ۱۰۰
۹۵ عدالت صحابہ کے بارے میں قول فیصل ۱۰۱
۹۶ اوراق پریشان ۱۰۳
۹۷ کشف شرعی کے سلسلہ میں ایک واقعہ ۱۰۴
۹۸ تمام صحابہ کی عدالت ۱۰۵
۹۹ منطقی طریقہ ۱۰۶
۱۰۰ سوال ۱۰۶
۱۰۱ چھٹکارا ۱۰۶
۱۰۲ عادل وغیر عادل صحابہ کی پہچان ۱۰۷
۱۰۳ کلید عدالت ۱۰۸
۱۰۴ عادل صحابہ ۱۰۹
۱۰۵ شامیوں اور عراقیوں کے غفلت کے نمونہ ۱۱۰
۱۰۶ معاویہ کی پیروی یہ لوگ کرتے تھے ۱۱۱

دوسرا باب ۱۱۳

نظریۂ

عدالت تمام صحابہ کی تاریخی جزیں!

پہلی فصل

اس نظریہ کی جزیں ۱۱۵
۱۰۷ نبوت وخلافت کا اکٹھا نہ ہونے دینا ۱۱۵
۱۰۸ ۱. قبائل قریش ۱۱۵
۱۰۹ ۲. سیاسی شعبے ۱۱۶
۱۱۰ ۳. نظام کو بگاڑنے کی ناکام کوشش ۱۱۶
۱۱۱ ۴. شہرت نبوت ۱۱۷
۱۱۲ ۵. اعلان نبوت ۱۱۸
۱۱۳ ۶. بنی ہاشم کی حمایت ۱۱۸
۱۱۴ ۷. نظام سیاسی کی حفاظت اور حسد کے لئے ۱۱۹
۱۱۵ ۸. سیاسی عہدے کیلئے اور حسد کی وجہ سے جنگ ۱۲۰
۱۱۶ ہاشمی نبوت ناقابل انکار ۱۲۱

۱۱۷	بنی ہاشم کی پیش رفت سے جلوگیری	۱۲۲
۱۱۸	زبردست موج	۱۲۳
۱۱۹	ک: پاکیزہ قرابت خلافت راشدہ کی شرعی بنیاد ہے	۱۲۴
۱۲۰	ل۔ تحول دبرحقی موج	۱۲۵
۱۲۱	اصل واقعہ	۱۲۷
۱۲۲	م۔ عدم جمع نبوت وامامت کی شرعی توجیہ	۱۳۰
۱۲۳	ن۔ نبوت کے ساتھ بنی ہاشم کو خلافت نہ دینے کے نتائج	۱۳۱
۱۲۴	پہلا نتیجہ	۱۳۱
۱۲۵	دوسرا نتیجہ	۱۳۲
۱۲۶	اختلاف کا بیج بونا	۱۳۳
۱۲۷	تیسرا نتیجہ! بنی ہاشم کے علاوہ حکومت سب کا حق ہے	۱۳۴
۱۲۸	چوتھا نتیجہ! اوراق پریشان	۱۳۵

دوسری فصل

	سیاسی نظریہ کی جڑیں	۱۳۷
۱۲۹	اسلام کا سیاسی نظام	۱۳۷
۱۳۰	الف۔ موجودہ اسلام اور حقیقی اسلام میں فرق	۱۳۷
۱۳۱	ب۔ اسلام کا سیاسی نظام	۱۳۹
۱۳۲	ج۔ اسلام کے سیاسی نظام کے ارکان	۱۳۹
۱۳۳	پہلا رکن۔ سیاسی قیادت	۱۳۹
۱۳۴	خدا کی طرف سے ولایت علیؑ کے اعلان کا کیا مقصد تھا	۱۴۰
۱۳۵	دوسرا رکن عقیدہ الٰہی اور قیادت کا رابطہ	۱۴۱
۱۳۶	رکن سوم۔ نظام حقوق الٰہی	۱۴۲
۱۳۷	چوتھا رکن۔ قبولیت مردم	۱۴۳
۱۳۸	اسلام کے سیاسی نظام کی سادگی	۱۴۴
۱۳۹	وہ سیاسی ماحول جس میں ہر صحابی کی عدالت کا نظریہ پروان چڑھا	۱۴۴
۱۴۰	قاتلان عثمان سے انتقام نہ لینے سے تجاہل	۱۵۰
۱۴۱	غفلت سے ہوشیاری	۱۵۰
۱۴۲	نظریات	۱۵۱

تیسری فصل

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ ایجاد کرنے کا مقصد کیا ہے

۱۴۳	۱۔ توجیہ کرنا	۱۵۳
۱۴۴	غصب حکومت کی توجیہ	۱۵۳
۱۴۵	۲۔ معاویہ اور اسکے دوستوں کے افعال کی توجیہ	۱۵۴

۱۴۶ ۲ ـ سب وشتم، نقد و تبصرہ سے حفاظت ۱۵۶
۱۴۷ ۳ ـ مقابلہ ۱۵۷
۱۴۸ ۴ ـ اختلاف بین المسلمین ۱۵۷
۱۴۹ عدالت صحابہ کے نظریہ کا نشو و نما ۱۵۸
۱۵۰ روایان احادیث ۱۶۰
۱۵۱ فضائل معاویہ ۱۶۱
۱۵۲ شافعی کا نظریہ ۱۶۲
۱۵۳ حسن بصری کا قول ۱۶۳
۱۵۴ عدالت صحابہ پر اموی حکومت کی چھاپ ۱۶۳

چوتھی فصل

اس نظریہ کی فقہی بنیادیں ۱۶۵
۱۵۵ فقہی مرجعیت ۱۶۶
۱۵۶ دو مرجعیت ۱۶۷
۱۵۷ ۱ ـ مرجعیت! تمام صحابہ اور اہلسنت ۱۶۷
۱۵۸ مدرک اہل سنت، برائے انتخاب صحابہ بعنوان مرجع ۱۶۹
۱۵۹ ۲ ـ مرجعیت: شیعوں کے نزدیک ۱۷۰
۱۶۰ ۱ ـ اہلسنت اور نقد صحابہ ۱۷۰
۱۶۱ مرجعیت اہلبیتؑ پر شیعوں کی دلیل! ۱۷۱
۱۶۲ دونوں مرجع کا اثر ۱۷۲
۱۶۳ دونوں مدرک کا اختلاف نتائج کے اختلاف کا سبب ہوگا ۱۷۳
۱۶۴ لیڈروں میں اختلاف ۱۷۷
۱۶۵ تعداد مراجع کی صورت میں شریعت کا حکم ۱۷۹
۱۶۶ شرعی مرجعیت کو چھوڑنا دوسری مرجعیت کا ایجاد کرنا ۱۸۰
۱۶۷ ایجاد نظریہ عدالت صحابہ ہی جانشین کی مرجعیت کا واحد حل تھا ۱۸۱
۱۶۸ اگر نظریہ عدالت حکام کی طرف سے نہ ہوتا تو نا کامیاب ہوجاتا ۱۸۱
۱۶۹ جانشینی شرعی مرجعیت بن گئی ۱۸۲
۱۷۰ راہ حل ۱۸۳
۱۷۱ شرعی مرجعیت کے غائب ہونے کی صورت میں! ۱۸۴
۱۷۲ فقہی تقسیم ۱۸۴
۱۷۳ اہلبیتؑ کو میدان سے الگ کرنے کی علت ۱۸۵
۱۷۴ بنی ہاشم کی خصوصیت ۱۸۶
۱۷۵ اس خصوصیت کا مقصد کیا ہے ۱۸۸
۱۷۶ اہلبیتؑ کی ذمہ داریاں ۱۸۸
۱۷۷ خاندان رسولؐ کو یہ خصوصیت کیوں دی گئی ۱۸۹

۱۷۸ برتری کے اسباب ۱۹۰

۱۷۹ یہ خصوصیت سیاسی ہتھیار بن گئی ۱۹۱

۱۸۰ عترت طاہرہ کے ساتھ حکومت کا برتاؤ ۱۹۶

۱۸۱ رسول کے رشتہ دار دو قسم کے ہیں ۲۰۱

۱۸۲ عترت رسول کی برکناری ۲۰۱

۱۸۳ خصوصیت کی وضاحت ۲۰۲

پانچویں فصل

وہ توقعات جو اس نظریہ سے وابستہ تھے،

۱۸۴ صفاتی مقابلہ ۲۰۶

۱۸۵ صحابہ ۲۰۶

۱۸۶ حقیقت کی مثال ۲۰۷

۱۸۷ دوسری واقعی مثال ۲۰۸

۱۸۸ توضیح مطلب ۲۰۹

۱۸۹ سوال و تعجب ۲۰۹

۱۹۰ ادا کے فریضہ ۲۱۰

۱۹۱ حمایت سے مقابلہ ۲۱۰

۱۹۲ مقام بیان ۲۱۱

۱۹۳ نظریہ عدالت صحابہ کے امتیازات صحابہ کے لئے ۲۱۱

۱۹۴ غور کے لئے چند روایات ۲۱۳

۱۵۵ غیر مستقیم راستہ عملی کی مرجعیت ۲۱۶

۱۵۶ فقہ میں وسعت ۲۱۸

۱۵۷ راویوں کیلئے پہلی شرط ۲۱۹

تیسرا باب

پہلی فصل، مرجعیت : ۲۲۵

۱۵۸ مرجعیت کا مطلب ۲۲۵

۱۵۹ مرجعیت و عقیدہ میں تلازم ۲۲۷

۱۶۰ مرجعیت فنی و تخصصی ہے ۲۲۸

۱۶۱ تعداد مراجع ۲۲۸

۱۶۲ عقیدہ اور مرجعیت کا فرق ۲۲۹

۱۶۳ وجود مرجعیت کے فلسفہ کی خبریں ۲۳۰

۱۶۴ مرجع ناقابل انکار ہے ۲۳۲

دوسری فصل، عقیدہ،

۱۶۵ عقیدہ کا مطلب ۲۳۵

۱۶۶ عقیدہ کی دو قسمیں ۲۳۶

۱۶۷ ایجاد عقیدہ اور اسکے لوازم ۲۳۷

۱۶۸ عقیدہ اسلام کے خصوصیات ۲۳۸

۱۶۹ یقینی تصور ۲۴۰

۱۷۰ خدائی حقوقی نظام ۲۳۱

تیسری فصل

مرجع کون معین کرے!؟ ۲۴۳

۱۷۱ مرجع شرعی کے فرائض! ۲۴۴

۱۷۲ رسولؐ کی زندگی میں مرجعیت ۲۴۹

۱۷۳ رسولؐ کے بعد مرجعیت ۲۴۹

۱۷۴ رسولؐ کے بعد مرجعیت کی ضرورت ۲۵۱

۱۷۵ چند سوالات جو محتاج جوابات ہیں ۲۵۲

چوتھی فصل

رسولؐ کے بعد مرجعیت کے بارے میں مسلمانوں کا موقف

۱۷۶ رسولؐ کے بعد مرجع کون؟ ۲۵۵

۱۷۷ اہلسنت کا نظریہ! ۲۵۵

۱۷۸ اہلسنت کے نزدیک رسولؐ کے بعد مرجع ۲۶۰

۱۷۹ اہلسنت کے نزدیک حاکم ہی مرجع ہے ۲۶۲

۱۸۰ مرجعیت کا قائم مقام ۲۶۳

۱۸۱ گروہی مرجعیت ۲۶۶

۱۸۲ مراجع کیونکر عمل کرتے تھے؟ ۲۶۷

پانچویں فصل

مرجعیت جانشینی ۲۷۱

۱۸۳ جانشین بنانے کی ابتداء ۲۷۲

۱۸۴ شور و غل کا سامنا ۲۷۳

۱۸۵ روبرو گفتگو کی تحلیل، ۲۷۶

۱۸۶ نتائج ۲۷۶

۱۸۷ ۱۔ تقسیم! ۲۷۶

۱۸۸ ۲۔ دوسری نئی قوت کا ابھرنا ۲۷۷

۱۸۹ ۳۔ فکر کا غلبہ ۲۷۹

۱۹۰ دو متشابہ واقعات ۲۸۰

۱۹۱ ۴ غالب کی کامیابی ۲۸۲

۱۹۲ ۵ عترت طاہرہ کی معزولی ۲۸۵

۱۹۳ قطب مرجعیت ۲۸۸

۱۹۴ معارضہ کا اثر! ۲۸۹

چھٹی فصل "

رسول خداؐ کے بعد مرجع کون؟

۱۹۵ شیعوں کا نظریہ ۲۹۱

۱۹۶ مرجعیت کی ضرورت ۲۹۱

۱۹۷ مرجعیت کیلئے الٰہی بیان ۲۹۲

۱۹۸ خدا کے معین کردہ مراجع؟ ۲۹۵

۱۹۹ سنیوں کی دشمنی شیعوں سے کیوں ۲۹۵

۲۰۰ اہلسنت کی جلد بازی ۲۹۶

۲۰۱ جلد بازی کی رد ۲۹۶
۲۰۲ دو مرجع ۲۹۷
۲۰۳ دونوں کا معین کرنے والا خدا ہے ۲۹۷
۲۰۴ خدا کی طرف سے شخصی مرجعیت کے معین ہونے کی دلیل ۲۹۸
۲۰۵ اعلان غدیر کے نمونہ ۳۰۱
۲۰۶ ولایت علیؑ کی شرعی تاکید ۳۰۳
۲۰۷ نبیؐ کے بعد ہدایت ۳۰۵
۲۰۸ نبیؐ کے بعد علیؑ حجت ہیں ۳۰۵
۲۰۹ شیعوں کے نزدیک گروہی مرجعیت ۳۰۶
۲۱۰ مرجعیت شرعیہ کی پیروی کا ثمرہ ۳۱۰

چوتھا باب

قیادت و سیاست

پہلی فصل

قیادت و سیاست

۲۱۱ ۱، معاشرہ کی حرکت کے ضوابط و قوانین ۳۱۵
۲۱۲ ۲، عقیدہ و سیاست کا رابطہ ۳۱۶
۲۱۳ سیاسی رہبری کے شرائط ۳۱۸
۲۱۴ کون مناسب ہے ۳۱۹
۲۱۵ پسندیدہ خدا کی قبولیت ۳۲۰
۲۱۶ مرضی خدا کو رد کرنا ۳۲۰
۲۱۷ مرضی الٰہی چھوڑنے کی مختلف صورتیں ۳۲۱

دوسری فصل

سیاسی قیادت!

۲۱۸ ۳، خلیفہ رسولؐ کا خدائی انتخاب ۳۲۵
۲۱۹ ولادت آدمؑ سے پہلے ۳۲۵
۲۲۰ دعوت سے کچھ پہلے ۳۲۶
۲۲۱ نبوت کے بعد ۳۲۷
۲۲۲ نبوت کے بعد اعلان خلافت ۳۲۸
۲۲۳ ولیعہدی کے اعلانات ۳۳۰
۲۲۴ ۱، حدیث منزلت ۳۳۰
۲۲۵ ۲، اخوت ۳۳۱
۲۲۶ ۳، ولایت ۳۳۳
۲۲۷ علیؑ کی ولایت و محبت خدا کی ولایت و محبت ہے ۳۳۵
۲۲۸ پے در پے اعلان وتحکیم ولایت بحکم خدا ۳۳۵

تیسری فصل

ولی خدا، سردار امام اور رہبر ہے ۳۳۷

۲۲۹	واضح ترین نبیؐ کے بعد علیؑ کی علمی صلاحیت	۳۳۹
۲۳۰	علیؑ کی ولایت وخلافت ہر اعتبار سے دینی واعتقادی ہے	۳۴۲
۲۳۱	ولی خدا وخلیفہ رسولؐ فارس اسلام ہے	۳۴۳

چوتھی فصل

	علیؑ کی شادی	۳۴۷
۲۳۲	خوشخبری	۳۴۸
۲۳۳	ذریت مبارکہ	۳۴۹
۲۳۴	رسولؐ وخلیفہ رسولؐ کا مکان	۳۴۹
۲۳۵	علیؑ وصی نبیؐ	۳۵۱
۲۳۶	وصیت کا انکار	۳۵۲
۲۳۷	خلیفہ رسولؐ کی خصوصیت	۳۵۴
۲۳۸	حضرت علیؑ کی حفاظت	۳۵۵

پانچویں فصل

رسم جانشینی!

۲۳۹	۱، مناسبت، حجۃ الوداع	۳۵۷
۲۴۰	تاجگذاری کی جگہ	۳۵۷
۲۴۱	خدا کی جانب سے اعلان خلافت کا حکم۔	۳۵۸
۲۴۲	آیۃ تبلیغ	۳۵۹
۲۴۳	اعلان ولی بعد نبیؐ!	۳۶۰
۲۴۴	۱، حدیث حذیفہ	۳۶۰
۲۴۵	۲، حدیث زید بن ارقم	۳۶۱
۲۴۶	۳، حدیث براء بن عازب	۳۶۲
۲۴۷	۴، حدیث سعد بن ابی وقاص	۳۶۲
۲۴۸	۵، سعد کی دوسری حدیث	۳۶۳
۲۴۹	مضمون کا سمجھنا اور مبارکبادی	۳۶۳
۲۵۰	غدیر کیلئے ناقص روایات	۳۶۵
۲۵۱	حدیث غدیر وتعیین جانشین کا یقینی ہونا	۳۶۶
۲۵۲	عید غدیر	۳۶۷
۲۵۳	غدیر کا روزہ	۳۶۷

چھٹی فصل

	نصب امام کیساتھ اکمال دین واتمام نعمت	۳۶۹
۲۵۴	وفات رسولؐ کے بعد منصب امامت کے استقلال کیلئے خدائی تدبیر	۳۷۱
۲۵۵	امام کو معین کرنے والا کون ہے؟	۳۷۲
۲۵۶	یہ جامع امام کون ہے؟	۳۷۳
۲۵۷	نبی کا جانشین کون معین کرسکتا ہے	۳۷۴
۲۵۸	پہلے خلیفہ کے بعد والے خلیفہ کون معین کریگا	۳۷۴

۲۵۹ امامت کو اولادِ محمدؐ میں منحصر کرنے کی حکمت ۳۷۶

۲۶۰ تعیین امام بدست امت ۳۷۶

۲۶۱ حقیقت و شریعت میں جدائی ۳۷۷

۲۶۲ شرعی ائمہ ۳۷۸

۲۶۳ مستقبل کی خبریں ۳۷۹

۲۶۴ سیاسی نظام جاہلی کی پراگندگی ۳۸۰

انقلاب

ساتویں فصل

وہ تاریخی ماحول جس نے انقلاب کو کامیاب بنایا!

۲۶۵ ا، قبائل قریش ۳۸۵

۲۶۶ ب، سیاسی تعصب ۳۸۶

۲۶۷ ت، عہدوں کو گاڑنے کی کوشش ۳۸۶

۲۶۸ ث، نبوت کا چرچا ۳۸۷

۲۶۹ ج، اعلانِ نبوت، ۳۸۸

۲۷۰ ح، بنی ہاشم کی حمایت رسولؐ کیلئے ۳۸۸

۲۷۱ خ، عہدوں کی حفاظت و حسد کی وجہ سے نہ بتوں کی محبت میں! ۳۸۸

۲۷۲ د، بتوں کیلئے نہیں عہدوں کیلئے جنگ ۳۸۹

۲۷۳ ز، ہاشمی نبوت ایسا مقدر بن گئی جس سے فرار ناممکن ہوگیا۔ ۳۹۰

۲۷۴ اکثر قبائل ہاشمی سیلاب کے مخالف تھے ۳۹۱

۲۷۵ ز، خلافۃ کا جوش ۳۹۲

۲۷۶ س، قرابت طاہرہ خلافت راشدہ کی شرعی اساس ہے ۳۹۳

۲۷۷ ص، انقلاب اور خلافۃ کی موج ۳۹۴

۲۷۸ واقعہ ۳۹۵

۲۷۹ ض، مقولہ بنی ہاشم میں نبوت و حکومت نہ ہونا چاہئے کی شرعی حیثیت ۳۹۸

ہاشمیوں میں نبوت و حکومت جمع نہ ہونے دینے کے نتائج

۲۸۰ خصوصیت کا ختم کرنا ۴۰۱

۲۸۱ پہلا نتیجہ ۴۰۱

۲۸۲ دوسرا نتیجہ، اختلاف کا بیج بونا ۴۰۲

۲۸۳ تیسرا نتیجہ، حکومت سب کیلئے ہے نہ کہ صرف ہاشمی کیلئے ۴۰۳

۲۸۴ چوتھا نتیجہ، خلفاء مسلط کردینا ۴۰۴

آٹھویں فصل

مقدمات انقلاب

۲۸۵	۱، نبیؐ کے ساتھ بستر موت پر	۴۰۵
۲۸۶	واقعہ کی تشریح	۴۰۸
۲۸۷	واقعہ کے اولین نتائج	۴۰۸
۲۸۸	۱، تقسیم	۴۰۸
۲۸۹	۲، ایک نئی طاقت کا ابھرنا	۴۰۹
۲۹۰	۳، غلبۃ اور تابع کو متبوع پر ترجیح دینے کا نظریہ	۴۱۱
۲۹۱	دو ملتے جلتے واقعے	۴۱۱
۲۹۲	۴، غالب کی کامیابی	۴۱۵
۲۹۳	عترت کی معزولی	۴۱۵
۲۹۴	سلطنت پر قبضہ	۴۱۸
۲۹۵	۱، تذکرہ اور حادثات کا ربط	۴۱۸
۲۹۶	۲، بے پناہ کامیابی	۴۱۹

نویں فصل

	فاروق کے مقاصد	۴۲۱
۲۹۷	مثالی حل،	۴۲۲
۲۹۸	راہ حل کی تلاش	۴۲۲
۲۹۹	فاروق نے نظریہ کو مکمل کیا	۴۲۳
۳۰۰	قریش کا ول کے خلاف اتحاد جیسے نبیؐ کے خلاف تھا	۴۲۴
۳۰۱	قریش کی نقشہ کشی اور بنی ہاشم کی مصیبت	۴۲۵
۳۰۲	ماہرانہ نقشہ کشی	۴۲۵
۳۰۳	اس پلان کا پہلا ثمرہ	۴۲۶
۳۰۴	بنی ہاشم کی شکست کا پلان	۴۲۷
۳۰۵	حصول مقصد کیلئے ترجیح بلا مرجح	۴۲۸
۳۰۶	برابری	۴۲۹
۳۰۷	وہ وسیلہ جسنے ولی کو شکست دی اور آئیڈیل نقشہ	۴۲۹
۳۰۸	سقیفہ کا اجتماع	۴۳۰
۳۰۹	سوالات	۴۳۱
۳۱۰	کون خبر لایا ؟	۴۳۲
۳۱۱	انصار کے دو آدمی	۴۳۲

دسویں فصل

	موضوع کی تحلیل اور اسکا اتفاقی و ناگہانی نہ ہونا	۴۳۵
۳۱۲	تینوں مہاجرین کی آمد	۴۳۹
۳۱۳	مہاجرین کے آنے کا مقصد	۴۳۹
۳۱۴	سقیفہ میں	۴۴۲
۳۱۵	انسانی فکر عظیم ثروت	۴۴۳
۳۱۶	سقیفہ کی شرعی دلیل	۴۴۴
۳۱۷	سقیفہ میں موجود انصار کی دلیل	۴۴۴
۳۱۸	تینوں مہاجرین کا مقصد	۴۴۵
۳۱۹	تینوں کی شرعی دلیل	۴۴۶

۳۲۰ ابوبکر کی دلیل کا خلاصہ ۴۴۶

۳۲۱ عمر کی دلیل کا خلاصہ ۴۴۶

۳۲۲ انصار کا جواب ۴۴۷

۳۲۳ امید و توجیہ ۴۴۷

۳۲۴ خلیفہ تینوں میں سے ایک ۴۴۷

۳۲۵ سب سے پہلی بیعت ۴۴۸

۳۲۶ نصب خلیفہ و بیعت ۴۴۸

۳۲۷ جزاء ۴۴۸

۳۲۸ شہرت و بیعت ۴۴۹

۳۲۹ نئی حکومت اور ولی کے درمیان مقابلہ غیر مساوی ہے ۴۵۰

۳۳۰ فیصلہ ۴۵۱

۳۳۱ حرکت ۴۵۱

۳۳۲ عدم بیعت پر علیؑ کو قتل کی دھمکی ۴۵۲

۳۳۳ فاطمہؑ کو راضی کرنے کی کوشش ۴۵۳

۳۳۴ ابوبکر نے خلافت چھوڑ دینی چاہی ۴۵۳

۳۳۵ علیؑ کا آخری موقف ۴۵۴

۳۳۶ ناپسندیدگی قریش از ولایت کا راز ۴۵۵

۳۳۷ مشکلات کا خوف ۴۵۶

۳۳۸ عادلانہ تقسیم ۴۵۶

۳۳۹ طوائف قریش ۴۵۷

گیارہویں فصل

بنی ہاشم کی سیاسی حقوق سے محرومی! ۴۶۱

۳۴۰ ہاشمی کو عامل نہ بنانے کی علت ۴۶۲

۳۴۱ کشف اسرار ۴۶۲

۳۴۲ مخالفت کے اسباب ۴۶۳

۳۴۳ مشہور نعرہ "ہاشمیوں میں نبوت و خلافت جمع نہ ہو" کے بارے میں عمر کی رائے ۴۶۴

۳۴۴ نعرہ کی وفاداری میں افراط ۴۶۵

۳۴۵ کیا خدائی نعرہ تھا؟ ۴۶۶

۳۴۶ فاروق نے اس شعار سے کیوں تمسک کیا ۴۶۷

۳۴۷ عمر کا رویہ علیؑ و عترت کے ساتھ ۴۶۷

۳۴۸ دوراہے پر، افتادگی ۴۷۰

۳۴۹ حکومت و مخالفت ۴۷۱

۳۵۰ مخالفین کے سامنے دو راستے ۴۷۲

۳۵۱ امت کے سامنے بھی دو راستے ۴۷۲

۳۵۲ لوگوں کا تقسیم ہو جانا ۴۷۳

فہرست کتاب ۴۷۷

مقدمہ مترجم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسول اللہ محمد خاتم المرسلین والسلام علی اولیاء اللہ علیؑ وا ولادہ المعصومین و اللعن علی اعداء اللہ اعداء رسولہ و آل المعصومین! اما بعد:

کچھ کتاب کے بارے میں:

① زیر نظر کتاب " عدالت صحابہ کے نظریہ کی تحقیق " جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ کتاب " نظریۃ عدالۃ الصحابۃ " کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں سنی نظریہ اورشیعہ نظریہ دونوں کو صحابہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اس کتاب کے اندر آپ کو بعض ایسے سوالات کے جوابات مل جائیں گے جو قابل حل نہیں تھے، شلاً:

① آخر رسولؐ کی اتنی تاکید دنیا، علیؑ کے فضائل، وغیرہ کے باوجود حضرت علیؑ کو خلافت سے کیوں محروم کیا گیا ______؟۔

② ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا اور ۲۸ صفر یعنی دو ماہ دس دن کے بعد رسول خداؐ کا انتقال ہو جاتا ہے صرف اتنی قلیل مدت میں رسولؐ کا تاکیدی بیان لوگ بھول گئے ______؟ یہ کیسے ممکن ہے!

(۳) کیا صرف دو تین آدمی اتنے با اثر تھے کہ سارے مہاجرین و انصار پر ان کی دھاک تھی اور حضرت علیؑ و بنی ہاشم کا کوئی اثر ہی نہیں تھا؟
یہ اور اس قسم کے دیگر سوالات کے جوابات آپ کو یہ کتاب دے گی!

(۴) مؤلف کتاب نے کئی سال زحمت کے بعد اس کتاب کو تحریر فرمایا ہے آپ کی کچھ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو "کچھ مؤلف کے بارے میں" کے ضمن میں ذکر ہوگا۔ اس کتاب کا ترجمہ عربی متن سے کیا گیا ہے۔ عربی متن مشکل ہے اصل کتاب کو پڑھ کر میری بات کی تصدیق ہو سکتی ہے میں کبھی پیراگراف پڑھنے کے بعد ترجمہ نہیں کرتا۔ بس لکھتا چلا جاتا ہوں، لیکن اس کتاب میں اکثر ایسے مقامات آنے کہ پہلے مطالعہ کر کے سمجھنا پڑا پھر ترجمہ کیا کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ یہ میرے قاری ہی بتا سکتے ہیں۔ اس کتاب کے ترجمہ میں خلاف معمول وقت کچھ زیادہ لگا۔

کچھ مولف کے بارے میں!

اس کتاب کے مؤلف جناب استاد احمد حسین یعقوب ہیں، آپ اردن کے رہنے والے ہیں سن ۱۹۵۹ء میں صوبہ جرش میں ایک مشہور خاندان کی مشہور شاخ قبیلہ تقیتہ میں پیدا ہوئے، اور عمان یونیورسٹی میں زیر تعلیم، گذشتہ حقوق میں فوق لیسانس کی ڈگری حاصل کی، ویسے تو آپ کا پیشہ وکالت ہے لیکن مدتوں سے اسلام کے تاریخی و اعتقادی مسائل کی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں اور اب تک یہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ (۱) النظام السیاسی فی الاسلام، (۲) نظریہ عدالۃ الصحابۃ، (۳) مرتکزات الفکر السیاسی، بہر حال اگر ایسے مفکرین پیدا ہوتے رہے جو تعصب کی عینک لگا کر نہ دیکھیں تو وہ خود بھی صراط مستقیم تک جلد پہونچ جائیں گے اور دوسروں کو بھی پہونچا دیں گے!

فقط والسلام

مقدمہ مؤلف

أحمدك اللهم حمداً كثيراً ، بمدى علمك ، وسعة رحمتك ، طيباً يليق بربوبيتك لي وبعبوديتي لك ، وبنفس الكم والكيف أستغفرك من كل ذنوبي وآثامي كما أمرت ، وأتوسّل إليك أن تجود عليّ بالمغفرة كما وعدت ، إنك يا مولاي لا تخلف الميعاد .

وأسألك باسمك العظيم الأعظم ، وجدك الأعلى ، وكلماتك التامة ، أن تصلّي وتسلّم على رسولك محمد الذي أرسلته بالإسلام ، فميّزه وبيّنه ، وسلك بمعتنقيه الصراط السوي إليك ، فعبّدة ، اللهم صلّي وسلّم عليه وعلى آله الطيبين الطاهرين ، أهل الثقل والتُّقى ، ونجوم الأمان والهدى ، وسفين النجا ، خصّهم الله بالفضل ، وقدّمهم على أهل الملّة ، وجعل الصلاة عليهم ركناً من أركان الصلاة المفروضة على العباد ، لتكون تذكرة دائمة بتلك المنزلة ، (إن نفعت الذكرى) (إنّ الذكرى تنفع المؤمنين) ، أما بعد .

اما بعد ! وہ خدائی نظام حقوق جسکو اسلام لیکر آیا تھا وہ اپنے اجمال و حقیقت اور تفصیل کے اعتبار سے اور تمام اطراف و جوانب کے اعتبار سے ایک مکمل نظام تھا جسکو بہت مضبوطی سے مرتب کیا گیا تھا جسمیں پوری جنس بشر کیلئے خصوصیت کیساتھ رشد و ہدایت کا انتظام کیا گیا تھا اور دین و دنیا میں بشر کو سعید بنانے کا پروگرام پیش کیا گیا تھا اور یہ پورا حقوقی نظام فطری طور سے اور خدائی ہونے کی وجہ سے جزم و یقین کے پایہ پر استوار تھا اس کے برخلاف جتنے بھی حقوقی اور

وضعی نظام ہوتے ہیں وہ ظن وتخمین کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اس الٰہی نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ محض نظری قوانین کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کو نظریات کے میدان سے نکال کر عملی دنیا میں تطبیق کر کے دکھا دیا گیا ہے اور جمود سے حرکت کی طرف اسی فنی طریقہ سے پیش کر دیا گیا جب رسولؐ نے بذات خود دعوت اسلام کی تبلیغ کے بعد ایک حکومت کی تشکیل دی تھی اور خود ہی اس کی سربراہی فرمائی تھی اور اسی حقوقی نظام کے تطبیق کے نتیجہ میں "خیر امت" کا وجود ہوا تھا اور دنیائے بشریت میں ایسی عظیم حکومت قائم ہوئی تھی "جسکو چشم فلک نے بھی نہ دیکھا تھا اور "جس کی سربراہی رسولؐ نے خود کی تھی۔

اور نبیؐ ابھی بستر موت پر کروٹیں بدل رہے تھے کہ ان کے انتقال سے تھوڑی ہی دیر پہلے سیاسی جھگڑوں اور اختلافات کا ایک حقیقی سلسلہ چل پڑا، اور مظاہرہ کرنے والوں کا خیال تھا کہ اس سے اختلافات کا سلسلہ رک جائے گا اور کوئی ہنسی مذاق اڑانے والا نہیں رہے گا اور یہی بہترین موقع ہے، مگر حالات سدھرنے کے بجائے بگڑتے گئے اور تاریخ کے بڑھتے رہے بد سے بدتر ہوتے رہے انتہا یہ ہوگئی کہ اسلام کا سیاسی نظام صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کے رہ گیا، اب برائے نام اسلام رہ گیا جو بنی عثمان کی آخری عہد حکومت میں شکست و ریز کا شکار ہوگیا۔

اب مسلمان خواب غفلت سے ہوشیار ہوئے جب امت مسلمہ ٹکڑوں میں بٹ گئی حیرت وضیاع کے سمندر میں ڈوب گئی۔ اب اگر اتحاد چاہے تو راستہ نہیں معلوم جیسا کہ عقاد نے اپنی کتاب المیزان میں لکھا ہے: ایک اسلامی حکومت چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہوگئی، اسلامی حکومت ایک ایسا دستر خوان بن گئی جس پر ساری قومیں کھانے کو ٹپک رہی ہیں۔ ہمارے آس پاس کی حکومتیں جنگل کا قانون نافذ کرنا چاہتی ہیں، مادیت نے اس کی ذات میں اپنے پنجے گڑا دیئے ہیں اور اس کو زخمی کر دیا ہے، اور مسلمان سراب کے پیچھے بھاگ رہا ہے، اس کا خیال ہے اس نے وہ علاج کر لیا ہے جس سے خون بہنا بند ہو جائے گا، اور چاہتا ہے پوری بشریت ہی کو ادھر کھینچ لے جہاں رحمت کا آنکھ کھلا، نغمہ ہو اور مریض کو علاج پر مجبور کیا جائے شبستانیوں سے فرح ومسرت

کے نغمے چھوٹ رہے ہوں اور پھر دنیا کی تحقیق کا قافلہ آگے بڑھ کر کہے جسکو ہم نے علاج سمجھا تھا وہ دھوکہ تھا کمیونیسٹ نظام کی بربادی دور نہیں ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خرابیاں کیوں ہوئیں؟ اور پے در پے کیوں ہوئیں؟ یہاں تک کہ اسلام کا سیاسی نظام ایک ڈھانچہ میں بدل گیا اور اس کی صورت معنویت ہی بدل گئی اور اس کو زندگی سے دور کر کے الٰہی نظام حقوق کو باطل کر کے جنس بشر کو اسلام اور اسکے الٰہی نظام کے علاج سے محروم کر دیا؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ان سب مصائب و بلیات کا سبب خود الٰہی حقوقی نظام تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ اس کو اس خدا نے بنایا ہے جس نے ہر شئی کو محکم بنایا ہے۔

درحقیقت اس کا سبب عرب کے وہ دینی احزاب ہیں جنہوں نے اندھی تقلید والے لشکر کی قیادت کی ہے اور آلام و مصائب کی تجارت کی ہے اپنے مقاصد کیلئے اشیاء کو خلط ملط کر دیا ہے اور جنہوں نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ احزاب نے اسلام کو جو سمجھا ہے وہی اصلی اسلام ہے اور اسلام واقعی اور ان کے سمجھے ہوئے اسلام میں کوئی فرق نہیں ہے یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں حالانکہ اسلام کو خدا نے بنایا ہے اور جو انھوں نے سمجھا ہے وہ ان کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے، اور یہ اسی طرح ہے جیسے انھوں نے "یعنی دینی احزاب نے" اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس اسلامی سیاسی تاریخ کو انسانوں نے رسول خدا کی وفات کے بعد بنایا ہے اور جو آخری سلاطین بنی عثمان کے دور تک جاری رہی اسلام کا وہ حقیقی نظام سیاسی ہے جسکو خدا نے اپنے بندے پر بشری معاشرے کی سیاسی تحریک کو مضبوط و ہدایت یافتہ بنانے کے لئے نازل کیا ہے، حالانکہ ان احزاب نے اس میں جدیت سے کام لینے کے باوجود فہم کو مفہوم سے مخلوط کر دیا، تابع کو متبوع پر مقدم کر دیا، فرع کو اصل پر فضیلت عطا کر دی اور ان کے زیر سایہ جو اجتہاد پلا بڑھا اس نے الٰہی نظام حقوق کو بدل دیا، دینی و عربی احزاب نے اس میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا البتہ یہ احزاب اس اسلامی رائ کو برداشت نہیں کر سکتے جو ان کے مخالف ہو، بلکہ ہر ممکن طرح سے اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اس کے

باوجود وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا دروازہ عالمی افکار کیلئے کھلا ہے اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم عالم افکار اور ان کے مفکرین کو آزادی رائے دیں گے جو چاہیں کہیں ———،
لیکن یہی احزاب اس اسلامی رائے کا گلا گھونٹنے پر تیار ہیں جو ان کی مخالف ہے اور اپنے اصحاب کو اس کی تصریح سے روکتے ہیں، انہیں خدا کی قسم یہ بتا و ایسی صورت میں ان احزاب کے دعوائے انفتاح کو کون قبول کرے گا؟

یہ دینی و عربی احزاب دنیائے جدید کے سامنے اس طرح اسلام کو پیش کرتے ہیں یس جو اسلام پوری دنیائے بشریت کو نجات دینے اور دین کو نشر کرنے اور جنس بشر کی امیدوں وضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے آیا ہو وہ خود اہل اسلام پر اتنی سختی کرے؟ کیا ممکن ہے یہ احزاب کا مبلغ علم ہو اور اس کے باوجود ان کو خیال ہو کہ یہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں؟

اس متین گفتگو کی بنا پر میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس اسلام کو خدا نے نازل کیا ہے وہ الگ چیز ہے اور ہمارا اس کو سمجھ لینا الگ بات ہے، اور وفات رسولؐ کے بعد جو مسلسل نقصانات اور حادثات شروع ہوئے ہیں ان کی علت دین نہیں تھا اور حقوق نظام الٰہی میں کوئی کمی یا غلطی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ صرف اور صرف مسلمانوں کا نعمت الٰہی کا کفران اور خواہش نفس کے مطابق عمل تھا جس نے حکم خدا کی جگہ لے لی تھی۔ بلاؤں کی یہی جڑ تھی۔

اس بحث کو آسان بنانے اور مکمل کرنے اور جڑ کا پتہ لگانے کے لئے میں نے کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کر دیا ہے، پہلے باب میں صحابہ کے معنی سے بحث کی ہے، دوسرے باب میں اس مفہوم کے تاریخی اسباب وعلل و اصل کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے تیسرے باب میں اسلام کی مرجعیت کی وضاحت اور مرجعیت وسیاسی قیادت کے ارتباط کو بیان کیا ہے، اور چوتھے باب میں اسلام کی سیاسی قیادت سے بحث کی ہے، اور غور و فکر کرنے والا قاری اس بات کو سمجھ لے گا کہ یہ چاروں ابواب انسانی اعضاء کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں اور ان تمام موضوعات میں، میں نے اہل سنت کی رائے کو اصل اسلامی رائے کے اعتبار سے پیش کیا ہے، کیونکہ اسی رائے والوں نے پوری اسلامی تاریخ کی قیادت کی ہے اور اس رائے کا استخراج میں نے اہل سنت کے معتبر مصادر سے کیا ہے ——— اس کے بعد میں نے شیعہ

کی رائے بھی پیش کی ہے اس اعتبار سے کہ وہ بھی ایک اسلامی رائے ہے جو پوری اسلامی تاریخ میں ہمیشہ مقابلہ ہی کرتی رہی ہے اور شیعوں کی رائے کو میں نے ان کے مستند مصادر سے حاصل کیا ہے، اس کے بعد طالبان حقیقت کے لئے میں نے خالص شرعی حقیقت، ہر موضوع پر بیان کر دیا ہے۔

اس لئے اس بحث کا نتیجہ شکل و موضوع و منہج کے اعتبار سے میرے ناقص علم کے مطابق وحید زمانہ بن کر سامنے آیا ہے، کیونکہ اس عصر جدید میں کسی عرب سنی کی طرف سے اتنا مکمل، باعتبار موضوع و شمول اور معلوماتی رسالہ اب تک نہیں شائع ہوا ہے۔

اور میں اپنی اس محبت کو جو آل محمدؐ سے خصوصاً اور بنی ہاشم سے عموماً رکھتا ہوں کبھی چھپا نہیں سکتا، اور بھلا کون ہے جو ان سے محبت رکھنے پر میری ملامت کر سکے ہے؟ جب کہ اہلبیتؑ ثقل اصغر اور قرآن ثقل اکبر ہے، ہدایت ان دونوں "قرآن و اہلبیتؑ" سے تمسک کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور گمراہی سے نجات ان دونوں سے تمسک کئے بغیر ناممکن ہے جیسا کہ نصوص شرعیہ قطعیہ کی اس پر دلالت ہے۔

اور ملامت کرنے والا "اہلبیتؑ سے محبت پر" میری ملامت کیسے کر سکتا ہے جبکہ یہی "اہلبیت" سفینۂ نجات ہیں، ہر شب میں ہدایت و امان کے ستارے ہیں، جیسا کہ نص سے ثابت ہے، یہی اہل، حق ہیں، نبیؐ تو مسلمانوں میں مشترک تقسیم کرنے والے ہیں قیادت و ولایت کو "نبیؐ نے" اپنی اولاد میں منحصر کر دیا ہے جن سے ہمارے نفوس کی پاکیزگی ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں سے طمع کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں لوگوں میں آپسی مقابلہ ختم ہو جاتا ہے قرابت طاہرہ کی فضیلت اسلام پر واضح ہے، کیونکہ عترت ہی نے نبیؐ کی حمایت کی، یہی وہ لوگ ہیں جنکو قبائل قریش نے اجتماعی طور سے بلا کسی استثناء کے تین سال تک شعب ابوطالب میں محصور رکھا، عربوں کا ہدف ایک مطلب تھا کہ ہاشمی لوگ محمدؐ کو ان کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ محمدؐ کو قتل کر دیں یا پھر ان کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں تاکہ عرب محمدؐ کو قتل کر دیں اگر ہاشمی دونوں میں سے ایک بات بھی مان لیتے تو اسلام ختم ہو جاتا اور محمدؐ بھی دیگر انبیاء کی طرح قتل ہو جاتے یہ سب تو ہاشمیوں کے جہاد سے قطع نظر کرتے ہوئے ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا،

اور بنی ہاشم کی قربانیاں ہیں ، بنی ہاشم سے میری محبت کے بہت سے اسباب میں سے یہ بعض اسباب ہیں .

میرے خدا ، میرے مولیٰ ! تو میرے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تو جانتا ہے کہ میرا مقصد صرف تیری خوشنودی کا حاصل کرنا ہے اگر میں راہ راست پر ہوں تو تیرا کرم ہے تو بہترین مولا اور بہترین مددگار رہے ، اور اگر مجھ سے خطا ہوئی ہے تو یہ میری طرف سے ہے .

دوبارہ عرض ہے :

معبود میرے اس عمل کو خالص اپنے لئے قرار دے اور اسکو محمدؐ و آل محمدؐ کیلئے اور ہر ہاشمی یا مطلبی کیلئے جو زمین پر چلتا ہو یا قیامت تک چلے اس کیلئے ہدیہ قرار دے ، اور میرے عمل کو ایسا صدقہ قرار دے دے جو میرے گناہوں کو ختم کر سکے تیری قربت عطا کر سکے .

و آخر دعواہم ان الحمد للّٰہ رب العالمین!

پہلا باب

صحبت اور صحابہ کا مفہوم

کانون فرهنگی جلوه میدان انقلاب، پاساژ بهستان ۶۴۳ ۷۳ ۷۳
طراح: ر. ایمانگار ۶۴۳ ۳۹ ۴۹

پہلی فصل

صحبت اور صحابہ کا مفہوم

۱. لغت میں صحابہ کے معنی

الف. لغت کے اعتبار سے

الاصحاب ، الصحابۃ ، صحب ، یصحب ، صُحبۃ بالضم وصَحابۃ بالفتح

صَاحَبَ کے معنی معاشرت کی ، رفاقت کی ، بیٹھا ، مطیع ہوا ، مشایعت کی (اسی لئے ، الصاحب معاشر یا مطیع یا ساتھ میں بیٹھنے والے یا ساتھ چلنے والے یا رفیق یا کسی بات پر قائم یا کسی چیز کے محافظ کو کہتے ہیں ، نیز جو کسی مذہب کا پابند ہو اس کو بھی صاحب کہتے ہیں مثلاً اصحاب الامام جعفر صادق علیہ السلام ، اصحاب ابی حنیفہ ، اصحاب الشافعی وغیرہ بولا جاتا ہے ، اصطحب القوم یعنی بعض بعض کے ساتھ ہو گئے ، واصطحب البعیر اونٹ اس کا مطیع ہو گیا)۱۔

۱ــــــــ جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے وہ لسان العرب ابن منظور ج ۱ ص ۵۱۹ ، تاج اللغۃ جوہری ص ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، تاج العروس مرتضیٰ زبیدی ، ج ۳ ص ۱۸۹ ، المعجم الوسیط لابراہیم مصطفےٰ اور رفقاء ج ۱ ص ۵۰۹ ـ ۵۱۰ ، قاموس محیط فیروز آبادی اور مختار الصحاح لابی بکر الرازی ص ۳۵۶ ، وغیرہ مطالعہ کرے ۔

پہلی فصل

صحبت اور صحابہ کا مفہوم

۱۔ لغت میں صحابہ کے معنی

الف۔ لغت کے اعتبار سے

الاصحاب، الصحابۃ، صحب، یصحب، صُحبۃ بالضم وصَحَابۃ بالفتح،
صَاحَبَ کے معنی معاشرت کی، رفاقت کی، بیٹھا، مطیع ہوا، مشایعت کی (اسی لئے)، الصاحب معاشر یا مطیع یا ساتھ میں بیٹھنے والے یا ساتھ چلنے والے یا رفیق یا کسی بات پر قائم یا کسی چیز کے محافظ کو کہتے ہیں، نیز جو کسی مذہب کا پابند ہو اس کو بھی صاحب کہتے ہیں مثلاً اصحاب الامام جعفر صادق علیہ السلام، اصحاب ابی حنیفہ، اصحاب الشافعی وغیرہ بولا جاتا ہے، اصطحب القوم یعنی بعض بعض کے ساتھ ہو گئے، و اصطحب البعیر اونٹ اس کا مطیع ہو گیا [۱]۔

---

[۱] جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے وہ لسان العرب ابن منظور ج ۱، ص ۵۱۹، تاج اللغۃ جوہری ص ۱۶۱، ۱۶۲، تاج العروس مرتضیٰ زبیدی، ج ۳، ص ۱۸۹، المعجم الوسیط لابراہیم مصطفےٰ ورفقاء ج ۱، ص ۵۰۹ - ۵۱۰، قاموس محیط فیروزآبادی اور مختار الصحاح لابی بکر الرازی، ص ۳۵۶، وغیرہ مطالعہ کرے۔

ہوتی ہے جو عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں[2]، کبھی دو رفیق سفر کے درمیان ہوتی ہے[3]، کبھی تابع اور متبوع کے درمیان ہوتی ہے[4]، کبھی مومن اور کافر کے درمیان ہوتی ہے[5]، اور کبھی کافر اور کافرین کے درمیان بطور شمول ہوتی ہے[6]، اور کبھی نبی اور اس کی کافر قوم کے درمیان ہوتی ہے نبی ان کو خیر کی طرف لانا چاہتا ہے اور وہ لوگ نبی کو شر کی طرف لانا چاہتے ہیں[7]، کبھی صحبت فطری ہوتی ہے[8] اور کبھی اثر ہوتی ہے جس کی اقتدا فاسد اپنے فاسد فعل سے کرتا ہے اور اسی ڈھرے پر چلتا ہے[9]، اور کبھی عقیدہ الٰہی کے اتباع میں ہوتی ہے اور سیاسی قیادت کی ولائے مطلق میں ہوتی ہے جیسے آل رسولؐ کی اطاعت عقیدہ الٰہی کے لیے اور ان کی ولائے مطلق نبی کی سیاسی قیادت کے لئے اور ان کی عظیم قربانیاں کی خاطر اور یا جیسے رسولؐ کے سچے اور خاص اصحاب کی ولاء اور اطاعت پس صحبت کا محور شمولی محور ہے جو عقیدہ و قیادت و اہداف و مثل علیا پر قائم ہوتا ہے۔ قائد اور اس کے ساتھیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک معین معاشرہ کے اندر ان کی قیادت و عقیدہ ثابت ہو جائے[10]

۲۔ صحابہ کے اصطلاحی معنی

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: صحابی وہ ہے جو رسول خدا سے ایمان کے ساتھ ملے اور اسلام پر مرے[11]

---

۲ آیت ۱۵ سورہ لقمان اور تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۴، ۳ آیت ۳۶ سورہ نساء اور تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۴

۴ آیت ۴۰ سورہ توبہ اور تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۸، ۵ آیت ۳۲ و ۳۷ سورہ کہف اور تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۸۳،

۶ آیت ۲۹ سورہ قمر اور تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۵، ۷ آیت ۲ سورہ والنجم اور آیت ۲۱ سورہ سبا و تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۳ و ج ۴ ص ۲۴۷، ۸ آیت ۳۱ سورہ یوسف و تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۷۵

۹ آیت ۵۵ سورہ ذاریات و تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۳۹، ۱۰ میرا مقالہ جو اردن کے جریدہ اللواء میں چھپا ہے ۱۹۹۶ء میں اس کو دیکھئے، ۱۱ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر ج ۱ ص ۱۰

الف ۔ توضیح ابن حجر

① اس تعریف کی بنا پر صحابہ کی تعریف میں تمام وہ لوگ آجائیں گے جنہوں نے آنحضرتؐ سے ملاقات کی ہے خواہ ان کی نشست و برخاست حضور کے ساتھ مختصر ہو یا طولانی ۔

② خواہ روایت کی ہو یا نہ کی ہو وہ بھی داخل تعریف ہیں ۔

③ رسولؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں جنگ کی ہو یا نہ کی ہو ۔

④ جن لوگوں نے دیکھا ہو چاہے مجالست نہ کی ہو ۔

⑤ جس نے کسی بیماری کی وجہ سے نہ دیکھا ہو مگر ملاقات کی ہو جیسے اندھا ۔

اور اس تعریف سے درج ذیل افراد خارج ہو جائیں گے ۔

① جو آنحضرت پر ایمان نہ لائے ہوں خواہ وقت ملاقات کسی اور پر ایمان رکھتے ہوں جیسے بعثت سے قبل والے اہل کتاب کے مومنین ۔

② مومنا بہ کی قید سے ہر جن وانس جو مکلف ہو اور ایمان کے ساتھ ملاقات کرے وہ بھی داخل ہوگا ۔

③ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب الصحابہ میں جو بعض ان جنوں کو تعریف صحابہ سے خارج کیا ہے جنہوں نے رسول خداؐ کی معرفت حاصل کی تھی اور ابن الاثیر نے اس کو تسلیم نہیں کیا ہے تو اس میں ابن اثیر کی بات غلط نہیں ہے ۔

④ البتہ جن لوگوں نے آنحضرتؐ سے ملاقات کی اور یہ ایمان رکھتے تھے کہ یہ شخص عنقریب مبعوث بہ نبوت ہوگا جیسے بحیرہ راہب اور اس قسم کے لوگ ، یہ حضرات داخل تعریف صحابہ ہوں گے یا نہیں ؟ یہ محل احتمال ہے ۔

⑤ ابن حزم کہتے ہیں : (جو لوگ جنوں پر اطلاق صحابہ کا

ذکا کرتے ہیں، اور اس پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے امت اسلامیہ پر تہمت لگائی ہے اس لئے کہ قرآن نے ہم کو بتایا ہے کہ جنات کے کچھ افراد ایمان لائے اور انہوں نے رسول خداؐ سے قرآن کو سنا لہٰذا وہ صحابہ ہیں۔[1]

(۶) ——— ملائکہ کا داخل صحابہ ہونا محل نظر ہے، امام فخر الدین رازی نے اسرار التنزیل میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ مرسل اعظم ملائکہ کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے ویسے ہم اس کو ترک کرتے ہیں، بلکہ تقی الدین السبکی نے ترجیح دی ہے کہ آنحضرتؐ ملائکہ کی طرف مرسل تھے اور کئی چیزوں سے استدلال کیا ہے۔

(۷) ——— ؎ مات علی الاسلام۔ کی قید سے وہ لوگ صحابہ کی فہرست سے خارج ہو جائیں گے جنہوں نے حالت ایمان میں آنحضرتؐ سے ملاقات تو کی ہے مگر پھر مرتد ہو گئے اور اسی ارتداد کی حالت میں مر گئے جیسے عبید اللہ بن جحش جناب ام سلمہ کے شوہر جو جناب ام سلمہ کے ساتھ ایمان لائے اور پھر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں نصرانی ہو گئے اور اسی دین پر مر گئے، اور جیسے عبد اللہ بن خطل جو خانہ کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے تھا اور اسی حالت میں قتل کر دیا گیا۔

(۸) ——— ہاں جو مرتد ہو کر مرنے سے پہلے پھر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے چاہے دوبارہ رسول خداؐ سے ملاقات کرے یا نہ کرے وہ صحابہ میں داخل ہے یہی صحیح اور معتمد ہے اور پہلی شق کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فہرست صحابہ میں داخل ہے۔ بعض لوگوں نے دوسری شق میں بھی احتمال دیا ہے مگر وہ غلط ہے کیونکہ اہل حدیث کا اجماع ہے کہ ابن قیس صحابہ میں سے ہے اور اس کی روایات کو صحاح و مسانید میں نقل کیا گیا ہے اور یہ مرتد ہو کر حضرت ابو بکر کی خلافت میں پھر مسلمان ہو گئے تھے۔

---

(۱) ——— ملاحظہ ہو، ص ۱۱، اور اس کے بعد حوالہ سابق۔

ب۔ اس تعریف کے بارے میں ابن حجر کا نظریہ

یہی تعریف صحیح ہے اور محقق علماء کے نزدیک مثلاً بخاری، ان کے استاد احمد بن حنبل اور ان دونوں کے پیروکاروں کے نزدیک مختار بھی ہے اور اس کے علاوہ اقوال بھی ہیں جو شاذ ہیں جیسے بعض حضرات نے کہا ہے: جس کے اندر درج ذیل چار اوصاف میں کوئی ایک صفت پائی جائے صرف وہی صحابی ہے باقی لوگ صحابی نہیں ہیں۔

(۱) جس کی صحبت طویل ہو،

(۲) اس کی روایت کو حفظ کیا گیا ہو (یا اس کی روایت کو محفوظ رکھا گیا ہو)۔

(۳) ثابت ہو کہ اس نے آنحضرتؐ کے ساتھ رہ کر جنگ کی ہے

(۴) حضورؐ کے سامنے شہید ہو گیا ہو۔

اسی طرح جن حضرات نے صحت صحابیت کے لئے بلوغ یا مجالست کی شرط لگائی ہے خواہ مجالست مختصر ہو یہ سب اقوال شاذہ ہیں۔ ایک جماعت نے مطلقاً کہہ دیا ہے کہ جس نے آنحضرتؐ کا دیدار کر لیا وہ صحابی ہے مگر یہ محمول ہے اس بات پر کہ دیکھنے والا سن تمیز کو پہونچ چکا ہو کیونکہ جو سن تمیز کو نہ پہونچا ہو اس کی طرف روایت کی نسبت دینا صحیح نہیں ہے، اور جس کو خود آنحضرتؐ دیکھیں پس وہ اس حیثیت سے صحابی تو ہوگا اور روایت کے اعتبار سے تابعی ہوگا لیکن جو شخص رسول خداؐ کو مرنے کے بعد اور دفن سے پہلے دیکھے جیسے کہ ابو ذویب الھذلی کے لئے اتفاق ہوا ہے تو اگر یہ بات صحیح ہے تو ایسے شخص کا صحابہ کی فہرست میں داخل ہونا محل نظر ہے راجح یہی ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے۔

ج۔ معرفت صحابہ کے ذرائع

(۱) تواتر سے ثابت ہو جائے کہ یہ صحابی ہے۔

(۲) استفاضہ و شہرت ہو کہ یہ صحابی ہے۔

(۳) کسی صحابی سے روایت ہو کہ فلاں کو صحبت رسولؐ حاصل ہے

(۴) اسی طرح کسی تابعی سے کسی کے بارے میں ثابت ہو کہ یہ صحابی ہے۔ مگر یہ شرط اس بنا پر ہے کہ ہم ایک شخص کے تزکیہ کو قبول کرتے ہوں جیسا کہ راجح یہی ہے۔

(۵) اس کے بعد ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ثابت العدالۃ ہے اور وہ کہہ دے: میں صحابی ہوں (تب) تو اس کی صحابیت ثابت ہو جائے گی۔

جہاں تک پہلی شرط کا تعلق ہے یعنی عدالت تو آمدی وغیرہ نے بطور جزم و یقین اس کو شرط مانا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کی عدالت ثابت ہونے سے پہلے کہے گا کہ "میں صحابی ہوں" یا اس جیسا کوئی جملہ ادا کرے اور اسکی بات کو مان لیا جائے تو اس کے قول کو مان لینے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی بات سے اسکی عدالت کو ہم نے تسلیم کر لیا کیونکہ یہ بنا بر قاعدہ صحابہ سب ہی عادل ہیں تو اسنے پہلے جو کہا تھا کہ میں صحابی ہوں اس کا مطلب ہوا کہ وہ کہہ رہا ہے "میں عادل ہوں" اور یہ قابل قبول نہیں ہے۔

اس کے بعد معاصر ہونے کا دعویٰ ہے یہ دعویٰ ہجرت کے بعد سے لے کر ایک سو دس سال تک تو قابل قبول ہے لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے کہ ہم نے رسولؐ کے زمانے کو دیکھا ہے تو وہ غلط ہے اور اسی لئے جس نے بھی دعویٰ کیا امت نے اس کو جھٹلا دیا اور قبول نہیں کیا اور ایک جماعت نے اتنی مدت گزرنے کے بعد اس کا دعویٰ کیا تو ان کو جھٹلا دیا گیا کیونکہ ان کا دعویٰ بظاہر جھوٹا تھا اور جس کی حالت سوائے شخص کے کوئی دوسرا نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کلام آمدی کا نتیجہ ہے کہ اس کا دعوائے صحابیت قابل قبول نہیں ہے۔

د۔ پورا معاشرہ ہی صحابی ہے

یہ بات طے شدہ ہے کہ رسول خداؐ کی دعوت اسلام تدریجی ہے اور وہ حکومت جس کی تشکیل خود آنحضرتؐ نے کی تھی تقریباً دس سال رسول اسلامؐ کی زندگی میں دعوت اسلام سے متمیز تھی

اس دس سال میں اسلامی حکومت کے سیاسی نظام اور عقیدہ اسلام کو مفصل طور سے بیان کردیا نظری صورت سے نکال کر نصوص کے سہارے عملی صورت پر منطبق کر کے دکھادیا۔

اور دستوری اعتبار سے یہ بات متفق علیہ ہے کہ کسی بھی حکومت کے ڈھانچے میں درج ذیل چند چیزیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) ــــــــــ عوام

(۲) ــــــــــ ملک جہاں یہ عوام رہ سکیں

(۳) ــــــــــ حکومت جو ان کی قیادت کر سکے۔

اگر ہم اس تعریف کو معیار قرار دیں جو ابن حجر عسقلانی نے صحابہ کی کی ہے تو شرف صحابیت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) ــــــــــ رسولؐ سے ملاقات کرے خواہ یہ ملاقات از راہ مجالست ہو یا گفتگو ہو یا مشاہدہ ہو، پس جس نے رسولؐ کو دیکھ لیا یا رسولؐ نے جس کو دیکھ لیا وہ صحابی ہے خواہ وہ دودھ پیتا بچہ ہو کیونکہ یہاں مشاہدہ بچہ کی طرف منسوب نہیں ہے رسولؐ کی طرف منسوب ہے

(۲) ــــــــــ دوسری شرط یہ ہے نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اگر ہم ابن حجر عسقلانی کی رائے پر عمل کریں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس ایمان کی حقیقت کی تاکید رکھیں اور یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے ابن حجر کے لئے ضروری تھا کہ تعریف اس طرح کرتے!

واقعاً ایمان رکھتا ہو یا اظہار ایمان کرتا ہو کیونکہ عبد اللہ بن ابی منافقین کا لیڈر اجماعاً صحابی تھا مگر ایمان نہ رکھتا تھا خود رسول خدا سے بعض لوگوں نے کہا:

اس کو قتل کر دیجئے تو فرمایا: اپنی جان کی قسم جب تک یہ ہمارے درمیان ہے ہم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے لہ

لہ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۸۵؛ ہماری کتاب، اسلام کا سیاسی نظام، ص ۱۰۳۔

اسی طرح عبداللہ ابن ابی سرح رسول خداؐ کا کاتب تھا پھر خدا پر افترا پردازی کرنے لگا اور رسول خداؐ نے حکم دے دیا کہ اس کا خون مباح ہے چاہے وہ خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹا ہوا ہو (تو حقیقتاً ایمان کی شرط ناممکن ہے) فتح مکہ کے وقت عثمان کی سفارش پر معاف کیا گیا اور اس نے اپنی جان بچانے کے لئے اسلام قبول کر لیا .... اور یہ بھی صحابی ہے چاہے لوگ تسلیم کریں یا نہ کریں [1] اسی طرح حکم بن العاص ہے جو طرید رسولؐ تھا، رسول خداؐ نے اس کو مدینے سے نکال دیا تھا اور مدینہ میں آنا حرام قرار دے دیا تھا۔ رسول خدا کے مرنے کے بعد عثمان نے ابوبکر سے سفارش کی کہ حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دے دیجئے مگر ابوبکر نے انکار کر دیا، پھر ان کے بعد حضرت عمر کے زمانہ میں ان سے کہا انہوں نے بھی جھڑک دیا، لیکن جب عثمان خود خلیفہ ہوئے تو بڑے احترام کے ساتھ اس کو مدینہ میں داخل کیا اور ایک لاکھ درہم بھی دیئے کیونکہ وہ صحابی تھا [2]

مختصر یہ کہ کسی شخص کے صحابی ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ حقیقتاً نبیؐ پر ایمان رکھتا ہو بلکہ اظہار ایمان کرنا اور اسی ایمان پر مر جانا کافی ہے یا اسی تظاہر کے ساتھ مرنا کافی ہے کیونکہ نبیؐ ظاہر کو دیکھتے تھے باطن خدا کے حوالے ہے

اس وجہ سے اور دعوت نبیؐ اور حضورؐ کے غزوات [3] و حکومت اور لوگوں کی بیعت، حج و عمرہ و فتح مکہ اور خاص کر حجۃ الوداع اور پورے جزیرۂ عرب پر مکمل تسلط کی وجہ سے تمام لوگوں کو یہ موقع مل گیا کہ رسول اکرمؐ سے ملاقات کر لیا، ہجرت کے دسویں سال مکہ اور طائف میں کوئی ایسا نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو اور حجۃ الوداع میں رسولؐ کے ساتھ شریک نہ ہوا ہو یہاں تک بعض لوگوں نے اوس و خزرج کے بارے میں کہا ہے کہ آخری زمانۂ رسولؐ میں کوئی ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان نہ ہوا ہو، رسولؐ کا جب انتقال ہوا ہے تو کوئی ایسا نہیں تھا جو اظہار

---

[1] ــــــ کتاب المعارف ابن قتیبہ، ص ۱۳۱، ۱۴۱۔

[2] ــــــ حوالہ سابق، ص ۵۷، ۱۳۱، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۰۳۔

[3] ــــــ اسلام کا سیاسی نظام ص ۲۳۳۔

کفر کرتا ہو ۔[1] انتہا یہ ہے کہ بچے تک صحابی ہو گئے تھے اس لئے کہ ظن غالب ہے کہ آنحضرتؐ نے بچوں کو دیکھا ہوگا اس لئے کہ اصحاب کی عادت تھی جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا اس کو حضورؐ کے پاس لے جاتے تھے برکت کے لئے اور نام رکھنے کے لئے ــــــــ چنانچہ اس سلسلہ میں بکثرت روایات ہیں کہ :

> رسول خداؐ کے پاس بچوں کو برکت کے لئے لایا جاتا تھا ، جو بچہ پیدا ہوتا تھا رسولؐ کے پاس لایا جاتا تھا ۔[2]

اور جب ہم چشم حقیقت بین سے دیکھتے ہیں کہ حاکم و محکوم کے درمیان رسول خداؐ کے زمانہ میں تمام پردے ہٹ گئے تھے اور رسولؐ تنہا راستہ چلتے تھے لوگوں کی ضرورتوں کو خود پورا کرتے تھے تو اسلامی حکومت کے ہر فرد کے لئے آپ کو دیکھنا آپؐ سے بات کرنا ، آپ کے پاس بیٹھنا ممکن تھا تو اس بات نے ہر شخص کو صحابی بنا دیا یعنی حکومت اسلامی کا ہر فرد اپنے رئیس سے ملاقات کر سکتا تھا اس کو دیکھ سکتا تھا ، اس کے پاس بیٹھ سکتا تھا ، اس کی بات سن سکتا تھا

اسلام کے دوسرے تمام فرقے لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اہلسنت کے ہمنوا ہیں صرف صفت عدالت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں ، پس اہلسنت تو ہر ایک سے روایت کے قائل ہیں اور بلا استثناء ہر صحابی کو عادل جانتے ہیں ، لیکن اسلام کے دوسرے فرقے عدالت کے لئے کچھ شرعی لوازم اور موضوعی صفات ضروری سمجھتے ہیں جس کے اندر وہ صفات و لوازم ہوں گے وہ عادل ہے اور جس کے اندر نہیں ہوں گے وہ نہیں ہے اور یہ لوگ کتاب و سنت و منطق سے دلیل پیش کرتے ہیں ۔

---

[1] ــــــــ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، ص ۱۴ ،

[2] ــــــــ اصابہ فی تمیز الصحابہ ، ص ۷ ۔

دوسری فصل

اہلسنت کے نزدیک عدالت صحابہ کا نظریہ

اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس اجماع کا چند بدعتیوں کے علاوہ کوئی بھی مخالف نہیں ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے، صحابہ کی نزاہت و پاکیزگی کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کیونکہ یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں، ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا[1] اور صحابہ سے مراد تمام وہ حضرات ہیں جن کو میں نے ابن حجر عسقلانی کی تعریف کی تحلیل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔"

اس پر اہل سنت کی دلیل کیا ہے

خطیب نے لکھا ہے کہ صحابہ کی عدالت ثابت و معلوم ہے کیونکہ خدا نے ان کی عدالت کی تصدیق کی ہے اور ان کی طہارت کی خبر دی ہے اور ان کو پسند کیا ہے مثلاً ارشاد ہے:

﴿ کنتم خیر أمة أخرجت للناس ﴾ (پ ۴ سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰)۔

۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ص ۹، ۱۰۔

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

اسی طرح ﴿ وكذلك جعلناكم أمةً وسطا ﴾ [۱] اسی طرح تم کو امت وسط بنایا۔ اسی طرح ﴿ لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم ﴾ [۲] جس وقت مومنین تم سے درخت کے نیچے (لڑنے مرنے) کی بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے (اس بات پر) ضرور خوش ہوا، غرض جو کچھ ان کے دلوں میں تھا خدا نے اسے دیکھ لیا۔

اسی طرح ارشاد۔ ﴿ والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه ﴾ [۳] اور مہاجرین و انصار میں سے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیک نیتی سے (قبول ایمان میں) ان کا ساتھ دیا خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش ہیں۔

ایسا ہی دوسری جگہ آیا ہے۔ ﴿ يا أيها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين ﴾ اے نبی تم کو تو بس خدا اور جو مومنین تمہارے تابع فرمان ہیں وہی کافی ہیں [۴]

اسی طرح ارشاد ہے: ﴿ للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلاً من الله ورضواناً وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون ﴾ (اس مال میں) ان مفلس مہاجروں کا بھی (حصہ) ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے (اور الگ کئے) گئے اور خدا کے فضل و خوشنودی

---

۱ ـــــ پ۲ س (البقرہ) آیت ۱۴۳۔

۲ ـــــ پ۲۶ س (فتح) آیت ۱۸۔

۳ ـــــ پ۱۱ س (توبہ) آیت ۱۰۰۔

۴ ـــــ پ۱۰ س (انفال) آیت ۶۴۔

کے طلبگار ہیں اور خدا و اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں[1]، یہاں سے لے کر رؤف الرحیم تک: اور اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں اور بہت سی مشہور احادیث ہیں جن کا ذکر سبب طول ہوگا[2]

اہلسنت کے نزدیک صحابہ کی عدالت کا مضمون

عدالت صحابہ کا مطلب یہ ہے کہ: جو شخص رسولؐ کے زمانے میں رہا ہو یا ان کے زمانہ میں پیدا ہوا ہو وہ صحابی ہے اس کے لئے جھوٹ بولنا دھوکہ دینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی برائی کرنی جائز ہے۔ چاہے اس نے ہزاروں کو قتل کیا ہو اور ناجائز افعال کا ارتکاب کیا ہو۔

اسی لئے پہلے طبقے والے اموی جیسے ابوسفیان اور اس کی اولاد اور تمام مروانی افراد جیسے طرید رسولؐ بھی شامل ہے یعنی مروان اور اس کی اولاد، مغیرہ بن شعبہ اور اس کی اولاد، عبداللہ جس کی عمر وفات رسولؐ کے وقت صرف دس سال تھی اور جس کی طرف احادیث کے مجموعہ کی نسبت بھی دی گئی ہے جس کو اس نے رسول خداؐ کے حوالہ سے لکھا ہے اور اس مجموعہ کو "صادقہ" کہا جاتا ہے یہ سب کے سب عادل ہیں اور ان کی روایت کو نوع صحاح میں شمار کیا جاتا ہے، چاہے ان کی روایت حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کی مذمت میں آئی ہوں، اور عبدالرحمٰن بن ملجم کی مدح میں آئی ہوں، ان روایات کا قبول کرنا واجب ہے ان کو رد کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے راوی عادل ہیں اور عادل جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بول سکتا، (اسی طرح) جو لوگ معاویہ کے پیرو تھے بیس سال تک اس کے حکم پر عمل کرتے رہے وہ سب حق و ہدایت پر تھے اتنا ہے کہ جنہوں نے امام حسنؑ کو زہر دیا، اور امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کو قتل کیا اور کوفہ وغیرہ میں جرائم کا ارتکاب کیا وہ سب حق پر تھے اور ہدایت یافتہ تھے، دلیل یہ ہے کہ ان کے

---

[1] پ ۲۸ حشر آیت ۸۔

[2] اصابۃ فی تمیز الصحابہ، ص ۹، ۱۰،

خیال میں رسولؐ نے فرمایا ہے:

میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے [1]

حالانکہ ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا یہ حجت نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے اس پر طعن کیا ہے [2]

جو اس رائی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس کی جزا ہ؟

اہلسنت کے اقوال میں معتدل قول یہ ہے: جب تم کسی کو دیکھو کہ رسول خداؐ کے کسی صحابی کی تنقیص کرتا ہو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے؛ جو لوگ کسی صحابی کی تنقیص کرتے ہوں وہ زندیق ہیں ان کی تنقیص کرنا زیادہ اولیٰ ہے [3] جو بھی صحابہ پر عیب لگائے یا ان کی تنقیص کرے اس کے ساتھ نہ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھو [4]

ہر سنی کے نزدیک اس سختی اور قطع تعلق میں کیا راز ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولؐ برحق ہیں، قرآن حق ہے اور جو کچھ بھی آنحضرتؐ لائے وہ بھی حق ہے اور ان چیزوں کو ہم تک پہونچانے والے صحابہ ہیں اور جو لوگ کسی صحابی کی تنقیص کرتے ہیں وہ ہمارے شہود کو خارج کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب و سنت کو باطل کردیں لہٰذا ایسے لوگوں کی تنقیص و جرح

---

[1] آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابہ وصیانۃ القرآن الکریم، ص ۸۱، ۸۴،

[2] حوالہ سابق، ص ۹۱۔ محب الدین الخطیب اور ذہبی کی المنتقیٰ سے بھی یہی منقول ہے ۔

[3] اصابہ فی تمیز الصحابۃ، ص ۱۷ ۔ ۱۸،

[4] کتاب الکبائر ذہبی ص ۲۳۸، اور آراء المسلمین، ص ۸۵،

اولیٰ ہے اور یہی زندیق ہیں لہ

اہل سنت کی صحابہ سے مراد وہی حضرات ہیں جن کا ذکر ابن حجر نے صحابی کی تعریف کرتے ہوئے کیا ہے، جناب خدیجہؓ و حضرت علیؑ و زید بن حارثہ و ابوبکر سے شروع کرتے ہوئے اس کی انتہا اس آخری بچہ پر ہوتی ہے جس کو رسول خداؐ نے دیکھا ہو یا جس نے آنحضرتؐ کو دیکھا ہو مگر بہتر یہ ہے کہ ابن حجر نے تعریف صحابی جو کی ہے اور میں نے اس کی جو تحلیل کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس غلو کو گھٹانے کی کوشش

المازری شرح البرہان میں کہتے ہیں: تمام صحابہ عدول ہیں اس جملہ سے ہماری مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ جو بھی رسول خداؐ کو کسی دن بھی دیکھ لے یا چند منٹ کی حضور کی زیارت کر لے یا کسی مقصد سے رسولؐ کے پاس جا کر چلا آئے، وہ سب ہی صحابی ہیں بلکہ ہماری مراد صحابی سے وہ لوگ ہیں جو رسول خدا سے مدتوں وابستہ رہے ہوں آنحضرتؐ کی مدد کی ہو اور عزت کی ہو اور جو قرآن ان کے ساتھ نازل کیا گیا اس کی پیروی کی ہو، بس یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں لہ

اس کوشش کا انکار

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تغیرات تو مخرج غالب کی بنا پر واقع ہوئے ہیں ورنہ ہماری مراد صحابی سے یہ ہے کہ جو انفاق سے اور قتال سے بالفعل یا بالقوۃ متصف ہو، اب رہا مازری کا کلام تو کسی نے بھی اس کی موافقت نہیں کی بلکہ فضلاء کی ایک جماعت نے اس پر اعتراض کیا ہے اور شیخ صلاح العلائی نے تو یہ کہہ دیا کہ یہ قول غریب ہے اور اس تعریف کی بنا پر بہت سے مشہور صحابہ جو صحابی ہونے اور راوی

لہ ـــــ اصابہ فی تمیز الصحابہ، ص ۱۰، ۱۸

لہ ـــــ سورہ اعراف آیت ۱۵۷، اصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۱۹

ہونے میں مشہور ہیں وہ عدالت سے خارج ہو جائیں گے ۔ جیسے وائل بن حجر، مالک بن الحویرث عثمان بن العاص وغیرہ یعنی وہ حضرات جو رسول خداؐ کے پاس آئے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے اسی طرح وہ لوگ نکل جائیں گے جو صرف ایک روایت نقل کرنے کی وجہ سے مشہور ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ کتنی دیر آنحضرتؐ کے پاس مقیم رہے اور جو اعراب قبائل تھے ۔ اور قول بالعموم کی تصریح جمہور نے کی ہے اور یہی قول معتبر بھی ہے ۱

اس عمومیت کے آثار

یہ اندھی مساوات ہے : اہلسنت کی رائے کے مطابق تمام صحابہ عدالت میں مساوی ہیں پس سب کے سب عادل ہیں ، جنگ نہ کرنے والا مثل مجاہد کے ہے ، عالم و جاہل برابر ہیں جو مکمل قانع ہو کر مسلمان ہوا ہے اس میں اور جو جان کے خوف سے مسلمان ہوا ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے ، سابق و لاحق ایک ہیں سخی و کنجوس میں کوئی فرق نہیں ہے ، نافرمان اور فرمانبردار برابر ہیں ، سمجھدار بچہ اور بالغ و راشد برابر ہیں ، جس نے اسلام کے ساتھ صبر معرکہ میں جنگ کی وہ اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ اسلام کے لئے لڑتا رہا ، پس حضرت علیؑ جنہوں نے ہمیشہ اسلام کے لئے جنگ کی وہ مثل ابوسفیان کے ہیں ، جو ہمیشہ اسلام سے نبرد آزما ہوتا رہا ہے ، اور وہ عین معاویہ بن ابوسفیان کی طرح ہیں ۔ اور جناب حمزہ علیہ السلام جو سید الشہداء ہیں وہ اپنے قاتل (وحشی) کے مساوی ہیں اور عثمان بن عفان جنکو (عقیدہ اہل سنت کی بنا پر) جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ مثل اپنے چچا حکم بن عاص خلفاء بنی امیہ کے باپ کی طرح ہیں جبکہ حکم بن عاص طرید رسولؐ و طرید ابوبکر و عمر بھی ہے اور اس پر اور اس کے بیٹے پر رسولؐ نے لعنت کی ہے ۲ عبداللہ بن ابی سرح جس نے خدا و رسولؐ کے خلاف افترا کیا تھا اور مرتد ہو گیا تھا اور رسولؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا چاہے وہ کعبہ کے غلاف سے لپٹا ہوا ہو ۳

---

۱ اصابہ فی تمیز الصحابہ ، ص ۱۹ ۔ ۲ کنز العمال ، ج ۱۱ ، ص ۳۵۸ ـ ۳۶۱ ، اور معارف ابن قتیبہ ص ۱۳۱ ، ۱۴۱

۳ کنز العمال ، ج ۶ ، ص ۳۵۸ ـ ۳۶۱ ، اور معارف ابن قتیبہ ، ص ۱۳۱ ، ۱۴۱ ، ۵۴ ۔

وہ ابوبکر کے برابر ہے اور عبداللہ بن ابی زعیم المنافقین عمار یاسر کے برابر ہے ...... الخ
اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کیونکہ سب ہی صحابہ ہیں، سب عادل ہیں، سب جنتی ہیں ان میں کوئی جہنم میں جا ہی نہیں سکتا۔

سوال اور اس سے نتیجہ حاصل کرنا

کیا یہ بات معقول ہے کہ عالم و جاہل، مجاہد و غیر مجاہد، دلیل سے اسلام لانے والا اور جان کی خوف سے ایمان لانے والا یہ سب برابر ہوں؟ کیا یہ معقول ہے کہ قاتل و مقتول دونوں مساوی ہوں؟ کیا سابق و لاحق برابر ہو سکتے ہیں؟ راہ خدا میں خرچ کرنے والا اور نہ خرچ کرنے والا ایک ہو سکتے ہیں گنہگار اور فرمانبردار ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ سچے ایماندار اور ظاہری ایماندار ایک دوسرے کے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا مومن و منافق میں کوئی فرق نہیں ہے؟ .... کیا معاویہ حضرت علیؑ کے برابر ہو سکتا ہے؟ نہ تو اس کو شریعت تسلیم کرتی ہے اور نہ عقل و منطق ایسی مساوات کی قائل ہے یہ تو صریحی ظلم ہے جس سے عقل نفرت کرتی ہے اور انسان کی فطرت سلیمہ اس کو ماننے سے انکار کرتی ہے۔[1]

سنی نظریہ پر نقد و تبصرہ

اتحاد و اختلاف

لفظ صحابہ کے دونوں معنی (لغوی و اصطلاحی) کی روشنی میں اسلامی فرقوں کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ اس بات پر اتفاق کر لیں کہ صحابہ کی اصطلاح تمام ان لوگوں کو شامل ہے

---

[1] ملاحظہ ہو اسلام کا سیاسی نظام، ص ۱۰۶ ۔

جو (واقعی) اسلام لائے یا اظہار اسلام کیا اور رسولؐ سے کچھ سنا یا آپ کے پاس بیٹھے یا آپ کو دیکھا، لیکن اس کے باوجود عمومیت میں اختلاف باقی ہے گا اس لئے کہ اہل سنت کے نزدیک اس وسیع معنی کے ساتھ تمام صحابہ عادل ہیں لیکن دیگر اسلامی فرقے اہل سنت کی یہ بات اس تعمیم کے ساتھ نہیں مانتے۔

موافقت کی کوشش

دیگر اتنی بات بہر حال طے شدہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک لفظ صحابہ جو اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ان تمام افراد پر بولا جاتا ہے جو رسولؐ کی حکومت کے ماتحت تھے یا یوں سمجھئے کہ پوری وہ امت اسلامیہ جو حکومت رسولؐ کو تسلیم کرتی تھی وہی لوگ صحابہ تھے اور آیات قرآن کے مخاطب بھی یہی حضرات تھے اور انہیں پر تمام احکام کی تطبیق کی جاتی تھی اور جو شخص بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا تھا اس کو مسلمان تسلیم کر لیا جاتا تھا اور وہ حکومت رسولؐ کی ایک فرد ہوتا تھا۔ اس کے باطنی حالات کی چھان بین نہیں ہوتی تھی، کیونکہ دلوں کا بھید تو خدا جانتا ہے آنکھوں کے اشاروں اور دلوں کے بھید سے وہی واقف ہے اور اس اسلام پر وہی ثواب دینے والا ہے، اسی عقیدے پر اعتماد کرتے ہوئے رسول خداؐ بھی ظاہری اقرار پر اکتفا کرتے تھے، باطن کو خدا پر چھوڑ دیتے تھے اور انسان کا راستہ اس کے مستقبل کے حوالہ ہوتا تھا اور رحمت الٰہی پر موقوف ہوتا تھا اور اسلامی معاشرہ کی تاثیر بھی اسی پر ہوتی تھی، اور ایمان و کفر کے معرکوں میں کسی بھی فرد کا موقف رسولؐ یا ان کے معین کردہ شخص کی قیادت کے تحت ہوتا تھا۔

یہ بات فطری ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی منافق سے بھی نہیں کہا: تو منافق ہے، بلکہ اس کے برخلاف خدا سے دعا کرتے تھے کہ مخلوق کے عیوب کو چھپائے اور ان کو ہدایت مرحمت فرما، ان کی اصلاح فرما! حالانکہ قرآن ان آیات سے بھرا ہے جو شدت کے ساتھ ان منافقین کی مذمت کرتی ہیں جو مدینہ میں چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور اطراف مدینہ میں بھی منتشر تھے ان آیات نے ان کے اسرار کھول دیئے، ان کو رسوا کر دیا اور حقیقتوں کو بیان کر دیا اور بہت سے ایسے افراد کے

شخصی حالات کو بیان کر دیا جنکو اصحاب سمجھا جاتا تھا۔ یہی نہیں بہت سے اصحاب پر حد و د جاری کئے گئے۔

شریعت نے اعمال خیر و تقویٰ اور اعمال فسق و فجور کے لئے صفات موضوعی قرار دے نے ہیں جس بنا کے اندر وہ صفات معینہ بکثرت پائے جائیں گے وہ صفات انسان کو دونوں قسموں میں سے کسی بھی قسم سے ملحق کر دیں گے اور صفات کے حالات اور ان کا بیان انسان کے اعمال پر چھوڑ دیا گیا ہے رسولؐ کا زندگی بھر کفر سے ٹکراؤ چلتا رہا اور ہر انسان فطری طور سے ہمیشہ جلدی یا دیر اپنے اعتقاد کی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے، رسولؐ کے انتقال کے بعد حکومت اسلامی کا ہر باشندہ اپنی برائی یا تقویٰ کو خود ہی جانتا تھا بلکہ عوام بھی ہر ایک کی منزلت کو پہچانتے تھے حالانکہ اسلامی معاشرہ خاص کر مدینہ کا معاشرہ صحابہ پر مشتمل تھا اور انہیں سے ہر ایک لغۃً و اصطلاحاً صحابی تھا پھر بھلا کون مکر الٰہی سے مامون تھا اور خواتم امور کا کیا مطلب تھا؟ اس لئے صحابہ کو دو قسموں میں بانٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

(۱) ———— افاضل صحابہؓ : یعنی وہ نیک اور اچھے اصحاب جنکے کندھے پر حکومت کا جوا تھا اور جنہوں نے ظہور امر الٰہی تک کافروں سے اذیت اور سختیوں کو برداشت کیا تھا جو امر الٰہی سے متمسک رہے تھے اور جو نبیؐ اور نبیؐ کے دوستوں کے دوست رہے تھے، مرتے دم تک حبل اللہ سے متمسک تھے یہ لوگ اجماعاً عادل تھے اور کوئی اسلامی فرقہ ان کا مخالف نہیں ہے۔

(۲) ———— باقی صحابہ : یہ لوگ متفاوت تھے ان کا حال خدا بہتر جانتا ہے ان میں بچے بھی تھے منافق بھی تھے اور خدا بدترین اشخاص و منافقین کو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں رکھے گا حالانکہ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور اہلسنت کے بر بنا پر یہ صحابہ تھے۔

اس تقسیم کا کیا فائدہ ہے؟

اس کا فائدہ یہ ہے کہ افاضل صحابہ کی معرفت بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے یہی وہ لوگ

ہیں جو امام عمل کی مخصوص بیعت کرتے ہیں اہل شوریٰ کے ارکان میں سے ہیں یہی لوگ احکام اسلام کا نفاذ کرتے ہیں اور یہی امام کی فعلی حکومت ہیں یہی حضرات معاشرے کو تلقی ذکر اور تطبیق شریعت اور بیعت عا کے لئے آمادہ کرتے ہیں ان کی رضامندی سے عوام راضی، اور ناراضگی سے ناراض ہوتے ہیں جب یہ بات محقق ہو جاتی ہے تو امت کو بھی نجات ملتی ہے اور ان کو بھی نجات مل جاتی ہے اور اگر یہ چیز پروان نہ چڑھے تو امت ہلاک ہو جاتی ہے اور یہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور جو بھی غالب آجائے اس کی حکومت ہو جاتی ہے ——— البتہ اس وقت اس تقسیم کا فائدہ موضوعی اعتبار سے دراسۃ الماضی ہے تاکہ مسلمانوں کے اختلاف کا راز اور ان کے اختلاف کلمہ، سقوط حکومت کی علت کی معرفت حاصل کی جا سکے تاکہ اب ان کے قدم مضبوطی سے اٹھیں اور مقصود شرعی کے ضمن میں ہم قدم ہو کر دوبارہ وحدت کلمہ پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کر سکیں جو شرعی بنیادوں پر قائم ہو اور اس کا مستقبل روشن ہو اور وہ اپنے مقصد کو پورا کر سکے پھر دوبارہ ساقط نہ ہو سکے۔

اس کے بعد افضل کو پہچاننے اور پورے وظائف عامہ کی تکمیل کے لئے بھی تفصیل ضروری ہے، خدا کا حکم ہے: امانتوں کو ان کے اہل تک پہونچا دو، طبری نے تفسیر کی ہے کہ ولایت کو اس کے اہل تک پہونچاؤ، اور تفاضل کو پہچانے بغیر ان امانتوں کو ان کے اہل تک کیونکر پہونچایا جا سکتا ہے؟ سب سے پہلے اس آیت کے سننے والے صحابہ ہیں ان کے علاوہ اور کون مراد ہو سکتا ہے؟

تفاضل سنت الٰہی ہے

تفاضل سنت الٰہی ہونے کے ساتھ منہج حیات بھی ہے اسباب ترقی میں سے ایک سبب ہے فطری زندگی کا تقاضہ اور قدرت وفہم وقوت میں جو مخلوق کے اندر متباین ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے۔ سیاسی اور اپنے فریضہ کی عدالت کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ مناسب جگہ کے لئے مناسب شخص کو معین کیا جائے جو شرعی مقصد کو پورا کر سکے اور یہ سب اسلام کے شرعی نظام تفاضل کا رہین منت ہے بایں معنی کہ تفضیل مکافات ہے اور الٰہی بلندی ہے اور تفاضل شرعی وسیلہ ہے۔

تفاضل کی شرعی دلیل

وسیلۂ تفاضل کی بنیاد شریعت اسلامیہ اور اس کی روح پر استوار ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے : فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰہِدِیْنَ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ [۱] خدا کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرنے والوں کو خدا نے گھر بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے : تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ [۲] یہ سب رسول (جو ہم نے بھیجے ہیں ، ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔"

تفضیل تو خاندان و قبیلہ کے سلسلہ میں بھی وارد ہوئی ہے ، دیکھئے بنی اسرائیل کو خدا مخاطب کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے :

اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ [۳] اے بنی اسرائیل ، میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی ہے ۔"

اسی طرح ارشاد ہے ۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا [۴] اور ہم نے بعض پیغمبروں کو یقیناً بعض پر فضیلت دی اور ہم ہی نے داؤد کو زبور عطا کی ۔

اسی طرح ارشاد ہے :

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا [۵] اور اسماعیل والیسع اور یونس ولوط

---

[۱] پ ۵ س (نساء) آیت ۹۵ ۔

[۲] پ ۳ س (بقرہ) آیت ۲۵۳ ۔

[۳] پ ۱ س (البقرہ) آیت ۴۷ ۔

[۴] پ ۱۵ س (اسراء) آیت ۵۵ ۔ [۵] پ ۷ س (انعام) آیت ۸۶ ۔

دکو فضیلت دی)

اسی طرح ارشاد ہے:

وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۔[1] اور آخرت کے درجے تو یقیناً (یہاں سے) کہیں بڑھ کے ہیں اور وہاں کی فضیلت بھی تو کہیں بڑھ کر ہے

اسی طرح ایک جگہ اور ارشاد ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً[2] تم میں سے جس شخص نے فتح (مکہ) سے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا اور جہاد کیا (اور جس نے بعد میں کیا دونوں) برابر نہیں ہیں (بلکہ پہلے والوں) کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے (جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا)

افضل اور مستحق کو پہچاننے کے لئے تفضیل ضروری ہے کیونکہ افضل کے عمومی فرائض بہت زیادہ ہیں اس لئے کہ رسول خدا ؐ کا ارشاد ہے:

جو کسی گروہ پر ایسے شخص کو والی بنائے کہ جس سے زیادہ خدا کو راضی کرنے والا دوسرا موجود ہو تو اس نے خدا و رسول ؐ کے ساتھ خیانت کی۔

صحابہ کے طبقات

صحابہ شرعاً و عقلاً واقعاً ایک ہی درجہ کے نہیں ہیں، کچھ سچے ہیں وہ بھی سچائی کے مختلف درجوں پر فائز ہیں کچھ قوی ہیں جو سب قوت میں برابر نہیں ہیں، کچھ ضعیف ہیں ان کے بھی درجات ہیں، کچھ منافق ہیں وہ بھی مختلف درجے کے ہیں، آپ رسول خدا ؐ کے اس جواب کو دیکھئے کہ بعض لوگوں نے کہا: حضور یہ عبداللہ ابن ابی تو راس المنافقین ہے اور مدینہ ہی میں رہتا ہے اس کو قتل کیوں

---

[1] پ ۱۵ س ۱۷ (بنی اسرائیل آیت ۲۱)۔

[2] پ ۲۷ س ۵۷ (حدید) آیت ۱۰۔

نہیں کرا دیتے ؟ فرمایا

اپنی جان کی قسم جب تک ہمارے درمیان میں ہے ہم اس کے ساتھ احسان ہی کریں گے [۱]

پس یہ منافقوں کا لیڈر بھی اس روایت کی بنا پر " صحابی " ہے اور اہلسنت کے تمام موازین کے مطابق صحابی ہے ، اور اگر ہم اہلسنت کی بات مان کر ان کے ہمنوا بن جائیں تو زندگی کے ساتھ انکار میں بھی جمود پیدا ہو جائے اور باوجود اس کے کہ اہل سنت نے اجماع کر لیا ہے یا اجماع کا شیاع کیا ہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں پھر بھی ان کا یہ دعوٰی اس بات سے مانع نہیں ہے کہ ضمناً وہ اعتراف کریں کہ عدالت صحابہ کی عمومیت غیر واقعی اور غیر منطقی ہے اور یہ مقصود شرع سے ٹکراتی ہے اور خود ان لوگوں کا صحابہ کرام کی طبقات کی طرف تقسیم سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ اس کے معترف ہیں ، اس لئے کہ صحابہ کو کسی ایک طبقہ کی طرف منسوب کرنا اس کے دور کو سیاسی اور حقوقی امور میں محدود کر دینا ہے [۲] اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے اس لئے شریعت نے قرآن وسنت نے ان طبقات کے معالم وضع کر دیے ہیں ، اسی لئے ابن سعد اس طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ کو پانچ طبقوں میں بانٹ دیا [۳] اسی طرح حاکم نے اپنی مستدرک میں صحابہ کے بارہ طبقے کئے ہیں ۔

طبقات صحابہ جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے [۴]

پہلا طبقہ ———— جو لوگ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے ایمان لائے جیسے خلفائے راشدین ۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۹ ، ص ۶۵ ۔ ہماری کتاب اسلام کا سیاسی نظام ، ص ۱۰۳ ۔

[۲] فتوح البلدان بلاذری اور عمر کا تقسیم عطیہ میں طریقہ ۔

[۳] مزید مطالعہ کے لئے طبقات ابن سعد کا مطالعہ کیجئے

[۴] تاریخ الخلفاء سیوطی ، ص ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ہماری کتاب اسلام کا سیاسی نظام ، ص ۱۰۸ ۔

دوسرا طبقہ ——— اصحاب دار الندوۃ
تیسرا طبقہ ——— حبشہ کے مہاجرین
چوتھا طبقہ ——— اصحاب عقبہ اولیٰ
پانچواں طبقہ ——— اصحاب عقبۂ ثانیہ
چھٹا طبقہ ——— پہلے والے وہ مہاجرین جو ہجرت کے بعد سب سے پہلے مدینہ پہونچے ،
ساتواں طبقہ ——— اہل بدر
آٹھواں طبقہ ——— جن لوگوں نے بدر و حدیبیہ کے درمیان میں ہجرت کی ہے ۔
نواں طبقہ ——— بیعت رضوان والے
دسواں طبقہ ——— جن لوگوں نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن عاص وغیرہ ۔
گیارہواں طبقہ ——— جنہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا جن کو طلقاء کہا جاتا ہے جیسے ابوسفیان ، معاویہ وغیرہ ،
بارہواں طبقہ ——— وہ دودھ پیتے بچے اور لڑکے جنہوں نے آنحضرتؐ کو فتح مکہ کے دن دیکھا تھا ۔

سب سے پہلے اسلام لانے والی حضرت خدیجہ اور پھر حضرت علیؑ ہیں ، رسول خداؐ نے دو شنبہ کو ادعائے نبوت کیا اور حضرت علیؑ نے دوسرے ہی دن یعنی منگل کو اظہار اسلام کیا ، پھر اس کے بعد زید بن حارثہ مسلمان ہوئے اس کے بعد حضرت ابوبکر اسلام لائے ۔[1]

صحابہ کی متعدد طبقات کی طرف تقسیم یہ خود تفاضل کو قبول کرنے کی دلیل ہے یہ بات کتنی غیر منطقی ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے کی عدالت اسی درجہ کی ہو جو اس طلیق کی ہے جو فتح مکہ کے دن جان کی خوف سے اسلام لایا ، عطیوں کی تقسیم کے وقت خود عمر بن خطاب بھی اس بات کی

---

[1] تاریخ خلفاء سیوطی ، ص ۲۲۷ - ۲۲۸ ،

طرف متوجہ تھے اسی لئے تقسیم الطبقات کے حساب سے کیا ، پہلے مسلمان اور آخری مسلمان کو عطیہ میں برابر نہیں رکھا ، اسی طرح اسلام سے پہلے بر فنون قتال کے ساتھ جنگ کرنے والے کو جو جزیرۂ شرک میں محصور کر لیا گیا تھا اس شخص کے برابر نہیں رکھا جس نے اسلام کے بعد دین کی سربلندی کے بعد قتال کیا تھا سقیفہ کے اندر مہاجرین کی دلیل انصار کے خلاف یہی تھی اسی تفاضل پر مبنی تھی کیونکہ مہاجرین نے کہا تھا (ہم لوگوں نے سب سے پہلے زمین پر خدا کی عبادت کی ہے (یعنی ہم سابق الایمان ہیں) اور ہم ہی اولیاء رسول ہیں ان کے خاندان والے ہیں ، ان کے بعد حکومت کے لئے ہم احق و اولیٰ ہیں ، ہم سے اس بارے میں صرف ظالم ہی جھگڑا کر سکتا ہے اور یہ بھی ہے کہ عرب انصار کی حکومت اس لئے نہیں مانیں گے کہ ان کا رسول دوسرے قبیلہ سے ہے ، عرب انہیں کی حکومت پسند کریں گے جنکے گھر میں نبوت تھی ، (تفاضل کے بارے میں عمر کا یہ قول دیکھئے ، محمدؐ کی حکومت اور میراث میں ہم سے کون جھگڑا کر سکتا ہے جب کہ ہم ان کے خاندان و قبیلے کے ہیں ، سقیفہ میں ابوبکر و عمر نے جو کہا تھا اس کا یہی خلاصہ ہے (۱) آپ خود ہی دیکھیں یہ دقیق نظری تطبیق ہے شرعی تفاضل کی " اور تمام جماعت عادل اس نظریہ کی مکمل تردید ہے ، انصار بھی (ابوبکر و عمر کی) دلیلوں کے سامنے سپر انداختہ ہو گئے اور کہنے لگے جب صورت حال یہ ہے تو ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے (۲) اور حضرت علیؑ نے جب بیعت کے بعد لوگوں کے سامنے اپنی دلیل پیش کی تو بشیر بن سعد " جس نے انصار کے اجماع کو توڑا تھا اور ابوبکر کی بیعت کی تھی " نے کہا : اے علیؑ اگر انصار نے آپ کی یہ بات بیعت ابوبکر سے پہلے سن لی ہوتی تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے ۔ اب اگر نظام تفاضل (یعنی ، اعلم و افضل و انسب لجمیع الامور کا مسئلہ نہ ہوتا تو ان باتوں کی ضرورت ہی نہ ہوتی ، اور نظام تفاضل فطری طور سے تمام صحابہ کی عدالت سے ٹکراتا ہے کیونکہ اگر یہ نظریہ صحیح ہوتا تو نہ اس نظام کے وجود کے دواعی کی ضرورت ہوتی اور نہ منہج تفاضل پر چلنے کی ضرورت ہوتی کیونکہ سب ہی عدالت میں برابر تھے ۔"

۱۔ طبری ، ج ۲ ، ص ۱۹۸ ، الامامۃ السیاسیہ ، شرح نہج البلاغہ ، ج ۲ ، ص ۳۲۶ ، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۳۶ ، ۱۳۳

۲۔ طبری ، ج ۲ ، ص ۱۹۸ ، الامامۃ السیاسیہ ، شرح نہج البلاغہ ، ج ۲ ، ص ۳۲۶ ، اسلام کا سیاسی نظام ، ص ۱۳۶ ، ۱۳۳ ۔

اسلام میں تفاضل کا نظام

اختلاف سے بچنے، وخواہشات سے دور رہنے، کسی قہری ناخوشگوار و ناپسندیدہ شخص کو امت پر حکومت حاصل ہو جانے سے بچانے کے لئے اسلام نے ان نصوص قطعیہ کی بنا پر جن کا انکار ممکن ہے نہ ان کی تاویل۔ نظام تفاضل کیلئے کچھ اساسی ارکان معین کئے ہیں اور ان کو پانچ ارکانوں میں محدود کر دیا ہے تاکہ وہ فضیلت وعدالت کا ذریعہ نہیں اور منازل خیر کا سبب ہوں اور یہی ارکان مسلمان کے مقام کو معین اور اس کے دور کو بیان کرتے ہیں اور اس کے اعتبار کو بڑھاتے ہیں اور مجموعی طور سے منازل وکرامات سے متعلق جو سوالات ہوتے ہیں ان کا بہترین شرعی جواب دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہی اعلم وافضل اور تمام امور میں انسب کی معرفت کا واحد طریقہ ہے۔

اب اگر تمام صحابہ کو عادل مان لیا جائے ایک دوسرے میں کوئی فرق نہ ہو تو اسلام میں نظام تفاضل رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ تشریع حدود اور وضع احکام کی پھر علت کیا ہے؟

تفاضل کے ارکان یا عدالت کے مجاری

اسلامی عقیدہ الٰہی کا استقرا کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تفاضل پانچ ارکان پر مشتمل ہے اور یہ پانچوں ارکان ایسے شرعی میزان ومعیار ہیں جو مسلمان کے اعتبار کو بڑھاتے اور اس کی منزلت کو بیان کرتے ہیں۔

پہلا اور اہم رکن ــــــــــــ رسول خداؐ سے، قربت ہے کیونکہ یہی چیز رسول خداؐ کے بعد نص شرعی قاطع کی بنا پر امت کی سیاسی وروحانی قیادت کی علت ہوتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ رسولؐ کے قرابتدار ہی کیوں؟ تو اس کا جواب ہے کہ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے، آخر خدا نے محمدؐ ہی پر وحی کیوں نازل کی؟ انہیں کو رسالت کے لئے کیوں منتخب کیا؟ کیوں صرف حضرت موسیٰؑ کو منتخب کیا؟ بھائی یہ امر خدا کے ہاتھ میں ہے نص کی بنا پر یہی قرابت مرکزی حیثیت

رکھتی ہے ، رسولؐ کے ذوی القربٰی ہی بانص سفینۂ نجات ہیں یہی لوگ بنا برنص باب حطہ ہیں ، یہی نص کے اعتبار سے نجوم الھدیٰ ہیں ، یہی نصاً سابق الایمان ہیں ، یہی از روے نص سب سے اتقیٰ ہیں ، ہر زمانہ میں ان کا عمید امت کا شرعی امام ہوتا ہے اور وہی امت کا مرجع ہوتا ہے اولا نبی دوسرے کتاب الٰہی ، پہلے ہادی دوبارہ ہدایت ۔

آپ ہی بتایئے کب خدا نے رسولؐ کے بغیر رسالت بھیجی ہے ؟ اور کب بندہ کے علاوہ کسی پر کتاب نازل کی ہے ؟ میں اس کی حقیقت تو اپنی جگہ پر ثابت کروں گا ، یہی حضرات نور ولایت و محور ولایت ہیں ۔

دوسرا رکن ——— سابق الایمان ہونا

تیسرا رکن ——— تقویٰ

چوتھا رکن ——— علم

پانچواں رکن ——— رسول اسلامؐ یا شرعی امام نے جس کو معین کیا ہو تاکہ وہ ان کی قائم مقامی کرسکے اور امت مسلمہ اپنی خوشی اور اختیار سے اس کی بیعت کرے اس میں کسی قسم کا جبر ، اکراہ ، غلبہ وغیرہ کا دخل نہ ہو ،

اسی بنیاد پر حکومت ہو

یہ وہ شرعی و موضوعی موازین ہیں جو خالص شریعت سے اخذ کئے گئے ہیں اور ہر شخص کے پاس مسالم عدالت کو بیان کرنے والے ہیں اور یہ موازین حجت ہیں خلافت تاریخی میں کوئی حجت ان سے بالا نہیں ہے ۔

بطور مثال میں ابوبکر کی اس دلیل کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ ۱ میں انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور حضرت عمر کی وہ دلیل جو انہوں نے سقیفہ ۲ میں پیش کی تھی اور ابوعبیدہ ۳

---

۱ الامامۃ والسیاسۃ ص ۵-۷ ،

۲ الامامۃ والسیاسۃ ص ۷ ، -۸ ۔ ۳ الامامۃ والسیاسۃ ، ص ۸ ۔

کی دلیل جو انہوں نے پیش کی تھی ان سب نے کہا کہ ہم اولیٰ بمحمدؐ ہیں ۔

(۱) ——————— کیونکہ عرب خلافت اسی کی قبول کریں گے جس کے گھر میں نبوت رہی ہو ۔

(۲) ——————— محمدؐ کے خاندان و قبیلہ والے ان کی سلطنت و میراث کے لیے اولیٰ ہیں (یہ بینۂ قرابت کا معیار ہے)، ان لوگوں نے کہا: زمین پر سب سے پہلے خدا کی عبادت ہم نے کی یہ ایمان و تقویٰ میں سبقت کا معیار ہے اس کے علاوہ عمر نے عطیہ کا طریقہ بھی یہی رکھا اکثر و بیشتر انہیں میزانوں پر عمل کیا گیا [1]

چند سوالات

اگر صحابہ سب کے سب عادل ہیں، سب جنتی ہیں کوئی جہنم میں نہیں جا سکتا، خدا نے سب ہی کو مساوی قرار دیا ہے تو انصار کو کس بنیاد پر خلافت سے روکا گیا؟ اور کیوں اکثریت نے فاتح ہو کر قیادت ثلاثہ کے حوالہ کی؟ حضرت عمر نے عطایا میں مساوات کیوں نہیں برتی؟ جب کہ سب صحابہ تھے سب عادل تھے کسی میں فرق نہیں تھا، بعض صحابہ پر حد کیوں جاری کی گئی؟ کیا عادل و پاکیزہ اور جس کے لئے جنت کی ضمانت لی جا چکی ہو وہ چوری کر سکتا ہے؟ آپ لوگ دین میں شیخین سے زیادہ افقہ نہیں ہو سکتے ان کی فقاہت تمہارے لئے حجت ہے، ان سوالوں کا جواب تم میں سے ہر شخص پر واجب ہے یا کم از کم جواب کی کوشش تو کیجئے، آخر یہ اندھی تقلید کب تک ہدایت کا راستہ بنے گی؟ خدا نے فرمایا ہے اندھی تقلید جہنم کا راستہ ہے، خدا نے ہم کو عقل سے نوازا ہے تاکہ اس کی اطاعت اور مقاصد شریعت کی معرفت میں اس سے استفادہ کریں [2]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ۔

[2] ہماری کتاب "اسلام کا سیاسی نظام" ص ۱۰۱ اور اس کے بعد کا مطالعہ کیجئے ۔

نظریہ عدالت کا باعتبار شکل تقض

اہلسنت کی دلیل از روئے شکل دو اعتبار سے ناقص ہے

پہلی دلیل ـــــ گواہ و گواہی

پہلی بات ـــــــ قرآن کریم ہی ذکر ہے، اور رسول کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ اسی ذکر کا بیان و ترجمہ و شرح ہے اور یہ شرح ذکر کے لوازم میں سے ہے اور پروردگار عالم نے امتداد زمانہ کے ساتھ اس ذکر کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے :

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ، پس ذکر کی حفاظت کی ضمانت خدا نے لے رکھی ہے، صحابہ کو اس کی حفاظت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے لہٰذا دین ثابت و محفوظ ہے کسی شاہد و شہود کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خود خدا شاہد ہے اور اس کے اثبات کا متکفل ہے۔

دوسری بات ـــــــ یہ ہے کہ رسول اسلام دنیا سے اسی وقت تشریف لے گئے ہیں جب خدا نے دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کر دی تھی، پس مسلمانوں پر شاہد تو خود رسول اسلام ہیں اور ہر زمانہ کے مسلمان لوگوں کے شاہد ہیں۔ اور یہ بات غیر اختلافی ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اس نے نازل کیا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو کہ اس میں ایک حرف کا اضافہ کر سکے یا کمی کر سکے یا کسی

حرف کو بدل سکے کیونکہ یہ الٰہی ترتیب ہے اس لئے کہ قرآن کی کچھ آیات رسولؐ خدا پر نازل ہوتی تھیں تو ساتھ میں خدائی توجیہ بھی ہوتی تھی کہ ان کو فلاں سورہ میں لکھا جائے، چنانچہ جب سرکار رسالتمآبؐ کا انتقال ہوا ہے تو پورا قرآن مرتب صورت میں ـــــ جیسا کہ ہمارے ہاتھوں میں ہے ـــــ مکمل موجود تھا صرف لوگوں کے سینوں ہی میں محفوظ نہیں تھا جیسا کہ ہمارے بعض بھائیوں کا خیال ہے، اس لئے صحابہ سب ہی عدول ہیں، والا قول کسی ثابت چیز کے اثبات میں اضافہ نہیں کر سکتا، اور نہ محفوظ شئی کی حفاظت میں زیادتی کر سکتا ہے، اور یہ قول کہ " مخلصین صحابہ صرف عادل ہیں " یہ بھی ثابت کو ہلا نہیں سکتا اور نہ محفوظ چیز کو متاثر کر سکتا ہے، قرآن میں ذوب رہنا اور اس کو زبانی یاد کرنا یہ عدالت صحابہ کے اثبات کا جواز نہیں ہے اور اس محفوظ پر اثر انداز بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ بھی فضل و کرم ہے وہ خدا کا ہے اور جو کچھ فخر ہے وہ محمدؐ و آلؑ محمدؐ اور ان سچے صحابہ کا ہے جو آل محمدؐ کے دامن سے وابستہ رہے ہے، کیونکہ اگر آل محمدؐ نے رسولؐ خدا کو سردار قریش کے حوالہ کر دیا ہوتا یا درمیان سے ہٹ گئے ہوتے تو لوگوں نے قتل کر دیا ہوتا جیسے آپ سے پہلے بہت سے انبیاءؑ کو قتل کر دیا گیا اور آلؑ محمدؐ کو حصار (ابو طالبؑ) اور عذاب و الم نہ جھیلنا پڑتے میں یہاں پر مناسبت کی وجہ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ایسے وقت میں تمام صحابہ کہاں چلے گئے تھے؟ جب ہاشمی لوگ شعب ابو طالبؑ میں محصور تھے اور بھوک کی شدت میں درختوں کے پتے کھاتے تھے اور بچے پیاس کی شدت میں ریت کو چوستے تھے کیا عدالت وضعیۃ یا سماویۃ کا یہی تقاضا ہے کہ محاصرہ کرنے والا اور محاصرے میں گھرا ہوا دونوں برابر ہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو؟

دوسری دلیل

اب رہا یہ بات کہ جو شخص کسی بھی صحابی کی تنقیص کرے وہ زندیق ہے یہ کئی اعتبار سے غلط ہے اس لئے کہ اسلام آخری آسمانی دین ہونے کی وجہ سے اور دین خدا کا انتہائی صیغہ ہونے کی وجہ سے اس کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ ہر انسان اپنی فہم کے مطابق اس کو سمجھ سکے اور سب سے بہتر فہم وہ ہے جو شرعی مقصود کے مطابق ہو یا نص کی شرعی غایت سے اس طرح موافق ہو کہ وہ فہم عین مراد خدا ہو مگر یہ بہت ہی

اہم چیز ہے بلکہ مکمل طور سے نفی ہے ورنہ کتابوں کے اور رسولوں کے بھیجنے اور ہدایت کے ساتھ ہادی کے مبعوث کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ اور اس وقت آئمہ کے وجود اور حکومت ایمان کے لئے انبیاء کی رسالتوں کا داعی کیا تھا ؟ اور اسی لئے اسلام ایک چیز ہے اور اس کا سمجھنا دوسری چیز ہے اور اسی لئے ہماری ثقافتوں کے اختلاف سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا اختلاف رائے اور تباین افہام کو کفر و زندقہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور صحابہ کا قصہ تو بالکل جداگانہ ہے کیونکہ بعض صحابہ نے تو خود حضرت رسولؐ پر عیب لگایا اور ان کی عدالت کو مجروح کیا مثلاً ابن الخویصرہ نے کہا: اے محمدؐ عدالت سے کام لو، خدا کی قسم یہ تقسیم آپ نے خدا کے لئے نہیں کی اور اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے یہ نہیں فرمایا:

تو زندیق ہے یا منافق ہے۔ بلکہ فرمایا: وائے ہو تجھ پر اگر میں عدالت نہ برتوں گا تو کون برتے گا ؟

کیا صحابی کا درجہ نبوت سے عظیم ہے ؟ جب سید البشر محمدؐ فرماتے تھے: میں ایک انسان ہوں مجھ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے ——— یہ شیعہ عقائد کے خلاف ہے ——— مترجم

پھر آپ لوگ سارے صحابہ کو عام طور سے کیونکر عادل کہہ سکتے ہیں ؟ اور جو صحابہ کے بارے میں مناقشہ کرے اس کو زندیق کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے ؟

اہلسنت کے دلیل کی رد

اہل سنت کا اجماع ہے یا وہ اجماع کا اظہار اس بات پر کرتے ہیں: رسولؐ برحق ہیں، قرآن حق ہے، رسولؐ جو بھی لائے وہ حق ہے اور یہ ساری چیزیں ہم تک صحابہ سے پہونچیں لہٰذا یہ گواہ ہیں، اب جو لوگ صحابہ یعنی کسی بھی صحابی تنقیص کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے گواہوں کو گواہی سے خارج کر دیں (اور جب یہ گواہ باطل ہو جائیں گے تو کتاب و سنت باطل ہو جائے گی لہٰذا کسی بھی صحابی کی تنقیص کرنے والا زندیق ہے [1]

---

[1] ——— الاصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر العسقلانی، ص ١٧ ـ ١٩ ۔

لہٰذا جوان پر عیب لگائے یا تنقیص کرے اس کے ساتھ نہ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو اور مرجائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو ۔ ؎۱

پہلا مطالعہ

اولاً یہ خلط مبحث ہے ، دیکھئے نبی برحق ، قرآن برحق ، جو کچھ نبی لائے برحق ، یہ وہ بات ہے جس میں نہ کوئی شک ہے نہ اختلاف ، یہ بات تمام مسلمانوں میں قدر مشترک ہے سنیوں کے تمام فرقوں میں اور شیعوں کے بھی تمام فرقوں میں غیر اختلافی ہے اس دین کی طرف سب کی نسبت برابر ہے اور سب کی یہی پہچان ہے ، دین کے دو جزء ہیں ،

(۱) ——— خدا کا رسولؐ اس کی ذات اس کا قول اس کا فعل اس کی تقریر

(۲) ——— کتاب اللہ جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے ۔

ان دونوں باتوں پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے سارا اختلاف اس میں ہے کہ اس دین کا مقصود شرعی کیا ہے دین اور ہم نے جو سمجھا ہے ان دونوں میں خلط نہ کرنا چاہیئے ، دین ایک الگ چیز ہے ہماری سمجھ الگ ہے ، دین ایک ایسا مرکز ہے جو ثابت ہے اور ہمارے مفاہیم وہ متحرک و متغیرات ہیں جو دین کے ارد گرد ہیں بس دین ایک الگ چیز ہے اور ہمارا اس کو سمجھنا ایک الگ بات ہے ۔ یہ مفاہیم عملی طور سے اختلاف پذیر ہیں فرد فرد کے اعتبار سے بھی اور جماعت جماعت کے اعتبار سے بھی ، اور یہ اختلاف علمی اعتبار ، قدرت فہم ، طاقت اور خواہشات سے تجرد کے اعتبار سے ہوتا ہے ، اگر کسی ایک آدمی کا فہم نص کیلئے مفید ہوتا تو خدا اسی کو فرض کر دیتا اجماع کی ضرورت ہی نہ تھی ، اور نہ فہم کی دعوت کی ضرورت ہوتی اب اگر ہم ایک نص کا مطلب کچھ سمجھتے ہیں اور دوسرا کچھ سمجھتا ہے اور دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے جو سمجھا ہے وہی مقصود شرع ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ نص کو دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتنی بار پڑھا جائے کہ دونوں کی سمجھ میں نص کا ایک ہی مطلب آئے ، کیونکہ شرعی نص ایک ہے اور اس کا مقصد

؎۱ الکبائر للذہبی ، ص ۲۳۸ ۔

بھی ایک ہے اور وہی مقصود خدا ہے اس لیے کہ اگر ہم اس کے علاوہ کچھ کہتے ہیں تو شریعت میں اختلاف
و افتراق پیدا ہوتا ہے اور ہر جماعت اپنا راستہ الگ بنا لیتی ہے حالانکہ امت مسلمہ کی غرض اتحاد
میں ہے افتراق میں نہیں ہے اور ہماری یا آپ کی کوئی مصلحت اس میں نہیں ہے کہ ہم ثابت کریں
کہ خدا کا اصلی مقصد سمجھا ہے یا وہ اسلئے کہ یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ ہم اپنے افہام کو دین میں شامل کر دیں اور
اپنی مختلف نیتوں کو خواہ وہ اچھی ہوں یا بری دین کا جز قرار دے دیں اور حکم دیں کہ: ہماری ہی سمجھ
دین ہے اور پھر جو ہماری سمجھ کی مخالفت کرے اس کے لیے سزا تجویز کریں اور اتباع کرنے کے بجائے
شارع مقدس بن جائیں جو خدا کے لیے مخصوص ہے اس لیے جو آپ کی رائے کا مخالف ہو اس کو زندیق
بنا دینا اس کے ساتھ کھانا نہ کھانے اور پانی نہ پینے کا حکم دینا اور مرنے پر اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے
کا حکم دینا ایک ایسی قرارداد ہے جو دین کے خلاف ہے اور نفس کے بغیر سزا ہے اور دوسرے کی ملک
میں تصرف ہے جو سرے سے باطل ہے اور بیج کی سفیدی کے برابر بھی نہیں ہے۔

ثانیاً — چند کلمات محض سمجھانے کیلئے

① اسلام

ایک محدود کلمہ ہے یہ ایک لفظ ہے جو ایک معنی پر بعینہٖ دلالت کرتا ہے اس کا مطلب ہے
خدا کے رسول محمدؐ کی ذات ان کا قول و فعل و تقریر اور قرآن کریم " دونوں سطحوں پر یعنی نظری و
عملی لحاظ سے " رسولؐ کا لایا ہوا وہ کامل حقوق کا مجموعہ ہے جس کی وحی خدا نے اپنے نبیؐ پر کی
اور نبیؐ نے اس کو لوگوں کے لیے بیان کیا اور وہ الٰہی عقیدہ ہے جس کے لیے خدا نے چاہا کہ یہ
میرے رسولؐ اور اطاعت گزاروں کا دین ہو اور یہ ایک معنی ہے جو قائم بذاتہ ہے اور غیر سے مستقل ہے

② صحابہ کرام

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اس دین کی پیروی کی اور رسولؐ کی دعوت پر لبیک کہی اور دولت
اسلام کے سلسلہ میں نبیؐ کے پابند رہے یہ حضرات دین کے پیرو ہیں خود دین نہیں رہیں۔

③ مسلمان

یہ سب وہ لوگ ہیں جو اسلام لائے اور اسلام کے تابع رہے مگر یہ خود اسلام نہیں ہیں یہ اسلام کے تابع ہیں عقیدہ اور عقیدہ کے ماننے والوں میں وہی فرق ہے جو قانون اور پبلک میں ہے اور قاضی اور اس کی عدالت میں فیصلہ کرانے کے لیئے آنے والوں میں ہوتا ہے۔

ثالثاً ــــ حمایت و پوشیدگی

ہمنے عرض کیا اسلام اور مسلمانوں کا مقصد بالذات اسی وقت پورا ہوگا جب وہ مقصود شرعی کو سمجھیں اور مقصود شرعی عین مقصود خداوندتبارک وتعالیٰ ہے۔ البتہ مقصود شرعی تک پہونچنا بعض خصوصیات اور ملکات اور اطلاعات پر موقوف ہے اور وہ سب ہی کی غرض وغایت ہے، لیکن کچھ لوگوں نے اپنے کو ایسی جگہ پر اپنے کو فرض کر لیا جس کے وہ اہل نہیں تھے اور پھر انہوں نے اجتہاد کیا جو اجتہاد ان کا حق تھا لیکن انہوں نے برضا ورغبت یا بنا بر خوف و دہشت اس اجتہاد کو ابنائے ملت پر فرض کرنا چاہا اور حقیقت شرعیہ کے بحث کے راستہ ہی کو بند کرنا چاہا اور مقصود شرعی کے سلسلہ میں کوشش کے تمام راستے بند کردئے اور اعلان کردیا کہ انہیں کی رای دین ہے اور جو بھی ان کی رائے کی مخالفت کرے وہ زندیق ہے .... مگر ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ وہ ایک الگ چیز ہیں اور دین الگ ہے اور رای یا اجتہاد یا فہم میں ان کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ یہ نہ مانا جائے تو ترجیح من غیر مرجح لازم آئے گی اور شریعت نے جس وصیت کی اجازت دی ہے اس کے خلاف کی وصیت ہے اور یہ ایسا عمل ہے جس میں انسان اپنے کو دین کے پردے میں چھپالیتا ہے اور یہ ایک رای کی دوسری رای پر یا ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر غلبہ دینے کی حمایت ہے کسی بھی نص شرعی کے سمجھنے میں آپ کا مجھ سے اختلاف کرنا نہ آپ کو زندیق بنادے گا نہ مجھے مرجح و قدیس بنا دے گا یہی ترجیح بغیر مرجح ہے اور تصحیح بغیر سند ہے اور ان لوگوں کی خدمت ہے جنہوں نے اس امت کو مغلوب بنادیا اور اپنے سیاسی ہتھکنڈوں سے مختلف احزاب اور فرقوں میں بانٹ دیا، اور ان علماء سوء کی سادگی کی مدد سے جو ہر زمانہ میں وحدت امت کے خلاف صف بندی کرتے رہے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ کہتے رہے کبھی کہا:

یہ زندیق ہے، کبھی یہ رافضی ہے، کبھی یہ شیعی ہے، کبھی یہ جعفری ہے
کبھی یہ مالکی ہے، وہ کفر ہے وہ زندقہ ہے الی ما شاء اللہ۔

اور یہ وہ الفاظ ہیں جن کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اس قسم کی چیزوں سے تو اہل کتاب جو کافر ہیں وہ بھی نفرت کرتے ہیں، اس کے علاوہ یہ ضیق صدر پر دلالت کرتی ہے، اخوت اسلامی اور روح اسلام کے مخالف ہے خدا جانتا ہے کہ یہ کتنی اذیت دہ اور تعصب کی بات ہے: ذھبی نے اپنے اس رسالہ میں جسکو رواۃ ثقات کے بارے میں لکھا ہے تحریر کیا ہے: ابوعمر بن عبد البر کہتے ہیں ہم سے محمد بن وضاح نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین ——— یحیی کا شمار بڑے ائمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے انکے قول کو علم رجال میں حجت مانا گیا ہے ——— سے شافعی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہیں، لیکن جعفر بن محمد الصادق کی ابوحاتم اور نسائی نے توثیق کی ہے مگر بخاری نے ان کو حجت نہیں مانا[1]

اب ذرا دیکھئے یحیی بن معین جو اس فن کا ماہر اور مشہور عالم ہے وہ کہتا ہے شافعی ثقہ نہیں ہیں اور بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے احتجاج نہیں نقل کیا اور جو لوگ آپ سے بدرجہا پست تھے ان سے نقل کیا ہے حالانکہ امام جعفر صادق (ع) صاحب مذہب اہلبیتؑ ہیں ائمہ اربعہ کے استاد ہیں وہ اتنے بڑے عالم تھے جن کے بارے میں شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا انکے شاگردوں میں چار ہزار فقیہ و محدث تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ میں سے چھٹے امام تھے آپؑ کا نسب یہ ہے! جعفرؑ بن محمدؑ بن زین العابدینؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، اسکے باوجود بخاری نے ان کو لائق حجت نہیں سمجھا اور نہ ان کو ثقہ سمجھا اور اہلبیتؑ سے روایات لینے میں پہلو تہی کی حالانکہ یہ حضرات اس معنی سے صحابہ ہیں، جو اہلسنت مراد لیتے ہیں اور سارے صحابہ عدول ہیں۔

[1] آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابۃ وصیانۃ القرآن السید مرتضی الرضوی، ص ۹۰ ـ ۹۸۔

موضوع کے اعتبار سے عدالت صحابہ پر نقض

اہلسنت اس نظریہ " ہر صحابی بلا استثناء عادل ہے " کے قائل ہیں یہ نظریہ جس کو زیادہ تر سیاسی لوگوں نے ایجاد کیا ہے جیسا کہ ہم آئندہ ثابت کریں گے، اور کسی خاص مقصد کے لئے ان عاقلوں کے دلوں میں اس کو بٹھا دیا ہے جو دین سے محبت رکھتے تھے کہ یہ نظریہ اسلام کا ایسا لازمی جزء ہے جو قابل انفکاک نہیں ہے اور عقیدہ الٰہیہ کے فصول کا ایک فصل ثابت ہے جو شخص اس عقیدہ میں شک کرے یا اس کے خلاف آواز بلند کرے یا اس میں مناقشہ کرے وہ زندیق ہے اس کے ساتھ نہ کھانا پینا صحیح ہے اور نہ مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھنی درست ہے۔

یہ بات تو بالکل صحیح ہے کہ صحبت رسولؐ شرف عظیم ہے اور اس کے مراتب بہت بلند ہیں لیکن یہ لغوی اور اس اصطلاحی معنی کے اعتبار سے جو اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے یہ صحبت ان تمام مسلمانوں کو حاصل ہے جو رسولؐ کے زمانہ میں تھے باین معنی کہ رسولؐ کی حکومت کا ہر گروہ صحابی تھا اسلئے کہ قابل اعتبار و قابل بھروسہ چیز یہ ہے :

(۱) ———— رسولؐ خدا سے ملاقات :

(۲) ———— رسول خداؐ پر سچا ایمان جیسا کہ سچے صحابہ کا تھا یا پھر اس ایمان کا اظہار کرے (چاہے درحقیقت مومن نہ ہو) جیسے منافقین اور وہ لوگ جو زندگی بھر اپنے جنگی وسائل اسلام کے خلاف استعمال کرتے رہے لیکن جب گھر گئے اور راہ چارہ و تدبیر بند ہو گئی اور اسلام کے علاوہ بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا تو مسلمان ہو گئے۔ صرف خدا ان کی نیتوں سے واقف ہے۔

(۳) ———— اسی حالت پر موت آجائے۔

اب یہ سچے مومنین، اظہار اسلام کرنے والے منافقین، اور جن کے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا تھا یہ سب کے سب ایک درجہ کے تو تھے نہیں کہ کہا جائے وہ سب ہی عادل ہیں۔ بلکہ بعض ایسے تھے جو اظہار ایمان کرتے تھے اور کفر کو دل میں چھپائے

تھے یہ مسلمانوں میں منافقوں کا گروہ تھا جو نبیؐ کی زندگی میں بھی تھے اور نبی کے مرنے کے بعد بھی تھے،

قرآن نے اس گروہ کے افراد کا حال کھول کر بیان کر دیا کہ یہ نفاق پر باقی رہے اور انہوں نے خیانت کی، غداری کی، وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی، گفتگو میں جھوٹ بولے، فتنہ برپا کیا، رسولؐ کو اذیت دی، امور کو پلٹ دیا،،

اور ادھر اسلام کا جھنڈا روز بروز بلند ہو رہا تھا یہاں تک کہ پورے جزیرۃ العرب پر رسولؐ کا جھنڈا لہرا گیا اور اسلام کی ہیبت سب پر چھا گئی، خدا نے دین کو کامل کر دیا، نعمت کو تمام کر دیا، رسولؐ اس دنیا سے رحلت فرما گئے مگر منافقین اپنی حالت پر باقی رہے، البتہ مسلمان ایمان و قربانی اور مرتبہ کے اعتبار سے برابر نہ تھے بلکہ متفاوت تھے۔

تعجب بالائے تعجب

اور بغیر کسی مقدمات کے یا سیاسی مقدمات کے سہارے حکومت رسولؐ کی ساری رعایا عادل ہو گئی دلیل یہ تھی کہ یہ سب صحابی ہیں، نبیؐ نے ان کو دیکھا ہے یا انہوں نے نبیؐ کو دیکھا ہے اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں یا بظاہر بالایمان کیا ہے اور ایمان پر یہ لوگ مرے ہیں حالانکہ یہ نظریہ (سارے صحابی عادل ہیں) اموی دور (خلافت طلقاء میں) ایجاد کیا گیا، اور صحابہ ـــــــ اسی معنی سے جیسا ابھی ذکر ہوا ـــــــ کا گروہ ختم ہونے سے پہلے ان لوگوں نے عدالت کا حکم لگایا قبل اس کے کہ حسن خاتمہ کا علم ہو سکے، حالانکہ یہ نظریہ اصلاً باطل ہے۔

اسباب نقض

(۱) ـــــــ یہ نظریہ قرآن کے یقینی نصوص کے مخالف ہے،

(۲) ـــــــ یہ نظریہ سنت رسولؐ کے خلاف ہے قولاً، فعلاً، تقریراً۔

(۳) ــــــ حقیقت حال واقع و نفس الامر کے خلاف ہے ۔

(۴) ــــــ یہ نظریہ روح اسلام اور حسن خاتمہ اور خود مقصد حیات کے مخالف ہے ۔

تفصیل و اثبات وجوہ نقض

نصوص قرآن کی مخالفت

رسول خداؐ کے زمانہ میں نفاق شایع تھا ، منافقین ایک حقیقی قوت بن کر ابھرے تھے ، منافقین کا گروہ وہی ہے جو بظاہر ایمان لایا تھا وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا تھا اور نفس الفاظ و اصطلاحات کو دہراتا بھی تھا مگر یہ سب مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور ان کا مذاق اڑانے کے لئے کرتا تھا :

ومِنَ النّاسِ من یقول آمنّا باللہ و بالیوم الآخر وَمَا ھم بمؤمنین یخادِعُونَ اللہ والذینَ آمنوا[1] اور بعض لوگ ایسے بھی جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم خدا اور قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ (دل سے) ایمان نہیں لائے وہ خدا کو اور مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں ۔

اور اس بات کو زور سے کہتے تھے تاکہ رسولؐ اور مومنین سنیں ، لیکن واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنّا[2] جب مومنین سے ملاقات کرتے تھے تو کہتے تھے ہم تو ایمان لائے ہیں ، اور یہ منافقین صرف قول پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ عمل بھی کرتے تھے چنانچہ یہ نمازیں بھی پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے انفاق بھی کرتے تھے ، جب رسولؐ کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں ہوتے تھے تو معذرت بھی کرتے تھے ، اپنے خیال میں ایمان کی تکرار بھی کرتے تھے ، انسان کا سلوک جلد یا دیر اس کے اعتقاد کی حقیقت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے ، البتہ نیتوں کا علم صرف خدا کو ہوتا ہے ، رسول خدا ظاہر

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۸ ۔

[2] سورہ بقرہ آیت ۱۴ ۔

پر عمل کرتے تھے باطن خدا کے حوالے کر دیتے تھے، آپ فطری طور سے مہربان رحمدل با اخلاق اور انسان کامل کا نمونہ تھے، لیکن ان منافقین نے حد سے تجاوز کر دیا تو پھر قرآنی آیات نازل ہونے لگیں اور پھر ان لوگوں کی حقیقت سے پردہ اٹھنے لگا، مثلاً

(۱) ———— وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ .... يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

(۲) ———— وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ

(۳) ———— وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ [۱] اور یہ لوگ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو (بیدلی سے) الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں —— اور خدا کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو بددلی سے ——

(۴) ———— وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللّٰهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ [۲] اور اگر یہ لوگ (گھر سے) نکلنے کی ٹھان لیتے تو (کچھ نہ کچھ) تو سامان کرتے مگر (بات یہ ہے کہ) خدا نے ان کے ساتھ بھیجنے کو ناپسند کیا تو ان کو کاہل بنا دیا۔

(۵) ———— لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ [۳] اگر یہ لوگ تم میں (مل کر) نکلتے بھی تو بس تم میں فساد ہی برپا کر دیتے اور تمہارے حق میں فتنہ انگیزی کی غرض سے تمہارے درمیان (ادھر ادھر) گھوڑے دوڑاتے پھرتے اور تم میں سے ان کے جاسوس بھی ہیں (جو تمہاری ان سے باتیں بیان کرتے ہیں)۔

(۶) ———— وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَ

---

[۱] سورہ توبہ آیت ۵۴۔

[۲] سورہ توبہ آیت ۴۶۔

[۳] سورہ توبہ آیت ۴۷۔

لٰکِنَّھُمۡ قَوۡمٌ یَّفۡرَقُوۡنَ [۱] اور (اے مسلمانوں) یہ لوگ خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ وہ تم میں ہی کے ہیں حالانکہ وہ لوگ تم میں سے نہیں ہیں یہ تو بزدل ہیں۔

(۷) ——— وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ وَلَا تَفۡتِنِّیۡ اَلَا فِی الۡفِتۡنَۃِ سَقَطُوۡا [۲] ان لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صاف کہتے ہیں مجھے تو (پیچھے رہ جانے کی) اجازت دیجئے اور مجھے بلا میں نہ پھنسا یئے (اے رسولؐ) آگاہ ہو کر یہ لوگ خود بلا میں (اوندھے منہ) گر پڑے۔

حکم الٰہی قطعی

جب ان کی حقیقت واضح ہوگئی اور ان کا باطن منکشف ہوگیا تب خدا نے اپنا مبنی بر انصاف حکم جو ان کے جرم کذب علی الناس و کذب علی اللہ کے مناسب تھا نازل فرمایا اور اپنے نبیؐ کو اس قرار الٰہی اور اس کی حیثیت و اسباب صدور کے اعلان کرنے کا حکم دے دیا، فیصلہ الٰہی یہ تھا:

> آپ ان منافقوں سے کہہ دیجئے خواہ برضا و رغبت یا بہ جبر و کراہت انفاق کرو گے وہ کسی بھی طرح تم سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

آخر کیوں؟

اس لئے کہ یہ لوگ خدا اور مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں ان کے ایمان کے سارے دعوے جھوٹے اور مذاق ہیں اس کے علاوہ انھوں نے خدا و رسولؐ کے ساتھ کفر اختیار کیا ہے اپنے تمام دعووں سمیت۔ پھر رسولؐ نے بھی فیصلہ و قرار الٰہی کا اس کے اسباب و حیثیات کے ساتھ اعلان کردیا اور سارے حقائق کھول کر مجمع عام کے سامنے بیان کردیا۔ اس کے باوجود

---

[۱] سورہ توبہ آیت ۵۶۔

[۲] سورہ توبہ آیت ۴۹۔

بھی اپنی رحمدلی اور بے مثال کرم کی بنا پر منافقین کے لئے استغفار اور ہدایت کا سوال کرنا چاہا تو خدا نے واضح لفظوں میں کہدیا :

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؎۱

اے رسول) خواہ تم ان (منافقوں) کے لئے مغفرت کے لئے دعا مانگو یا نہ مانگو تم ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت کے لئے دعا مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہ بخشے گا کیوں کہ انہوں نے خدا ورسول کے ساتھ کفر کیا اور خدا بدکاروں کو منزل تک نہیں پہونچایا کرتا ۔

عدالت تمام صحابہ کا نظریہ قرآن سے ٹکراتا ہے ،،

پہلی مثال

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّا اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ ؎۲

اور ان (منافقوں) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و قرار کر چکے تھے کہ اگر ہمیں اپنے فضل (و کرم) سے (کچھ مال) دے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے ، اور نیکوکار بندے ہو جائیں گے جب خدا نے

؎۱ سورہ توبہ آیت ۸۰ ۔

؎۲ سورہ توبہ آیت ۷۵ ، ۷۶ ، ۷۷ ۔

اپنے فضل (وکرم) سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور کترا کر منہ پھیرنے لگے پھر ان سے اس کے خمیازے میں اپنی ملاقات کے دن (قیامت) تک ان کے دل میں (گویا خود) نفاق ڈال دیا اسی وجہ سے ان لوگوں نے جو خدا سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا۔

یہ ثعلبہ کا قصہ ہے یہ ایک فقیر صحابی تھا اس نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: آپؐ میرے لئے دعا فرما دیں کہ خدا مجھے مال عطا کر دے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

اے ثعلبہ تیرے اوپر وائے ہو وہ تھوڑا مال جس پر تو خدا کا شکر ادا کر سکے اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کی تجھ میں طاقت نہ ہو۔

ثعلبہ نے کہا: اسی خدا کی قسم جس نے آپؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر آپ میرے لئے دعا کر دیں اور خدا مجھے مال دیدے تو میں ہر صاحب حق کا حق دوں گا، تب آنحضرتؐ نے فرمایا:

پروردگارا ثعلبہ کو مال عطا فرما دے۔

بس کیا تھا خدا نے اس کو مال دیا اور اس میں بڑھوتری بھی دی، پھر جب رسول خداؐ نے اس سے اس کے اموال کی زکوٰۃ طلب کی تو اس نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کر دیا کہ یہ زکوٰۃ تو جزیہ ہے۔ اس کے بعد رسول خداؐ کا انتقال ہو گیا اور ثعلبہ زندہ رہا پھر اس نے زکات حضرت ابوبکر کے پاس بھیجی انہوں نے لینے سے انکار کر دیا پھر اس نے حضرت عمر کے زمانہ میں ان کو بھیجا انہوں نے بھی انکار کر دیا اور ثعلبہ حضرت عثمان کے زمانہ میں ہلاک ہو گیا[1]

---

[1] ملاحظہ فرمائیے: علی بن محمد شوکانی کی تفسیر فتح القدیر، ج ۲ ص ۱۸۵، اسماعیل بن کثیر دمشقی کی تفسیر ج ۲، ص ۳۷۳۔ علاؤ الدین علی ابن ابراہیم بغدادی کی تفسیر الخازن ج ۲، ص ۱۲۵۔ محمد بن الحسن بن مسعود الفراء کی تفسیر البغوی، ج ۲ ص ۱۲۵، یہ تفسیر خازن کے حاشیہ پر ہے۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری کی تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۱۳۱،

دوسری مثال

خدا کا ارشاد ہے:

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَ أَمَّا
الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا
فِيهَا وَ قِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ؎۱

تو کیا جو شخص ایمان دار ہے اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو بدکار ہے (ہر گز نہیں) یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے ان کے تو رہنے سہنے کے لئے (بہشت کے) باغات ہیں یہ سامان ضیافت ان کارگزاریوں کا بدلہ ہے جو وہ (دنیا میں) کر چکے تھے، اور جن لوگوں نے بدکاری کی ان کا ٹھکانہ تو (بس) جہنم ہے وہ جب اس میں سے نکل جانے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں پھر ڈھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اب اس (کے مزہ) کو چکھو۔

مومن حضرت علیؑ ہیں، اور فاسق ولید بن عقبہ ہے اور یہ عثمان کی طرف سے کوفہ کا والی تھا اور معاویہ و اس کے بیٹے یزید ؎۲ کی طرف سے مدینۂ منورہ کا والی تھا۔

؎۱ ــــــ سورہ سجدہ آیت ۱۸، ۱۹، ۲۰۔

؎۲ ــــــ ملاحظہ فرمائیے: حاکم حسکانی حنفی کی شواہد التنزیل، ص ۴۴۵، ۴۵۳، ۶۱۰، ۶۲۶، اور ابن مغازلی شافعی کی مناقب علی ابن ابی طالبؑ، ص ۳۲۴، ۳۷۰، ۳۷۱۔ اور تفسیر طبری، ج ۲۱ ص ۱۰۷، کشاف زمخشری، ج ۳ ص ۵۱۴، شوکانی کی فتح القدیر ج ۴، ص ۲۵۵، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۲، واحدی کی اسباب النزول ص ۲۶۰، سیوطی کی اسباب النزول جو تفسیر جلالین کے حاشیہ پر چھپی ہے ص ۵۵۰۔ ابن عربی کی احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۸۹ ـــــ

تیسری مثال

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ (پ ۲۸ س ۴ (الصف) آیت ۷)

اور جو شخص اسلام کی طرف بلایا جائے (اور) وہ قبول کرنے کے بدلے خدا پر افترا پردازی کرے اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا اور خدا ظالموں کو منزل مقصود تک نہیں پہونچاتا۔

یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح[1] کے بارے میں نازل ہوئی اور اسی کو حضرت عثمان نے مصر کا حاکم بنایا تھا اسی نے خدا پر جھوٹ الزام لگایا تھا اور رسول خداؐ نے اس کا خون ہدر کر دیا تھا چاہے وہ کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا ہو ——— ہدر کرنے کے معنی معاف کر دینے کے ہیں ——— جیسا کہ فتح مکّہ کے سلسلہ میں سیرت حلبیہ میں فتح مکہ کے دن حضرت عثمان عبداللہ ابن ابی سرح کو رسول خداؐ کے پاس امان دلانے کے لئے لائے اور رسول خداؐ اس امید میں خاموش رہے کہ کوئی اس درمیان میں اس کو قتل کر دے جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے خود ہی بعد میں بتایا لیکن جب کسی نے قتل نہ کیا تو آپ نے اس کو امان دے دی[2]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۸۰ و ج ۶ ص ۲۹۲، گنجی شافعی کی کفایۃ الطالب ص ۱۴۰، سیوطی کی درمنثور ج ۵ ص ۱۷۸، طبری شافعی کی ذخائر العقبیٰ ص ۸۸، خوارزمی حنفی کی مناقب ص ۱۹۷، زرندی کی نظم درر السمطین، ص ۹۲، سبط جوزی حنفی کی تذکرۃ الخواص، ص ۲۰، ابن طلحہ شافعی کی مطالب السئول، ینابیع المودۃ، ص ۲۵۰، زاد المسیر لابن الجوزی الحنفی، ج ۹، ص ۳۴، بلاذری کی انساب الاشراف ج ۲، ص ۱۴۸، تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۷، اور ج ۳، ص ۲۷۰۔ بغوی الشافعی کی معالم التنزیل جو تفسیر خازن کے حاشیہ پر ہے ج ۵ ص ۱۸۷، حلبی شافعی کی سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۸۵، ابن حجر العسقلانی کی تخریج الکشاف جو کشاف کے ذیل میں چھپی ہے، ج ۳ ص ۵۱۴، انتصاب فیما تضمنہ الکشاف جو ذیل کشاف میں چھپی ہے ج ۳ ص ۲۲۲، احقاق الحق، ج ۳ ص ۲۰۲، فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۲۷۸، المراجعات، ص ۴۹، حسین الراضی وغیرہ ذالک۔ [2] سیرت حلبیہ باب فتح مکہ۔

① تینوں مثالوں کی تشریح

① ــــــــــــ پہلی مثال میں خدا نے کہہ دیا کہ ثعلبۃ منافق ہے اور جھوٹا ہے (مگر اہلسنت کا اصرار ہے کہ وہ صحابی ہے اس لئے عادل ہے اور عادل جھوٹ نہیں بول سکتا۔ "مترجم")

② ــــــــــــ دوسری مثال میں خدا نے بیان کر دیا ولید بن عقبہ فاسق ہے اور جہنمی ہے اور اس کو جہنم سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی اور نہ جہنم سے کوئی چیز نکال سکتی ہے (مگر ہمارے سنّی بھائیوں کو ضد ہے کہ ولید صحابی تھا لہٰذا عادل تھا لہٰذا جہنم میں جا ہی نہیں سکتا اب خدا کی بات مانیں یا بھائیوں کی "مترجم")

③ ــــــــــــ تیسری مثال میں خدا نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح نے عمداً خدا پر افترا پردازی کی اور کتاب خدا میں تحریف کرنا چاہا اور یہ بہت بڑا ظلم ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس کا ہدایت یافتہ ہونا محال ہے کیونکہ خدا ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔ (مگر کسی کی مجال ہے اس کے خلاف زبان کھول سکے برادران اہلسنت گدی سے زبان کھینچوا لیں گے کیونکہ عبداللہ ابن ابی سرح صحابی ہے اور عادل ہے "مترجم")

② تینوں کے بارے میں اہلسنت کا حکم

یہ تینوں ــــــــ ثعلبۃ، ولید، عبداللہ بن ابی سرح ــــــــ صحابی ہیں اور صحابی ہونے کے شرائط لغوی اور اصطلاحی معنی دونوں اعتبار سے ان پر صادق ہیں اور چونکہ یہ صحابی ہیں لہٰذا عادل ہیں یہ جھوٹ نہیں بول سکتے، یہ منزہ ہیں یہ اہل جنّت میں سے ہیں کوئی بھی صحابی دوزخ میں نہیں جا سکتا اور یہ کیونکر ممکن ہے؟ جب کہ عبداللہ ابن ابی سرح حضرت عثمان کا وزیر تھا اور تیسرے خلیفہ کی طرف سے مصر کا حاکم بھی تھا اسی طرح ولید بھی کوفہ کا حاکم تھا، اسی نے نماز صبح چار

رکعت پڑھائی تھی اور اگر لوگ مزید چاہتے تو اور بھی پڑھا دیتا، یہ حضرت عثمان کی طرف سے بھی والی تھا اور معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا، اگر کوئی ان تینوں میں سے کسی کی تنقیص کرے تو زندیق ہے اس کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں ہے مرجائے تو نماز جنازہ پڑھنا اس پر جائز نہیں ہے (آپ سمجھ گئے)

③ کس کی تصدیق کرنی بہتر ہے؟

(اب آپ ہی بتائیے) ان دونوں میں سے کس کی تصدیق کی جائے؟ کتاب خدا اور اس کے حکم کی یا اندھی تقلید کی؟ یہیں سے تمام صحابہ کے عدالت کا نظریہ موضوعاً باطل ہوجاتا ہے اس لئے کہ یہ نظریہ قرآن کے قطعی نصوص کے خلاف ہے اور یہ عمومیت —— ہر صحابی عادل ہے —— احکام الٰہی کے معارض و مخالف ہے [1]

④ تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ

سنت نبوی سے بھی معارض ہے

پہلی مثال

ذوالشدیہ بہت ہی عبادت گزار صحابہ میں تھا لوگوں کو اس کی عبادت اور اس میں زحمت ومشقت بہت زیادہ پسند تھی اور رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے: یہ ایسا شخص ہے جس کے چہرے پر شیطان کے ڈنک مارنے کا نشان ہے، آنحضرتؐ نے ابوبکر کو بھیجا کہ جاکر ذوالشدیہ کو قتل کردو انہوں جاکر دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو واپس آگئے، پھر رسول خداؐ نے عمر کو بھیجا انہوں نے بھی قتل

---

[1] سابق حوالہ کو دیکھئے

نہیں کیا پھر حضرت علیؑ کو بھیجا تو ذوالشدیہ ملا ہی نہیں [۱] ذوالشدیہ وہی ہے جو خوارج کا سردار تھا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے اس کو قتل کیا تھا [۱]

دوسری مثال

صحابہ کی ایک جماعت ایک صحابی کے گھر میں جمع ہو کر لوگوں کو رسول خداؐ کے پاس جانے سے روکنے کے لئے تدبیریں سوچا کرتی تھی رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ اس گھر کو جلا دو [۲]

تیسری مثال

جنگ احد میں رسول خداؐ کے ساتھ قزمان بن الحارث نے بڑی بہادری کے ساتھ (شجاعان عرب) سے جنگ کی، اس پر اصحاب رسولؐ نے کہا: ہمارا دفاع جس طرح فلان نے کیا کسی نے بھی نہیں کیا۔ رسولؐ نے فرمایا:

مگر وہ اہل جہنم سے ہے! اور جب اس کو شدید زخم لگا اور وہ گر گیا تو اس سے لوگوں نے کہا: اے ابا الغیداق تمہیں جنّت کی خوشخبری ہو تو اس نے کہا: حرمل کی جنت (حرمل ایک گھاس کا نام ہے جس کو اسپند کہتے ہیں) خدا کی قسم ہم نے تو صرف اپنے خاندان کے لئے جنگ کی ہے [۳]

چوتھی مثال

الحکم بن العاص بن امیۃ بن عبد شمس یہ عثمان بن عفان کا چچا اور مروان بن الحکم کا باپ تھا

---

[۱] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱ ص ۴۳۹ ۔

[۲] آراء علماء المسلمین سید مرتضیٰ رضوی ۔

[۳] سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۲۵ ۔

[۴] الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۵، آراء علماء المسلمین ص ۱۲۷، اور اس کے اوپر والے حوالے ۔

رسول خدا ؐ نے اس پر اور جو اس کے صلب میں ہو اس پر لعنت فرمائی تھی اور فرمایا تھا:

میری امت کے لئے ویل ہو اس سے اور جو اس کے صلب میں ہے۔

اور عائشہ کی حدیث ہے: انہوں نے مروان سے کہا:

میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ؐ نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت کی تھی جب تو اپنے باپ کے صلب میں تھا۔

رسول خدا ؐ نے حکم بن عاص کو مدینہ سے نکال دیا تھا اور مرج بھیج دیا تھا جو طائف سے قریب ایک جگہ ہے، مدینہ میں داخل ہونا اس پر حرام کردیا تھا۔ جب رسول خدا ؐ کا انتقال ہوگیا تو عثمان نے حضرت ابوبکر سے خواہش کی کہ اس کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی جائے مگر ابوبکر نے انکار کردیا۔ پھر جب عمر کا دور آیا تو عثمان نے حضرت عمر سے بھی درخواست کی کہ اس کو واپس مدینہ بلالیا جائے مگر انہوں نے بھی انکار کردیا۔ پھر جب عثمان خلیفہ ہوئے تو اس کو بڑے احترام واکرام کے ساتھ مدینہ لائے اور ایک لاکھ درہم بھی دیا اور حکم کے بیٹے مروان کو اپنا مشیر کار قرار دیا اور یہی مروان بعد میں خلیفہ کے قتل اور خلافت راشدہ کے برباد ہونے کا سبب بنا مروان کا لقب خیط الباطل تھا ---- اور جب وہ خلیفہ بن گیا تو ---- خلیفۃ المسلمین کہا جانے لگا۔ اسی بارے میں ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

لحی اللّٰہ قوماً امّروا خیط باطلٍ علیٰ   الناس یُعطی من یشاء و یمنع

خدا برے کرے اس قوم کا جس نے خیط باطل (مروان) کو لوگوں پر امیر بنادیا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے منع کردیتا ہے یعنی حق کی پابندی نہیں کرتا ۲

پانچویں مثال

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۳

---

۱ کنز العمال کو ملاحظہ فرمائیں۔

۲ مروج الذہب للمسعودی۔   ۳ سورہ توبہ آیت ۱۰۷۔

اور (وہ لوگ بھی منافق ہیں) جنہوں نے (مسلمانوں کے) نقصان پہونچانے کفر نیوالے اور مومنین کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے (مسجد بنا کر کفر کی ہے) منافقین کا کہنا تھا کہ ہم نے یہ مسجد تقرب الی اللہ کے لئے بنائی ہے یہ صحابہؓ میں سے بارہ منافق تھے[1]

چھٹی مثال

بعض صحابیوں پر رسول خداؐ کی لعنت

حلبی نے ایک روایت میں کہا ہے کہ رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے: پالنے والے فلاں وفلاں پر لعنت بھیج[2] بخاری میں ہے: مجھ سے سالم نے اپنے باپ کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول خداؐ سے اس کے باپ نے خود سنا ہے کہ جب آنحضرتؐ نماز صبح کی آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد فرمایا کرتے تھے:

خدایا فلاں فلاں پر لعنت بھیج[3]

سیوطی نے کہا: احمد بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، اور بیہقی، نے دلائل میں ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر کہتے تھے: رسول خداؐ نے جنگ احد میں فرمایا:

خدایا تو ابو سفیان پر لعنت کر! حارث بن ہشام پر لعنت کر، سہیل بن عمرو پر لعنت کر، اور صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔

سیوطی نے کہا ہے: ترمذی نے لکھا ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بھی ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا: رسول خداؐ چار آدمیوں پر لعنت فرمایا کرتے تھے اور نماز فجر میں فرمایا کرتے تھے:

---

[1] سیرت ابن ہشام۔

[2] سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۲۳۴۔

[3] در منثور، ج ۱، ص ۱۔

خداوندا تو فلاں و فلاں پر لعنت کر ۔ ۱

نصر بن مزاحم منقری نے عبد الغفار بن القاسم سے اور انہوں نے عدی بن ثابت سے اور انہوں نے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ: (ایک مرتبہ) ابو سفیان آیا اور اس کے ساتھ معاویہ بھی تھا تو رسول خدا نے فرمایا:

معبود تابع اور متبوع دونوں پر لعنت کر پالنے والے تو اقیص پر (عذاب نازل کر) ۔

براء نے اپنے باپ سے پوچھا: اقیص کون ہے؟ کہا! معاویہ ۔ ۲ نصر نے علی بن الاقمر سے آخر حدیث میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ: رسول خدا نے ابو سفیان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا تو وہ سوار تھا اور معاویہ اور اس کا بھائی ایک سواری کو آگے سے کھینچ رہا تھا ایک پیچھے سے ہنکا رہا تھا تو آنحضرت نے فرمایا:

پروردگار آگے سے کھینچنے والے، اور پیچھے سے ہنکانے والے اور سوار (سب ہی) پر لعنت کر ۔ ہم لوگوں نے پوچھا:

کیا تم نے خود اپنے کانوں سے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں ورنہ میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں ۔ ۳ نیز اس خط کو پڑھئے جو جناب محمد بن ابی بکر الصدیق نے معاویہ کو لکھا تھا۔ اس میں ہے تو ان سے (حضرت علی سے) مقابلہ کرتا ہے حالانکہ تو تو ہے وہ وہ ہیں ۔ خلوص نیت کے اعتبار سے وہ تمام لوگوں سے زیادہ سچے ہیں، ذریت کے اعتبار سے سب افضل ہیں ۔۔۔۔ "کیونکہ ان کے بیٹے سردار جوانان جنت ہیں" مترجم ۔۔۔ زوجہ کے اعتبار سے وہ سب سے اچھے ہیں ۔۔۔۔ "کیونکہ ان کی زوجہ سیدۃ نساء العالمین ہے" مترجم ۔۔۔۔ ابن عم کے اعتبار سے پوری دنیا سے افضل ہیں ۔۔۔۔ کیونکہ ان کے ابن عم رسول خدا

---

۱ درمنثور، ج ۴ ص ۱۷۱ ۔

۲ واقعہ صفین، ص ۲۱۷، تحقیق و شرح استاد عبد السلام محمد ہارون ۔

۳ واقعہ صفین، ص ۲۲۰ ۔

ہیں۔ مترجم ــــــ انہیں کا بھائی (جعفر) جنگ موتہ میں خدا سے معاملہ کرنے والا ہے انہیں کا چچا (حمزہ) سید الشہدا جنگ احد میں بنا انہیں کا باپ (حضرت ابو طالبؑ) رسولؐ کے سچے اور واقعی حامی تھے اور ہم ان کے مددگار تھے۔

لیکن تو اے معاویہ ملعون ابن ملعون ہے، تو اور تیرا باپ ہمیشہ رسول خداؐ کے لئے کلفتوں و مصائب کا سبب بنا ــــــ ہمیشہ قبیلوں کو رسول خداؐ کے خلاف اکساتا رہا ــــــ تم دونوں ہمیشہ نور خدا کے بجھانے کی کوشش کرتے رہے، لشکروں کو اکٹھا کرتے رہے۔ مال خرچ کرتے رہے قبائل کو ابھارتے رہے۔ اسی عالم میں تیرا باپ مرگیا اور اسی پر تجھ کو نائب بنا گیا۔؎۱
معاویہ نے اس خط کا بہت سخت لہجہ میں جواب دیا تھا لیکن ملعون ہونے کی نفی نہیں کرسکا۔؎۲

ان مثالوں کی تحلیل و تشریح

ہم نے جو مثالیں رسول خداؐ سے نقل کی ہیں یہ سب (ہر صحابی عادل ہے) کے نظریہ کی مکمل طرح مخالف ہیں کیونکہ جس کے قتل کا آنحضرتؐ حکم دیں وہ عادل نہیں ہوسکتا، جن لوگوں کے گھروں کو جلوا دینا یا جلانے کا حکم دے دیں) وہ لوگ ہرگز عادل نہیں ہوسکتے، جو شخص جنت کے لئے جنت اسپند نہ کہے اور جو خاندان کے لئے جنگ کرے وہ عادل نہیں ہوسکتا، اسی طرح جس پر رسول لعنت کریں، اور جس کے صلب پر لعنت کریں وہ عادل نہیں ہوسکتا، جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بھی عادل نہیں ہوسکتے ــــــ کیونکہ ان لوگوں کی عدالت کا قول سنت مطہرہ سے معارض ہے اور سنت مطہرہ ایسے لوگوں کی عدالت کی نفی کرتی ہے، ہاں جو لوگ اندھی تقلید کرتے ہیں ان کو ثبوت عدالت کی فکر ہی نہیں ہے وہ غافل ہیں اب آپ فیصلہ کیجئے کہ کس کو تسلیم کریں، سنت رسول خداؐ کو یا اندھی تقلید کو؟

؎۱ مروج الذہب مسعودی، ج ۳ ص ۱۴، اس حصہ کو میں نے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے۔

؎۲ مروج الذہب، ج ۳، ص ۱۵ و ۱۶۔

ہاں انفاضل صحابہ کی عدالت میں اختلاف نہیں ہے۔ ہر صحابی کے عادل ہونے میں جھگڑا ہے۔ عمومی عدالت کو سنت مطہرہ رد کرتی ہے کیونکہ یہ نظریہ سنت سے مکمل طور پر ٹکراتا ہے۔

ہر صحابی کی عدالت کا نظریہ حقیقت حال کے بھی خلاف ہے

پہلی مثال

جس نے قتل، غارت گری، مکانات کو گرا کر، آگ لگا کر، رسول خدا کے انصار کو سب و شتم کرا کر، مسلمانوں کے وہ اصول جو شرعی مصارف کے لئے مخصوص تھے، شام پر بیس سال حکومت کے دوران ان کو جمع کر کے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال کر کے اپنی بیعت لی، اسی معاویہ نے عطایائے جدید کی رسم ڈالی۔ جب کوئی نیا خلیفہ معین ہوتا تھا تو وہ لشکریوں کو عطیہ دیتا تھا اور اسی عطیہ کا نام "رزق البیعۃ" رکھا تھا[1]

اور جب معاویہ نے اپنے بعد کے لئے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لئے وصیت لکھی اور جبری طور سے لوگوں سے یزید کے لئے بیعت کرائی اور یزید کی بیدینی و بدخصلتی و گستاخی کے باوجود اس کو اصحاب رسولؐ پر امیر بنا دیا گیا تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ معاویہ حکومت چاہتا ہے۔

دوسری مثال

معاویہ ابن ابی سفیان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی: اگر اہل مدینہ تیرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو ان سے مقابلہ کے لئے مسلم بن عقبہ کو بھیجنا، او رمسلم کے پاس (جب وہ مدینہ پر حملہ کرنے نکلا) پاکیزہ ترین صحابہ کی ایک لسٹ تھی جن کو ایک ایک کر کے قتل کرنا تھا، چنانچہ جب مسلم عاصمۃ النبیؐ (مدینہ) میں پہونچا تو اس نے ایسے ایسے ناشائستہ افعال کئے جس سے آسمان چیخ پڑا اور اس

---

[1] نظام الحکم للقاسمی، ص ۲۸۳۔

[2] اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۹۲۔

(ہنگامہ) میں مروان حاکم لشکر ورہنما کی طرح ہدایات جاری کر رہا تھا اور ابن عقبہ والس کا کامیاب لشکر اس کے احکام کا نفاذ کر رہا تھا اور لوگوں کو بڑی بے رحمی اور بے دردی سے قتل کر رہا تھا اور یہ کام بدترین بوچڑ خانہ کی صورت میں انجام پذیر ہوا معاویہ کی وصیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

(۱) —— بدریوں کی جتنی تعداد مدینہ میں تھی ان کو مکمل طور سے قتل کر دیا گیا۔

(۲) —— قریش و انصار کے سات سو مرد قتل کر دیئے گئے۔

(۳) —— دس ہزار آزاد شدہ غلام اور عرب قتل کر دیئے گئے۔

یہ واقعہ، واقعہ حرّہ کے نام سے مشہور ہے جو ۶۳ھ میں پیش آیا۔ اور عبداللہ بن عمر نے اس موقع پر کہا: ہم تو اس کے ساتھ ہوں گے جو غالب ہوگا اور ان کا یہ قول ایک قاعدہ اور دستور بن گیا، اور جب حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی تو یہ اپنے کو الگ تھلگ کیے ہوئے تھے۔ ۱؎

تیسری مثال

۴۰ھ میں معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار لشکر کے ساتھ بھیجا۔ بسر مدینہ آیا اور منبر پر جا کر اس نے مدینہ والوں کو ڈرایا اور قتل کی دھمکی دی۔ مدینہ والوں نے معاویہ کی بیعت کو قبول کر لی —— اور بیعت کی —— اس کے بعد بسر مکہ گیا پھر وہاں سے یمن گیا —— بسر کی آمد کی خبر سن کر وہاں کے حاکم عبیداللہ بن عباس ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے —— بسر نے وہاں کے حاکم عبیداللہ بن عباس کو تو نہ پایا لیکن ان کے دو چھوٹے بچے عبدالرحمن اور قاسم نامی مل گئے ان دونوں بچوں اور ان کے ماموں جو ثقیف سے تھے ان سب کو بسر نے قتل کر دیا۔ (اسی طرح) مدینہ میں اور دونوں مسجدوں کے درمیان کثیر مخلوق کو قتل کیا اور جرف (یمن کے قریب ایک جگہ ہے)

۱؎ ہر تاریخی کتاب میں پڑھئے کم از کم الامامۃ والسیاسۃ ج۱ میں واقعہ حرّہ کے نتائج دیکھ لیجئے۔

میں بھی بہت سے لوگوں کو قتل کیا جن کا تعلق ہمدان سے تھا، صنعاء میں بہت سے بچوں کو قتل کیا اور جس کے بارے میں اطلاع ملی کہ یہ حضرت علیؑ کی طرف مائل ہے یا ان کو دوست رکھتا ہے اس کو ضرور قتل کرڈالا[1] عبید اللہ بن عباس کی بیوی جویریہ جس کے دونوں بچے قتل کردئے گئے تھے وہ اپنے گھر (یا کعبہ) کے گرد بالوں کو کھول کر چکر لگاتی تھی اور ایسا دسوز مرثیہ پڑھتی تھی کہ پتھر پگھل جاتے تھے۔[2]

چوتھی مثال

بیان کیا گیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے امام حسنؑ کو زہر دیا تھا، (معاویہ نے یہ زہر جعدہ کو بھیجا تھا اور لکھا تھا:

اگر تو کسی حیلہ سے اس کے ذریعہ امام حسن (ع) کو قتل کردے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا اور (اپنے بیٹے) یزید سے تیری شادی کردوں گا۔

جعدہ نے جب امام حسنؑ کو زہر دیکر شہید کردیا تو معاویہ نے مال کا وعدہ تو پورا کردیا اور جعدہ کو لکھا:

مجھے یزید کی زندگی بہت محبوب ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں شادی کا وعدہ بھی پورا کرتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے مرتے وقت فرمایا:

اس کے زہر نے مجھے قتل کردیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا، لیکن خدا کی قسم (جعدہ کے ساتھ) اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرے گا وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، اور مروج الذہب، ج ۳ ص ۲۶۔

[2] مروج الذہب ، ص ۲۷۔

جناب عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں رسول خداؐ کے پاس تھا کہ اتنے میں علیؑ ابن ابی طالبؑ آئے، فوراً آنحضرتؐ نے اپنے چہرے سے اظہار بشاشت فرمایا، میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ آپؐ اس نوجوان سے اتنی زیادہ اظہار محبت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

چچا! خدا تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے، کوئی نبی نہیں گزرا مگر اس کی ذریت اس کے بعد اس کی صلب سے ہوئی، لیکن میری ذریت اس کے (علیؑ کے) صلب سے قرار دی۔

(اسی طرح) معاویہ نے عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کو زہر دیا، یہ اس وقت ہوا جب معاویہ نے اہل شام سے شورہ لیا کہ میں اپنے بعد کس کو حاکم بناؤں؟ تو سب نے کہا: ہم عبد الرحمٰن کے لئے راضی ہیں، معاویہ کو یہ بات بہت ہی ناگوار گزری، اور اس نے عبد الرحمٰن کو زہر دے دیا ۲ اور یہی کام معاویہ نے عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق کے ساتھ بھی کیا

پانچویں مثال

بہت بڑی خوشی!

محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید رازی سے اور انہوں نے علی بن مجاہد سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے فضل بن عباس بن ربیعہ سے نقل کیا ہے کہ (عبد اللہ بن عباس معاویہ کے پاس ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور اس وقت شام میں تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب امام حسنؑ کو قتل کیا گیا تھا)، عبد ابن عباس کہتے ہیں:

خدا کی قسم میں مسجد میں تھا کہ معاویہ نے اپنے قصر خضراء میں تکبیر کہی (اس تکبیر کو

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹۔

۲۔ استیعاب حالات عبد الرحمٰن اور شیخ المفیرۃ کا ص ۱۵۱۔

سنکر، قصر خضراء والوں نے بھی تکبیر کہی (ان کی تکبیر سنکر) مسجد والوں نے بھی تکبیر کہی، آواز تکبیر کو سنکر فاختہ بنت قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف نے اپنی کھڑکی سے سر نکال کر پوچھا:

امیر المومنین خدا آپ کو خوش رکھے یہ کون سی خبر مسرت تھی جس پر آپ اتنا خوش ہوئے؟: معاویہ نے کہا: حسن (ع)، بن علی (ع) کی موت! فاختہ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، اس کے بعد وہ رونے لگی پھر بولی:

سید المسلمین اور پسر بنت رسول اللہ کا انتقال ہوگیا؟ اس پر معاویہ نے کہا: خدا کی قسم اس عورت نے جو کیا وہ بہت اچھا کیا، یقیناً حسن ایسے ہی تھے اور وہ اس کے اہل تھے کہ ان پر گریہ کیا جائے،

یہ خبر جب ابن عباس کے کانوں میں پہونچی تو وہ اٹھے اور معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن کا انتقال ہوگیا؟ ابن عباس نے کہا: کیا اسی لئے تم نے تکبیر کہی تھی؟ معاویہ نے کہا: ہاں [1]

چھٹی مثال

عمرو بن سعد بن ابی وقاص صحابی کی سرکردگی میں فوج آگے بڑھتی رہی، اور جب لشکروں کی امام حسین علیہ السلام کے خلاف یلغار ہوگئی اور آپ کو یقین ہوگیا کہ اب چھٹکارا ممکن نہیں ہے تو آپ نے دفاع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ قتل ہوگئے، جس شخص نے آپ کو قتل کیا تھا وہ مذحج کا ایک مرد تھا اس نے امام حسین کا سر کاٹ کر اس کو لیکر ابن زیاد کے پاس گیا اور کہنے لگا:

املاء رکابی فضۃ وذھبا	ــــــ	انی قتلت الملک المحجبا
قتلت خیر الناس اما وابا	ــــــ	وخیرھم اذ ینسبون نسبا

---

[1] مروج الذہب ج ۲ ص ۴۱۸ ، ۴۱۹ ۔

میرے پیالے کو سونے چاندی سے بھر دے، کیونکہ میں نے ایک نجیب بادشاہ کو قتل کیا ہے، ایسے شخص کو قتل کیا جو ماں باپ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر تھا اور جب لوگ نسب بیان کریں تو سب سے بہتر نسب والا تھا۔

اور صرف قتل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انساب الاشراف میں بلاذری کہتا ہے آپ کی ردا اور سلیپر کو بھی آپ کے جسم سے اتار لیا، اور عمرو ابن سعد بن وقاص صحابی نے حکم دیا کہ حسینؑ کے لاشہ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا جائے، چنانچہ اسحاق بن حبیرۃ الحضرمی نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس کام کو کیا [1] اس کے بعد عمرو بن سعد بن ابی وقاص ذریت محمدؐ کو تباہ کر کے جبکہ وہ سب پیاس کی حالت میں شہید کئے گئے حالانکہ ان کے قریب ہی نہر فرات بہہ رہی تھی جس سے کتے تک سیراب ہو رہے تھے مگر وہ ذریت محمدؐ پر حرام تھی۔ کامیابی کے نشہ میں چور واپس آیا۔

ساتویں اور آخری مثال

جب امام حسنؑ معاویہ کے ساتھ اکٹھا ہوئے تو آپ نے —— اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے —— فرمایا :

اے کوفہ والو!

اگر میرے باپ کے قتل اور میرے کارواں پر حملہ و یورش اور مال و اسباب کا لوٹنا، اور میرے شکم میں نیزہ مارنے کے علاوہ تم نے کوئی اور کام نہ بھی کیا ہوتا تب بھی تمہارے یہ تینوں کام ایسے تھے جو میرے اختیار کو سلب کرنے کے لئے کافی تھے —— چہ جائیکہ تم نے میرے لئے حالات ایسے بنا دیئے کہ مجبوراً —— میں نے معاویہ کی بیعت کر لی [2]

---

[1] انساب الاشراف بلاذری، مقتل حسینؑ ۔

[2] مروج الذہب، ج ۲ ص ۴۳۱ ۔

امام حسن علیہ السلام جب خلیفہ ہوئے تو بارہ ہزار کا لشکر لیکر کوفہ سے نکلے اور مدائن میں پڑاؤ ڈالا وہاں پر آپ ہی کے لشکر کے کچھ لوگوں نے شبخون مارا اور آپ کے مال و اسباب کو لوٹ کر آپ کو چھوڑ کر چلے گئے بلکہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ امامؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالہ کر دیا جائے اور بعض تو اس بات کا پختہ ارادہ کر چکے تھے کہ امام حسنؑ کو قتل کر دیا جائے ۔

ان مثالوں کی تحلیل

قتل ، غارتگری ، آتش زنی ، اہل بدر کا ہلاک کرنا ، ایک دن کے اندر بغیر کسی ضرورت کے مدینہ منورہ کے گیارہ ہزار مسلمانوں کو قتل کر دینا ، ایسی چیزیں ہیں جو سراسر عدالت کے خلاف ہیں ، بچوں کا قتل اور ایسے تمام لوگوں کا قتل جن کے بارے میں گمان ہو جائے کہ یہ ولی خدا حضرت علیؑ کو دوست رکھتے ہیں یہ چیز دعویٰ عدالت سے جوڑ نہیں کھاتی ، امام حسنؑ کو زہر دینا ، امام حسینؑ کو قتل کرنا ، ان کے جسم مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا ، آلِ محمدؐ کو ہلاک کرنا ، ان پر فرات کا پانی بند کر دینا یہ سب زعم عدالت کے منافی ہے ،

یا اور اس قسم کے دیگر امور جن کا شمار بھی ممکن نہیں ہے اہلسنت کے نظریہ " تمام صحابہ عادل ہیں " اور " تمام صحابہ جنتی ہیں " اور " کوئی صحابی جہنم میں نہیں جا سکتا " کی دھجیاں اڑاتے ہیں ، کیونکہ اگر ہم اس نظریہ کو تسلیم کریں تو گویا جن لوگوں نے محارم خدا کی ہتک کی ہم نے ان کو بدیہی شمار کیا ۔ امام حسن علیہ السلام کو زہر دینا ، امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا ، اہلبیت علیہم السلام کو تباہ و برباد کرنا ، افاضل صحابہ کو ہلاک کرنا : یقیناً اجتہاد نہیں ہے ، بلکہ فقط عدوان ہے اور جو بھی شخص ایسے امور کا ارتکاب کرے وہ کسی بھی عقلی و دینی اور بشری قانون کے موافق عادل نہیں ہے ۔

کوئی بھی امریکی فرانسیسی یا روسی یا بت پرست قائد ایسا نہیں کر سکتا کہ دو چھوٹے بچوں کو ان کے باپ کی عدم موجودگی میں تہ تیغ کر دے جیسا کہ بسر بن ارطاۃ نے کیا تھا ۔

پس دونوں بچوں کا قتل معاویہ یا اس کے بیٹے کی حکومت میں نہ کوئی اضافہ کر سکتا تھا اور نہ ہی کوئی کمی کر سکتا تھا ، یہ عمل ہر اعتبار سے ایک وحشی عمل تھا جس کا کوئی جواز ممکن ہی نہیں ہے کیا

یہ بات معقول ہے کہ جو ایسا وحشیانہ قتل کرے یا اس کا حکم دے وہ عادل صحابہ میں شمار ہو سکتا ہے ؟ یا کسی کے عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ خدا ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا ؟

ہاں اندھی تقلید کی بنا پر ہر عجیب و غریب بات قابل قبول ہو سکتی ہے، لیکن شرع مبین کے اصول پر یہ ناممکن ہے ، یہیں سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ رسول خداؐ کے بعد جو واقعات ہوئے وہ مکمل طور سے اس نظریہ " تمام صحابہ عادل ہیں " کو باطل کر دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے دراصل اس نظریہ کو سیاسی اغراض کے لئے ایجاد کیا گیا تھا (جیسا کہ میں عنقریب اس کو ثابت کروں گا) اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حکومت شرعی کے خلاف بغاوت کی پردہ پوشی کی جا سکے اور نااہلوں کی حکومت کے لئے زمین ہموار کی جا سکے مگر خدا ہر امر پر غالب ہے، پھر تقلیدی طور پر یہ نظریہ نسلوں میں منتقل ہوتا رہا جیسے لباس کے ماڈل۔

عدالت صحابہ کا نظریہ، روح اسلام سے ٹکراتا ہے

خداوند عالم نے موت و حیات، زمین اور اس کی چیزوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ اپنے بندوں کو آزمائے کہ عمل کے اعتبار سے ان میں کون اچھا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے،

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا [1]

جو کچھ روئے زمین پر ہے ہم نے اسے اس کی زینت (رونق) قرار دی تاکہ ہم لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون سب سے اچھے چال چلن کا ہے۔

(۲) ——— الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا [2] وہ جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تم کو آزمائے کہ عمل کے اعتبار سے تم میں کون بہتر ہے،

پس زندگی کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ مکلفین کے امتحان کا میدان بنے اور اس زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ امتحان و آزمائش کے لئے ایک ذریعہ ہے، اور یہ آزمائش اس وقت سے شروع

---

[1] سورہ کہف آیت ۴۶۔

[2] سورہ ملک آیت ۲۔

ہوتی ہے جب آدمی صاحب عقل و تمیز ہو جاتا ہے اور موت کے ساتھ اس آزمائش کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر تمام صحابہ عادل ہیں تو ان سب کے لئے جھوٹ ناممکن ہے اور یہ سب منزّہ و مبرّہ ہیں اور یہ سب جنتی ہیں ان میں کا کوئی جہنم میں نہیں جا سکتا اس لئے یہ حضرات میدان عمل سے بالکل خارج ہیں اور ان کے امتحان و اختیار کی ضرورت بھی نہیں ہے مگر یہ بات ان کی مقصد حیات سے ٹکراتی ہے کیونکہ ایسا ماننے پر الٰہی آزمائش کا خاتمہ ماننا پڑے گا۔

اس کے علاوہ یہ نظریہ روح اسلام کے منافی ہے کیونکہ بیشک ہر انسان گھاٹے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے، پس ہر مسلمان کی قدر و منزلت اسی میں ہے کہ مرتے دم تک اوامر الٰہی کی پابندی کرے اور اسی پابندی سے جتنا الگ ہوگا اتنا ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، اور ہمیشہ اعتبار حسن خاتمہ کا ہے اسی لئے اگر کوئی مسلمان زندگی بھر اوامر الٰہی کی پابندی کرتا ہے لیکن مرنے سے صرف ایک دن پہلے کافر ہو جائے تو گذشتہ زندگی بھر کی اطاعت بیکار ہو جائے گی۔

اور خدا کے فضل سے رسولؐ کو اپنے بعد ہونے والے تمام واقعات کا چونکہ علم تھا اس لئے حجۃ الوداع میں تمام مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا:

میرے بعد تم لوگ کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارتے پھرو۔

اور یہ خطاب تمام صحابہ سے دونوں معنوں کے اعتبار سے ہے۔

بخاری نے ابن عباس کے حوالہ سے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

تم لوگ ننگے سر ننگے پیر محشور کئے جاؤ گے میرے کچھ اصحاب داہنی طرف کچھ بائیں طرف کھینچے جائیں گے تو میں کہوں گا:

میرے اصحاب میرے اصحاب تو کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں، اسی وقت سے اپنے پیر کفر کی طرف پلٹ گئے اور مرتد ہو گئے تو میں کہوں گا وہی بات جو عبد صالح نے کہی تھی کہ جب تک میں ان کے درمیان تھا گواہ تھا،

مسلم نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس طرح:

یقینی طور سے میرے پاس کچھ میرے اصحاب لائے جائیں گے یہاں تک کہ جب

میں ان کو پہچان لوں گا تو ان کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا، میں کہوں گا:
یہ میرے اصحاب ہیں! تو مجھ سے کہا جائے گا تم کو نہیں معلوم انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے؟

بخاری نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:
جب میں (قیامت کے دن) کھڑا ہوں گا اتنے میں ایک گروہ کو دیکھوں گا، جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص نکلے گا اور کہے گا:
آؤ، چلیں، میں پوچھوں گا کہاں؟ وہ کہے گا: خدا کی قسم جہنم میں!! میں پھر کہوں گا آخر ان کی یہ حالت کیوں ہے؟ وہ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد پھر اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گئے تھے، پس میں دیکھوں گا کہ بہت ہی کم لوگوں کو نجات ملے گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول خداؐ نے فرمایا:
قیامت کے دن میرے پاس میرے اصحاب کا ایک گروہ حوض کوثر پر آئے گا لیکن ان کو پانی پینے سے روک دیا جائے گا تو میں کہوں گا: خداوندا یہ میرے اصحاب ہیں؟ جواب آئے گا تم کو نہیں معلوم انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے یہ مرتد ہو گئے اور اپنے پہلے دین کی طرف پلٹ گئے تھے۔

اور سہل بن سعد سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:
(قیامت کے دن) میرے پاس بہت سے ایسے گروہ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر ان کے اور میرے درمیان حائل قائم کر دیا جائے گا۔

ابو حازم کہتے ہیں: نعمان ابن ابی عیاش نے مجھ سے یہ روایت سنکر پوچھا: کیا تم نے سہل سے اسی طرح سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! تب انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کو ابو سعید خدری سے (بھی) سنا ہے (مگر) وہ اس میں اتنا اضافہ بھی کرتے تھے: پس رسول خداؐ فرمائیں

گے: یہ سب میرے آدمی ہیں تو رسول خداؐ سے کہا جائے گا: آپؐ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ تو میں کہوں گا ان کے لئے موت ہو انہوں نے میرے بعد تغیر پیدا کر دیا۔

بخاری نے ابن عباس کی حدیث کا ایک حصہ نقل کیا ہے اس میں ہے: میرے اصحاب کے کچھ افراد کو (جہنم کے) بائیں طرف لیجایا جائے گا تو میں کہوں گا میرے اصحاب! تو کہا جائے گا: جب سے آپ ان لوگوں سے جدا ہوئے ہیں اسی وقت سے یہ لوگ پلٹ گئے اور مرتد ہو گئے۔

ابو یعقوب نے بھی مسند عمر میں اسی طرح لکھا ہے۔

بخاری نے باب غزوہ حدیبیہ میں العلاء بن المسیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ المسیب نے کہا: میں نے براء بن عازب سے ملاقات پر کہا: مبارک ہو کہ آپ کو رسولؐ کی صحبت نصیب ہوئی اور تحت الشجرۃ آپ نے بیعت کی، اس پر براء نے کہا: میرے بھتیجے تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے حضور کے بعد کیا کیا ہے۔

بخاری نے عبداللہ کے واسطے سے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں تم لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوں گا تم میں سے کچھ لوگوں کو وہاں سے ہنکایا جائے گا اور مجھ سے جدا کر دیا جائے گا میں کہوں گا: پالنے والے میرے اصحاب! اس وقت مجھ سے کہا جائے گا: تم کو معلوم نہیں ہے ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس حدیث کو عاصم نے ابی وائل سے نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ (اس حدیث کو) حصین نے ابی وائل سے اور ابی وائل نے حذیفہ سے اور حذیفہ نے رسولؐ سے نقل کیا ہے۔

اسماء بنت ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

(قیامت کے دن) میں حوض کوثر کے کنارے ہوں گا تاکہ میں دیکھوں تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے (نا گہاں میں دیکھوں گا کہ) ایک گروہ کو میرے پاس سے دور کیا جا رہا ہے تو میں کہوں گا: خدایا یہ میرے ہیں اور میری امت میں سے ہیں! تو جواب دیا جائے گا کیا تم کو معلوم ہے انہوں نے تمہارے

بعد کیا کیا؟ خدا کی قسم تمہارے مرتے ہی یہ دین سے پھر گئے۔

بخاری کہتے ہیں اسی لئے ابن ملیکہ کہا کرتے تھے: خداوندا ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ تیرے دین سے پلٹ جائیں یا اپنے دین کے بارے میں گمراہ ہو جائیں۔

یہ تھوڑی سی وہ حدیثیں ہیں جو ہم نے بخاری و مسلم سے نقل کی ہیں، بخاری اور مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں بہت ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے ان کو ترک کرتے ہیں ۱؎

ان نمونے کے حدیثوں کی تشریح

رسول خداؐ کی وہ حدیثیں جن کو ہم نے ابھی کچھ ہی پہلے بیان کیا ہے کہ صحابہ کی ایک قسم وہ ہوگی جو آنحضرتؐ کے بعد دین کو بدل دے گی اور وہ لوگ الٹے پیر اپنے سابق دین کی طرف پلٹ جائیں گے اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور حدیثوں کے لکھنے والے بخاری اور مسلم ہیں جو اپنے مقلدین کی نظر میں صحت و اعتبار کے لحاظ سے قرآن کے بعد ہیں اب ان کے اس قول: "تمام صحابہ عادل ہیں اور سب جنتی ہیں، کوئی صحابی جہنم میں نہیں جا سکتا" اور نصوص نبویہ قاطعہ متواترہ میں جن کی تائید حقیقت حال بھی کرتی ہے کیونکر توفیق پیدا کی جا سکتی ہے؟

بہر حال ان کے عقائد اور نصوص قطعیہ میں اتحاد پیدا کرنا ناممکن ہے کیونکہ ہر صحابی کی عدالت کا نظریہ بنیادی طور سے باطل ہے کیونکہ یہ نظریہ مقصد حیات یعنی ابتلاء سے ٹکراتا ہے جس طرح یہ اس روح اسلام سے بھی ٹکراتا ہے جو صحیح زندگی کو عمل صالح اور ہمیشہ حق و صبر کے توصیہ سے مربوط کرتا ہے اور ان تمام امور کا خاتمہ حسن عافیت کے ساتھ ہے۔

۱؎ آزاد المسلمین، ص ۱۱، اور اس کے بعد، مسند امام احمد، ج ۵، ص ۵۰، ج ۱، ص ۲۳۵۔

اس نظریہ کا بطلان

ابن عرفہ ـــــ جو نفطویہ کے نام سے مشہور تھے ـــــ نے روایت کی ہے اور یہ اکابر محدثین اور اعلام میں تھے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ:

فضائل صحابہ کی زیادہ تر حدیثیں بنی امیہ کے زمانہ میں ان سے قربت حاصل کرنے کے لئے گڑھی گئیں، جن کا مقصد بنی ہاشم کی ناک رگڑنا تھا، اور ان حدیثوں کو اس طرح جعل کیا گیا ہے کہ جس سے معلوم ہو ہر صحابی فرداً فرداً نمونہ تھا اور تمام اہل زمین کے لئے اچھے قائد تھے اور اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کو سب وشتم کرنے یا کسی برائی سے متہم کرے تو اس پر سب کی لعنتیں انڈیل دی جائیں جیسے انس بن مالک کی روایت ہے: جو کوئی میرے کسی صحابی پر سب وشتم کرے اس پر خدا، ملائکہ، اور لوگوں کی لعنت ہو اور اگر کوئی کسی قسم کا ان کو عیب لگائے یا برائی کرے تو اس کے ساتھ کھانا پانی چھوڑ دو اور مرجائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو، اسی قسم کی اور بھی روایات آئی ہیں اور ان میں کسی صحابی کو کسی دوسرے سے تمیز نہیں دی گئی ہے۔

نکتہ

نص کے ذریعہ ولی اللہ، نص کے ذریعہ برادر رسول اللہؐ، نص کے ذریعہ عمید البیتؑ، نص کے ذریعہ باب مدینہ علم لدنیؑ (حضرت علی) کم از کم دوسروں کی طرح لفظ صحابی کے حامل تو بہر حال تھے، پھر جو شخص آپ پر سب وشتم کرے، سب وشتم کرنے کو واجب قرار دے آپ کی توہین وتنقیص کرے، شہروں شہروں اس کا حکم جاری کرے یعنی ان شہروں میں جہاں اس کی حکومت ہو جیسے معاویہ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ معاویہ کے حکم کی پیروی کریں ان کا کیا حکم ہے؟ حدیث شریف ـــــ تنقیص صحابی کرنے والے کے ساتھ کھانا پانی بند کردو وغیرہ ـــــ کا حکم ان کو بھی شامل ہوگا کہ نہیں؟

صحابہ اور قانون بنانا

صحابہ کے زمانہ میں اور تابعین کے پہلے طبقہ والے صرف رسول خدا ؐ کے اقوال و افعال پر انحصار کرتے تھے اور یہ لوگ راویوں کی صداقت کی جستجو بھی کرتے تھے ، بلکہ بعض تو قسم بھی کھلوا لیتے تھے اور زیادہ تر لوگ بعض راویوں کی روایات سے اجتناب کرتے تھے کیونکہ وہ بعض رسول خدا ؐ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے تھے نیز حضرت عمر کے دُرّہ کا خوف بھی تھا ،

پہلے تو سنت کا یہی مفہوم تھا جو متقدمین صحابہ کے نزدیک مسلم تھا کہ سنت صرف اقوال و افعال رسول ؐ کا نام ہے لیکن بعد کے زمانوں میں جب مذاہب کی تعداد بڑھ گئی اور مرکزی مقامات اور جگہوں پر آراء و نظریات میں کثرت پیدا ہو گئی تو مفہوم سنت میں بھی وسعت پیدا ہو گئی اور صحابی کی رای اور ان کا فتویٰ بھی سنت میں شامل ہو گیا چنانچہ لوگوں کو جب کسی چیز کا حکم قرآن اور سنت رسول ؐ میں نہیں ملتا تھا تو مصادر تشریع میں کتاب اور سنت رسول ؐ کے بعد ایک مصدر ثالث "آراء صحابہ" کا بھی اضافہ ہو گیا ،

اور غالباً حنفی ، مالکی ، حنبلی فرقوں کے آئمہ اور علماء میں شافعی علماء سب سے زیادہ متعصب اور متشدد تھے جیسا کہ ان کی تصریحات اور فقہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ اگرچہ قیاس کی بڑی شدت سے طرفداری کرتے تھے اور کتاب خدا کے بعد قیاس کو افضل المصادر سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود تعارض کی صورت میں صحابی کی نظر کو برتر مانتے تھے ، چنانچہ ان سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے :

> جب مجھے مسئلہ کا حکم قرآن اور حدیث میں نہیں ملتا تو میں اصحاب رسول ؐ کے قول کو اختیار کر لیتا ہوں ۔

اب اگر کسی مسئلہ میں اصحاب کی رائے میں بھی اختلاف ہوتا ہے تو جس کے قول کو چاہتا ہوں قبول کر لیتا ہوں اور جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں ، لیکن ان کے قول کو چھوڑ کر کسی تابعی کے قول کو نہیں اختیار کرتا ہوں ۔

ابن القیم کے اعلام الموقعین میں ہے : امام احمد کے نزدیک اصول احکام پانچ ہیں ،

(۱) ــــــــــــ نص ،

(۲) ــــــــــــ فتوی صحابہ ،

اور حنفی ، و حنبلی علماء اس بات کے قائل ہیں کہ : تحکم عموم قرآن کو ــــــ قول صحابہ کی طرح ــــــ عمل صحابی سے بھی تخصیص دی جاسکتی ہے ، کیونکہ عالم صحابی عموم قرآن پر عمل اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک اس کے پاس دلیل نہ ہو لہذا صحابی کا عموم کتاب کے خلاف عمل کرنا عموم قرآن کے تخصیص کی دلیل ہے اور اس کا قول بمنزلہ عمل ہے ۔ ؎۱

اب آپ دیکھئے اہلسنت کے اس نظریہ اور شیعوں کے قول میں کتنا فرق ہے ؟

شیعہ کہتے ہیں : وضع قانون کے سلسلہ میں سنت پر اس وقت تک بھروسہ نہیں کیا جاسکتا جب تک کسی قرآنی آیت سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو کیونکہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے اور عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے ــــــ اس لئے کسی چیز کے نہ ہونے یا نہ سمجھنے کا سوال ہی نہیں ہے " مترجم " ــــــ اور اس کا اسلوب بھی ایسا ہے کہ ہر عربی سمجھ لیتا ہے اور رہا سنت کا مسئلہ تو اس کی روایت رسول خدا سے ایک جماعت نے کی ہے جن کے یہاں احتمال خطا و کذب بہرحال ہے اور خود صحابہ بھی بعض اوقات دوسروں کی روایت قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے ، بلکہ صحابہ تو ایک دوسرے پر کبھی کبھی بدترین تہمت لگاتے تھے اور بعض تو بعض کا قتل کر دینا بھی جائز جانتے تھے ؎۲ ــــــ اسی لئے سنت سے وضع قانون نہیں کیا جاسکتا جب تک قرآنی آیت تائید نہ کرے ، مترجم ، ــــــ

بہرحال جمہور اہلسنت کے نزدیک واضح ترین اصول تشریع میں کتاب خدا کے بعد اقوال و آراء و اجتہادات صحابہ کا نمبر ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اقوال صحابہ سے عموم کو

؎۱ کتاب ابوحنیفہ ، تالیف ابوزہرہ ، ص ۳۰۴ ، آراء علماء المسلمین ص ۹۷ ، اور اس کے بعد ہم نے ان کے قول کا خلاصہ اس لئے بیان کیا ہے کہ یہ حق ہے ۔

؎۲ المدخل الی علم اصول الفقہ لمعروف الدوالیبی ، ص ۲۱۷ ، اور سابق حوالہ ۔

محدود و مخصوص اور مطلق کو مقید کر دیتے ہیں گویا اقوال صحابہ نہ ہوئے وحی آسمانی ہو گئی جس کے آگے پیچھے کسی طرف سے باطل نہیں آسکتا ، ظاہر ہے کہ تقدیس صحابہ میں یہ اتنا بڑا غلو ہے جو عصمت سے کم نہیں ہے اور اس عصمت کا دائرہ اتنا وسیع ہے جو منافقین اور ان مشرکین کو بھی اپنے اندر لے لیتا ہے جو نظاہر اسلام پر مجبور ہو گئے تھے ۔

اور جس زمانہ میں فقہی مذاہب کا ظہور ہوا اور ائمہ اہل بیت کی اتباع کرنے والوں کا اور ان کی فقہ و اصول بلکہ تمام معارف میں اسلام مجسم ہو کر سامنے آنے لگا تو ان سے جنگ کرنے کے لئے تقدیس و غلو صحابہ کا مسئلہ ایجاد کیا گیا اور پیروان آئمہ کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے انہیں چیزوں کی تشریح کھل کر شروع کر دی جو ان کو اپنے جد حضرت علیؑ سے میراث میں ملی تھی ، چنانچہ ائمہ فرمایا کرتے تھے ، ہم جب بھی گفتگو کرتے ہیں تو صرف وہی جو کتاب خدا کے موافق ہوتی ہے (سنو) جو حدیث ہماری طرف منسوب کی جائے اگر وہ کتاب خدا کے موافق نہ ہو تو اس کو پھینک دو جیسے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :

میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے ، اور میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے اور میرے دادا کی حدیث رسول خداؐ کی حدیث ہے اور رسول خدا کی حدیث اللہ کا کلام ہے ۔[۱]

---

[۱] میں نے اس موضوع کو سید مرتضی رضوی کی کتاب "آراء علماء المسلمین فی التقیہ والصحابہ وصیانۃ القرآن الکریم" سے اخذ کیا ہے لہذا آپ اس کتاب کا صفحہ ۸۴ اور اس کے بعد کے صفحات ملاحظہ فرمائیں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ طلاب کے سامنے حقیقت کو بیان کر دیا جائے ۔

چوتھی فصل

عدالت صحابہ کا نظریہ شیعوں کی نظر میں

① شیعوں کی صحابہؓ سے محبت

سید مرتضیٰ رضوی کہتے ہیں: شیعہ ان اصحاب محمد (ص) کو دوست رکھتے ہیں جنہوں نے دین کی مدد میں اچھا امتحان دیا اور اپنی جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ پر سب و شتم کرتے ہیں اور سب ہی کو کافر قرار دیتے ہیں یہ محض اتہام ہے اور علی الٹپ بات ہے اور مبنی بر تعصب ہے اور قبیلوں کے عصبیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اوہام و باطل چیزوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔

② شیعوں کے نزدیک صحابہؓ کون ہیں

یوں تو صحبۃ ہر اس شخص کو شامل ہے جو رسول خداؐ کے ساتھ رہا ہو یا اسنے حضور کو دیکھا ہو یا آنحضرتؐ سے کچھ سنا ہو اور اس اعتبار سے صحابیت کا اطلاق ہر مومن، منافق، عادل، فاسق

نیک، بدکار، پر ہوسکتا ہے، اس لئے محض صحابی ہونا کسی شخص کو عدالت کا لباس نہیں پہنا سکتا، بلکہ ان کی منزلت اور ان کے درجات میں اعمال کے اعتبار سے تفاوت ہے اور اس سلسلہ میں ہمارے پاس قرآن اور احادیث رسولؐ سے کافی شواہد موجود ہیں، اور آثار و شواہد بھی ہمارے مسلک کے موید ہیں کہ صحابیت تو سب کو شامل ہے مگر ان میں کچھ عدول تھے اور وہ وہ حضرات تھے جنہوں نے خدا سے کئے ہوئے اپنے عہد و پیمان کو پورا کیا اور ان کے قدم عقیدہ کی راہ میں بہت ہی راسخ تھے اور ان کی رگوں میں ایمان سرایت کرگیا تھا ان کا عمل خالص تھا، یہ درجہ کمال پر فائز تھے، اور خدا نے ان کی توصیف بیان کی ہے:

اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ
ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ
ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی
سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا
الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما [1]

(ان کے ساتھی) کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو ان کو دیکھے گا (کہ خدا کے سامنے) جھکے سربسجود ہیں، خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں، کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں اور یہی حالات انجیل میں (بھی مذکور) ہیں وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر (اجزاء زمین کو غذا بنا کر) اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی (اور اتنی جلدی ترقی اس لئے دی) تاکہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے (اچھے) کام کرتے رہے خدا

---

[1] سورہ فتح آیت ۲۹۔

نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ۔
یہی لوگ مومن ہیں :
الذین آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالھم وانفسھم
فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون ؎۱
(سچے مومن) تو بس وہی ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انہوں نے اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں ۔
خدا نے انہیں لوگوں کی اقتدار و اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے :
یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ؎۲
رسول خداؐ کے یہ وہ اصحاب ہیں جو شیعوں کے نزدیک عادل ہیں ۔
البتہ شاذ قسم کے جو صحابہ ہیں شیعہ ان کے اعمال میں بڑی آزادی کے ساتھ مناقشہ کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے میزان عمل پر تولتے ہیں جو خدا و رسول کے دشمن ہیں ان سے کسی بھی قیمت پر محبت نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اپنے ایمان کو سپر بنایا ہے اور راہ خدا سے دوسروں کو روکتے ہیں شیعہ ان سے برات کرتے ہیں، اس طرح وہ نہ خدا کی مخالفت کرتے ہیں نہ رسولؐ کی اور نہ ہی سلف صالح کی جو صحابہ میں تمیز کے قائل تھے ۔

(۳) اصلی اختلاف

اہل سنت تمام صحابہ کو دونوں معنی ـــــ لغوی اور اصطلاحی ـــــ کے اعتبار

؎۱ سورہ حجرات آیت ۱۵ ۔
؎۲ سورہ توبہ آیت ۱۱۹ ۔

سے عادل مانتے ہیں مگر شیعہ حضرات صرف ان صحابہ کی عدالت کے قائل ہیں جو واقعا صفت عدالت سے متصف ہیں ۔

④ شیعوں کی دعائیں صحابہ کیلئے

شیعہ حضرات اصحاب رسول ؐ کے لیے جو دعائیں پڑھتے ہیں وہ دلیل قاطع ہے کہ یہ لوگ صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور خالص مودت رکھتے ہیں، یہ لوگ عام طور سے انبیاء و مرسلین کے اتباع کی دعا اور خاص کر اصحاب رسول ؐ کے اتباع کی وہ دعا پڑھتے ہیں جو ان کے آئمہ سے میراث میں آئی ہے ۔

⑤ شیعوں کی مشہور دعا

صحابہ کے لیے شیعوں کی وہ مشہور دعا ہے جو صحیفہ کاملہ میں ہے یہ کتاب امام زین العابدینؑ شیعوں کے چوتھے امام ——— کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں یہ دعا ہے ۔

⑥ لفظ بلفظ اس دعا کو صحابہ کیلئے شیعہ پڑھتے ہیں

اے اللہ ! تو اہل زمین میں سے رسولوں کی پیروی کرنے والوں اور تصدیق کرنے والوں کو اور ان مومنین کو اپنی مغفرت اور خوشنودی سے یاد فرما ! جو غیب کی رو سے اس وقت ایمان لائے جب دشمن ان کے جھٹلانے پر تلے ہوئے تھے (مگر وہ) حقائق ایمان کے ساتھ مرسلین کی طرف بتقت کرنے والے تھے ہر اس دور، ہر اس زمانے میں جس میں تو نے کوئی رسول بھیجا اور اس وقت کے لوگوں کے لیے کوئی راہنما مقرر کیا حضرت

آدم کے وقت سے لیکر حضرت محمدؐ کے عہد تک جو ہدایت کے پیشوا اور صاحبان تقویٰ کے سردار تھے ان سب پر سلام ہو ، اور کثرت توان پر اپنی رحمت و رضوان نازل کر ، بار الٰہا خاص کر محمدؐ کے ان اصحاب پر (اپنی رحمت نازل فرما) جنہوں نے پوری طرح پیغمبرؐ کا ساتھ دیا ، اور ان کی نصرت میں بھر پور شجاعت کا مظاہرہ کیا اور ان کی مدد پر کمر بستہ رہے اور ان پر ایمان لانے میں جلدی کی اور ان کی دعوت کی طرف سبقت کی اور جب پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کی دلیلیں ان کے گوش گزار کیں تو انہوں نے قبول کیا ان کا بول بالا کرنے کے لئے بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیا ، امر نبوت کے استحکام کے لئے باپ بیٹوں تک سے جنگیں کیں اور نبی کریمؐ کی برکت سے کامیابی حاصل کی ، اور جو آپ کی محبت سے وابستہ تھے وہ ایسی تجارت کے متوقع تھے جس میں ان کی محبت میں کوئی کمی نہ آنے پائے اور (ان پر اپنی رحمت نازل فرما) جو دین رسولؐ سے جب وابستہ ہوئے تو ان کی قوم اور ان کے قبیلہ نے انہیں چھوڑ دیا اور جب وہ لوگ ان کے سایہ قربت میں منزل کی تو اپنے بھی بے گانے ہو گئے ، اس لئے اے میرے معبود انہوں نے تیری خاطر اور تیری راہ میں جو کچھ بھی چھوڑا ہے تو (جزا کے موقع پر) انہیں فراموش نہ کرنا ،

اور ان کی اس فداکاری اور خلق خدا کو تیرے دین پر جمع کرنے اور رسولؐ کے ساتھ داعی حق بن کر کھڑے ہونے کے صلہ میں انہیں اپنی خوشنودی سے سر فراز فرما : اور ان کا اس بات پر بھی شکریہ ادا کر (یعنی جزا دے) کہ انہوں نے تیری خاطر اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت کی ، اور وسعت معاش کو چھوڑ کر تنگی معاش اختیار کی اور (اسی طرح) ان مظلوموں کو بھی شاد و آباد کر جن کی تعداد کو تو نے اپنے دین کو غلبہ دینے کے لئے بڑھایا ۔

پالنے والے ان لوگوں کو بہترین جزائے خیر دے جنہوں نے اصحاب رسولؐ

معاویہ کے بعض مخلصوں نے جب اس کو مشورہ دیا کہ اب علیؑ اور ان کے شیعوں پر سب ولعنت کا حکم ختم کردو تو معاویہ نے کہا:

خدا کی قسم میں سب وشتم کو ختم نہ کروں گا جب تک بڑے بچے نوجواں نہ ہوجائیں
اور جوان اسی پر بوڑھے نہ ہوجائیں۔

ابوسمرۃ بن جندب صحابی کو معاویہ نے پانچ لاکھ درہم صرف اس لئے دئے تھے کہ وہ رسول خداؐ سے روایت جعل کردے کہ " ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الدّ الخصام و اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد "[1] (اے رسول! بعض لوگ (منافقین) ایسے بھی ہیں جن کی (چکنی چپڑی) باتیں (اس ذرا سی) دنیاوی زندگی میں تمہیں بہت بھاتی ہیں اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ کرتے ہیں حالانکہ وہ (تمہارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں اور جہاں تم سے منہ پھیرا تو ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے لگا تاکہ ملک میں فساد پھیلائے اور نسل وفصل کو ہلاک و برباد کردے (مگر) خدا فساد کو اچھا نہیں سمجھتا) حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور " ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد "[2]۔ (اور لوگوں سے بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ایسے ہی بندوں پر بڑا شفقت والا ہے) عبدالرحمن ابن ملجم کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کا قاتل تھا۔

آخر یہ نظریہ کیوں ایک صحابی اور دوسرے صحابی میں فرق کا قائل ہے؟ یہ کون سا ہوائی نظریہ ہے کہ ایک گروہ پر تطبیق کرتا ہے اور ایک گروہ پر تطبیق نہیں کرتا؟ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی آل پر سب وشتم کے لئے اس وقت کی حکومت نے مجبور کیا تھا اور لوگوں نے اس میں شرکت کی تھی خواہ اپنی خوشی سے کی ہو یا حکومت کے خوف و ڈر سے کی ہو۔

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۰۴ و ۲۰۵۔

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۰۷۔

کی احسن طریقہ سے پیروی کی اور ہمیشہ یہ دعا کرتے رہے :

اے ہمارے پروردگار تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے ! اور جن کا مطمح نظر اصحاب کا طریق رہا اور انہیں کا طور طریقہ اختیار کیا اور انہیں کی روش پر گامزن ہوئے، ان کی بصیرت میں کبھی شبہ کا گزر نہیں ہوا کہ انہیں (راہ حق سے) منحرف کرتا اور ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے روشن طرز عمل کی اقتدا میں شک و تردد کبھی پریشان کرتا وہ اصحاب نبیؐ کے معاون و دستگیر اور دین میں ان کے پیروکار اور سیرت و اخلاق میں ان سے درس آموز رہے اور ہمیشہ ان کے ہمنوا رہے اور ان کے پہونچائے ہوئے احکام میں ان پر کوئی الزام نہیں رکھا ،

پالنے والے آج سے لیکر قیامت تک تابعین اور ان کے ازواج اور آل اولاد اور جو تیرے مطیع و فرمانبردار ہیں ان سب پر ایسی رحمت بھیج جس کے ذریعہ تو انہیں معصیت سے بچالے ، جنت کے گلزاروں میں فراخی و وسعت دے شیطان کے مکر سے محفوظ رکھ اور جس کار خیر میں تجھ سے مدد چاہیں ان کی مدد کر اور شب و روز کے حوادث سے نوید خیر کو چھوڑ کر ان کی نگہداشت کر اور انہیں آمادہ کر کہ تجھ سے حسن امید رکھیں، تیری نعمتوں کی خواہش کریں، بندوں کے پاس فراخی نعمت کو دیکھ کر تجھ پر بے انصافی کا) الزام نہ رکھیں، تا کہ تو ان کا رخ اپنی امید و بیم کی طرف پھیر دے اور دنیا کی وسعت و فراخی سے انہیں بے تعلق کر دے اور عمل آخرت اور موت کے بعد کی منزل کا ساز و برگ مہیا کرنا ان کی نگاہوں میں خوش آیند بنا دے اور روحوں کو جسموں سے جدا ہونے کے دن ہر کرب و اندوہ جو ان پر وارد ہو اس کو آسان کر دے اور فتنے و آسائش سے پیدا ہونے والے خطرات اور جہنم کی شدت اور اس میں ہمیشہ پڑے رہنے سے نجات دے اور انہیں جائے امن کی طرف جو پرہیزگاروں کی آسائش گاہ ہے منتقل کر دے ۔ "صحیفۂ سجادیہ، ص ۴۳، ۴۵"

پانچویں فصل

نظریہ عدالت صحابہ میں غور وفکر کے نمونے

ابن عباس کا بیان

معاویہ نے ابن عباس سے چند امور کے بارے میں پوچھا، پھر اس کے بعد صحابہ کے بارے میں پوچھا تو ابن عباس نے کہا:

اے معاویہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو ایسے صحابہ سے مخصوص فرمایا تھا جنہوں نے نبی کریمؐ کو اپنے اموال اور جانوں پر مقدم کیا تھا اور ہر حالت میں اپنے نفوس کو ان کے اوپر قربان کیا تھا اور خداوندا وند عالم نے اپنی کتاب میں ان صحابہ کی یہ صفتیں بیان کی ہیں:

رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ رضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورات ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعدہ اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیماً (پ ۲۶ س فتح آیت ۲۹)

آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو ان کو دیکھے گا (کہ خدا کے سامنے) جھکے سر بسجود ہیں، خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں، کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں، یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں اور یہی حالات انجیل میں بھی (مذکور) ہیں وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر (اچار زمین کو غذا بنا کر) اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی (اور اتنی جلدی ترقی اس لئے دی) تاکہ انکے ذریعہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے خدا نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے"

انھیں اصحاب نے معارف دین کی وسعت کے لئے دین کے پرچم کو بلند کیا مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے اخلاص برتا، یہاں تک کہ اسلام کے راستے پاکیزہ ہو گئے، اس کے وسائل قوی ہو گئے، خدا کی نعمتیں آشکار ہو گئیں، خدا کا دین استوار ہو گیا دین کا پرچم نمایاں ہو گیا۔ انہیں اصحاب کی وجہ سے شرک ذلیل ہو گیا، شرک کے سردار نیست و نابود ہو گئے ان کی علامتیں مٹ گئیں، اور کلمۃ اللہ بلند ہو گیا، اور کلمہ کفر پست ہو گیا۔

ان پاکیزہ نفوس اور بلند و طاہر ازواج پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں وہ زندگی میں اولیاء تھے، مرنے کے بعد زندہ ہو گئے خدا کے یہ شائستہ بندے بندگان خدا کے لئے خیر خواہ تھے آخرت کی طرف آغاز سفر کر دیا قبل اس کے کہ وہاں پہونچیں یہ دنیا سے گئے حالانکہ ابھی دنیا میں ہیں

گفتگو یہاں تک پہونچی تھی کہ معاویہ نے یہ کہہ کر روک دیا ابن عباس کچھ اور باتیں کرو! ط۔

ط مروج الذہب مسعودی، ج ۳، ص ۶۵، ۶۶ و ص ۴۲۵، ۴۲۶ ۔

حذیفہ یمانی کی وصیت و شہادت

۳۶ھ میں جناب حذیفہ یمانی کوفہ میں بیمار تھے، ان کو اطلاع ملی کی لوگوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا اور حضرت علیؑ کی بیعت کرلی، یہ سنتے ہی انہوں نے کہا:

مجھے باہر لے چلو اور اعلان کر دو الصلاۃ جامعۃ ان کو لے جا کر منبر پر بٹھایا گیا: جناب حذیفہ نے پہلے تو خدا کی حمد کی اور ثنا کی پھر محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجا اس کے بعد کہا:

ایھا الناس! لوگوں نے علیؑ کی بیعت کرلی ہے اب تم لوگوں پر تقوائے الٰہی واجب ہے اور تم سب ان کی مدد کرو اور ان کی پشتیبانی کرو، خدا کی قسم وہ اول و آخر حق پر ہیں وہ تمہارے نبیؐ کے بعد جتنے لوگ گزر گئے اور جتنے قیامت تک باقی ہیں ان سب سے علیؑ بہتر ہیں اس کے بعد اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا اور کہا:

خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے علیؑ کی بیعت کی ہے۔

اور اپنے دونوں بیٹوں سعد اور صفوان سے کہا: مجھے اٹھاؤ!

اور تم دونوں علیؑ کا ساتھ دینا عنقریب بہت سی جنگیں ہوں گی جس میں بہت سی مخلوق ہلاک ہوگی، تم دونوں یہی کوشش کرنا کہ علیؑ کے ساتھ رہو اور شہادت حاصل کرو اس لئے کہ خدا کی قسم علیؑ حق پر ہیں اور جو بھی علیؑ کا مخالف ہے وہ باطل پر ہے اور ان کے دونوں صالح فرزندوں نے باپ کی وصیت پر پورا عمل کیا اور دونوں جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے مخالفین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ؎۱

زبیر اور حسن خاتمہ

و جنگ جمل میں " حضرت علیؑ بغیر خود پہنے اور بغیر ہتھیار لگائے رسول خداؐ کے خچر پر سوار

؎۱ مروج الذہب مسعودی، ج ۲، ص ۹۵، ۹۶، وص ۴۲۵، ۴۲۶۔

ہو کر نکلے اور آواز دی اے زبیر میرے پاس آؤ! زبیر ہتھیار میں لدے ہوئے نکلے، کسی نے یہ بات عائشہ سے بتا دی تو انہوں نے اسماء ـــــ زبیر کی بیوی ـــــ کو آواز دیکر کہا: اے اسماء: تو اپنے شوہر کے غم میں بیٹھ جا، تب عائشہ کو بتایا گیا کہ علیؑ ننگے سر اور بغیر ہتھیار کے ہیں اس وقت ان کو اطمینان ہوا، حضرت علیؑ اور زبیر دونوں گلے ملے اور علیؑ نے کہا:

اے زبیر تیرے اوپر وائے ہو تو کیوں گھر سے نکلا اور مجھ سے جنگ کرنے آیا؟

زبیر نے کہا:

خون عثمان کا بدلہ لینے!

علیؑ نے کہا:

خدا اس کو غارت کرے جو قتل عثمان میں زیادہ حصہ رکھتا ہو! (اے زبیر) کیا تمہیں بنی بیاضہ میں رسول خداؐ سے ملاقات والا دن یاد ہے جب آنحضرتؐ سوار تھے اور تم بھی ان کے ساتھ تھے، آنحضرتؐ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے اور اور میں بھی مسکرایا، تم نے کہا!

اے رسول خداؐ علیؑ اپنا تکبر نہیں چھوڑتے!

رسولؐ نے تم سے فرمایا:

علیؑ میں تکبر ہے ہی نہیں (اچھا) کیا تم علیؑ کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے کہا میں علیؑ کو دوست رکھتا ہوں،

اس پر رسول خداؐ نے فرمایا:

خدا کی قسم تم علیؑ سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے۔

(یہ واقعہ سن کر) زبیر نے کہا استغفراللہ خدا کی قسم اگر یہ واقعہ مجھے یاد آ گیا ہوتا تو میں گھر ہی سے نہ نکلتا۔

تب علیؑ نے زبیر سے فرمایا:

اے زبیر واپس چلا جا!!

زبیر نے کہا:

اب کیوں کر ممکن ہے جب کہ جنگ دروازے پر ہے خدا کی قسم یہ ننگ (و عار) ہے میں اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا :

اے زبیر ترک جنگ کے عار کو قبول کرے قبل اس کے کہ عار و نار (دوزخ) دونوں جمع ہو جائیں ۔

یہ سنکر زبیر نے میدان جنگ چھوڑ دیا اور باہر چلے گئے اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے

اخترت عارا علی نار مؤججة —— ما ان یقوم لها خلق من الطین

نادی علیؑ بامرست اجھلہ —— عار لعمرک فی الدنیا و فی الدین

میں نے عار کو جہنم پر ترجیح دی علیؑ نے ایسی بات کہی جس سے میں جاہل نہیں ہوں اور وہ دین و دنیا کا عار تھا ۔

خلاصہ : —— صاحب کتاب کی نظر میں —— زبیر گناہ میں آلودہ ہونے سے بچ گئے اور جنگ سے الگ ہٹ گئے مگر عمرو بن جرموز نے ان کو (تنہا پایا) اور قتل کر دیا[۱]

طلحہ کا حسن انجام

حضرت علیؑ نے زبیر کی واپسی کے بعد طلحہ کو آواز دی اور کہا :

اے ابا محمد تم نے کیوں خروج کیا ؟

طلحہ نے کہا :

عثمان کا قصاص لینے کے لئے !

حضرت علیؑ نے فرمایا :

خدا ہم میں سے اس کو قتل کرے جو خون عثمان میں اولیٰ ہو !

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۰ (۳۶۰/۲)

اے طلحہ کیا تم نے رسول خداؐ سے نہیں سنا :
خداوندا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اسے بھی دشمن رکھ !

تم سب سے پہلے وہ شخص ہو جس نے ہماری بیعت کی اور پھر تم نے بیعت توڑ دی حالانکہ خدا نے فرمایا ہے :
فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ (پ ۲۶ سورہ فتح، آیت ۱۰)
جو عہد کو توڑے گا وہ یقیناً اپنے نفس کے لئے توڑے گا ۔"
تب طلحہ نے کہا :
استغفر اللہ اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے ۔

حلیف نے حلیف کو قتل کر دیا

مروان نے کہا : زبیر تو واپس آ گئے طلحہ بھی لوٹ جائیں گے مجھے (اب) اس کی فکر نہیں ہے کہ کس طرف تیر ماروں ! یہ کہہ کر طلحہ کو تیر مارا جو طلحہ کے اکحل ـــــ وہ رگ ہے ہاتھ میں جس سے فصد کھولی جاتی ہے (مترجم) ـــــ میں جا کر لگا اور طلحہ کے قتل کا سبب بنا طلحہ نے تڑپتے ہوئے یہ اشعار پڑھے ؎

ندمت ما ندمت وضل حلمی ۔۔۔ ولھفی ثم لھف ابی و امی
ندمت ندامۃ الکسعی لما ۔۔۔ طلبت رضی بنی جرم بزعمی

میں بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور میرے صبر کا دامن چھوٹ گیا ، افسوس و حسرت اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے میں اسی طرح پشیمان ہوا جس طرح کسعی پشیمان ہوا تھا (اور اس کی وجہ یہ تھی کہ) میں نے اپنے خیال سے بنی جرم کی خوشنودی چاہی تھی ۔

عبد الملک نے طلحہ کی پیشانی پر اور مروان بن حکم بن عاص نے طلحہ کی رگ حیات پر تیر مارا جس سے طلحہ جانبر نہ ہو سکے ۔

عمار یاسر کا انجام

عمار یاسر نے کہا:

میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے جب تک باطل پرست شک میں مبتلا نہ ہو جائیں خدا کی قسم اگر یہ ہم کو شکست دیتے ہوئے نخلستان ہجر تک پہونچا دیں جب بھی ہم حق پر ہوں گے اور یہ باطل پر ہوں گے پھر عمار نے آگے بڑھ کر جنگ کی اور ایک جگہ تک واپس آکر پینے کا پانی مانگا بنی شیبان کی ایک عورت خود اپنے قبیلہ سے شہد لے کر آئی جس میں دودھ تھا اس کو لا کر عمار کو دیا، عمار نے کہا:

اللہ اکبر، اللہ اکبر! آج میں نیزوں کے سایہ میں دوستوں سے ملاقات کروں گا۔

رسول صادق نے سچ فرمایا تھا اور مجھے اس کی خبر دی تھی اور مجھے اسی دن کا وعدہ دیا تھا ـــــ رسول خدا نے عمار کو بتایا تھا کہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا اور تمہاری آخری غذا شہد ملا دودھ ہوگا ـــــ عمار نے کہا: اے لوگو کون ہے جو تلواروں کی چھاؤں میں جنت جانا چاہتا ہے؟ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان لوگوں سے تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کروں گا جس طرح تنزیل قرآن پر جنگ کی تھی اور یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے

(۱) ـــ نحن ضربنا کم علی تنزیلہ ـــــ فالیوم نضربکم علی تاویلہ

ہم نے تم سے جنگ کی تھی تنزیل قرآن پر اور آج تم سے تاویل قرآن پر جنگ کریں گے ایسی جنگ کہ سر اپنے جسم سے جدا ہو جائیں۔

(۲) ـــ ضربا یزیل الھام عن مقیلہ ـــــ و یزھل الخلیل عن خلیلہ

او یرجع الحق الی سبیلہ

اور دوست اپنے دوست سے غافل ہو جائیں یا حق اپنی جگہ پر واپس آجائے۔

اس وقت ابو العادیہ اور ابن جون سکسکی نے (ملکر) عمار کو شہید کر دیا لیکن عمار کے ہتھیار

ولباس کے چھیننے میں اختلاف ہوگیا کہ اس کا مالک کون ہوگا ؟ ان دونوں نے اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص صحابی کو حکم بنایا کہ وہ جو فیصلہ کردیں ۔

معاویہ کی دلیل

امام شریح ، حضرت علی علیہ السلام سے معاویہ نے سرکشی کی تھی اور اس کا مطالبہ تھا کہ قاتلین عثمان کو سزا دیجئے امام نے اس سے کہا :

تم پہلے اطاعت کرو اس کے بعد قاتلین عثمان کا مسئلہ پیش کرو میں عدالت کے ساتھ حکم کروں گا

لیکن معاویہ نے کہا : میں آپ کی اطاعت نہ کروں گا اس نے قتل عثمان کو ایک پل بنایا تھا جس کے ذریعہ حکومت تک پہونچنا چاہتا تھا اور معاویہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور بعنوان حاکم مسلمین اپنے سر پر سلطنت کا تاج رکھ ہی لیا اور لوگ خوف و دہشت یا رضا و رغبت سے اس کی اطاعت پر مجبور ہو گئے ۔

معاویہ اور قاتلان عثمان

(قتل عثمان کے مدتوں بعد) معاویہ مدینہ آیا اور عثمان کے گھر گیا ، عثمان کی بیٹی عائشہ نے کہا :

ہائے بابا اور رونے لگی ، معاویہ نے کہا : میری بھتیجی لوگوں نے مجھے اپنی اطاعت دی ہے اور میں نے ان کو امان دیا ہے ہم نے ان کے لئے ایسے حلم کا مظاہرہ کیا ہے جس کے نیچے غضب ہے اور انہوں نے ہمارے لئے ایسی اطاعت کا اظہار کیا ہے جس کے نیچے کینہ ہے ہر انسان کے ساتھ اس کی تلوار ہے اور وہ اپنے ساتھی کی طرف دیکھ رہا ہے اگر ہم نے لوگوں سے اپنا کیا ہوا عہد توڑ دیا تو وہ بھی توڑ دیں گے اور پھر معلوم نہیں اس کا انجام ہمارے حق میں ہو یا ہمارے خلاف ہو ۔

اگر تم بنت عم امیر المومنین بن کر رہو تو تمہارے حق میں اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ تم مسلمانوں کی عزت و آبرو کے لئے (خطرہ) بنو۔ [1]

معاویہ کے بارے میں حسن بصری کی رائے

طبری نے روایت کی ہے کہ حسن بصری کہتے تھے: معاویہ میں چار صفتیں ایسی تھیں کہ اگر انمیں سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کیلئے کافی تھی۔

(۱) ــــــــ لوگوں کی گردنوں پر ایسے احمقوں اور بیوقوفوں کو اتنا مسلط کرنا کہ جس کی وجہ سے حکومت حاصل ہو سکے اور پھر بقایا صحابہ اور صاحبان فضیلت کی موجودگی میں ان کے مشورہ کے بغیر امت مسلمہ پر حکومت کرنا۔

(۲) ــــــــ مست و شرابخوار بیٹے (یزید) کو خلیفہ نامزد کرنا جو ریشمی لباس پہنتا ہو اور (طبل) وطنبور بجاتا ہو۔

(۳) ــــــــ زیاد بن ابیہ کو اپنا بھائی قرار دے لینا جب کہ رسول کا قول ہے: بچہ شوہر کا ہے اور زنا کار کے لئے پتھر ہے۔

(۴) ــــــــ حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا، وائے ہو معاویہ پر حجر و اصحاب حجر کے قتل پر، وائے ہو معاویہ پر حجر اور اصحاب حجر کے قتل پر۔ [2]

معاویہ کا افتخار

اس شخص نے صرف انہیں چیزوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت علیؑ پر لعنت

---

۱) البیان والتبیین للجاحظ ج ۲ ص ۳۰۰، شیخ المغیرۃ تالیف محمود ابوریۃ ص ۱۸۴۔

۲) طبری حوادث سنہ ۵۱ھ ابن اثیر ص ۲۰۲، ۲۰۹، ابن عساکر ج ۲ ص ۲۰۹، شیخ المغیرۃ ص ۱۸۴ و ۱۸۵۔

کیا حالانکہ حضرت ولی اللہ تھے اور یہ اس لئے کیا تاکہ امت اس کی پیروی کرے اور جس طرح معاویہ نے لعنت کی ہے اسی طرح امت بھی لعنت کرے ۔[1]

معاویہ نے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ سب حضرت علیؑ پر سب وشتم کیا کریں [2] اور معاویہ کی خوشنودی کیلئے اس کے سارے عمال حضرت علیؑ پر سب وشتم کرتے تھے [3] ۔

---

[1] عقد الفرید، ج ۴ ص ۳۶۶ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۱ ص ۳۵۶ و ج ۳ ص ۲۵۸ ، و، ج ۴ ص ۵۶ ۔

[2] صحیح مسلم، ج ۲ ص ۳۶ ، ترمذی، ج ۵ ص ۳۰۱ ، مستدرک الحاکم، ج ۳ ص ۱۰۹ ، حالات امام علیؑ از تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱ ص ۲۷۱ ، ۲۷۱ و ۲۷۲ ، خصائص امیر المومنین للنسائی ص ۴۸ ، نظم درر السمطین زرندی حنفی ص ۱۰۷ ، کتاب الطالب کنجی شافعی، ص ۸۳ ، ۸۶ ، مناقب خوارزمی حنفی ص ۵۹ ، اسد الغابۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۳۲ ، اور ج ۴ ص ۲۵ ، ۲۶ ، اصابہ ابن حجر عسقلانی شافعی ج ۲ ص ۵۰۹ ، الغدیر علامہ امینی ج ۱ ص ۲۵۷ اور ج ۳ ص ۳۰ ، العقد الفرید ج ۴ ص ۲۹ ، واقعہ صفین نصر بن مزاحم ص ۸۲ و ۹۲ ، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۶ اور ص ۳۶۱ ، اسی طرح تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۹۳ ، المراجعات شرف الدین العاملی ، اور اس کے ملحقات مولفہ سید حسین راضی وغیرہ ذالک کا مراجعہ فرمائیے ۔۔

[3] تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۶۷ ۔ ۱۶۸ ، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۱۳ ، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۸۵ اور ج ۲ ص ۳۵۸ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۳۵۶ اور ۳۶۱ ، تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۹۰ ، العقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۴ ص ۱۵۹ ، الغدیر علامہ امینی ج ۱ ص ۲۶۴ ، ارشاد الساری فی شرح البخاری علامہ قسطلانی الشافعی ، ج ۴ ص ۳۶۸ ، تحفۃ الباری فی شرح صحیح البخاری للانصاری جو ارشاد الساری کے ذیل میں چھاپی گئی ہے ۔

المراجعات لامام شرف الدین العاملی اور اس کا ملحق جس کو حسین راضی نے لکھا ہے ، اس کے صفحہ ۲۱۸ پر ۔ اور اس کے علاوہ دیگر بہت سی کتابوں کے حوالے ہیں جن کو طوالت کے خوف سے چھوڑا جا رہا ہے ۔ (مترجم)

چھٹی فصل

عادل صحابہ کی شناخت کا صحیح طریقہ

بحث کی ابتداء

بہت سے ارباب سیر و مورخین نے کہا ہے کہ جنگ بدر ——— ایمان و شرک میں سب سے پہلا مسلحانہ حملہ یہی تھا ——— شروع ہونے سے پہلے مشرکوں کا لشکر ابوجہل کی قیادت میں، اور مومنین کا لشکر محمدؐ کی قیادت میں صف باندھ کر کھڑا ہو گیا، ابوجہل نے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتے ہوئے خدا سے کہا:

> خدایا ہم میں سے جو بھی اس وقت تجھ سے دور ہو اور رشتۂ قرابتداری کو توڑ دیا ہو تو اس کو آج ہی نیست و نابود کر دے ....

اور ٹھیک اسی وقت نبی کریمؐ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے خدا سے دعا کر رہے تھے

> پروردگارا اگر تو نے اس (مومن) گروہ کو ہلاک کر دیا تو پھر آج کے بعد زمین پر عبادت نہ ہو پائے گی، معبود تو نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر..

ان دعاؤں میں غور وفکر

(۱)———دونوں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔

(۲)———دونوں کہہ رہے ہیں خدایا ....:

(۳)———دونوں شعار حق کا نعرہ لگا رہے ہیں،

ابوجہل کا خیال ہے وہ خدا سے بہت قریب ہے اور سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہے———اور نبی کریمؐ کو اصرار ہے جو ان کی پیروی کر رہا ہے وہی (حق پر ہے اور) حق کی حمایت کر رہا ہے اور آنحضرتؐ خدا و مخلوق کے درمیان بہترین وسیلہ ارتباط ہیں اور اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے اور ان کے خدا کے درمیان کچھ عہد و پیمان ہے کچھ وعدہ ہے۔

سوال

اگر وہ دونوں ہی حق پر ہیں تو آپس میں جنگ کیوں ؟
اور اگر دونوں ایک ساتھ راہ خدا میں گامزن ہیں تو یہ اختلاف جنگ تک کیسے پہونچا ؟
جب کہ خدا تک پہونچانے کا راستہ ایک ہوتا ہے اور حق کا راستہ ایک ہی ہوتا ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔

احتمالات

صرف تحقیق موضوع کے اعتبار سے یہاں پر تین احتمالات یا تین تصورات ہو سکتے ہیں۔

① ——— دونوں حق پر ہوں،

مگر یہاں ناممکن ہے کیونکہ حق کا صرف ایک راستہ ہے جو یقینی ہے اور وہی صراط مستقیم ہے لہذا ایک کو دوسرے کی پیروی کرنی چاہیئے۔

② ——— ایک حق پر ہو ایک باطل پر جو یہ چیز ممکن بھی ہے اور منطقی بھی ہے۔

③ ——— دونوں باطل پر ہوں،

یہ چیز ایک ایسے نبیؑ کے لئے جو صاحب برہان و معجزہ ہے ناممکن ہے،

راہ حل

حقیقت اور واقعیت تک پہونچنے کے لئے ضروری ہے کہ

① ——— حق کو پہچانا جائے۔

② ——— باطل کو پہچانا جائے۔

③ ——— صاحب حق کو خود حق کے وسائل سے سمجھا جائے۔

④ ——— صاحب باطل کو بھی ذرائع حق اور میزان حق کے وسیلہ سے پہچانا جائے۔

اس تک پہونچنا

① ——— اس حق کے لئے ایک نظام حقوقی ہو اور حق کا بھی وجود ہو

اب حق تو وہی اسلام ہے ——— یعنی قرآن وسنت اپنے تینوں فرعوں (قول و عمل، تقریر) کے ساتھ ——— اور قرآن واحادیث میں وارد شدہ نصوص مجموعی طور سے وہ "حقوقی نظام" ہیں جن کے آگے اور نہ پیچھے سے باطل آسکتا ہے کیونکہ یہ پورا مجموعہ خدا کی صنعت ہے اور وحی الٰہی کے مطابق ہے۔

(۲) ——— ایسی عقل ہو جو پورے الٰہی نظام حقوق کا ادراک کر سکے ۔

(۳) ——— بغیر کسی تعصب و جنبہ داری کے اس طرح عمل ہو کہ مسلمان کا ہدف بن سکے یعنی شریعت کے دائرہ کے اندر ہی عمل ہو اور یہ طے کئے ہوئے ہو کہ نص سے نفس غایت مقصود شرعی اور نظام حقوق کی روح کو حاصل کرے گا ۔

(۴) ——— ایک ایسے شخص کا وجود ہو " خواہ وہ نبیؐ ہو یا امامؑ شرعی ہو " کہ جسکے سامنے ادراک عقلی کا نتیجہ رکھا جائے اور اختلاف انظار کی صورت میں اس کی رائے قول فیصل ہو اور ایسا شخص خواہشمندان حق کے لئے اور حق تلاش کرنے والوں کے لئے طاقتوں کو ہم آہنگ کرنے والا ، آزاد فکر والوں کو ہدایت کرنے والا اور جو درپے حق ہو ان کو جہت دینے والا ہو اور ایسا شخص زمانہ نبوت میں نبیؐ ہوتا ہے اور عصر نبوت کے ختم ہونے کے بعد ولی اور امام صالح ہوتا ہے جو شریعت کے مطابق معین ہوتا ہے اور ایسا ہی شخص حق و باطل کے درمیان میزان حق ہوتا ہے ، لہٰذا جو لوگ حضرت (محمدؐ) سے محبت رکھتے ہیں ان کے احکام کی پیروی کرتے ہیں وہی حق پر ہیں ، اور جو لوگ حضرت محمدؐ کی ولایت کے قائل نہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں وہ باطل پر ہیں چاہے قرآن کے حافظ ہوں ، تلاوت قرآن کرتے ہوں نماز روزہ کے پابند ہوں مسجدیں بناتے ہوں یہ سب باطل پر ہیں ، کیونکہ ہر زمانہ میں حق و باطل کا معیار ولایت اور موالات رسولؐ (و آل رسولؐ) رہی ہے ۔

روکنے والے عوامل

(۱) ——— خواہشات ، یعنی ایسی رغبت کہ امور اس کی مرضی کے پابند ہوں اور نصوص کی تفسیر اس کے میلان طبیعت کے مطابق ہو ۔

(۲) ——— اندھی تقلید ، یعنی انسان اچھے افکار کی بنیاد رکھے کہ خود اس کے نظریہ اور ان افکار میں بہت فاصلہ ہو لیکن اس کے باوجود ان افکار کی تبدیلی یا تعدیل کے بارے میں ہر بات کو رد کر دے ۔

(۳) —— خود رائی ۔ یعنی وہ اپنے ہر چاہنے والے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ہر آدمی میری ہی رائے کو "حق مبین" سمجھا کرے اور جو اس کی مخالفت کرے وہ شیطان کا مددگار رو ساتھی ہے اور اپنے مخالف سے بہت سختی سے پیش آئے اور اس کو اپنا شدید ترین مخالف خیال کرے ۔

(۴) —— ولایت شرعی کو لغو کر دے یا غیر شرعی ولایت سے بدل دے بایں معنی کہ مسلمان ولایت شرعی —— جو مرضی خدا ہے اس —— کو چھوڑ کر ہر غاصب شخص یا کسی دوسرے کو ولی و حاکم مان لے ۔

عدالت صحابہ کے بارے میں قول فیصل

ہم پہلے عرض کر چکے کہ "صحبت" کے لغوی اور اصطلاحی معنی تمام ان لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے رسول اکرمؐ سے ملاقات کی اور آپ پر ایمان لائے یا اعلان اسلام کیا —— خواہ دل سے مسلمان نہ ہوئے ہوں —— اور ایمان پر یا تظاہر بالایمان پر مر گئے —— اور یہ بھی عرض کر چکے کہ حضرات اہل سنت کا ان سب پر اجماع ہے کہ یہ سب کے سب بلا استثناء عادل ہیں ۔

اور ہم یہ بھی عرض کر چکے کہ :

(۱) —— تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ سنت مطہرہ میں وارد نصوص کی قولاً ، عملاً ، تقریراً معارض ہے ۔

(۲) —— قرآن کی نصوص قطعیۃ شرعیہ سے صریحی طور پر تعارض رکھتا ہے ۔

(۳) —— بلکہ یہ نظریہ مقصد حیات ، اور منطق اور روح اسلام سے متعارض ہے اور ہم نے بڑی شرح و بسط سے اس تعارض کو ثابت بھی کیا ہے ، اور یہ حقیقت ہم پر واضح ہو گئی ہے کہ شرعاً و ضرورۃً و بداھۃً صحابہ کی دو قسمیں ہیں ،

(۱) —— صادقین ۔

(۲) ———— غیر صادقین۔

(۱) ———— صادقین تو باجماع مسلمین ———— شیعہ وسنی دونوں کے نزدیک ———— عادل ہیں اور اسی اعتبار سے صحابہ کے بارے میں دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲) ———— غیر صادقین۔

سارا جھگڑا انہیں کے بارے میں ہے اہل سنت کا نظریہ ہے یہ سب بھی بغیر کسی استثناء کے عادل ہیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ پہلے اسلام لایا (یا بعد میں، بچہ (ہے یا بوڑھا) اس نے نبی کو دیکھا ہو یا نبی نے اس کو دیکھا ہو۔ عدالت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے ان سب میں کوئی فرق نہیں ہے سب ہی عادل ہیں، ان پر کوئی اعتراض کرنا دور سے یا قریب سے، ان پر تنقید کرنا ان کے کسی نقص کو بیان کرنا خواہ کوئی بھی ہو (جائز نہیں ہے) اور جو ایسا کرے وہ گنہگار ہے زندیق ہے اس کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں ہے مرجائے تو اسپر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں ہے ————

لیکن اس کے برخلاف شیعہ کہتے ہیں صحابہ میں سے صرف وہی حضرات عادل ہیں جن کے عدالت کی گواہی خدا اور اس کے رسولؐ نے دی ہو اور حقیقت شرعیہ ہی تنہا وہ چیز ہے جو مومن کی گمشدہ شئی ہے اور شریعت نے اس گم شدہ چیز کو پانے کیلئے کچھ وسائل وذرائع معین کر دیئے ہیں اور مسلمان کو اس کے حاصل کرنے کے راستہ کی رہنمائی کردی ہے اور اس مقصد تک پہونچنے کے لئے قوت فکر عطا کردی ہے جو اس کی مددگار ہے مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے اور حضرات اہلسنت کے نزدیک (جب سرور کائنات بھی غلطی کردیتے تھے تو پھر جس بچہ نے آنحضرتؐ کو دیکھا ہے یا آنحضرتؐ نے جس بچہ کو دیکھا ہے اگر وہ غلطی کرے یا جھوٹ بولے تو کیا قباحت ہے؟ پس کون سا شرعی حکم ہے جو عقل بشر کو روک سکے یا اس کو تحقیق سے منع کر سکے؟

اصحاب میں ،، تو ایسے بھی تھے جو ، قاتل تھے ، بعض جھوٹے تھے ، بعض زانی تھے ، بعض رسول خداؐ کے انتقال کے بعد فیصلہ کیلئے عدالت میں گھسیٹے گئے تھے پھر حقائق کی تحقیق کیونکر کی جائے؟ اور عدل کیسے قائم کیا جائے؟ امت ماضی کے تجربوں سے کیونکر استفادہ کرکے غلطیوں سے بچے

اور راہ صواب پر چلے ؟ اس لئے شیعہ صرف صادقین کی عدالت کو مانتے ہیں اور ان کا یہی نظریہ ہے اور ہر نماز کے بعد انہیں کے لئے دعا کرتے ہیں لیکن دوسرے صحابہ کو عادل اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب ان کا دین اور عمل شریعت کے معیار پر پورا اترے اور شیعہ حضرات تمام صحابہ کی عدالت کو جس معنی سے اہل سنت پیش کرتے ہیں اس کو محض ایک سیاسی نظریہ مانتے ہیں جو نظریہ خلفاء کی حکومت یا ان کی نگرانی کے زیر سایہ پروان چڑھا اور اس کے سارے اجزاء تیار کئے گئے اور حکومت خلفاء کے تمام ذرائع ابلاغ نے اس نظریہ کے قواعد و ضوابط کو مضبوط کئے اس کے بعد آنے والی نسلوں نے بطور تقلید مختلف اسباب اور مختلف نیتوں سے اس کو قبول کیا۔

شیعہ کہتے ہیں:

تمام صحابہ کی عدالت کو نہ ماننے پر بعض فقہاء نے جو سزا معین کی ہے وہ عقوبت بدون نص ہے اور کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو نص شرعی کے بغیر عقاب کرے اور یہ عقوبت صریحی ظلم اور ہر معیار شرع کے مطابق باطل ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امت گذشتہ لوگوں کے حالات سے تجربہ حاصل کرنے سے محروم رہ جائے اور ان کے انجام میں غور کرنے اور یہ سوچنے سے کہ آخر ان لوگوں کا یہ انجام کیوں ہوا ؟ اس سے رک جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو سزا تجویز کی گئی ہے اس کی وجہ سے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کا راستہ رک جائے اور نور و بصیرت کو استعمال کر کے امت مسلمہ کے اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

اوراق پریشان

(۱) اگر سارے صحابہ عادل تھے تو ان کے درمیان میں فتنہ کیوں برپا ہوا ؟

(۲) اگر تمام صحابہ عادل ہوتے تو امت مسلمہ پراگندہ نہ ہوتی۔

(۳) اگر سب کے سب صحابہ عادل ہوتے تو ایک صحابی اپنے جیسے دوسرے صحابی کو قتل نہ کرتا جب تک اس کے

قتل کی شریعت اجازت نہ دے دے۔

(۴) ——— اگر کل کے کل صحابہ عادل ہوتے تو امت کی رہبری نا اہل کو کیوں دے دی گئی؟ اور خلافت ملوکیت سے کیسے بدل گئی

اور ایسا مال غنیمت کیوں بن گئی کہ جو غالب آجائے وہی اس پر قابض ہو جائے؟

تمام صحابہ کو عادل بتانا یہ اوراق کو خلط ملط کرنا، لوگوں کو اندھا بنانا، انسانوں کی عقلوں پر رکھ لگانا ہے اس لئے کہ آپس میں جنگ وجدال، غارت وقتال کرنے والے سب ہی حق پر نہیں ہو سکتے کیونکہ حق، قتل اور فتنہ کے خلاف ہوتا ہے، حق افتراق سے روکتا ہے نا اہل کو حکومت سپرد کرنے سے ممانعت کرتا ہے۔

چنانچہ اب ہم ہزار سال گزرنے کے بعد اگر کہتے ہیں:

وہ امت تو گذر گئی اب ہم کو بغیر یہ جانے ہوئے کہ صاحب حق کون تھا اور کون حق کی پیروی کرتا تھا تاکہ اس کی پیروی کریں اور دبغیر یہ جانے ہوئے کہ، کون باطل پر تھا اور کون اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرتا تھا تاکہ اس سے علیحدگی اختیار کریں، از سر نو تجربہ شروع کرنا چاہیئے تو پھر اس پیشکش کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہزار سالہ وکچھ اوپر کے تجربات کو نظر انداز کر کے زندگی کو پھر صفر سے شروع کریں جیسے کہ ہمارے پاس (مثلاً) کوئی تجربہ ہی نہیں تھا اور یہ وہی خلط ملط کر دینا ہے جس سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور حکم کو برعکس پیش کیا ہے یا حقائق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے بس اس پردہ پوشی اور خلط ملط کے باوجود ہماری مصلحت کیا ہے؟ کیا تیرہ سو نوے ۱۳۹۰ ھ سال کے تجربہ کو ختم کر دینے میں ہماری مصلحت ہے؟ خصوصاً جب کہ یہ خلط وملط اور یہ پردہ پوشی اور یہ تجربات کا لغو کر دینا مصلحت اسلام کے شعار کے نام سے کیا جائے اور دین اسلام کو اس سے نقصان پہونچتا ہو۔

کشف شرعی کے سلسلہ میں ایک واقعہ

غیظ وغضب میں بھرا ہوا ایک مجمع ——— جو ایک مدت سے حیرت وسرگردانی میں مبتلا تھا آخر کار ——— ایک طویل تردد کے بعد خلیفہ ثالث عثمان بن عفان کو یہ خیال کرتے ہوئے

کہ موصوف نے اپنے دونوں ساتھیوں، صدیق و فاروق کی سیرت سے انحراف کیا ہے۔۔۔۔۔۔
اس لئے ان کو قتل کر ڈالنا چاہیئے۔۔۔۔۔۔ قتل کر ڈالا۔

اس قتل کے بعد اہل مدینہ نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی اور پھر تمام شہروں کے مسلمانوں نے اہل مدینہ کی پیروی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی۔ صرف اہل شام اور ان کے والی معاویہ بن ابی سفیان نے بزعم خود قاتلان عثمان سے انتقام لینے کا بہانا بنا کر حضرت علیؑ کی بیعت نہ کی حالانکہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

پہلے تم اطاعت کرو پھر میں مبنی بر انصاف فیصلہ سب کے لئے کروں گا،

لیکن معاویہ نے نہیں مانا اور شام میں پناہ گزین ہو گیا اور حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرنے لگا اور علی الا علان کہنے لگا میں خروج کروں گا اور حکومت اسلامی کی بنیادوں کو کمزور کرنے لگا اور یہ مسلسل اپنی سازشوں میں لگا رہا یہاں تک کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور امت مسلمہ تقسیم ہو گئی پھر حضرت علی علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا اور معاویہ امت کی گردنوں پر زبردستی مسلط ہو گیا اور خلافت کو غصب کر لیا، حالانکہ اس وقت امت میں ایسے سابقین صحابہ موجود تھے جنہوں نے اسلام کے لئے معاویہ سے اور اس کے باپ ابوسفیان سے بھی جنگ کر چکے تھے، حکومت پر قابض ہونے کے بعد معاویہ قاتلان عثمان کا مسئلہ بھول گیا یا اس نے بھلا دیا اور اس نے وصیت کی کہ میرے بعد ملک کی باگ ڈور میرے بیٹے یزید کے حوالہ ہوگی اور یزید ایک شرابی اور ہمیشہ مست رہنے والا شخص تھا، بندروں سے کھیلا کرتا تھا طبلہ و سارنگی بجایا کرتا تھا جیسا کہ حسن بصری نے کہا تھا اسی کے بعد سے حکومت ایسی غنیمت ہو گئی جو غالب کے قبضہ میں رہنے لگی اور پھر غلبہ شرعی وسیلہ بن گیا (نحن مع من غلب)

تمام صحابہ کی عدالت

جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور جو معاویہ کے ساتھ تھے وہ سب ہی صحابی تھے اور سب ہی عادل تھے ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا (بلکہ) سب ہی جنت

میں جائیں گے اور سب ہی مجتہد ہیں، ان میں سے کوئی غلطی نہیں کرسکتا جو شخص ان کی برائی کرے یا ان میں سے کسی ایک کی برائی کرے وہ زندیق ہے اس کا حقہ پانی بند کردو، اس کے ساتھ اکل و شرب نہ کرو، مرنے پر نماز جنازہ نہ پڑھو ان باتوں پر اہل سنت کا اجماع ہے، جس طرح تمہیں پسند ہو ان کی مدح کرو اس لئے کہ وہ اس مدح کے اہل ہیں ——— لیکن اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کے لئے کہہ دیا کہ اس نے غلطی کی تو پھر تم زندیق ہو .... یہ اندھی فکر حقیقی سنت بن گئی ہے اور یہ سنت گویا ارادہ الٰہی اور ارادہ رسالت پناہی بن گئی ہے۔

منطقی طریقہ

علمی معیار کے مطابق ہمارے سامنے بحث کے تین تصورات یا احتمالات ہیں۔

(۱) ——— سب کے سب حق پر ہیں۔ (حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی، معاویہ اور اس کے ساتھی) مگر یہ ناممکن ہے کیونکہ حق ایک ہی ہوتا ہے اور یقینی ہوتا ہے۔

(۲) ——— سب کے سب باطل پر ہیں۔ (حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی، معاویہ اور اس کے ساتھی) یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام بنص جلی ولی اللہ ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے جدھر علی علیہ السلام مڑتے ہیں حق ادھر مڑتا ہے اس پر نص شرعی موجود ہے جیسا کہ بعد میں عرض کیا جائے گا۔

(۳) ——— ایک حق پر ہے اور دوسرا باطل پر ہے۔

سوال

اگر سب ہی حق پر ہوتے تو نہ باہم قتال کرتے اور نہ آپس میں اختلاف کرتے اور اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو باہمی قتال تک نہ پہونچتا بلکہ شرعی وسائل کے ذریعہ صلح پر مسائل حل ہو جاتے خلاصہ لاکھوں

وہ آدمی قتل نہ ہوتے جو قتل ہوئے ۔

چھٹکارا

ایسی صورت میں حتماً ایک حق پر ہوگا دوسرا باطل پر ہوگا اور یہ کہنا کہ سب ہی عادل ہیں کوئی خطا کار نہیں ہے انتہائی سادگی اور غفلت کی دلیل ہے کیونکہ یقین شرعی کے بغیر کسی کا قتل صحیح نہیں ہے، قتل عمد جرم ہے، ملت میں اختلاف ڈالنا، حکومت شرعی کے خلاف بغاوت کرنا جرم ہے، اور جو شخص محض گمان یا مصلحت یا خواہش نفس کی بنا پر قتل کرتا ہو اس کا عادل ہونا ناممکن ہے ایسے شخص کے لئے جھوٹ بولنے، گناہ کرنے، خطا کرنے کا احتمال بہر حال ہے صحابیت کے چوکھٹے میں ہونا ان چیزوں سے روک نہیں سکتا کیونکہ صحابیت بہر حال نبوت نہیں ہے ۔

عادل و غیرِ عادل صحابہ کی پہچان

(۱) ——— حق موجود ہو اور اس حق کیلئے ایک نظام حقوقی موجود ہو جو امور و نیتوں کے زیادہ تر حصوں کو اپنے میں سمیٹے ہو اب حق تو موجود ہے اور نظام حقوقی بھی اسلام کی صورت میں موجود ہے ——— جو قرآن و سنت اور اس کے تینوں فروع (قول و فعل و تقریر) پر مشتمل ہے ——— اور یہ سب مجموعی طور پر ایسے نظام حقوقی کے شکل میں موجود ہیں جنکے آگے پیچھے سے باطل کا گزر ممکن ہی نہیں ہے اور یہی وہ دین خدا ہے جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے اور یہ خدا کے وحی و دستور کے مطابق بنایا گیا ہے ۔

(۲) ——— ایک ایسے شرعی امام کا وجود ضروری ہے جو سب کی باتیں سنتا ہو اور اختلاف اجتہادات کی صورت میں اسی کا قول قول فیصل ہو، وہی قوتوں کو ہم آہنگ کرنے والا اور لوگوں کو حق کی ہدایت کرنے والا اور لوگوں کا ولی و سرپرست ہو، اپنے زمانہ

نبوت میں رسول خداؐ لوگوں کے ولی و سرپرست تھے اور اپنے بعد کیلئے آپ نے حضرت علیؑ کو ولی و سرپرست بنایا اور فرمایا:

یہی علیؑ میرے بعد تمہارے ولی ہیں، یہ علیؑ میرے بعد تمام مومن و مومنہ کے ولی ہیں، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اس کو بھی دشمن رکھ۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کے انکار کی طاقت دنیا میں کسی کو نہیں ہے خود معاویہ بھی انکار نہیں کر سکتا اس کا اثبات میں بعد میں کروں گا۔

(۳) ——— بے تعصبی اور غیر جانبداری، یعنی واقعات کی بحث غیر جانبداری سے کی جائے اور مسلمان کا مقصد بھی مقصد الٰہی ہو۔

(۴) ایسی عقل ہو جو نظام حقوق کا ادراک کرکے اور حوادث سے تطبیق کرکے اس کا ثمرہ و نتیجہ ولی امر کے سامنے پیش کر سکے۔

کلید عدالت

راجح ترین اقوال کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام لائے اور آپؑ ہی ولی اللہ، اخو رسولؐ اللہ والد سبطی رسول اللہؐ، زوج البتول، مشرکوں کے خلاف جنگ کرنے والی فوج کے سپہ سالار، بغیر مقابل شہسوار اسلام، دشمنان اسلام کے قاتل۔ نص شرعی کی بنا پر صدیق اکبر، فاروق اعظم تھے جیسا کہ میں عنقریب ثابت کروں گا، آپ ہی اس ابوطالب کے فرزند ہیں جو ہجرت سے رسول کا حامی، خاندان ہاشمی کا سرپرست، جس کو تمام عرب قبائل نے تین سال تک شعب ابی طالب میں صرف ایک مقصد کے لئے محاصرے میں رکھا اور وہ مقصد یہ تھا کہ ہاشمی خاندان نبی کریمؐ کو عربوں کے حوالہ کردے یا ان کی حمایت چھوڑ دے۔

(اس کے برخلاف) معاویہ طلیق ابن طلیق، ابن ابی سفیان قائد الاحزاب، جس نے رسول کریمؐ سے ہر موقع پر جنگ کی، جسنے رسولؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، جس نے رسولؐ کے خلاف دشمنوں

کے لشکر کی قیادت کی، آنحضرتؐ سے حرب وضرب کیلئے لشکر اکٹھا کیا، معاویہ اس ہندہ کا بیٹا ہے جس نے مکاری سے حمزہ رضؓ، کو قتل کر دیا اور صرف قتل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کا پیٹ چاک کر کے ان کے بدن مطہر کو مثلہ کیا یہ اور اس کا باپ ہر حیلہ وتدبیر سے اسلام کو فنا کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ جب رسول اکرمؐ مکہ میں فاتح ہو کر داخل ہوئے اور معاویہ اور اس کے باپ کو گھیر لیا گیا اور انہوں نے اظہار اسلام کے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا تو مجبوراً زبان سے اسلام کا اقرار کیا، یہ لوگ مولفۃ القلوب میں تھے ان پر صدقہ کی رقم خرچ کی جاتی تھی۔

عادل صحابہ

تمام وہ صحاب جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور علیؑ کے محب تھے وہی عادل تھے اور بحمد اللہ وہی اکثریت میں تھے اور جنہوں نے مخالفت کی تھی جیسے طلحہ وزبیر وہ مخالفت پر نادم ہوئے اور جب تک رضامندی سے علیؑ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو گئے ان کو موت بھی نہیں آئی، شرافت اسلام کے لئے یہی کافی ہے کہ معاویہ کے ساتھ انصار میں سے صرف دو آدمی تھے اگر ابوبکر وعمر زندہ ہوتے تو علیؑ کا ساتھ دیتے کیونکہ عمر نے کہا تھا:

علی (رضؓ) میرے اور تمہارے مولیٰ ہیں اور تمام مومنین ومومنہ کے مولیٰ ہیں پالنے والے ان سے راضی ہو اور اسلام کی طرف سے اور ہماری طرف سے ان کو وہی جزا دے جس کے وہ اہل ہیں۔

اور جو لوگ معاویہ اور اس کے باپ کے ساتھ تھے وہی موضوع بحث ہیں اور صحابہ کے دونوں معنی "لغوی و اصطلاحی" کے اعتبار سے یہ بہت ہی کم لوگ تھے اور انہیں کی وجہ سے "ہر صحابی عادل ہے" کا نظریہ ایجاد کیا گیا تاکہ واقعیت کی توجیہ کر سکیں اور اس کو شریعت کا رنگ دے سکیں اور ہم اس کو بہت جلد واضح کریں گے

شامیوں اور عراقیوں کے غفلت کے نمونے

مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ بعض اخباریوں نے لکھا ہے کہ :
اس نے شام کے ایک لیڈر، اور صاحب عقل ورائی سے پوچھا یہ ابو تراب کون ہے جس پر امام (جمعہ) منبر سے لعنت کر رہا ہے ؟
اس نے کہا :
میرا خیال ہے فتنہ گروں میں سے کسی چور کا نام ہے ———— (مسعودی ہی لکھتا ہے)
جاحظ نے حکایت کی ہے :
میں نے عوام میں سے ایک شخص کو جو حج کے لئے جا رہا تھا (اس سے کعبہ کا کسی نے ذکر کیا) تو اس نے کہا :
جب میں وہاں جاؤں گا تو مجھ سے کون گفتگو کرے گا ؟
(مسعودی مزید لکھتا ہے کہ) اس کے ایک دوست نے اس کو بتایا کہ ایک عامی شخص رسولؐ پر درود بھیج رہا تھا اس نے (مسعودی کے دوست سے) پوچھا :
محمدؐ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ کیا وہی ہمارا خدا ہے ؟
ثمامہ بن اشرس کہتا ہے !
ایک دن میں بازار بغداد سے گزر رہا تھا اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کو گھیرے ہوئے ہیں میں بھی اپنے خچر سے اتر کر وہاں پہونچا کر دیکھوں یہ مجمع کیوں لگا ہے ؟ لوگوں میں گھستے گھساتے میں اس شخص تک پہونچ گیا دیکھا تو ایک شخص جس کی ایک آنکھ بیمار اور ایک حلقہ میں گھسی ہوئی ہے وہ ایک سرمہ کی تعریف کر رہا ہے کہ یہ آنکھ کی ہر بیماری کے لئے تریاق کا کام دیتا ہے میں نے اس سے کہا : اے شخص اگر تمہارے سرمہ میں یہ خاصیت ہوتی تو پہلے تمہارے آنکھوں کو شفا پہونچاتا ۔ اس نے جواب دیا : اے جاہل کیا میری آنکھوں میں تکلیف یہاں ہوئی ہے ؟ (یعنی اگر یہاں ہوتی تو فائدہ پہونچتا ۔ مترجم ۔) میری آنکھوں میں یہ بیماری مصر میں پیدا ہوئی ہے ۔ سب

ہی نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا: ہاں! ہاں! بیان کیا جاتا ہے کہ بیچارہ لوگوں کے لاتوں، مکوں، چپلوں سے بڑی مشکل سے بچ کے بھاگا۔

(مسعودی لکھتا ہے) اہل علم میں سے میرے ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ (ایک مرتبہ) ہم لوگ بیٹھے ہوئے ابوبکر، عمرؓ، علیؑ، معاویہ کے بارے میں مناظرہ کر رہے تھے اور اہل علم نے جو لکھا ہے اس کا تذکرہ کر رہے تھے عوام کے بھی بعض حضرات آتے تھے اور ہماری باتیں سنتے تھے، ایک دن ان میں سے ایک نے جو سب سے زیادہ عقلمند اور سب سے زیادہ لمبی داڑھی والا تھا مجھ سے کہا: آخر تم لوگ کب تک علیؑ و معاویہ و فلاں و فلاں کے بارے میں کلام کو طول دیتے رہو گے؟ میں نے کہا:

آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ کہنے لگا: کس کے بارے میں؟ میں نے کہا: علیؑ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بولا:

وہی علیؑ نا جو فاطمہؑ کے باپ تھے؟ میں نے پوچھا:

فاطمہ (ص) کون تھیں؟

نبی (ص) کی بیوی؟ عائشہ کی لڑکی، معاویہ کی بہن!

میں نے پھر پوچھا: علیؑ کا قصہ کیا تھا؟

بولا:

حنین کے غازیوں کے ساتھ نبی کی معیت میں قتل کر دیئے گئے۔ [1]

معاویہ کی پیروی یہ لوگ کرتے تھے

شامی معاویہ کی اطاعت ایسی کرتے تھے کہ جب معاویہ جنگ صفین کے لئے جا رہا تھا تو راستہ میں اس نے جمعہ کی نماز چہارشنبہ کو پڑھا دی، اور جنگ کے وقت انہوں نے اپنا سر

---

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۳۹ ـ ۴۱۔

معاویہ کو بطور عاریت دے دیا تھا، عمار یاسر کے بارے میں عمرو عاص کی بات قبول کرلی تھی کہ عمار کے قاتل حضرت علیؑ ہیں (نہ وہ عمار کو اپنے ہمراہ لاتے نہ عمار قتل ہوتے، مترجم) اور پھر اطاعت معاویہ اس منزل تک پہونچ گئی کہ حضرت علیؑ پر لعنت سنت ہوگئی یہاں تک کہ بچے جوان ہو گئے اور جوان بوڑھے ہو گئے اور بڈھے مر گئے [1]

حقیقت کے بیان کرنے کا کیا عادل صحابہ کا یہی طریقہ ہے؟ کہ عمار کے قاتل حضرت علیؑ ہیں کیا لوگوں کو ان کے دینی امور سمجھانے اور حضرت رسولؐ کے عظیم ترین صحابہ کی تعریف کا یہی طریقہ ہے ایسے اصحاب جن کے کندھوں پر بار اسلام اٹھایا گیا۔

---

[1] مروج الذھب ج ۳، ص ۳۹۔

دوسرا باب

نظریۂ

عدالت تمام صحابہ کی تاریخی جڑیں

١ ——— اس نظریہ کی تاریخی جڑیں

٢ ——— اس نظریہ کی سیاسی تار و پود

٣ ——— اس نظریہ کا بنیادی مقصد

۴ ——— اس نظریہ کی فقہی اساس

۵ ——— اس نظریہ کے نتائج .

MAY ALLAH BLESS YOU

پہلی فصل

اس نظریہ کی جڑیں

نبوت و خلافت کا اکٹھا نہ ہونے دینا

① قبائل قریش

۲۵ عشیرہ کے مجموعہ کا نام قریش ہے [۱] ان سب میں بطور اطلاق اور نص شرعی کے اعتبار سے سب سے افضل قبیلہ بنی ہاشم بن عبد مناف ہے [۲] ان کے بعد شرف و فضیلت میں بنی عبد المطلب بن عبد مناف، بنی الحارث بن عبد مناف، بنی امیہ بن عبد شمس عبد مناف، بنی نوفل بن عبد مناف ہیں، اور یہی قبائل سادات قریش کہلاتے ہیں، اپنے باپ کے بعد یہی لوگ سردار ہوئے اور انھیں کو (مجبرون) "مصلطین" کہا جاتا ہے، یہی وہ پہلے افراد ہیں جنہوں نے قریش کے لئے امن و امان کی ضمانت حاصل کر کے حرم سے منتشر ہو گئے چنانچہ ہاشم نے ان کے

---

[۱] مروج الذھب مسعودی، ج ۲ ص ۲۹۱ [۲] سیرۃ حلبیہ، ج ۱ ص ۳-۴، الجامع للاصول فی احادیث الرسول ج ۳ ص ۴۱۹، اور اس کے بعد شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید خطبہ ۱۸۵ ص ۱۵۶، ج ۲ ۔

نے ضمانت شاہان شام سے لی، اور عبد شمس نے نجاشی سے، نوفل نے کسریٰ سے، عبدالمطلب نے حمیر سے ضمانت حاصل کی اس طرح ان لوگوں نے دنیا بھر میں اپنے سفر کا آغاز کیا اور ان قبائل کی شخصیتوں کو ان کی سیادت و فخر بر عرب کی وجہ سے "جا مہائے زریں" کہا جاتا تھا۔

۲ سیاسی شعبے

قریش کا خاندان کچھ سیاسی شعبوں میں تقسیم ہو گیا اور یہ تقسیم انہیں شرف و منزلت کے اعتبار سے کی گئی تھی سیاسی منصب مثلاً قیادت، لواء ندوۃ، سقایۃ، رفادۃ، سفارۃ .... الخ اور یہی چیزیں اور سیاسی شعبے تھے جن کو خاندان قریش تصور کر سکتے تھے اور اس خاندان کی نظر میں سب سے بڑی چیز قبیلہ کے ادارہ کے لئے یہی تھی، کیوں کہ اس میں نہ کوئی غالب تھا نہ مغلوب پس یہی سیاسی منصب تمام خاندانوں میں مشترک تھا اور کسی بھی خاندان کی نظر میں اس کے عہدے کی تبدیلی میں مصلحت نہیں تھی اس لئے کہ تبدیلی کے بعد یقینی طور سے انجام معلوم نہیں تھا ہو سکتا ہے تبدیلی کے بعد وہ نتیجہ نہ نکلتا جس کی توقع تھی۔

اس کے علاوہ تمام نظم و نسق کا دار و مدار خانہ کعبہ کی تولیت پر مبنی تھا اس لئے ہر خاندان اس تقسیم پر خوش تھا استداد زمانہ کے ساتھ یہی عناوین سیاسی عقیدہ بن گئے اور بزرگوں کے باقی ماندہ آثار بن گئے جس کے دائرہ سے باہر نکلنا کسی کیلئے بھی ممکن نہ تھا۔

۳ نظام کو بگاڑنے کی ناکام کوشش

قحط سالی کے زمانوں میں اہل مکہ کا ہاشم کے علاوہ کوئی پرسان حال نہ تھا آپ لوگوں کو پیٹ بھر کھانا کھلاتے تھے اسی لئے آپ کو ابو البطحاء (مکہ کا باپ) اور سید البطحاء (سردار مکہ) کہا جاتا تھا، رنج و غم مسرت و خوشی ہر زمانہ میں آپ کا دستر خوان بچھا رہتا تھا، جناب ہاشم مسافروں اور درماندہ افراد کو منزل تک پہونچاتے تھے خوفزدہ لوگوں کو پناہ دیتے ـــــ

تھے ۔[۱]

جناب ہاشم کے ان حوصلہ مندانہ افعال کو دیکھ کر امیۃ بن عبد شمس کو خوف لاحق ہوا اور وہ ہاشم سے حسد کرنے لگا اور اس نے (ایڑی چوٹی کا زور لگا کر) ہاشم کی نقالی کرنی چاہی مگر اس میں ناکامیاب رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے طعن وطنز کے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ امیۃ نے ہاشم کو مفاخرت کی دعوت دی مگر ہاشم نے ٹال دیا، آخر میں اس پر دونوں تیار ہو گئے کہ جو ہار جائے وہ پچاس اونٹ دے اور دس سال کے لئے مکہ سے جلا وطن ہو جائے۔ دونوں نے رضامندی سے ایک شخص کو حکم بنایا۔ حکم نے فیصلہ سنا دیا کہ ہاشم امیۃ بن عبد شمس سے افضل ہیں۔

بس پھر کیا تھا سارے اونٹ ذبح کئے گئے اور امیۃ مکہ چھوڑ کر شام چلا گیا دونوں گھرانوں —— ہاشمی و اموی —— میں یہ پہلا عداوت کا بیج تھا جو بویا گیا۔ اور ہو سکتا ہے امیہ کا حسد اور اس کے اس خوف نے کہ اب ہاشم موجودہ سیاسی نظام کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں، امیہ کو ان کاموں پر آمادہ کیا ہو کیونکہ (پہلے) مکہ کی رہبری بنی عبد شمس کے ہاتھوں میں تھی لیکن ہاشم کے ستارہ کی بلندی بہت آسانی سے موجودہ نظام کو درہم برہم کر سکتی تھی اور خاندان عبد شمس کو ذلیل کر سکتی تھی ۔[۲]

۴ شہرت نبوت

مکہ میں یہ خبر گرم تھی کہ عنقریب یہاں ایک نبی مبعوث ہوگا اور وہ نسل عبد مناف سے ہوگا اور جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ خبر زور پکڑ چکی تھی اس میں سرفہرست ابوسفیان تھا وہ بہت زیادہ علاقہ مند تھا امیہ بن ابی الصلت کا۔ اور ابوسفیان کو یقین تھا کہ یہ نبی مکہ کے سیاسی نظام کو دگرگوں کر دے گا اور قیادت کو اس سے لے لے گا اور چونکہ مدت مدید سے یہ قیادت

---

[۱] طبری، ج ۲ ص ۱۸۰، سیرت حلبیۃ ج ۱ ص ۵، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۶۔

[۲] سیرت حلبیۃ، ج ۱ ص ۱۵، النظام السیاسی فی الاسلام ص ۱۰۱، ۱۶۴۔

بنی امیہ کو حاصل ہے اس لئے یہ نبوت بنی امیہ کے لئے بہت بڑے خطرے کی علامت ہے، لیکن بڑی آشفتگی اور روحی عذاب کے بعد اس نے اپنے کو اس طرح مطمئن کر لیا کہ شہرت یہی تو ہے کہ بنی عبد مناف میں ہی نبی ہو گا اور اس خاندان میں میرے علاوہ کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔[1]

۵ اعلان نبوت

محمدؐ ہاشمی نے اعلان کیا:

جس نبی کا انتظار تھا اور جس کو خدا نے تمام انسانوں کے لئے عموما اور عربوں کی ہدایت کے لئے خصوصاً مبعوث کیا ہے وہ میں ہوں اور میری نبوت پر دلیل خدا کا کلام (قرآن) ہے اور کچھ ایسے لوگ جو دانشمند اور صاحب نظر تھے مگر معاشرے میں کمزور سمجھے جاتے تھے انہوں نے اس نبی کی پیروی کی ہے۔

۶ بنی ہاشم کی حمایت

بنی ہاشم نے پوری قوت سے محمدؐ کی حمایت کی اور قریش کی سرداری نے محمدؐ کے قتل کی دھمکی ہی نہیں دی بلکہ مشہور کرا دیا کہ محمدؐ قتل کر دئے گئے (یہ سن کر) ابو طالبؑ نے تمام بنی ہاشم کو جمع کیا اور ہر ایک کو شمشیر براں عطا کی پھر سارے ہاشمیوں اور مطلبیوں کو لے کر چلے اور آواز دی:

اے قریشیو! کیا تم جانتے ہو میں نے کیا طے کر رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں

ابو طالبؑ نے واقعہ بیان کیا اور جوانوں سے کہا: تم نے جو چھپا رکھا ہے اس کو نکالو یہ کہتے ہی سب نے نکالا تو ہر ایک کے پاس شمشیر براں تھی ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۸۰۔

اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ ہم اور تم سب ہی فنا کے گھاٹ اتر جائیں، یہ سنکر سب کے چھکے چھوٹ گئے اور سب سے زیادہ شکستہ دل ابوجہل ہوا۔

۷ نظام سیاسی کی حفاظت اور حسد کیلئے

ابوسفیان کی قیادت میں تمام عشائرِ قریش ہر قسم کے مقابلہ کے لئے رسول خداؐ کے سامنے سدِ سکندری بن کر کھڑے ہو گئے اور کسی بھی طرح اپنے موقف سے ہٹنے کے لئے تیار نہ ہوئے اور جب بنی ہاشم نے یہ طے کر لیا کہ ہم کسی بھی قیمت پر محمدؐ کو قریش کے حوالہ نہیں کریں گے تب تمام عشائرِ قریش بدون استثناء درج ذیل باتوں پر متفق ہو گئے۔

(۱) ——— بنی ہاشم کا مکمل طریقہ سے بائیکاٹ کیا جائے۔

اور پھر تمام قریش نے مع بنی عدی اور بنی تمیم، وغیرہ کے بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا اور ان کو تین سال تک شعاب ابوطالب میں محصور کر دیا اور بھوک مٹانے کے لئے ان کو درخت کے پتوں کے کھانے پر اور بچوں کو پیاس کی وجہ سے ریت کے چوسنے پر مجبور کر دیا، اور یہ سورج کی طرح اتنی واضح حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود نہ تو محمدؐ جھکے نہ بنی ہاشم اور آخر خدا نے عشائرِ قریش کے افسون کو باطل کیا اور ان کی زعامت کو خاک میں ملا دیا اور تین سال کے بعد بائیکاٹ کے معاہدے کی دھجیاں اڑ گئیں۔

(۲) ——— جب قریش نے سنا کہ محمدؐ نے مدینہ میں اپنے لئے پناہ گاہ بنالی ہے اور عنقریب ہجرت کر کے وہاں چلے جائیں گے تو پورے مکہ والوں نے محمدؐ کے قتل کر دینے پر اجماع کر لیا کیونکہ اگر وہ یثرب چلے گئے تو کامیاب ہو جائیں گے اور مکہ کی قیادت اور اس کا شرف چھن جائے گا اس لئے انہوں نے ہر ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۲ ۔ ۲۰۳ ۔

کا انتخاب کیا اور طے ہوا کہ سب لوگ ایک ساتھ تلوار ماریں تاکہ محمدؐ کا خون تمام قبیلوں میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ سے خون کا مطالبہ نہ کر سکیں یہ سب طے کر کے جب یہ لوگ محمدؐ کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں محمدؐ کے بستر پر علیؑ کو سوتے پایا یہ دیکھ کر مکی قیادت پاگل ہوگئی اور انعامات کا اعلان کر دیا گیا کہ جو محمدؐ کو زندہ یا مردہ پکڑ لائے اس کے لئے یہ انعامات ہیں،

اور ادھر محمدؐ وان کا ساتھی اور ان کا دلیل جو مشرک تھا یہ سب اپنے راستے پر باذن خدا صحیح وسالم رواں دواں تھے، یہ حقیقت سورج کی طرح اتنی روشن ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے ۔[1]

(۸) سیاسی عہدے کیلئے اور حسد کی وجہ سے جنگ

عشائر قریش اور اموی قیادت کبھی بھی محمدؐ و بنی ہاشم اور ان کے دین کو شکست دینے کی طرف سے مایوس نہیں ہوئی اور خود محمدؐ و بنی ہاشم و اصحاب محمدؐ بھی شرک اور اس کی قیادت کو شکست دینے کی طرف سے کبھی مایوس نہیں ہوئے (اس وقت) عرب تین حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔

(۱) ——— ایک قسم قریش اور اس کی مشرک قیادت کے ساتھ تھی

(۲) ——— دوسری قسم بہت تھوڑے سے لوگ محمدؐ کے ساتھ تھے

(۳) ——— تیسری قسم منتظر تھی کہ کس کو غلبہ ہوتا ہے جس کو غلبہ ہو اسی کے ساتھ ہو جائے ۔

جنگ بدر واحد کا معرکہ ہوا پھر قریش کی قیادت نے یہودیوں سے ہم سوگند ہو کر لشکر احزاب تیار کیا، اور رسول خداؐ کے پایۂ تخت مدینہ پر حملہ آور ہوئے، لیکن قریش کی قیادت پسپا ہو گئی اور ابھی زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ قریش وقیادت شرک خدائی فوج کے (جندالله) حملہ

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۸۰ و ج ۱ ص ۳۴۲۔

کی زد میں آگئی اور یہ خدائی فوج کامیابی کے ساتھ عاصمۂ شرک (مکہ) میں داخل ہوگئی قیادت قریش نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور مجبور ہوکر اسلام قبول کرلیا، اس کی شکست کے بعد تمام عرب یعنی پورا جزیرۃ العرب حکومت اسلام کے سامنے سرنگوں ہوگیا اور عرب فوج در فوج دین خدا میں داخل ہونے لگے۔

⑨ ہاشمی نبوت ناقابل انکار

عشائرہ قریش نے اپنی اموی قیادت کے ساتھ دین محمدی اور محمد ہاشمی کی نبوت کا ہر طرح سے بائیکاٹ کیا اور کسی بھی طرح سے قبول نہیں کیا ہر طرح سے مقابلہ کیا، یہ بت پرستی کی دفاع کے لئے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ دین کو ہاشمی طریقہ سے آنے کو ناپسند کرتے تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ قیادت کا سہرا ہاشمیوں کے سر بندھے یا عہدۂ سیاست کی علمبرداری میں کوئی تغیر واقع ہو آخرکار ابوسفیان کا ٹکراؤ مکہ کے قریب جند اللہ سے ہوگیا۔ عباس نے اس کو روکا اور اس نے جند اللہ کو دیکھا، دیکھتے ہی اس کے دل پر رعب چھا گیا اور مقابلہ کی طاقت سلب ہوگئی، حزب اللہ کے لیڈر نے رسالتمآبؐ کی نبوت کے بارے میں اس کے جو تصورات تھے ان سے پردے ہٹا دیے تو اس نے کہا: میں نے تو اس جیسا بادشاہ دیکھا ہی نہیں نہ شاہ ایران نہ شاہ روم نہ شاہ بنی الاصفر[1] عباس اس کو کھینچتے ہوئے رسول خدا کے پاس لائے اور بولے: اے ابوسفیان تجھ پر وائے ہو کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تو جان لے لا الٰہ الا اللہ؟ ابوسفیان نے کہا: میرا خیال ہے اگر خدا کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو وہ بھی میرے لئے سود مند نہ ہوتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

اے ابوسفیان کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو جانتا میں خدا کا رسولؐ ہوں؟

ابوسفیان نے کہا: خدا کی قسم اس بات کے لئے اب بھی میرے دل میں کچھ ہے۔

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۹۰ اور اس کے بعد، النظام السیاسی للاسلام۔

اس پر عباس چیخے اے ابوسفیان اسلام قبول کر اور گواہی دے قبل اس کہ تیری گردن ماردی جائے کہہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

یہاں پر گردن مارنے کی دھمکی دی گئی اور وہ چاروں طرف سے گھر گیا اور کوئی حیلہ کارگر نہ ہوسکا تو ابوسفیان اپنی جان بچانے کے لئے اسلام لایا۔ ابوسفیان پر دہشت طاری ہوگئی وہ رسول خدا کو دیکھ رہا تھا اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا: کاش مجھے معلوم ہوجاتا کس چیز نے اس کو ہمارے اوپر غلبہ عطا کیا؟ خدا نے اپنے رسولؐ کو ابوسفیان کے دل کی بات بتادی اور رسول خداؐ نے فرمایا:

مجھے خدا نے تجھ پر غلبہ عطا کیا ہے [1]

عشائر قریش نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ ہاشمی نبوت ایک ایسا مقدر ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے اور نہ اس سے چھٹکارا ممکن ہے اور نہ ہی یہ اختیاری چیز ہے اور اگر یہ عشائر کے اختیار میں ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی قبول نہ کرتے کہ نبی بنی ہاشم سے ہو۔ اور نبوت کوئی تکراری چیز نہیں ہے نبوت کے بعد پھر تو عشائر قریش میں سے کوئی بھی عشیرۃ بنی ہاشم کے مقابلہ کا باقی نہیں رہا اس لئے کہ بنی ہاشم سب پر سبقت لے گئے اور عشائر قریش کو احساس ہوگیا کہ ان کے سیاسی عہد سے لڑکھڑا گئے اور ہوا میں اڑ گئے اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اب بنی ہاشم میں نبوت و ملک سارے شرف جمع ہوگئے اس لئے ان کی برتری کو روکا نہیں جاسکتا۔

بنی ہاشم کی پیش رفت سے جلوگیری

تمام عشائر قریش اس بات پر متحد تھے کہ وہ سیاسی نظام جو قبائل مکہ کے درمیان مناصب شرف کی بنیاد پر تقسیم کیا گیا تھا ہاشمی رسول نے اس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اسی لئے بنی عبدالمطلب بن عبد مناف جو ہاشمیوں کے ساتھ تھے ان کے علاوہ تمام عشائر نے ہاشمی نبوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا تھا لیکن ان میں سب سے زیادہ مخالفت والا قبیلہ بنی امیہ کا تھا اور اس کے

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۱۹، اور اس کے بعد النظام السیاسی للاسلام۔

چند اسباب تھے ۔

① ــــــــــــ بنی ہاشم سے عداوت ، دشمنی ، کینہ وحسد سے بھرا ہوا طویل ماضی حتی قبل از اسلام تک ،

② ــــــــــــ ہاشمی نبوت کی وجہ سے بنی امیہ کی قیادت سے محرومی ۔

③ ــــــــــــ ہاشمیوں کو بنی امیہ کے سرداروں کا قتل کرنا مثلا بالترتیب عتبہ ، ولید ، شیبہ کا قتل حمزہ ، علیؑ ، عبید اللہ کے ہاتھوں سے پس بنی امیہ یہی نہیں کہ صرف ہاشمیوں کو ناپسند کرتے ہوں بلکہ ان سے کینہ بھی رکھتے تھے ، ہند مادر معاویہ زوجۂ ابوسفیان نے اس کینہ کی عکاسی کی ہے کہ اس نے جناب حمزہؑ کے قتل کو کافی نہ سمجھ کر ان کے جسم پاک کا مثلہ کیا ۔ لیکن نبوت کی کامیابی ، نور اسلام کا جزیرۂ عرب پر پھیلنا ، اموی‌وں کا قبول اسلام میں پیچھے رہ جانا ، اسلام کے خلاف اپنی جنگوں کو یاد کرنا ان سب اسباب کی وجہ سے بنی امیہ علی الاعلان بنی ہاشم میں ملک ونبوت کے جمع ہونے کی مخالفت پر قادر نہ ہو سکے ۔

زبردست موج

"ہاشمیوں کے اندر ملک و نبوت دونوں نہیں ہونا چاہیئے" والا مقولہ ایک سیلاب کی طرح پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا لیکن آنحضرتؐ کی موجودگی تک لوگوں کے منہ میں تالے لگے رہے اور نفوس کے اندر جذبات ساکت وخاموش رہے نیز حضور کی حکومت کا شرعی ہونا اور سچے دوراست گو اصحاب کا قیادت رسولؐ کے ماتحت متحد رہنا بھی اس خاموشی کی علت رہی ، لیکن اگر ان تینوں عناصر میں سے ایک عنصر بھی مفقود ہو جاتا تو حکومت کی شرعیت متزلزل ہو جاتی اور دبنا بر تعبیر معاویہ اچھے اصحاب کی تعداد اتنی کم ہو جاتی جیسے کالے بیل میں سفید بال اور اقتدار غالب شخص کے ہاتھ میں آجاتا ۔

ؔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۶ ، ۷ ، ۸ ۔

ک : پاکیزہ قرابت

خلافت راشدہ کی شرعی بنیاد ہے

جب تینوں مہاجرین سقیفہ بنی ساعدہ میں داخل ہوئے تو درج ذیل استدلال کیا :

ابو بکر نے کہا :

ہم رسول خدا ؐ کے خاندان والے ہیں اور تم لوگ ان کے وزیروں میں تھے (لہذا) ہمارے بھی وزیر دین میں رہو ۔

عمر نے کہا :

ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں خدا کی قسم عرب اس بات کو ہرگز پسند نہ کریں گے کہ تم حکومت کرو جب کہ نبی تمہارے غیر سے ہو البتہ عرب اس کے لئے اسی کو منتخب کریں گے جن میں سے ان کا نبی ہے ، جو لوگ ہمارے مخالف ہیں ان کے لئے ہمارے پاس روشن دلیل اور آشکار برہان ہے ، جو شخص بھی ہم سے محمد کی حکومت اور میراث کے بارے میں جھگڑا کرے جب کہ ہم خاندان والے اور قرابت دار ہیں وہ یا تو باطل پرست ہے یا گنہگار ہے یا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے ۔[۱]

اس وقت تمام انصار نے کہا :

ہم صرف علی ؑ ابن ابی طالب کی بیعت کریں گے اور علی ؑ موجود نہ تھے (لیکن پھر بھی) بعض انصار نے کہا : ہم صرف علی ؑ کی بیعت کریں گے ۔[۲]

اور پھر بہت جلد حکومت ابو بکر کے لئے ہو گئی اور علی ؑ کو ابو بکر کی بیعت کے لئے بلایا

---

۱ ۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۶ ، ۷ ، ۸ ۔

۲ ۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۶۶ ۔

گیا، علیؑ نے کہا:

میں تم سے زیادہ اس امر کا مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا جب کہ تم لوگوں کے لئے اولیٰ ہے کہ میری بیعت کرو، تم نے یہ حکومت انصار سے لے لی اور دلیل میں نبیؐ کی قرابت کو پیش کیا اور ہم سے اس کو غصب کر رہے ہو؟ کیا تم نے انصار سے یہ استدلال نہیں کیا تھا کہ تم انصار سے اس لئے اولیٰ ہو کہ محمدؐ تم میں سے تھے انصار نے اسی دلیل کی بنا پر قیادت تم کو دی اور حکومت انصار نے تمہارے سپرد کی اب میں تم پر وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار پر پیش کی تھی کیونکہ ہم تو رسول خداؐ سے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی سب سے زیادہ اولیٰ ہیں ......

ل تحول و بڑھتی موج

عمر موت کے بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے امت محمدؐ کے بارے میں فکر کر رہے ہیں معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا، اگر معاذ بن جبل موجود ہوتے تو ان کو والی معین کرتا اگر خالد بن ولید ہوتے تو ان کو امیر المومنین بنا دیتا اگر ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بناتا ....

سالم موالیوں میں تھا عرب میں اس کا نسب معلوم نہیں تھا، معاذ انصار میں سے تھے اور سقیفہ کے دن انصار کا والی ہونا جائز نہ تھا، خالد بنی مخزوم سے تھے اور صحابہ کے دسویں طبقہ میں تھے کیونکہ یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان والے زمانہ میں اسلام لائے تھے۔

عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ ابن عباس سے کہا: اے ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ کے بعد کس چیز نے تمہاری قوم کو تم سے خلافت کو روکا؟

ابن عباس کہتے ہیں: میں نے جواب دینا اچھا نہ سمجھا اس لئے کہا:

اگر میں نہیں جانتا تو امیر المومنین جانتے ہی ہیں،

عمر نے کہا: لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تم میں نبوت و خلافت دونوں اکٹھا

ہو جائیں تو تم پوری قوم پر فخر کرتے پھرو لہذا قریش نے اپنے لئے امیر منتخب کر لیا اور اچھا کیا اس میں وہ موفق رہے ،

ابن عباس نے کہا :

اے امیر المومنین اگر آپ مجھے کلام کی اجازت دیں اور ناراض نہ ہوں تب میں جواب دوں ۔

عمر نے کہا : ہاں کہیئے ۔

ابن عباس نے کہا :

اے امیر المومنین آپ کا یہ کہنا کہ قریش نے اپنے لئے حکومت اختیار کی اور اچھا کیا اور اس میں موفق ہوئے تو عرض ہے کہ اگر قریش نے اپنے لئے وہی اختیار کیا جو خدا نے ان کے لئے اختیار کیا تھا تب تو ٹھیک ہے نہ قابل رد ہے نہ قابل حسد ہے لیکن آپ کا یہ کہنا کہ انہوں نے نبوت و خلافت کو ایک خاندان میں پسند نہیں کیا تو خداوند عالم نے ایک قوم کی ناپسندیدگی کا اظہار اس طرح کیا ہے :

ذالک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم " کہ انہوں نے خدا کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا اس لئے خدا نے ان کے سارے اعمال حبط کر لئے "

اس پر عمر بولے : افسوس اے ابن عباس تمہارے بارے میں ایسی خبریں مجھے ملتی تھیں جن کے بارے میں میرا جی نہیں چاہتا کہ تم سے اقرار لوں اور اس کی وجہ سے تمہاری منزلت میری نظروں سے گر جائے ابن عباس نے کہا : اگر وہ چیزیں حق ہیں تو اس سے میری منزلت کم نہیں ہونی چاہیے اور اگر باطل ہیں تو مجھ جیسے شخص کو اپنے سے باطل باتوں کو دور کرنا چاہیئے

عمر نے کہا :

مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کہتے ہیں : ہم سے خلافت کو از روئے حسد و ظلم و بغاوت چھین لیا گیا ابن عباس نے کہا :

اے امیر المومنین آپ جو فرما رہے ہیں از روئے ظلم و ستم ! تو اس بات کو تو

ہر جاہل و عالم جانتا ہے اور یہ سب پر واضح ہے اب رہی بات حسد والی تو جناب آدمؑ سے حسد کیا گیا اور ہم بھی انہیں کی اولاد ہیں جو محسود ہیں۔ اس پر عمر نے کہا:

افسوس افسوس خدا کی قسم اے بنی ہاشم تمہارے دلوں سے حسد زائل نہیں ہوگا۔

ابن عباس کہتے ہیں: پھر میں نے کہا: اے امیر المومنین چھوڑیئے آپ اس قوم کے دلوں کو ایسی صفت سے متصف نہ کیجئے جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے۔[1]

جو گفتگو ابن عباس اور عمر کے درمیان ہوئی ہے اس کو مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک فکری تحول اور ہیجانی موج پیدا ہو چکی تھی جو رسولؐ کی زندگی میں دبی تھی لیکن خلفاء کی حکومت تاسیس ہوتے ہی اس میں جوش آگیا۔ ہم اصل واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

اصل واقعہ

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں:

عمر نے ایک مرتبہ مجھ کو بلوا بھیجا اور مجھ سے کہا: اے ابن عباس حمص کا عامل مر گیا ہے اور وہ نیک لوگوں میں تھا ویسے نیک لوگ کم ہوتے ہیں میں امید کرتا ہوں تم بھی انہیں میں سے ہو گے مگر تمہاری طرف سے میرے دل میں کچھ کدورت ہے جس نے مجھے آزردہ کر رکھا ہے پس اس عہدہ کیلئے تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن عباس نے کہا:

میں اس عہدے کو قبول نہیں کروں گا جب تک آپ اپنے دل کی بات نہ بتا دیں۔

عمر نے کہا: آخر آپ کیا کریں گے؟

ابن عباس: میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جس سے میری جان کو خطرہ

---

[1] کامل ج ۳ ص ۲۴، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۷، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۹۷، النظام السیاسی فی الاسلام ص ۱۴۱۔

ہو تو میں اس سے ہوشیار رہوں اور اگر وہ جھوٹ ہے اور ایسی کوئی بات نہیں ہے اور میں سمجھ لوں کہ اس چیز کا میں اہل نہیں ہوں ———— میری طرف اس کی نسبت غلط ہے ———— تو پھر میں وہاں چلا جاؤں کیونکہ آپ ہر کام میں جلد باز ہیں ۔

عمر نے کہا :

اے ابن عباس مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہیں میرے مرنے کے بعد آپ اپنے عہدے پر ہوں تو لوگوں کو اپنی طرف بلانے لگیں اور آپ لوگوں کے علاوہ کوئی بھی آپ کی طرف نہ آئے میں نے خود رسول خداؐ کو دیکھا ہے کہ لوگوں کے سپرد کام کرتے تھے اور آپ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے ۔

ابن عباس نے کہا :

ہاں کبھی ایسا ہوتا تھا اور تم نے بھی دیکھا ہوگا آپ کی رائے میں آنحضرتؐ ایسا کیوں کرتے تھے ؟

عمر نے کہا :

خدا کی قسم یہ تو مجھے نہیں معلوم ، کیا آپ اس سے بخل فرماتے تھے حالانکہ آپ لوگ اس کے اہل تھے یا اس بات سے ڈرتے تھے کہ آپ حضرات چونکہ رسول خداؐ کی نظر میں محترم تھے اس لئے لوگ آپ کی بیعت کریں اور اس وقت آپ سے بازپرس ہو ، میں نے اپنا نظریہ بیان کر دیا اب آپ اپنی رائے بتائیے ؟

ابن عباس نے کہا :

میرا خیال ہے کہ میں آپ کے لئے کام نہیں کر سکتا ۔

عمر نے کہا : آخر کیوں ؟

ابن عباس نے کہا :

اگر میں آپ کے لئے کام کروں اور آپ کا نظریہ میرے بارے میں یہی رہا تو ہمیشہ آپ کی نظر میں خار کی طرح کھٹکتا رہوں گا ۔

عمر نے کہا :

پھر کوئی مشورہ دیجئے ۔

ابن عباس نے کہا:

ایسے کا انتخاب کیجئے جس پر آپ دونوں کو اعتماد ہو[1]

حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے مصالح کا اتنی شدت سے خیال تھا کہ وہ مرنے کے بعد بھی کسی قیمت پر نہیں چاہتے تھے کہ بنی ہاشم لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہوں اور وہ امت محمدؐ پر حکومت کر سکیں۔

مختصر یہ کہ یہ نظریہ ایک موج کی طرح غالب آگیا اور ایک عمومی نظریہ بن گیا اور اکثریت نے اس کو قبول کر لیا اس لئے کہ اسی سے بنی ہاشم کے مظالم کو روکا جا سکتا تھا اور تمام عشائر کے ساتھ انصاف کیا جا سکتا تھا کہ خلافت ہر قبیلہ میں جا سکتی تھی اور یہ بنی ہاشم کی نبوت کے مقابلہ میں تھا یا ان کی نبوت کے بدلہ میں تھا۔ بس خلاصہ یہ ہے کہ فاروقی نظریہ کے مطابق یہ مقولہ قریش کی توفیق و ہدایت کے مظاہر میں سے ایک مظہر تھا۔

اور پھر آخر کار، ابوسفیان کو حکومت کا لالچ دے کر جن صدقات کو اس نے جمع کیا تھا ان سب کو اس کے حوالہ کرکے اس کے بیٹے یزید کو شامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر اور دوسرے لڑکے معاویہ کو یزید کے لشکروں میں سے ایک لشکر کا افسر بنا کر اور یزید کے مرنے کے بعد شام کے والی کی حیثیت سے قرار دیا اور یہی چیز حکومت اور طلقاء کے درمیان ایک قسم کا مشترک حلف نامہ قرار پایا اور مشترک سیاست ہوئی کہ بنی ہاشم کو نبوت و حکومت دونوں حاصل ہونے نہ دیا جائے اور اس طرح ہاشمیوں کے اندر نبوت و خلافت کے جمع نہ ہونے کا حلف نامہ مکمل ہو گیا۔

اور اس طرح عترۃ طاہرۃ نہ صرف خلافت بلکہ ان تمام امتیازی شرف و منزلت سے محروم ہو گئی جو زمانہ جاہلیت میں اس کو حاصل تھی اور تمام گروہوں کو حصہ بھی مل گیا کہ خلافت دست بدست ہر ایک کو پہونچتی رہے اور اب فاروق کے اس قول پر نظر ڈالئے جو انہوں نے عباس و بنی ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

خدا کی قسم دوسری بات یہ ہے کہ ہم تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے ہیں کہ ہم کو تمہاری

---

[1] مروج الذہب ج ۲، ص ۲۵۴۔

ضرورت ہے لیکن اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جو چیز تمام لوگوں کی نظروں میں پسندیدہ ہے کہیں تم کو اس پر اعتراض نہ ہو۔ اور اس سے تمہارے اور عوام میں اختلاف پیدا ہوگے۔

اور پھر بنی ہاشم کی ذلت و رسوائی اس حد تک پہونچ گئی کہ عبداللہ ابن زبیر ——— اگر کچھ اہل خیر آڑے نہ آتے ——— تو تمام ہاشمیوں کو ان کے گھروں کے ساتھ نذر آتش کر دینے پر تل گیا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام وہ قبیلے جنہوں نے بنی ہاشم کو شعاب ابی طالب میں تین سال تک محصور کر رکھا تھا اور جن قبیلوں نے اپنے اپنے نمائندوں کو رسول خدا کے قتل میں شریک ہونے کے لئے بھیجا تھا وہ بنی ہاشم سے کہیں زیادہ خوش قسمت تھے اور ان کا ہر ہر فرد بنی ہاشم سے زیادہ حکومت کا استحقاق رکھتا تھا کہ ریاست و حکومت ہر شخص کے لئے حلال تھی لیکن عملی طور سے ہر ہاشمی پر حرام تھی یہ سب صرف اس وجہ سے تھا کہ بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہیں ہو سکتی سچ ہی ہے

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ؟ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہو سکتا ہے ؟

م ——— عدم جمع نبوت وامامت کی شرعی توجیہ

یہ جملہ ہر اعتبار سے جاہلی مقولہ ہے، نصوص شرعیہ سے معارضہ تامہ رکھتا ہے اس سیاسی نظام سے جو الٰہی عقائد سے ماخوذ ہے مکمل طور سے ٹکراتا ہے، جناب داؤد جو نبی بھی تھے ان کے بیٹے جناب سلیمان ان کے وارث ہوئے ان کے اندر نبوت و خلافت جمع ہوئی کہ نہیں (اسی طرح) دیگر انبیاء اور ان کی ذریت کو کتاب و نبوت و حکم عطا کیا گیا کہ نہیں، مگر ان حضرات پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا کیونکہ یہ فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے خلافت ایک دینی منصب ہے اور پہلے درجہ کی دنیاوی چیز ہے اور خلیفہ تو نبی کا قائم مقام ہوتا ہے اور نبوت کے مہم ترین امور کا بیان و حکم کرنا ہے اور یہ چیزیں مکمل طور سے فنی و تخصیصی ہیں جس شخص کو بھی اسلام کے سیاسی نظام کے بنیادی ارکان سے واقفیت ہوگی وہ تھوڑی سی کوشش سے سمجھ لے گا کہ یہ نظریہ و مقولہ اسلام کے سیاسی

نظام کو جڑ سے اکھاڑ دینے والا اور برباد کر دینے والا ہے اور اسلام کے نظام سیاسی کو عملی طور سے ایک وضعی نظام بنا دینے والا ہے جو دیگر وضعی نظاموں سے صرف شکل وصورت میں فرق رکھنے والا ہے اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت اسلامی مال غنیمت بن کر رہ جائے گی اور وہ لقمہ بن جائے گی جس کو ہر غالب کھا جائے گا، اور غلبہ کے بعد نبوت کی کرسی (جہانداری) پر بیٹھ کر اسلام کا جبہ اوڑھ کر خلیفہ بن جایا کرے گا اب اگر کوئی آزاد کردہ شخص جس نے ہر طرح سے اسلام سے جنگ کی ہو اور جان بچانے کی خاطر مجبوراً مسلمان ہو گیا ہو وہ ایسے مہاجر پر غالب آجائے، جس نے اسلام کی خاطر جان کی بازی لگادی ہو جو ہر جنگ میں اسلام کے لئے لڑا ہو تو وہ غالب حاکم وفرمانروا ہو جائے گا ولی ہو جائے گا شرعی طور سے اسلامی حکومت اس کے لئے ہو جائے گی اور وہ مہاجر ایک معمولی شخص اور رعایا میں شمار ہوگا اور یہی وہ مقام ہے کہ جہاں جاہل بھی متکلم بن جاتا ہے اور عالم خاموش رہتا ہے، مسلمانوں کا محاصرہ کرنے والا آگے بڑھ جاتا ہے اور محصور شدہ پیچھے رہ جاتا ہے۔

اور یہ سب کس لئے کیا گیا؟ تا کہ تمام دیگر قبائل کو انصاف دیا جائے اور بنی ہاشم کو نبوت کے ساتھ خلافت نہ ملنے پائے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ دوبارہ عملی طور سے وہی سیاسی مناصب سب حاصل کر سکیں جو اسلام کے پہلے انہیں حاصل تھے لیکن نئے طریقہ سے کیونکہ نظام جاہلی میں مناصب کو اس طرح پر تقسیم کیا گیا تھا کہ ہر قبیلہ ان منصبوں میں سے اپنے اعتبار سے اپنا حصہ لے لے، لیکن اب اس نظریہ اور مقولہ کی بنا پر حکومت تو نوبت بہ نوبت بدلتی رہے لیکن شرف ومنصب میں دوسرے بھی شریک رہیں اب رہا خدائی احکام کے اعتبار سے اسلام کا سیاسی نظام تو وہ دوسری چیز ہے یہ نظام تو اسلام سے پہلے مکہ میں جو نظام رائج تھا اس کے بھی مخالف ہے۔

ن۔ نبوت کے ساتھ بنی ہاشم کو خلافت نہ دینے کے نتائج

پہلا نتیجہ

اس کا انجام یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا تھا
جب وہ ہر طرف سے گھر گئے اور جان بچانے کے خوف سے مجبوراً اسلام لائے تو ان
میں اور ان لوگوں میں جنہوں نے اسلام کے لئے ہر قسم کی جنگ لڑی یہاں تک کہ خدا نے اپنے
دین کو عزت بخشی اپنے نبی کی مدد کی اور حکومت ایمان قائم کی ان دونوں میں کوئی فرق ہی نہ رہا
سب ہی مسلمان ہیں سیاسی اعتبار سے ان میں اور اُن میں کوئی فرق ہی نہیں ہے یہ بھی مسلم وہ بھی مسلم
یہ بھی جنتی وہ بھی جنتی!

وہ ہاشمی جو تین سال تک محصور رہا اور مصیبتیں جھیلتا رہا اس میں اور اس مشرک میں جس
نے ہاشمیوں کو حصار میں رکھا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہے آخر اسلام پہلے کے گناہوں
کو ختم کر دیتا ہے نا؟ اس مفروضہ کی بنا پر اگر حمزہ سید الشہداء دوبارہ زندہ ہو جائیں تو سیاسی
نظریہ سے ان میں اور ان کے قاتل وحشی میں کوئی فرق نہیں ہوگا، قاتل و مقتول مہاجر و آزاد کردہ،
جاہل و عالم سب ہی برابر ہوں گے، بلکہ اگر جاہل غالب ہو جائے تو سیاسی طور پر عالم کو اس کی اطاعت
کرنی واجب ہوگی، اس کی پیروی کرنی ہوگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ اگر ایک ہاشمی عالم ہو مثلاً علی ابن
ابی طالبؑ اور وہاں پر انہیں کے درجہ کا یا ان سے کم درجہ کا انصاری عالم ہو تو انصاری عالم ہاشمی
عالم پر مقدم ہوگا آپ خود ہی فاروق کا قول دیکھیں وہ حضرت علی علیہ السلام کی موجودگی میں فرماتے
ہیں: اگر معاذ بن جبل ہوتے تو میں ان کو والی بنا دیتا، اگر خالد بن ولید ہوتے تو میں ان کو
والی معین کر دیتا۔ حالانکہ خالد نے مسلمان کو قتل کیا تھا ایک واقعہ میں نہیں گئی میں اور علیؑ نے
متعدد معرکوں میں اسلام کے لئے جنگ کی تھی اس کے باوجود خالد ہی اولیٰ تھے، انتہا یہ ہے
کہ فاروق کو اگر ایک غلام سالم مل جاتا جس کا نسب عربوں میں معلوم بھی نہ تھا تو وہ اس کو
حاکم بنا دیتے اور علیؑ کو محکوم بنا دیتے حالانکہ حضرت علیؑ عمرو ابی عبیدہ اور تمام مومن و مومنہ کے
باقرار عمر بن خطاب مولیٰ تھے۔

دوسرا نتیجہ

اختلاف کا بیج بونا

یہ تو ہوگا ہی کہ مہاجر و طلیق ، قاتل و مقتول ، محصور اور حصار کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہ رہنے کے ساتھ ہر ایک کو اسلام سمجھنے کا حق ہوگا اور اپنے سمجھے ہوئے مطلب کی طرف دوسروں کو دعوت دینے کا حق ہوگا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ متعدد مراجع اور متعدد مفاہیم کا وجود ہو جائے اور ہر فریق کو یہ گمان ہو کہ وہی حق پر ہے اس میں ایک فریق شمال کو جائے گا ایک جنوب کو ، تیسرا مغرب کو ، چوتھا مشرق کو ، پانچواں شمال کے گوشہ میں وھکذا اور ان سب میں کوئی ایک ایسا مرجع نہیں ملے گا جس کا کلام معتبر ہو اور وہ شرعی و یقینی حجت ہو جس کو سب ہی تسلیم کریں ، اس فضا میں اور ایسی زرخیز زمین میں اختلاف کا بیج بویا جائے گا ۔

جو بہت جلد نمایاں ہو جائے گا ، اب اگر حضرت علیؑ ایک بات فرمائیں گے اور طلقاء میں سے کوئی ایک بات تو جو شخص ان دونوں اقوال میں وزن کر کے دیکھ سکتا وہ تو خود سننے والا ہے کیونکہ علمی طور سے وہ حضرت علیؑ اور دوسرے میں فرق ہی نہیں کرے گا کیوں کہ دونوں جنتی ہیں دونوں مسلمان ہیں دونوں صحابہ ہیں ، یعنی عملی طور سے وہ حضرت علیؑ کے قول کی ترجیح کا اقرار نہیں کریں گے اس لئے کہ دو برابر کے شخصوں میں کسی ایک کی بات کو دوسرے کی بات پر کیونکر ترجیح دی جاسکتی ہے ؟ جب کہ دونوں عادل ہیں ان میں تفاوت کیسے کیا جا سکتا ہے ؟ گویا یہ ایک سونے کا ٹکڑا ہے ، جو ہر اعتبار سے دوسرے ٹکڑے کے برابر ہے بس اس میں سے کسی ایک کو لے لو مگر خبردار تمیز نہ دینا ، لہٰذا یہ جو اتفاق حاصل ہوا ہے یہ ظاہری اتفاق ہے مگر اس اتفاق کے نیچے ایک زبردست اختلاف پرورش پا رہا ہے جو دیر سویر ایک سرطان بن کر امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گا اور شرعی چوکھٹے سے نکل کر ایک پیچیدہ و مجہول سرنوشت کی طرف دھکیل دے گا ۔

تیسرا نتیجہ! ــــ بنی ہاشم کے علاوہ حکومت سب کا حق ہے

بطور اطلاق کوئی بھی شئی کسی بھی مسلمان کو حکومت اسلامی کی ریاست سے روک نہیں سکتی اگر اس میں دو شرطیں موجود ہوں پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ حکومت کی گدی تک کسی بھی ذریعہ سے ــــ نص ، استخلاف شوریٰ ــــ خواہ وہ غلبہ ہی کی وجہ سے ہو ، پہنچ جائے اور لوگ اس کے مطیع ہو جائیں اور اس کے غلبہ و سلطنت کو تسلیم کریں دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بنی ہاشم میں سے نہ ہو اس لئے کہ ان کو نبوت مل چکی ہے اور یہی اختصاص ان کے کافی ہے اسی حق نے لوگوں کے اندر حکومت حاصل کرنے کی طمع کو وحشتناک کا بوس اور جھنجھوڑ دینے والے وسیلہ کی طرف بدل دیا جس نے امت سے راحت و آرام کا حق بھی چھین لیا اور اس کو خواہشمندان ریاست و تشنگان قدرت کے لئے میدان امتحان قرار دے دیا اور اسی وجہ سے اسلام کا سیاسی و شرعی نظام معطل ہو کے رہ گیا۔

اب رہا یہ امر کہ رئیس حکومت کس قبیلہ سے ہو؟ اس کے پاس کتنا علم ہو؟

اس کا دین کیا ہو؟

اس کا اسلام میں ، سابقہ کیا ہو؟

کن لوگوں پر حکومت کرے گا؟

یہ سب دوسرے نمبر کی چیزیں ہو گئیں جن کی عملی اعتبار سے کوئی قیمت نہیں ہے اور نہ قابل اعتماد ہیں اس لئے غالب بہر حال غالب ہے اور مغلوب کی رضامندی کا حاصل کرنا یہ بالکل ہی دوسری چیز ہے۔

آخر یزید ابن معاویہ کو اس کے فسق و فجور کے باوجود کس نے حکومت اسلامی کا رہبر بننے سے روک دیا؟ اس لئے کہ وہ معاویہ جیسے رئیس کا بیٹا تھا اور کس نے امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب کو جو بالنص سید شباب اہل الجنۃ تھے اور جو بالنص اس امت میں ریحانۃ الرسول تھے اور اس امت کے بالنص شرعی امام تھے ان کو یزید کی رعایا بننے سے روک دیا؟ اور یزید

کی حکومت کے تحت ہونے سے روک دیا (اس نظریہ کی بنا پر) دونوں مسلمان تھے دونوں جنتی ہیں قاتل و مجرم یزید بھی جنتی اور مظلوم و مقتول امام حسینؑ بھی جنتی کیونکہ دونوں صحابی تھے اور جو اس نظریہ پر نقد و تبصرہ کرے وہ زندیق ہے وہ ثابت باہر نہ اس کے ساتھ کھانا پینا صحیح ہے اور نہ مرنے کے بعد اسپر نماز جنازہ درست ہے ۔

چوتھا نتیجہ ! اوراق پریشاں

سارے امور چوپٹ ہوگئے ، حق و باطل ، خیر و شر ایلوا و شہد مخلوط ہو گئے پیچھے والا آگے آگے والا پیچھے ہوگیا مجاہد شل غیر مجاہد ، قاتل ، و مقتول ، گھرنے والا و گھیرنے والا ، اسلام کے لئے جنگ کرنے والا ، اسلام کے خلاف جنگ کرنے والا سب ہی ایک ہو گئے سب ہی دین خدا میں داخل ہو گئے کیونکہ یا تو نبیؐ نے ان کو دیکھا ہے یا انہوں نے نبیؐ کو دیکھا ہے اس لئے سب صحابی اور سب ہی جنتی ہو گئے (سبحان اللہ)

سچے مسلمان اٹھ گئے ، مختلف شہروں میں چلے گئے اور بقول معاویہ انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل ہو گئے اسلام کا سیاسی نظام تباہ ہوگیا آگے والے پیچھے کر دیئے گئے پیچھے والے آگے بڑھا دیئے گئے بہر حال انجام خدا کے ہاتھ ہے ۔

Subhan Allah

دوسری فصل

سیاسی نظریہ کی جڑیں

اسلام کا سیاسی نظام

الف   موجودہ اسلام اور حقیقی اسلام میں فرق

اسلام کا وہ سیاسی نظام جو وفات حضرت رسولؐ سے شروع ہو کر بنی عثمان کے آخری بادشاہ کے مرنے پر ختم ہوتا ہے وہ اس اسلامی سیاسی الٰہی نظام سے قطعاً الگ ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے محمدؐ پر اس لئے نازل کیا تھا کہ وہ ہر زمانہ کے مسلمانوں کی قیادت کر سکے۔

اور اس اصرار کے ساتھ کہ یقیناً یہ اختلاف موجود تھا اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ اس اختلاف کا حجم بر شخص و ہر زمانہ کے اعتبار سے متفاوت تھا اور مناسب ہے کہ میں اس کی بھی تاکید کر دوں کہ اگر ہم اندھی تقلید چھوڑ دیں تو یہ اختلاف صاحبان بصیرت پر بھی مخفی نہ رہے گا اس لئے کہ اگر رسولؐ اسلام کے بعد اسلامی نظام سیاسی کو الٰہی شکل و صورت

میں لاگو کیا گیا ہوتا تو درج ذیل خرابیاں پیدا نہ ہوتیں :

(۱) ——— حکومت اسلامی زوال پذیر نہ ہوتی .

(۲) ——— وہ فتنے اور قتل و غارت گریاں نہ ہوئی ہوتیں جو ہوئیں

(۳) ——— امت اسلامیہ کا اتحاد پارہ پارہ نہ ہوتا .

(۴) ——— اسلام کی پر برکت وسعت اس منزل پر نہ رکتی جس پر آج رک گئی ہے بلکہ اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا ہوتا اور بشری تاریخ میں ایک بنیادی تغیر پیدا کر دیتا .

ایک انگریز مفکر ویلز اپنی کتاب "تجربہ در تاریخ عمومی" میں لکھتا ہے :

اگر اسلام اپنی ابتدائی و اولی سیرت پر چلتا اور اس میں فتنے فساد نہ ہوتے تو یہ پوری دنیا کو فتح کر لیتا ۔[1]

اور یہ کوئی پرانا نہیں بلکہ آج کا مفکر ہے جو یہ کہہ رہا ہے ، لیکن عرب علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ نظام خلافت ہی عین نظام سیاسی اسلامی ہے ——— یہ ان کا مبلغ علم ہے ———

اور یہ اسی نظام کے اعادہ اور تطبیق کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ اسلامی سیاسی نظام اپنی آخری شکل و صورت کے ساتھ وہ نظام ہے جس کو رسول ؐ نے اپنے زمانہ میں منطبق کر کے دکھایا تھا اور یہ نظام ، نظام خلافت سے پہلے کا ہے کیونکہ خلافت تو نبوت کی نیابت کا نام ہے جو نبوت کے بعد ہی ہوگی اب اگر اسلام کا سیاسی نظام وہی خلافت والا نظام ہے تو رسول ؐ نے جس نظام کو لاگو کیا تھا وہ کون سا نظام تھا ؟ حقیقت یہ ہے کہ جس نظام کو معاشرہ پر رسول خدا ؐ نے تطبیق کی تھی وہی اصلی الٰہی سیاسی نظام ہے جو نظام خلافت سے پہلے تھا اور جس کی پوری پوری تطبیق خلافت سے پہلے کی جا چکی تھی ؛ وہی اصلی اور مثالی نظام ہے اس کے علاوہ جتنے بھی نظام ہیں وہ سب کے سب فرعی ہیں جو اصل سے قرب و بعد کے اعتبار سے متعدد و مختلف ہوتے رہتے ہیں .

۱ۡ تشیع المغیرۃ البو ہیرۃ ، محمود البوریۃ ، ص ۱۳۱ .

ب : اسلام کا سیاسی نظام

اسلام کا سیاسی نظام وہی ہے جسکو آنحضرتؐ نے اپنے آغاز دعوت میں اسی رابطہ کی بنا پر جو اپنے چاہنے والوں سے رکھتے تھے اس کی ابتداء فرمائی تھی۔ اور پھر جب رسولؐ کی دعوت حکومت کی صورت میں بدل گئی تو حضرتؐ نے اس کو اپنے اس دس سالہ سنہری دورِ حکومت میں بھی باقی رکھا اور خداوند عالم نے رحلت رسولؐ سے پہلے دین کو کامل اور نعمت کو تمام کردیا۔ اور مطلقاً ہر ہر شئی کو بیان کردیا۔ اگر آپ استقراء و جستجو کریں تو پتہ چلے گا کہ دین اسلام ایک الٰہی نظام ہے اور اس کو خدا نے اس طرح بنایا ہے کہ پوری کائنات کے لئے نمونہ بن سکے اسی لئے کہ یہ الٰہی نظام مثالی طور سے اور آخری نظام کی صورت میں بنایا گیا ہے

ج : اسلام کے سیاسی نظام کے ارکان

اسلام کا سیاسی نظام چار پایوں پر استوار ہوا ہے اور یہ ارکان اعضائے بدن کی طرح ایک دوسرے سے اس طرح متصل ہیں کہ ان کا جدا کرنا ناممکن ہے اور اگر ان میں جدائی ڈالی گئی تو وہ نظام اپنے اسلام ہونے کی صفت کو اسی حجم کے اعتبار سے کھو بیٹھے گا اور دیر یا سویر وہ نظام درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ تنہا یہی ارکان ہیں جو اسلامی نظام کو دوسرے نظاموں سے متمیز کرتے ہیں اور صرف انہیں ارکان کی پیوستگی ہی اس نظام کی تطبیق سے فائدہ پہونچا سکتی ہے۔

پہلا رکن : سیاسی قیادت

سیاسی قیادت تمام الٰہی عقاید میں جس میں اسلام بھی شامل ہے، معین ہوتی ہے آپ چاہیں تو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے براہ راست معین و مشخص ہوتی ہے جیسے جناب داؤد و سلیمان اور حضرت محمدؐ کی نبوت ڈائریکٹ خدا کی طرف سے تھی، خود خدا نے ان حضرات کو انبیاء اور حکومت ایمان کا رئیس قرار دیا تھا تاکہ یہ حضرات پیغام الٰہی کو بذات خود و براہ راست پہونچائیں جیسے خداوند عالم نے طالوت کو بنی اسرائیل کا سیاسی رئیس قرار دیا تھا اور بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر نے تمام بنی اسرائیلیوں کو مطلع کر دیا کہ خداوند عالم نے تمہارا بادشاہ معین کیا ہے، اسرائیلیوں نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہا:

طالوت ہماری بادشاہی کے لائق نہیں ہے تب خدا نے بیان کیا کہ طالوت متعدد اسباب کی بنا پر بادشاہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ خدا نے اس کو جسمانی اور علمی طاقت بخشی ہے اور سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون اس فضل کا مستحق ہے اور یا جیسے خدا نے علیؑ کو وفات رسولؐ کے بعد امت کا حاکم بنایا اور اپنے اس انتخاب کی اطلاع اپنے رسولؐ کے ذریعہ ایک لاکھ مسلمانوں کے درمیان حجۃ الوداع کے موقع پر کرا دی۔

خدا کی طرف سے ولایت علیؑ کے اعلان کا کیا مقصد تھا؟

جو لوگ پاک باطن اور بے غرض و شہوت سے دور تھے وہ اعلم و افضل اور یقینی طور سے مناسب شخص کی قیادت کے خواہشمند تھے لیکن اعلم و افضل و انسب ہونے کا علم سب کے لئے واضح نہ تھا اور نہ ان کے امکان میں تھا کہ سب ہی تعیین کر لیتے کہ فلاں یا فلاں افضل و اعلم ہے اس لئے خدا کی رحمت اپنے مومن بندوں کے شامل حال ہوئی اور اس نے خود ہی بیان کر دیا کہ اگر واقعی میرے بندے افضل و اعلم و انسب کی تلاش میں سچے ہیں تو فلاں شخص اس کا مصداق ہے کیونکہ رہبری اور قیادت ایک فنی اور تخصص کام ہے اور نبوت کی جانشینی ہے اور نبوت کے اہم ترین کاموں میں قیادت، تبلیغ، وسعت قلب اپنے

عوام کے ساتھ رکھنا ہے اور حق بات کا کہنا ہے اور یہ سب چیزیں مقصود الٰہی کے اور نظام حقوق الٰہی کے مطابق ہونی چاہیئے یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں جن کو لوگوں کے مختلف خواہشات اور مختلف المزاج اشخاص کے حوالہ کر دیا جائے۔

یہی چیز عملی طور سے لوگوں کے بنائے ہوئے نظاموں اور اسلام کے سیاسی نظام میں بنیادی فرق رکھتی ہے، پس جتنے بھی وضعی نظام ہیں وہ لوگوں کی خواہشات و اجتہادات کے تابع ہوتے ہیں کیونکہ سیاسی قیادت اپنے ظن و گمان سے جس کو اعلم و افضل و انسب سمجھتی ہے حکومت کی باگ ڈور اس کے حوالہ کر دیتی ہے لیکن اسلامی سیاست جس کو خدائی طریقہ سے یقین و جزم وحتم سے اعلم و افضل و انسب سمجھتی ہے اس کے حوالہ کرتی ہے۔

دوسرا رکن ــ عقیدہ الٰہی اور قیادت کا رابطہ

خداوند عالم نے اس وقت تک نہ تو کسی بندے پر کتاب نازل کی اور نہ کسی انسانی گروہ کو ہدایت فرمائی جب تک اس کے ساتھ کسی ہادی کو ہدایت کے لئے نہ بھیج دیا اسی طرح کوئی بھی رسالت الٰہی انجام پذیر نہیں ہوئی جب تک کسی نبی کو نہیں بھیجا گیا۔ اسی لئے کتاب و ہدایت و رسالت کا رابطہ ایک طرف سے اور بندہ و ہادی و رسول کا رابطہ دوسری طرف سے آپس میں یوں مربوط ہیں جیسے انسانی بدن کے اعضاء ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کتاب کا بیان ہدایت کی توضیح اور رسالت کو لوگوں کے لئے بیان کیا جائے اور پھر اس کے مطابق عمل کیا جائے اور نیز وہ محدود زمانہ جو کتاب کے بھیجنے اور انبیاء کو اس کی توضیح کرنے سے لیکر بشر کی آخری عمر تک ہوتا ہے اس میں بھی اتنی صلاحیت ہو کہ احکام کو عملی طور سے بیان کیا جا سکے اور اجرا کیا جا سکے اور تمام قوانین موجود بھی ہوں یہ بات جہاں شریعت کے حقائق کو روشن کرتی ہے اس کے استناد اور موضوعیت میں بھی اضافہ کرتی ہے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ انبیاء کی طرف سے اور ان کے جانشینوں کی طرف سے اجراء کرنا ہی مفید ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ طریقہ مفید نہ ہوتا تو خدا اپنی آسمانی کتابوں کا ایک ایک نسخہ

ہر ہر فرد بشر کو بھیج دیتا مگر ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ اجرائے شریعت ایک کار فنی و تخصصی ہے۔

حضرت محمدؐ ہی صرف وہ اکیلے شخص تھے جو اسلام کو اس طرح بیان کر سکتے تھے کہ وہ ہر اعتبار سے مقصود الٰہی کے مطابق ہو اور وہی ذاتی طور سے رسالت و کتاب و ہدایت کے سب سے اعلم تھے اور وہی حضرت اساس احکام اسلام پر دین مبین کو سب سے بہتر بیان کرنے والے اور سیاسی قیادت کے لئے انسب ترین شخص تھے اب جس شخص کو بھی رسول اکرمؐ فرمان الٰہی کے مطابق اپنی جانشینی کے لئے منتخب کریں وہی شخص اس کی ذاتی صلاحیت رکھتا ہے کہ عقیدہ الٰہی اور قیادت سیاسی کو ہمیشہ ہم آہنگ رکھ سکے۔

رکن سوم : نظام حقوقی الٰہی۔

اسلام کے سیاسی نظام میں امام یا سیاسی رہبر مطلق العنان نہیں ہوتا کہ جو اس کے جی میں آئے اس کا حکم دے دے بلکہ وہ نظام حقوقی الٰہی کا پابند ہوتا ہے اس کا ہر حکم ارادہ و مقصود الٰہی کے تابع ہوتا ہے باین معنی کہ خدا کی یہی مرضی ہے اور یہی حکم الٰہی ہے کیونکہ پورا حقوقی نظام خدا کا بنایا ہوا ہے اس لئے اس کی کیفیت اجرائی مکمل طور سے الٰہی ہونی چاہیئے اس میں خود رائی کا کوئی دخل نہ ہونا چاہیئے ——— اور اس نظام حقوق کی حیثیت یہ ہے کہ یہ اس نافذ قانون کے مانند ہے جس کی اطاعت ہر اس شخص پر واجب ہے جو ولایت امام یا سیاسی قائد کے ماتحت ہے، یہ حقوقی نظام نہ تو لیڈر کا بنایا ہوا ہوتا ہے اور نہ عوام کا بلکہ یہ خدا کا بنایا ہوا ہوتا ہے اور یہ جو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محمدؐ کا قانون ہے تو ایسا بھی نہیں ہے بلکہ جو کچھ وحی الٰہی حضرت محمدؐ پر ہوئی تھی یہ انہیں کا مجموعہ ہے پس یہ درحقیقت خدا کا بنایا ہوا نظام ہے اور یہ دوسرا فرق ہے جو اسلام کے سیاسی نظام اور دیگر بشری نظاموں کے اندر ہے، بشری نظام کو لوگ بناتے ہیں اور پبلک کیلئے لازمی قرار دیتے ہیں کہ انکو مانے اور اس کی پیروی کرے اور اسلام کا سیاسی نظام وہ ہے جس کو خدا بناتا ہے اور اس کا ماننا حاکم و محکوم سب کے لئے ضروری ہوتا ہے جو لوگ قانون کا نفاذ کرتے ہیں وہ حاکم کے

غلام نہیں ہیں بلکہ حاکم و محکوم سب خدا کے بندے ہیں بلکہ اس کے احکام کی پابندی کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتے ۔

چوتھا رکن ۔۔ قبولیت مردم ۔۔

قوم وملت ہمیشہ ایک ایسے نظام حقوقی کی تلاش میں رہی ہے جو مثالی ہو اور عوام و خواص کے مقاصد کو پورا کرنے والا ہو اور ان مقاصد تک پہونچنے کے راستوں کو بھی واضح کرنے والا ہو۔

اسی طرح لوگوں کی تلاش و جستجو ایک ایسے سیاسی رہبر کی بھی رہتی ہے جو نظام حقوقی کا سب سے بڑا عالم ہو اور تمام موجود لوگوں میں سب سے افضل ہو اور سب سے انسب بھی ہو اور رہبری کے لائق ہو بشری کاس کوشش کو دیکھ کر رحمت الٰہی نے اس کو اس حیرت سے نجات دینے کے لئے یہ بیان کر دیا کہ ایسا حقوقی نظام جو بشری مطالب کو پورا کرنے والا ہے وہ صرف اسلام ہے بشرطیکہ قرآن و سنت رسولؐ و تقریر رسولؐ کے ساتھ ہو اور اس حقوقی نظام کا سب سے بڑا عالم و رہبر اور تمام موجودین سے افضل محمدؐ ہیں اور رسولؐ کی وفات کے بعد جس کو وہ بحکم رب معین کرے گا وہ ہوگا اس کے بعد وہ جس کو معین کرے وھکذا ..... الخ !

اب اگر امت اس قسم کے اجرائے نظام حقوقی اور ایسی قیادت کو قبول کرتی ہے تو وہ ہدایت یافتہ ہے اور خیر میں وسیع دروازے سے داخل ہوتی ہے اس لئے کہ خدائی طریقہ کو قبول کر لیا ہے اور پھر یہ لوگ نظام اسلامی کی تطبیق کریں گے اور قیادت سے محبت بھی کریں گے۔

لیکن اگر امت نے اس طریقہ کو ٹھکرا دیا تو خدا جبر کر کے خیر کی طرف نہیں لائے گا، بلکہ اس کو کھلی چھوٹ دے دے گا تاکہ وہ تجربہ کرے اور اپنی معصیت کا مزا چکھے اور تنگی معاش برداشت کرے کیونکہ اس نے خدائی طریقہ کو چھوڑ کر اس قیادت کو اختیار کیا جس کو خود اسکا جی چاہتا تھا تو اس کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتے ۔

اسلام کے سیاسی نظام کی سادگی

آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ آپ حق کے راستے پر چل رہے ہیں؟ جو شخص اس قیادت کو دوست رکھے جس کو خدا نے معین فرمایا ہے وہ خدا کے ساتھ ہے لہٰذا جو لوگ محمدؐ کو دوست رکھتے ہیں وہی حزب اللہ ہیں اور جو محمدؐ کو دشمن رکھتے ہیں اور دوسروں کو دوست رکھتے ہیں چاہے وہ ساری رات نمازیں پڑھیں پوری عمر روزے رکھیں وہ حزب الشیطان ہیں، کیوں کہ محبت ہی کسی گروہ میں شرکت کی دلیل ہے اسی طرح جو شخص رسولؐ کے بعد ان کے ولی کو دوست رکھے (وہ بھی حزب اللہ ہے) اور جو ان کے دشمن کو دوست رکھے ——— وہ حزب الشیطان ہے ——— اور اسی محبت کی کمی یا زیادتی کی بنا پر خواہ ایجابی طور سے ہو یا سلبی طور سے محبت کا معیار سمجھا جاتا ہے۔

رسول خداؐ کی محبت ہی صادق و کاذب کے درمیان میزان حق و صداقت ہے بہت سے لوگوں نے مسجدیں تعمیر کیں نمازیں پڑھیں، راہ خدا میں انفاق کیا، لیکن رسولؐ کے ساتھ (جہاد پر) جانے سے معذرت کرلی تو خدا نے ان کو منافق کہا کیونکہ محمدؐ کے ساتھ ان کی محبت جھوٹی تھی۔

وہ سیاسی ماحول جس میں ہر صحابی کی

عدالت کا نظریہ پروان چڑھا

قتل فاروق کے بعد سارے امور دست عثمان بن عفان میں آگئے اور یہ حضرت فطری طور سے قرابت داروں سے محبت کرنے میں بہت آگے تھے، عثمان کے حاکم ہوتے ہی تمام بنی امیہ یکے بعد دیگرے ان کے پاس جمع ہونے لگے اور وہ خود بھی سب کو اپنے پاس اکٹھا کرنے لگے یہاں تک کہ سارے بنی امیہ خلیفہ کے لوگ اور ان کے مشاور بن

گئے اور عملی طور سے زمام امور مروان بن حکم کے ہاتھوں میں آگئی ، انتہا یہ ہوگئی کہ مروان بن حکم نے خلیفہ سے مشورہ تو کیا ان کے علم میں لائے بغیر محمد بن ابی بکر اور کچھ صحابہ کے قتل کا حکم جاری کردیا اور حکم نامہ پر خلیفہ کی مہر لگادی اور خلیفہ کو کچھ بھی معلوم نہیں ، اور بقول حضرت علیؑ عثمان کی تلوار مروان کے ہاتھ میں ہے اس کا جہاں جی چاہتا ہے چلاتا ہے اپنی کبرسنی اور صحبت رسولؐ کے بعد بھی ایسا کرتا ہے ۔[1]

آپ مروان کو کیا جانیں ؟ وہ طلیق ہونے کے ساتھ مؤلفۃ القلوب میں سے بھی تھا ، اس کا باپ حکم بن عاص پر رسول خدا ، ابوبکر ، وعمر کے زمانہ میں مدینہ کے اندر داخلہ حرام تھا جب عثمان کا دور خلافت آیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ بڑی عزت و احترام کے ساتھ حکم بن عاص کو مدینہ میں داخل کیا بلکہ ایک لاکھ درہم بھی مرحمت فرمایا ، جن لوگوں نے حزب الطلقاء کی حکومت کو مضبوط کرنے میں ہاتھ بٹایا ان میں مصر کا والی عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا ۔

عبداللہ بن ابی سرح کون تھا ؟

جس نے خدا پر افترا پردازی کی تھی اور رسول خداؐ نے اس کا خون مباح کردیا تھا چاہے یہ غلاف کعبہ سے لٹکا ہوا ہو ۔[2]

فتح مکہ کے دن عثمان اسی عبداللہ بن ابی سرح کو لیکر رسول خداؐ کے پاس آئے کہ حضور اس کو امان دے دیجئے مگر رسول خداؐ اس امید میں خاموش رہے کہ کوئی اس کو میری خاموشی کی حالت میں قتل کردے ، جب کسی نے قتل نہ کیا تو آپؐ نے امان دے دی ۔

ایک اور پھل جو ابوبکر کے زمانہ میں لگایا گیا وہ معاویہ تھا اس کی جڑیں زمین میں پھیل گئیں وہ بیس سال تک شام کا حاکم رہا عملی طور سے جو چاہتا تھا جمع کرتا تھا اور جس طرح چاہتا تھا لٹاتا تھا ۔

---

[1] تاریخ ابن اثیر ، تاریخ طبری باب مقتل عثمان ، النظام السیاسی فی الاسلام ، ص ۱۷۵ ، اور اسکے بعد ۔

[2] سیرت حلبیہ باب فتح مکہ ۔

مروان و معاویہ و عبداللہ بن ابی سرح اور ولید بن عقبہ یہ چاروں طلیق تھے ۔ ـــــ یعنی آزاد کئے ہوئے تھے ـــــ ولید کوفہ کا حاکم بھی تھا اس نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی تھی ، اور یہ سب مدرسہ ابوسفیان کے خریج (سند یافتہ) تھے

جوہری کا بیان ہے کہ جب عثمان خلیفہ ہو گئے تو ایک دن ابوسفیان نے عثمان سے کہا :

یہ حکومت (پہلے) تیم میں آئی لیکن بنی تیم کے لئے حکومت کا کیا سوال ؟ پھر یہ بنی عدی میں چلی گئی پھر دور بہت دور ہو گئی اس کے بعد پھر اپنی منزل کی طرف پلٹی ہے اور اپنے مستقر ـــ بنی امیہ ـــ پر واپس آگئی ہے لہٰذا اب اس کو فٹبال کی طرح اپنے ہی میں رکھو اور ایک دوسرے کو پاس دیتے رہو ۔

ایک دوسرے دن ابوسفیان عثمان سے اس طرح گویا ہوا :

میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں خوب خرچ کرو ، ابوحجر کی[۱] طرح نہ ہو جاؤ ، اے بنی امیہ اس خلافت کو اپنے ہاتھوں میں اسی طرح دست بدست پھراتے رہو جیسے بچے گیند کو پھراتے رہتے ہیں خدا کی قسم نہ کوئی جنت ہے نہ دوزخ ہے ـــــ اتفاق سے ـــــ وہاں زبیر موجود تھے ، اس پر عثمان نے ابوسفیان سے کہا :

دور ہو جا !

ابوسفیان نے کہا :

اے بیٹا کیا یہاں کوئی اور بھی ہے ؟

زبیر نے کہا :

ہاں خدا کی قسم تیری بات کو چھپاؤں گا نہیں[۲]

تاریخ ابن اثیر میں قتل عثمان کے واقعہ سے کچھ پہلے جلد سوم میں لکھا ہے جس کو

۱ؔ شاید ابوحجر کوئی بخیل آدمی تھا ۔

۲ؔ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۰، ۳۲۶، ۳۲۷ اور النظم السیاسی فی الاسلام ۔

مختصر لکھا جارہا ہے کہ مروان بن حکم نے کہا :

تمہارے چہرے سیاہ ہوں   کیا تم لوگ ہم سے ہمارا ملک چھیننا چاہتے ہو ؟

اور آخر زمانہ عثمان میں خلافت ایک اموی حکومت میں بدل گئی تھی کوئی شہر ایسا نہیں تھا جس کا حاکم اموی طلیق یا بنی امیہ کا چاہنے والا نہ ہو اس لئے عثمان کے بعد چاہے جو بھی خلیفہ ہوتا وہ امویوں کا آلۂ کار ہوتا یا پھر اس شخص کے مانند ہوتا جو تاریک و اندھیری رات کے اندر پھسلنے والی غیر مامون زمین پر چلنے والا ہوتا ہے ۔

پے در پے فتوحات کے نتیجہ میں تازہ مسلمانوں کی اور حکومت سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد میں بے تحاشہ اضافہ ہوا اور وہ بزرگ و نیک صحابہ جنکے کندھوں پر حکومت محمدی کا بار تھا وہ کم ہوتے گئے اور عدد کے اعتبار سے صحابہ سابقین کی تعداد انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل ہوگئی جیسے کالے بیل کے اندر سفید بال ۔ اور جو رہے سہے بھی وہ مصائب و مشکلات میں گھر کر بہ تعبیر امام شرف الدین عاملی ان گوسفندوں کے مانند ہوگئے تھے جو شدید سردی کی رات میں بارش سے بھیگ جائیں اور یہ باتیں معاویہ جیسے ذہین آدمی پر مخفی نہیں تھیں اسی لئے اس نے کچھ صحابہ کو قتل عثمان سے پہلے دھمکاتے ہوئے تہدید کی تھی : آپ لوگوں کی تعداد انگلیوں پر شمار کرنے کی رہ گئی ہے

تمام اسلامی زمینوں پر بنی امیہ یا ان کے طرفدار حاکم تھے اور ان تمام احزاب کا لیڈر و قائد ھند بنت عتبہ کا بیٹا معاویہ قطب تھا وہی تمام شامات کا والی تھا اور مرکز دائرہ تھا ۔ وہی بنی امیہ کا دعی تھا وہی خود ہی اپنے کو خون عثمان کے مطالبہ کا حقدار سمجھتا تھا اس کو آپ اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ مطالبہ خون عثمان کا شعار اس نے اس لئے بلند کیا تھا تاکہ حکومت اموی کے دوام کی ضمانت ہو سکے کیونکہ مسئلہ قتل عثمان کا نہیں تھا، آخر عمر کے قتل ہونے کے بعد حالات اسی طرح اپنی ڈگر پر چلتے رہے ——— مگر یہاں تو ——— حکومت اموی کا قصہ تھا ، بنی امیہ کی حکومت دراصل اسی وقت مضبوط ہوگئی تھی جس دن ابوبکر نے یزید بن ابی سفیان کو والی بنایا تھا اور معاویہ و بنی امیہ کی حکومت کی تمہید قائم کی تھی اور عثمان کے آخری دور میں وہ حقیقی بادشاہ بن چکا تھا ۔

اور مروان کے اس قول:

تمہارے چہرے سیاہ ہوجائیں کیا تم ہم سے ہمارا ملک چھینا چاہتے ہو، کا یہی مطلب تھا، قتل عثمان کوئی مسئلہ نہیں تھا، قاتلین عثمان سے انتقام بھی کوئی اہم چیز نہیں تھی کیوں کہ معاویہ جب بعد میں خلیفہ ہوگیا تو اس نے بھی قاتلوں کو کوئی سزا نہیں دی،

مسئلہ ملک کا تھا مومن کے قتل کی کوئی قیمت اس کے نزدیک نہیں تھی کیا مروان بن حکم نے محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ والے اصحاب کے قتل کا حکم بغیر کسی جرم وخطا کے نہیں دیا تھا؟ کیا معاویہ نے حضرمی کو قتل نہیں کیا تھا؟ جس کے بارے میں ابن زیاد نے لکھا تھا کہ یہ دین علیؑ پر تھا، کیا معاویہ عمرو بن حمق کا قاتل نہیں تھا، عمرو بن حمق وہ تھے عبادت نے جن کے پیشانی پر زخم کردیا تھا۔ کیا معاویہ حجر بن عدی اور ان کے ان ساتھیوں کا جو مخلص تھے اور عابد تھے معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے تھے قتل کرنے والا نہیں ہے؟

کیا معاویہ وہی نہیں ہے جس نے ابن زیاد کو لوگوں پر مسلط کردیا تھا تاکہ بعد میں اس کے اشارہ پر خدا کے خالص بندوں کو خرما کے درخت کے تنہ پر پھانسی دے؟

بہرحال معاویہ کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی اہمیت پہلے درجہ میں تھی وہ حکومت تھی اس کے بعد اپنے دادا ماموں، ماموں زاد بھائی اور بھائی کے قاتلوں سے انتقام لینا تھا۔

معاویہ نے جنگ جمل کو غنیمت سمجھا، طلحہ وزبیر و عائشہ کو ورغلایا اور ان کی حمایت کی، طلحہ وزبیر سے وعدہ کیا کہ ایک کو بصرہ کا اور دوسرے کو کوفہ کا والی مقرر کرے گا اور جب جنگ میں ان لوگوں کو شکست ہوئی تو اس نے خود جنگ صفین کے شعلہ بھڑکا دیئے [1]

استاد عباس عقاد اپنی کتاب " معاویہ فی المیزان " میں تحریر فرماتے ہیں:

معاویہ حیلہ گر تھا اور اس سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا اور بار بار اس کو اپنے دشمنوں کے ساتھ دھراتا تھا اس کے اجراء کرنے میں ماہر ہوگیا تھا وہ دو

---

[1] شیخ المضیرۃ ابوہریرہ ص ۱۷۳، ۱۷۵۔

آدمیوں میں شک ڈلوا کر تفرقہ پیدا کر دینے اور اپنے دشمنوں کو دو حصوں میں بانٹ دینے میں ماہر ہو گیا تھا لوگوں کے درمیان بغض و کینہ پیدا کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا انتہا یہ ہے کہ اپنے خاندان والوں اور قرابت داروں میں بھی یہی کام کرتا تھا اس کو یہ بات برداشت نہ تھی کہ دو آدمی ہم خیال و ہم عقیدہ متحد ہو سکیں، بلند پایہ لوگوں میں فطری رقابت ایک ایسی چیز ہے جو معاویہ کو اختلاف ڈلوانے میں بہت مدد کرتی تھی ۱؎

معاویہ اپنی اسی روش پر "جو بہت زیادہ ذہانت نہیں چاہتی" باقی رہا۔ اس کے امکان میں یہ بات تھی کہ اس کی حکومت سے جتنے لوگ بھی وابستہ تھے ہر ایک فرد سے ایک حزب بنا دیتا جو دوسرے حزب سے برسرپیکار رہتا۔ اگر تاریخ واقعاً اس کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہے تو اس کا نام "تفرقہ انگیز" کے علاوہ کچھ نہیں رکھ سکتی یہ صرف تاریخ پڑھنے والوں کا کام ہے کہ مروان کی تاریخ اور ان کے کارناموں کے سلسلہ میں اپنا نظریہ پیش کر سکیں، لیکن ہم کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مورخوں نے ———— جس سال معاویہ تخت حکومت تک پہونچا ہے ———— اس سال کا نام سال "اتحاد" رکھا ہے یعنی عام الجماعۃ۔

کیونکہ اس نے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اب اگر امت متحد ہونا چاہے تو اس کو نہیں معلوم کہ کیسے متحد ہو! اور پھر اس کے بعد ہر اس خلیفہ کے زمانہ میں جو معاویہ کے بعد ہوا ہے لوگ گروہ گروہ تقسیم ہی ہوتے رہے ۲؎

معاویہ نے اپنے نمائندہ کے اعتبار سے بسر بن ارطاۃ کو مدینہ بھیجا اس نے صحابہ کے دلوں پر بہت رعب بٹھایا اور ان کو ذلیل کیا ۳؎

۱؎ معاویہ فی المیزان، ص ۶۳، ۶۶۔

۲؎ نظام الحکم للقاسمی، النظام السیاسی فی الاسلام۔

۳؎ شیخ المضیرہ ابوھریرۃ ۱۸۷، ۱۸۸۔

معاویہ نے لوگوں کو قتل کر کے ان کے گھروں کو ویران کر کے گھروں میں آگ لگا کر، لوگوں میں تفرقہ ڈال کر سب سے بیعت لی، اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اصحاب و انصار رسول خدا پر سب و شتم کیا شام پر بیس سال حکومت کر کے مسلمانوں کا جو مال جمع کیا تھا اس کو شرعی مصارف میں خرچ نہ کر کے اپنی حکومت کو مضبوط بنانے پر خرچ کیا، عطاء البیعۃ کے نام سے نئے خلیفہ کے بننے پر لشکر کو ایک رقم تقسیم کی جاتی تھی یہ معاویہ کی ایجاد تھی اسی کو رزق البیعۃ اور عطاء البیعۃ کہا جاتا تھا۔

قاتلان عثمان سے انتقام نہ لینے سے تجاہل

قاتلان عثمان سے انتقام لینے کے نام پر معاویہ نے شرعی خلیفہ سے بغاوت کی اور اسی مطالبہ کو لیکر عائشہ نے بھی امام برحق پر خروج کیا، لیکن جب معاویہ قہر و غلبہ سے امور مسلمین پر غالب ہوگیا اور ان کی حکومت غصب کرلی تو خود اس نے قاتلان عثمان سے کوئی انتقام نہیں لیا اور نہ عائشہ نے یہ مطالبہ لیکر خروج کیا اور نہ انتقام کا مطالبہ کیا۔

غفلت سے ہوشیاری

حالات معاویہ کے لئے استوار ہوگئے وہ نبیؐ کا قائم مقام بن گیا، امت محمدؐ پر نبیؐ کا خلیفہ ہوگیا حالانکہ وہ طلیق ابن طلیق تھا وہ اور اس کا باپ ہر قسم کی لڑائی اسلام کے خلاف زندگی بھر لڑتے رہے لیکن جب گھر گئے اور جان کے لالے پڑ گئے تو خوف سے یا شوق سے اسلام قبول کیا۔

یہ انقلاب کیسے ہوا؟
حق کیسے شکست کھا گیا؟
متاخر کیسے متقدم اور متقدم کیسے متاخر ہوگیا؟

طلیق مہاجر سے کیسے افضل ہوگیا ؟

دین کا دھار کرنے والا اور اس کے بیٹے کس طرح اس سے افضل ہوگئے جس نے اسلام کی خاطر زحمتوں کو برداشت کیا ؟

اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ جس سال حکومت شرعی کو شکست ہوگئی اور طاقت ــــــ باطل ــــــ کو فتح اسی سال کا نام عام الجماعۃ رکھ دیا گیا، اور اسی سال سچے مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی اور عام طور سے ندامت وشکست کا احساس لوگوں کے شعور پر چھا گیا لیکن اب ندامت کا کوئی فائدہ نہیں. گویا کہ لوگ ابھی تک خواب غفلت میں تھے اب ڈراؤنا خواب دیکھ کر بیدار ہوئے ہیں اور جب وہ بیدار ہوئے اور آنکھ کھولی تو پتہ چلا کہ وہ ڈراؤنا خواب حقیقت تھا.

نظریات

ان حادثات کے بعد ــــــ لوگ جو اتفاق ہوا تھا اس کی تحلیل میں لگ گئے، اس درمیان مختلف افکار ونظریات پیدا ہوگئے کہ جس نے لوگوں کو مختلف نظریات کی طرف کھینچا کر ان میں سے تصوف مرجئہ، نظریہ جبر وغیرہ ہے اسی میں تمام صحابہ کی عدالت کا بھی نظریہ شمار کیا جا سکتا ہے.

ان افکار کے پیچھے اور طرز تفکر کے عقب میں خود بنی امیہ اور ان کے طرفدار بھی تھے اور اس سے کار آمد ہتھیار کی طرح ان کی حکومت کی سیاست کے لئے مدد لی جا سکتی تھی اور ان کی پوری کوشش یہ ہوتی تھی کہ اس سے مخالفوں کے حربوں کا توڑ کیا جا سکے اور ان کے درمیان اختلاف ڈالنے کے ساتھ اپنی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کر کے اس کی شرعی ہونے کی توجیہ کی جا سکے.

تیسری فصل

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ ایجاد کرنے کا مقصد کیا ہے ؟

① توجیہ کرنا

① غصب حکومت کی توجیہ۔

طلیق ابن طلیق معاویہ جو مؤلفۃ القلوب میں سے تھا اس نے اپنے کو حکومت اسلامی کا رئیس قرار دیا بلکہ اپنے کو اسلامی حکومت کا بادشاہ قرار دے لیا اور خلیفہ رسولؐ کے اعمال بجالانے کا مدعی ہوگیا بلکہ قانونی طور سے رسول خداؐ کا خلیفہ ہوگیا، حالانکہ یہ غیر معقول ہے کوئی اس کو نہیں مانے گا۔ ہر میزان سے شرعی ہو یا عقلی الٰہی ہو یا وضعی قابل تصدیق نہیں ہے۔

اسلام کے خلاف لڑے جانے والے ہر معرکہ میں اس کا باپ لشکر شرک کا سردار تھا۔ ابوسفیان اور اس کے بیٹوں نے اور اس کے ساتھیوں نے اسلام و نبی اسلام کا ہر ممکن طریقہ سے مقاومت کی یہاں تک کہ ان سب کو جب گھیر لیا گیا تب یہ اسلام لانے پر مجبور ہوئے پھر اسی کا بیٹا معاویہ ہر سابقین پر اور ان بزرگوں پر جنکے گنبد ہوں پر اسلام کی بزرگی قائم ہے مقدم ہو جاتا ہے۔

اس انقلاب کی کوئی وجہ تو ہونی چاہئے اس کی سب سے بڑی وجہ تمام صحابہ کی عدالت

والا نظریہ ہے، کیونکہ معاویہ اور اس کے ساتھی لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے صحابی تھے۔ اور چونکہ ہر صحابی عادل ہوتا ہے اور سب ہی جنتی ہیں ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جاسکتا اور نہ ان میں کوئی فرق ہے اس لئے کہ سب ہی عادل ہیں سب ہی صحابی ہیں لہذا اس میں کیا حرج ہے کہ معاویہ خلیفہ ہوجائے ولی امر المسلمین ہوجائے؟ اور معاویہ کے دوستوں کیلئے کیا مانع ہے کہ وہ معاویہ کے مقرب بن جائیں؟ کیونکہ وہ لوگ بھی لغوی اور اصطلاحی معنی سے صحابی ہیں اور سب عادل ہیں سب جنتی ہیں ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جاسکتا۔ پس عدالت صحابہ کا نظریہ ہی وہ وسیع اور لمبا چوڑا لباس ہے جو معاویہ کے جسم پر بھی آتا ہے اور وہ وسیع جبہ ہے جو اسی نظریہ کی بنا پر اس معاویہ کو بھی پہنا دیا گیا ہے جو بے حیائی اور مکاری میں بے مثال ہے۔

④ معاویہ اور اسکے دوستوں کے افعال کی توجیہ

معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بڑے مشکلات اور مصائب میں گرفتار کردیا بسر بن ارطاۃ اور مسلم بن عقبہ نے ایسے ایسے کام کئے ہیں جس سے آسمان چیخ پڑا ہے پتھر سے زیادہ سخت دل بھی ہوتے تو وہ بھی خون کے آنسو روتے۔ واقعہ حرہ میں سارے بدریوں کو قتل کردیا گیا اس واقعہ کے بعد ایک بدری بھی باقی نہیں بچا قریش اور انصار کے سات سو افراد قتل کردیے گئے اور موالی و عرب سے دس ہزار لوگ قتل کردیے گئے ان میں حس شرافت اتنی مفقود تھی کہ بچوں کو بھی قتل کردیتے تھے۔

جیسے بسر بن ارطاۃ نے عبد اللہ بن عباس کے دونوں لڑکوں کو قتل کردیا تھا معاویہ کے جرائم کے بارے میں یہی کیا کم ہے کہ وہ حضرت علیؑ سے جنگیں لڑتا رہا معاویہ اور اس کے چاہنے والوں کا سب سے عظیم جرم تو یہ تھا کہ وہ آل محمدؐ کا روئے زمین سے خاتمہ کردینا چاہتے تھے چنانچہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر دلوایا اور عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کو زہر دلوایا، عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کو زہر دلوایا، مالک

بن اشتر کو زہر دلوایا اور اسی کے بارے میں عمرو بن عاص نے کہا تھا خدا کے پاس شہد کی مکھیوں کا لشکر ہے .... معاویہ نے لوگوں میں اتنا اختلاف و تفرقہ پیدا کر دیا تھا کہ اگر امت مسلمہ متحد ہونا چاہتی تو ممکن نہیں تھا جیسا کہ عقادؒ نے کہا ہے :

اسی نے اسلامی حکومت کو بدنام کر دیا۔

ڈاکٹر احمد امین کہتے ہیں :

حقیقت یہی ہے کہ اموی حکومت اسلامی حکومت نہیں تھی ... الخ

اگر تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ گڑھا نہ گیا ہوتا تو ان تمام افعال کی توجیہ کیونکر ممکن ہوتی؟ چونکہ معاویہ اور اس کے تمام دوست صحابی ہیں اور ہر صحابی عادل ہے اور ہر صحابی جنتی ہے لہٰذا معاویہ اور اس کے گروہ والے ——— ان تمام جرائم کے باوجود ——— بے خطا ہیں، اگر یہ غلطی کر سکتے ہوتے تو ——— ان کے زعم ناقص کی بنا پر ——— رسول خداؐ ہرگز نہ فرماتے :

تمام صحابہ جنتی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ رسولؐ صادق و مصدق ہیں خواہش نفس سے کوئی بات ہی نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاویہ بھی دیگر صحابی کی طرح مجتہد ہے اور اس کو ہر حال اجر ملے گا، اگر یہ جنگ کرنے اور صلح کرنے میں حق پر ہے تو دوہرا ثواب اور اگر غلطی پر ہے تو ایک ثواب ہر ملے گا، لہٰذا معاویہ جنگ کرے یا صلح، حملہ آور ہو یا دفاع کنندہ عطا کرنے والا ہو یا دینے والا، ہر حال میں حق پر ہے کیوں؟

اس لئے کہ صحابی ہے اور صحابی عادل ہوتا ہے۔

←

۱ و ۲ استیعاب میں دونوں کے حالات دیکھئے۔

۲ سب وشتم نقد و تبصرہ سے حفاظت

تمام صحابی کی عدالت کا نظریہ جہاں معاویہ کے غصب سلطنت کی توجیہ کرتا ہے اور انکے تمام افعال اور اس کے تمام اموی دوستوں کے افعال کی توجیہ کرتا ہے وہاں انکے خلاف ہر نقد و تبصرے سے بھی خواہ وہ تبصرے تعمیری ہوں بچاتا ہے، نیز یہ نظریہ اس کو سب وشتم اور اس کی توہین سے بھی بچاتا ہے کیونکہ وہ صحابی ہے اور عادل ہے اور کوئی بھی شخص کسی بھی معمولی صحابی کی تنقیص کرنے یا اس کے اوپر سب وشتم کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ رئیس حکومت کی؟ اور جو ایسا کرے گا وہ زندیق ہے اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کھانا پینا حرام ہے اور مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھنی حرام ہے جیسا کہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان میں حکم دیا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے سوائے تمام صحابہ کے عدالت کے جو معاویہ کو برائیوں سے محفوظ رکھ سکے۔

۳ مقابلہ

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ معاویہ کو اس کے دشمن کے مقابلہ میں کامیابی کی ضمانت دیتا ہے ورنہ کم از کم معاویہ کو یہ نظریہ اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں برابر کر دینے کی گارنٹی دیتا ہے، مثلاً اگر آل محمدؐ کہتے ہیں:

> ہم وہ ہیں جس سے خدا نے رجس کو دور کر دیا ہے اور ہم کو پاک کرنے کی طرح پاک کیا ہے۔

تو معاویہ والے چیخ اٹھیں گے:

> ہم بھی اصحاب محمدؐ ہیں اور عادل ہیں ہم سے بھی جھوٹ اور غلطی ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم سب جنتی ہیں ہم میں سے کوئی جہنم میں نہیں جا سکتا

اور اگر آل محمدؑ کہیں:

ہمارا دشمن خدا کا دشمن ہے! تو معاویہ والے فوراً رد کریں گے:

ہم بھی صحابہ ہیں اور رسولؐ نے ہمارے لئے بھی فرمایا ہے:

جو ہم کو اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی .... الخ

اس طرح حق باطل سے، گنہگار، اطاعت شعار سے، نیک بد سے مخلوط ہو جائے گا......

۴ اختلاف بین المسلمین

جب معاویہ اور اس کے طرفداروں نے اس فکر کو پوری وسعت کے ساتھ ثابت کر کے مسلمانوں کے درمیان رائج کر دیا تو ایک گروہ نے اس نظریہ کو قبول کر لیا اور دوسرے لوگ مخالفت کرنے لگے اور پھر یہیں سے عداوت و دشمنی دونوں گروہوں میں اپنے پنجے گڑو دیتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے و نظریہ کے بارے میں تعصب برتنے لگتا ہے اور دوسرے کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر ہر گروہ کے آراء و نظریات تدوین ہو جاتے ہیں اور بعد میں آنے والے بنا بر تقلید و پیروی یا بنا بر دفاع از حق یا اپنے نظریات کی بنا پر اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں اور مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ جو لوگ تمام صحابہ کی عدالت کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں ان کا مقصد صرف تائید صحابہ ہوتا ہے نہ کہ معاویہ کی تائید، اسی طرح جو لوگ اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کا بھی مقصد صحابہ کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد ان عیاریوں اور مکاریوں کا فاش کرنا ہوتا ہے جو اس سیاست کے پیچھے کارفرما تھیں، لیکن عملی طور سے ہوتا یہی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے ہیں اور معاویہ کی حرکتوں سے پھر بھی غافل رہتے ہیں اور وہ آرام سے دونوں گروہوں کی لڑائی کا تماشا دیکھتا ہے اور بحیثیت حکم دونوں کا فیصلہ کرتا ہے اسی چالاکی کی طرف عقاد نے اپنی کتاب "المعاویہ فی المیزان"

میں اشارہ کیا ہے۔

عدالت صحابہ کے نظریہ کا نشو و نما!

ابن عرفہ ـــــ جو نفطویہ کے نام سے مشہور ہیں ـــــ کہتے ہیں اور یہ بڑے محدثین میں تھے۔

یہ کہتے ہیں:

فضائل صحابہ کی زیادہ تر حدیثیں بنی امیہ کے زمانہ میں ان سے تقرب حاصل کرنے کے لیے اس لیے جعل کی گئیں تاکہ اس طرح بنی ہاشم کی ناک رگڑی جا سکے ان حدیثوں کو اس طرح جعل کیا گیا ہے تاکہ پتہ چلے کہ ہر صحابی ـــــ لغوی و اصطلاحی دونوں ان معنوں سے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ـــــ پوری زمین والوں کے لئے نمونہ ہے اور جو کوئی بھی ان میں سے کسی ایک کو گالی دے یا برائی سے اس کا ذکر کرے ساری ـــــ دنیا کی ـــــ لعنتیں اس پر انڈیل دی گئی ہیں[۱]

تمام محققین کا اتفاق ہے کہ روایتوں اور حدیثوں کا جعل و اختراع حضرت عثمان کے آخری دور سے اور اس فتنہ کے بعد سے ہوا جس میں ان کی جان بھی گئی تھی۔

پھر حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کے بعد اس میں وسعت پیدا ہو گئی اور ابھی تمام مسلمانوں کی صحیح طریقہ سے بیعت مکمل نہیں ہونے پائی تھی کہ اموی شیطان نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے تاکہ صاحب حق ـــــ حضرت علیؑ ـــــ سے حق چھین کر اس کو بنی امیہ کے حوالہ کیا جائے، اور پھر حالات نے بھی کچھ رخ بدلا اور بیعت کرنے والوں میں سے بعض نے حضرت علیؑ کی بیعت توڑ دی اور مسلمانوں کے درمیان

---

[۱] آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابۃ وصیانۃ القرآن الکریم ص ۸۵۔

جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور انہیں جنگوں کے درمیان پانسہ پلٹ گیا اور طاقت وقدرت بنی امیہ کے ہاتھوں میں آگئی جماعت مسلمین کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، وحدت مسلمین کا شیرازہ بکھر گیا، اور خلافت کے بارے میں مختلف آراء و مذاھب کا ظہور ہوگیا اور ہر ایک گروہ اپنی رائے کی تائید کے لئے دوسروں سے قولاً وعملاً نصرت و مدد کا خواہاں ہوا اور یہیں سے جعل روایت کا سلسلہ قوی تر ہوتا گیا اور ہر گروہ نے اس میں افراط سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ فرقوں میں بٹ گئے، اسلام پر اتنی بڑی مصیبت کبھی نہیں پڑی جتنی ان نام کے مسلمانوں کی بدعتوں کی وجہ سے پڑی اور جو غالیوں کی افتراء کی وجہ سے اسلام پر پڑی انھیں باتوں نے جہاں مسلمانوں کی عقلوں کو فاسد کردیا وہیں دین کے بارے میں غیروں کو بھی بدظن کردیا اور جھوٹ وافتراء پردازیوں کا بازار تو بنی امیہ کی حکومت میں خوب گرم ہوگیا نقل حدیث کرنے والوں کی کثرت ہوگئی، بچے حضرات کی کمی ہوگئی بزرگ ترین صحابہ لوگوں کی حدیثوں پر اطمینان کرنے سے باز رہے، ہاں صرف جس کی سچائی اور حفظ پر بھروسہ کرتے تھے اس سے حدیث لیتے تھے [۱]۔

امام محمد عبدہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو معاویہ نے اپنے لئے کیا تھا وہ یہ ہے:

> معاویہ نے کچھ صحابہ اور کچھ تابعین کو اس لئے معین کیا تھا کہ وہ بری بری روایات حضرت علیؑ کے خلاف وضع کیا کریں جن سے علیؑ کی شخصیت مجروح ہو اور خود اس (معاویہ) کی شخصیت بڑی ہو اور اس کام کے لئے ان لوگوں کے لئے اتنی زیادہ تنخواہ معین کی تھی جس کے لئے ان جیسے بزرگ لوگ رغبت کریں چنانچہ اس کام کیلئے لوگ اسکے پاس یکے بعد دیگرے جاتے تھے اور انہیں میں ایک ابوھریرہ بھی تھے [۲]۔

---

[۱] مقدمہ محمد عبدہ علی رسالۃ التوحید ص ۷، ۸۔ اور ابوھریرہ ص ۲۰۱، ۲۰۳۔

[۲] مقدمہ محمد عبدہ علی رسالۃ التوحید ص ۷، ۸۔ اور ابوھریرہ ص ۲۰۱، ۲۰۳۔

ڈاکٹر احمد امین اپنی کتاب "ضحی الاسلام" میں لکھتے ہیں:

مجھے یہاں پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اموی حضرات نے خود یا دوسروں کے ذریعہ ایسی حدیثیں جعل کرائیں تھیں جو ان کی سیاست کی متعدد اعتبار سے خدمت کرتی تھیں [۱] (مثلاً) معاویہ نے ابی سمرۃ بن جندب کو پانچ لاکھ درہم اس بات کے دیئے تھے کہ وہ رسول خدا سے یہ روایت بیان کرے کہ "ومن الناس من یشری نفسہ ... الخ"، ابن ملجم کی شان میں، اور ومن الناس یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا ... الخ، حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

پہلی والی آیت یعنی ومن الناس من یشری کو ابن ملجم کے لئے اس لئے لکھوایا کہ ابن ملجم حضرت علیؑ کا قاتل تھا [۲]

راویان احادیث

(۱) ———— ابوھریرۃ الدوسی معاویہ کے اصحاب اور دوستوں میں سے ایک ہے اس نے سرکار دو عالم سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں روایت کی ہیں، ان میں سے بخاری نے اپنی کتاب میں چار سو چھیالس (۴۴۶) حدیثیں نقل کی ہیں حالانکہ ابو ہریرۃ رسول خداؐ کے ساتھ ایک سال اور چند ماہ سے زیادہ نہیں رہے حالانکہ بزرگ ترین صحابہ جو رسول خداؐ کے ساتھ بعثت کے دن سے مرتے دم تک ساتھ رہے انہوں نے ستو سے زیادہ حدیثیں نہیں نقل کی ہیں اور ان کو بخاری نے ذکر کیا ہے، وہ بزرگ صحابہ یہ تھے، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ،

۱۔ ضحی الاسلام، ج ۲ ص ۱۲۳۔ اور ابو ہریرۃ۔

۲۔ آراء علماء المسلمین، ص ۸۵ ۔ ۸۶۔

معاذ بن جبل ، سلمان فارسی ، زید بن کاتب ، ابی بن کعب ـــــــ
یہ دس صحابی اپنی زندگی بھر ابوھریرۃ کی ایک چوتھائی روایت بھی نہیں نقل کر پائے
ـــــــ یہ یقینا عبرت کی بات ہے ۔

فضائل معاویۃ :

شوکانی نے اپنی کتاب ـــــــ الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ
ـــــــ میں کہا ہے کہ یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ معاویہ کے فضائل میں ایک
بھی صحیح حدیث نہیں آئی ہے ۔

ابن جوزی نے موضوعات میں معاویہ کے سلسلے میں وارد شدہ حدیثوں کا ذکر کرکے
بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ : انہوں نے کہا ہے :
معاویہ کے فضائل میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں آئی ہے ۔
فضائل معاویہ کے بارے میں امام نسائی کا قصہ مشہور ہے ،
دارقطنی کہتے ہیں :
امام نسائی حج کے ارادہ سے نکلے اور دمشق میں ایسے امتحان سے گزرنا پڑا
جس میں ان کی جان ہی چلی گئی اور وہ شہید ہوگئے ۔ انہوں نے کہا مجھے
مکہ اٹھا کر لے چلو مگر رملہ پہونچ کر مر گئے (قصہ یہ ہوا کہ) دمشق میں ان
کے ساتھیوں نے فضائل معاویہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا :
کیا وہ سر کے بدلے میں سر پر راضی نہ ہوکر اپنی فضیلت بھی چاہتے ہیں ؟
یہ سنکر لوگوں نے ان کو دھکیلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مسجد سے باہر کر دیا [1]

---

[1] شیخ المضیرہ ابوھریرۃ ، ص ۱۸۳ ۔

شافعی کا نظریہ!

ابو الفدا نے شافعی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ شافعی نے چپکے سے ربیع کے کان میں کہا:

چار صحابی کی گواہی قابل قبول نہیں ہے،

(۱) ——— معاویہ،

(۲) ——— عمرو عاص،

(۳) ——— مغیرہ بن شعبہ،

(۴) ——— زیاد (ابن ابیہ)

اور شاید یہی وجہ رہی ہو کہ جب ابن معین سے شافعی کے بارے میں پوچھا گیا تو ابن معین نے کہا:

وہ ثقہ نہیں ہیں۔

حسن بصری کا قول

طبری نے نقل کیا ہے کہ حسن بصری کہا کرتے تھے:

معاویہ کے اندر چار ایسی باتیں (جمع) تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لئے کافی تھی۔

(۱) ——— (جاہلوں) اور بیوقوفوں کو اس امت پر اس طرح مسلط کر دینا کہ خلافت پر لوگوں سے مشورہ کئے بغیر قبضہ کر لیں جب کہ اس وقت اصحاب کے باقی ماندہ لوگ اور صاحبان فضیلت موجود تھے۔

(۲) ——— اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کرنا جو شرابی

اور شراب میں مست رہنے والا، ریشمی لباس پہننے والا، اور طبلہ وسارنگی بجانے والا تھا۔

(۳) ______ زیاد کو اپنا بھائی قرار دینا حالانکہ رسولؐ کا قول ہے لڑکا شوہر کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔

(۴) ______ حجر اور ان کے ساتھیوں کا قتل، وائے ہو حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل پر۔

عدالت صحابہ پر اموی حکومت کی چھاپ!

جب اس نظریہ کی بنا پر تمام صحابہ عادل ہیں تو آل محمدؐ بھی صحابہ ہونے کی وجہ سے عادل ہیں اس لئے امویوں پر واجب ہے کہ ان کی شان میں جسارت کرنے سے اور ان کی برائی کرنے سے اجتناب کریں، لیکن معاویہ زعیم الفئۃ الباغیۃ نے حضرت علیؑ کے بارے میں وہی موقف اختیار کیا تھا جو ابوسفیان نے رسول خداؐ کے بارے میں کیا تھا اور یزید نے امام حسینؑ کے مقابلہ میں اپنے جد کا موقف اختیار کیا، اور اس موقف کو اختیار کیا جو اس کے باپ کا حضرت علیؑ کے بارے میں تھا، حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد معاویہ نے سب سے پہلے اپنے عمال کو ہر ہر جگہ حکمنامہ بھیجا کہ اپنی نمازوں میں اور منبروں سے علیؑ پر لعنت کیا کرو اور معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوا بلکہ شام میں ہر واعظ کا وعظ شتم علیؑ پر تمام ہوتا تھا، نیز حضرت علیؑ کے شیعہ اور ان کے اہل بیت کی گواہی قابل قبول نہیں تھی۔ دیوان عطا سے ان کے نام مٹا دئے گئے تھے ان کے روزینہ بند کردئے گئے تھے[۲]

۱۔ طبری حوادث سن ۵۱، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۰۹۔ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۷۹، شیخ المضیرۃ ص ۱۸۵۔

۲۔ ملاحظہ ہو شیخ المضیرہ از استاد ابوریۃ ص ۱۸۰، موصوف نے اس کو ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کیا ہے ابن عساکر ج ۳ ص ۴۰۷۔

عقاد اپنی کتاب " المعاویہ فی المیزان " میں کہتے ہیں :
اگر ان اخبار سے کچھ اور نہ ثابت ہو بلکہ صرف یہی ثابت ہو جائے
کہ معاویہ کے حکم سے منبروں پر حضرت علیؑ پر لعنت کی جاتی تھی تب بھی
حضرت علیؑ کی فضیلت کے لئے کافی ہے کہ آپ کا پلہ بھاری ہے ۔ ؎۱

؎۱ معاویہ بن ابی سفیان فی المیزان لعباس محمود العقاد ، اور حوالہ سابق ملاحظہ ہو ۔

چوتھی فصل

اس نظریہ کی فقہی بنیادیں

جن لوگوں نے تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ ایجاد کیا ہے اس کو کچھ اس طرح سے ڈھالا ہے کہ وہ صحابہ کے ماضی، حال، مستقبل کی بھرپور حمایت کر سکے اور تینوں زمانوں میں ان کے احوال پر شرعیت و مشروعیت کی چادر اڑھا سکے اور اس نظریہ کے دامن کو اتنا وسیع کر دیا کہ وہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اپنا مقصد پورا کر سکے اس طرح کہ.

(۱) ________ دور یا نزدیک سے (ہر صورت) ان کو بھی شامل ہو سکے جنہوں نے اس نظریہ کو ایجاد کیا ہے.

(۲) ________ یا ان کی شرع سے دوری یا نزدیکی اثر انداز ہو سکے.

(۳) ________ دشمنوں کے لشکر میں اختلافی مواد کا اضافہ کر سکے.

(۴) ________ اور اس کے نتیجہ میں ان کے دشمن حیرت و شک و تردید و سر گردانی کے دریا میں غوطہ زن رہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ آج یہ نظریہ اپنے چاہنے والوں کے نزدیک محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی محبت کی علامت بن گیا ہے اور وہ لوگ اس علامت کی ہر ممکن طریقہ سے دفاع کو دوست رکھتے ہیں اور اس نظریہ کے ایجاد کرنے والوں کی حمایت میں لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جب کہ اس نظریہ کے ایجاد کرنے والے اکھاڑے سے باہر اس طرح

کھڑے ہیں جیسے ان حالات سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔

لیکن جو لوگ اس نظریہ میں اعتدال کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بھی محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی محبت میں ان لوگوں سے ہرگز کم نہیں ہیں جو نظریۂ تمام صحابہ کی عدالت کے موید ہیں، بس ان لوگوں کا مطالبہ یہ ہے کہ عدالت صحابہ کے نظریہ کو عقلی و شرعی قواعد کی بنیاد پر استوار کرنا چاہئے تاکہ یہ محبت ہمیشہ اسلام کے چوکھٹے میں فٹ رہے اور اس اندھے تعصب اور تقلید کو چھوڑ دینا چاہئے جس سے عقل کا تعطل لازم آئے اور خدا کے بندوں کی خصوصیت جو معقول و سنجیدہ گفتگو کی صورت میں ہوتی ہے اس نعمت سے محروم نہ ہونے پائیں۔

فقہی مرجعیت

"نظریہ عدالت صحابہ کی سیاسی جڑیں" والی بحث میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ: صحابہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی حدیثیں تقریباً زیادہ تر (بلکہ تمام) بنی امیہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے اور ان کے خیال میں بنی ہاشم کی ناک رگڑنے کے لئے بنی امیہ کے زمانہ میں وضع کی گئی ہیں جیسا کہ ابن عرفہ نے بیان کیا ہے اور یہ اکابر محدثین میں شمار ہوتے تھے، اور ہم پر یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ تمام محققین کا اتفاق ہے کہ روایتوں میں اختراع اور حدیثوں میں جعل سازی حضرت عثمان کے آخری دور میں اس فتنہ کے بعد ہی سے شروع ہوئی ہے جس میں عثمان کا قتل ہوا ہے پھر اس اختراع و جعل سازی میں وسعت ہوتی رہی، حضرت علیؑ کی بیعت تک اور ابھی تمام مسلمانوں نے صحیح بیعت مکمل بھی نہیں کی تھی کہ بنی امیہ کے طرفداروں نے حق کو صاحب حق سے غصب کرنے کے لئے اور حکومت کو بنی امیہ کی طرف پلٹانے کے لئے اختراع اور جعل احادیث کا کام شروع کر دیا، یہاں تک کہ بقول امام محمد عبدہ بنی امیہ کی حکومت نے جعل حدیث کرنے والوں کی خدمات کو ان کے منہ مانگے داموں پر خریدنا شروع کر دیا۔[۱]

[۱] تاریخ محمد عبدہ ج ۲، ص ۳۴۷، شیخ المضیرۃ ابوھریرہ، ص ۲۰۱-۲۰۲۔

دو مرجعیت

① مرجعیت! تمام صحابہ اور اہل سنت

جن لوگوں نے تمام صحابہ کو ـــــ لغوی اور اصطلاحی دونوں معنی سے ـــــ عادل مانا ہے انہوں نے اپنی تمام روایات کو (جس طرح) عادل و صادق اصحاب سے لیا ہے ـــــ اسی طرح ـــــ عثمانی دور کی جعلی اور آخری شکل میں اموی دور کی تمام جعلی روایتوں کو بھی مورد اعتماد قرار دیا ہے۔

ان لوگوں نے کسی صحابی میں فرق نہیں قرار دیا اس لئے کہ سارے صحابہ عادل ہیں، سب جنتی ہیں، اور عقلاً محال ہے کہ کوئی جنتی جان بوجھ کر جھوٹ بولے پس ان لوگوں کی مرجعیت صحابہ میں منحصر ہے اور ان لوگوں کو اہلسنت کہا جاتا ہے۔ پس اہلسنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو پہچانا بھی اور سمجھا بھی صحابہ کے ذریعہ سے، صحابہ سے مراد وہی لوگ ہیں جو لغوی اور اصطلاحی معنی سے صحابی ہوں۔

اور جن اصحاب نے اموی دربار سے زیادہ استفادہ کیا ہے وہی لوگ صحابہ میں زیادہ حدیث بیان کرنے والے ہیں، چنانچہ ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے کہ:

ابو عبد الرحمن بن مخلد الاندلسی کی مسند میں ـــــ ۵۳۷۴ ـــــ حدیثیں صرف ابوھریرہ کی ہیں جن میں سے بخاری نے صرف ـــــ ۴۴۶ ـــــ کو اختیار کیا ہے، اور اس بات کے بیان کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ابوہریرہ معاویہ کے اقرب ترین فرد تھے اور ابوہریرہ کی صحبت رسول خدا کے ساتھ ایک سال چند ماہ سے زیادہ نہیں تھی، مختصر یہ کہ جو بھی حدیث جو بھی صحابی بیان کرے وہ محترم و صحیح ہے اور اہلسنت کے نزدیک وہ حدیث جزء دین ہے بشرطیکہ اس کا راوی صحابی ہو اس لئے کہ صحابہ سب ہی عادل ہیں سب ہی جنتی ہیں، وہ جان بوجھ کر جھوٹ بول ہی نہیں سکتے، البتہ راوی

کے ثقہ ہونے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت علیؑ یا اہلبیتؑ کا چاہنے والا نہ ہو اور اگر وہ شیعہ ثابت ہوگیا تو پھر ثقہ نہیں ہوسکتا۔

یحییٰ بن معین نے جب سعید بن خالد بجلی کو "ثقہ" کہا تو لوگوں نے ان سے کہا:

وہ تو شیعہ ہیں؟

یحییٰ بن سعید نے جواب دیا:

شیعہ ہیں اور ثقہ ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ لوگ قرن اول کے اواخر سے پہلے کلمہ اہلسنت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، کیونکہ بنیادی طور سے تسنن بعد کی پیداوار ہے [1]

---

[1] اضواء علی السنۃ المحمدیۃ، ص ۳۴۱، ۳۴۴، اور ص ۸۹۔ آراء علماء المسلمین فی التقیۃ، ص ۹۲۔

مدرک اہلسنت

برائے انتخاب صحابہ بعنوان مرجع

اہل سنت کہتے ہیں :

رسول خدا ؐ کا ارشاد ہے : میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں تم جن
جس کی اقتدا کرلو ہدایت پاؤ گے !

ایک دوسری روایت میں ہے :

جس کے بھی قول کو لے لو ... !

شیخ الحنابلہ ابن تیمیہ کہتے ہیں : (اور یہ جمہور کے نزدیک شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں) اصحابی کالنجوم والی حدیث کو آئمہ حدیث نے ضعیف بتایا ہے لہذا یہ حجت نہیں ہے ، حجۃ المنتقی ذہبی کے ۵۵۱ پر ہے یہ حدیث اجماعا باطل ہے ؎۱

؎۱ حوالہ سابق ۔

② مرجعیت : شیعوں کے نزدیک

① اہلسنت اور ثقہ صحابہ

اہلسنت نے اپنا فقہی مرجع اصحاب کو ـــــــ لغوی اور اصطلاحی دونوں معنی سے ـــــــ قرار دیا ہے اور یہ شیعوں کے مقابلہ میں کیا ہے جنہوں نے اپنا فقہی مرجع اہلبیتؑ اور ان معتمد صحابہ کو قرار دیا ہے جنہوں نے حضرت رسولؐ سے نقل روایت کی ہے اور اسی کے ساتھ اسلام جن اصول و فروع کو لے کر آیا ہے ان کو کتاب الٰہی سے لیا ہے، اور ان شیعوں نے فقہ، اصول دین اور تمام دینی تعلیمات کو اپنے امام و پیشوا حضرت علی علیہ السلام سے میراث کے بطور حاصل کیا ہے اور حضرت علیؑ کو رسول خداؐ نے اپنے شہر علم کا دروازہ کہا ہے، اس مرجعیت کے اصول و ضوابط معین و مقرر ہیں (مثلاً) آئمہؑ کا ارشاد ہے :

ہم جب بھی بات کرتے ہیں تو وہ کتاب خدا کے موافق ہوتی ہے اور جو بھی حدیث ہماری طرف منسوب ہو اگر قرآن کے خلاف ہو تو اسکو پھینک دو۔

جیسے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے اور میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے اور میرے دادا کی حدیث رسول خداؐ کی حدیث ہے اور رسول خداؐ کی حدیث خدا کا قول ہے [1]

[1] آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابہ وصیانۃ القرآن الکریم، ص ۹۹۔

مرجعیت اہلبیت پر شیعوں کی دلیل!

شیعوں کی شرعی سند وہ قطعی شرعی نصوص ہیں جو قرآن وسنت میں ان کے تینوں فروع ـــــ قول و عمل و تقریر ـــــ کے ساتھ وارد ہوئے ہیں اور یہ سنی وشیعہ کے درمیان متفق علیہ ہیں، ائمہ اہلبیتؑ وہی ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور کردیا ہے اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے[1] جس پر نص قرآنی موجود ہے اور اسی نص شرعی کی بنا پر قرآن ثقل اکبر اور اہلبیتؑ ثقل اصغر ہیں اور ہدایت بغیر تمسک بہ ثقلین ممکن نہیں ہے اسی طرح گمراہی سے بچنا بھی ثقلین[2] سے تمسک کئے بغیر ناممکن ہے اور یہی اہلبیتؑ نص شرعی کی بنا پر کشتی نوح کی طرح اس امت کے لئے سبب نجات ہیں جو ان کے ساتھ رہا نجات پاگیا جو ان سے جدا ہوگیا ہلاک ہوگیا[3] اور یہ امت محمدؐ کے لئے اختلاف سے باعث امان ہیں[4]

---

[1] آیت تطہیر کی تفسیر دیکھئے فتح القدیر شوکانی میں، اسی طرح تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری، اور تفسیر خازن اور دیگر تفاسیر، ۔

[2] صحیح ترمذی، ج ۵ ص ۳۲۸، نظم درر السمطین للزرندی الحنفی ص ۲۳۲، ینابیع المودۃ ص ۴۳ و ۲۵ و ۱۵۹ کنز العمال ج ۱ ص ۱۵۴، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۳، مصابیح السنۃ ص ۲۰۶۔ جامع الاصول ابن اثیر ص ۱۸۷۔ مشکاۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۵۸۔ احیاء المیت بر حاشیہ الاتحاف ص ۱۱۴، الفتح الکبیر ج ۱ ص ۵۰۳ و ج ۳ ص ۳۸۵۔ در منثور ج ۲ ص ۷، و ۳۰۶۔ صواعق محرقہ ص ۱۴۷۔ معجم صغیر ج ۱ ص ۱۳۵۔ منتخب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۳۶۔ مقتل الحسینؑ ج ۱ ص ۱۰۴، طبقات کبری ج ۲ ص ۱۹۴ ..... الخ۔

[3] تلخیص المستدرک ذہبی، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۸۴ و ۲۳۴، تاریخ الخلفاء و اسعاف الراغبین ص ۱۰۹ نظم درر السمطین ص ۲۳۵، کفایۃ الطالب ص ۳۷۸ ... الخ۔

[4] صواعق محرقہ ص ۹۱ و ۱۴۰۔ احیاء المیت علی حاشیہ الاتحاف ص ۱۱۴، منتخب الکنز علی مسند الامام احمد ج ۵ ص ۹۳ ...

اس کے بعد ہم ذیل میں ہر نص کے اوپر ادلہ کا ذکر کریں گے اور پھر باب المیزان میں سب کو اکٹھا ذکر کریں گے ۔

دونوں مرجع کا اثر

(۱) مرجعیت کا اثر اہلسنت کے یہاں :

ہم نے پہلے ہی عرض کیا کہ اہلسنت کے یہاں قرآنی بیان کے سمجھنے کی مرجعیت کا انحصار صحابہ ـــــ دونوں معنی لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے ـــــ میں ہے اور صحابہ کے اندر ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ سب ہی عادل ہیں اور سب ہی جنتی ہیں اہلسنت کی روایات پہلے درجہ میں متقدمین کے یہاں صرف اقوال و افعال رسولؐ میں منحصر تھیں ـــــ لیکن جب مذھب متعدد ہو گئے اور شہروں شہروں پہونچ گئے تو پھر اقوال و افعال رسولؐ کے ساتھ صحابہ کے اقوال و افعال کو بھی (روایات میں) شامل کر لیا گیا اور اس طرح مختلف مسائل میں شریعت اسلامی کے اندر قرآن وسنت کے علاوہ منابع تشریع میں ایک تیسرے منبع کا اضافہ کر دیا گیا یعنی اقوال و افعال صحابہ، اور حنفی، مالکی، حنبلی، بہ نسبت شافعی کے رای صحابہ کے سلسلہ میں بہت زیادہ تعصب پسند تھے، اور ابو حنیفہ باوجودیکہ قیاس کے زبردست حامی تھے اور قرآن کے بعد اس کو افضل المصادر مانتے تھے لیکن وہ بھی اگر کسی جگہ قیاس صحابی کی رائے سے ٹکرا جائے تو پھر صحابی کی ہی رای کو مقدم کرتے تھے، چنانچہ ان سے منقول ہے :

اگر کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں کوئی نص (کسی مسئلہ میں) مجھے نہیں ملتی تو میں رسول خداؐ کے صحابی کے قول کو لے لیتا ہوں اب اگر کسی حکم میں اصحاب کی آراء میں اختلاف ہوتا ہے تو جس کے قول کو میرا جی چاہتا ہے قبول کر لیتا ہوں اور جس کے قول

کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن اصحاب کے اقوال کو چھوڑ کر کسی تابعی کے قول کو تسلیم نہیں کرتا۔[۱]

ابن القیم کے اعلام الموقعین میں ہے:-

امام احمد بن حنبل کے نزدیک اصول احکام پانچ ہیں

(۱) ———— نص۔

(۲) ———— فتوائے صحابہ،

اور حنفی و حنبلی حضرات قرآن کریم کی تخصیص صحابی کے عمل سے جائز جانتے ہیں اس لئے کہ عالم صحابی عموم کتاب پر عمل کرنے کو بغیر کسی دلیل کے چھوڑ ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر عموم قرآن کے خلاف اس نے کوئی عمل کیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ وہاں کوئی تخصیص ہوئی ہے اور اس کا عمل بمنزلہ قول ہے[۲]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اہلسنت تقدیس صحابہ میں غلو کرتے ہیں، اس تقدیس اور عصمت میں کوئی فرق نہیں ہے[۳]

اور جب فقہی مذاہب کا پھیلاؤ بڑھا تو یہ غلوئے مفرط شیعوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اور مستحکم ہوگیا[۴] اور اقوال صحابہ کے ساتھ وحی آسمانی والا معاملہ کیا جانے لگا کہ اقوال صحابہ سے عموم قرآن کی تخصیص کی جانے لگی اطلاق قرآن کی تقیید کی جانے لگی۔

(۴) مرجعیت کا اثر شیعوں کے یہاں۔

---

۱ ابو حنیفہ تالیف ابو زہرہ ص ۳۰۳، الامام زید ص ۳۸۔ آراء علماء المسلمین ص ۸۷-۸۸۔

۲ المدخل الی علم اصول الفقہ لمعروف الدوالیبی ص ۲۱۷، آراء علماء المسلمین ص ۸۷ و ۸۸۔

۳ المدخل الی علم اصول الفقہ لمعروف الدوالیبی ص ۲۱۷، آراء علماء المسلمین ص ۸۸۔

۴ المدخل الی علم اصول الفقہ لمعروف الدوالیبی ص ۲۱۷، آراء علماء المسلمین ص ۸۹۔

(ایک تو) قرآن کریم ہے جس میں ہر شئی کا بیان ہے اور (دوسری وہ چیز ہے) جس کا ثبوت نبیؐ سے بطور قطعی ہو۔ ایسا قطعی ہو کہ شک کی گنجائش نہ ہو یعنی بمنزلہ نص ہو اس کے علاوہ مقام تشریع میں کسی سنت پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا جب تک کسی قرآنی آیت سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو اس لئے کہ قرآن فیہ تبیان لکل شئی ہے اور یہ لغت عرب میں نازل ہوا ہے اور ایسے اسلوب سے نازل کیا گیا ہے جس کو ہر عربی سمجھ سکتا ہے اور —— تنہا سنت پر بھروسہ تشریع میں اس لئے نہیں کیا جاتا کہ —— سنت کو رسولؐ سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں کذب و خطا کا امکان بہر حال ہے اور خود وہ لوگ بھی کبھی دوسروں کی روایت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے اجتہاد پر عمل پیرا ہوتے تھے، اور یہ حضرات تو ایک دوسرے پر بدترین قسم کے الزامات عائد کرتے تھے یہاں تک کہ بعض تو بعض کے قتل کو حلال سمجھتے تھے[1] —— پھر تنہا ان کی مرویات پر اصول تشریع میں کیونکر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ ہاں قرآنی آیت کی تائید بھی ہو تو ٹھیک ہے۔ (مترجم) ——

خلاصہ یہ ہوا کہ شیعوں کے یہاں قول فصل صرف قرآن ہے —— کیونکہ وہ ہر شئی کا بیان کرنے والا ہے —— اور جو سنت رسولؐ ایسی یقینی ہو —— خواہ قول ہو یا عمل یا تقریر ہو —— جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔

دونوں مدرک کا اختلاف نتائج کے اختلاف کا سبب ہوگا!

اہل سنت نے جو راستہ اختیار کیا ہے اس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ ہر صحابی (لغوی یا

---

[1] تاریخ الفقہ الاسلامی ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ من کتاب الامۃ الشافعی ص ۲۲۸، اور کتاب آراء علماء المسلمین ص ۸۸۔

اصطلاحی دونوں معنی کے اعتبار سے ، جس میں وہ بچے بھی شامل ہیں جن کو رسولؐ نے دیکھا ہے یا انہوں نے رسولؐ کو دیکھا ہے سب کے سب عادل ہیں یہ جھوٹ نہیں بول سکتے دھوکہ نہیں دے سکتے یہ سب جنتی ہیں کوئی بھی ان میں سے بدون استثنار جہنم میں نہیں جا سکتا چاہے حکم بن عاص طرید رسولؐ و طرید ابوبکر و عمر ہو یا عبد اللہ ابن ابی سرح ہو جس نے خدا پر افترا پردازی کی تھی یا معاویہ ہو اور کسی کی بات رد نہیں کی جا سکتی کیوں کہ سب کا راستہ ایک ہے ، جس صحابی کی صحبت ثابت ہے وہ جو کہدے صحیح ہے اس میں باطل کا کہیں سے گزر نہیں ہے کیونکہ صحابی عادل ہے اب اگر کسی ایک مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلف ہو جائیں تو مجتہد کو اختیار ہے چاہے جس صحابی کے قول کو لے اور جس کے قول کو چاہے چھوڑ دے اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ۓ

اب اگر حکم بن عاص ایک مسئلہ میں ایک حکم دے اور اسی مسئلہ میں ابوھریرہ دوسرا حکم دیں اور ابوحذیفہ تیسرا حکم دیں ، اور ابوبکر چوتھا حکم دیں تو مجتہد کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس قول کو چاہے اختیار کرے ، کیوں ؟

اس لئے کہ یہ سب صحابہ ہیں اور ہر صحابی عادل ہے اور کسی بھی صحابی کی نہ تو جرح کی جا سکتی ہے نہ اس کے بارے میں طعن کیا جا سکتا ہے جیسے کہ اگر راوی غیر سنی ہو تو اہل سنت اس کی جرح کرتے ہیں ، اس میں طعن کرتے ہیں (لیکن صحابی کے بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا) ۔

اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ حنفی اور حنبلی حضرات قرآن کریم کی تخصیص صحابی کے قول اور فعل سے کر دینے کو جائز جانتے ہیں اور اس کے قائل ہیں ، ان کا نظریہ یہ ہے کہ عموم قرآن پر عمل کو صحابی بغیر کسی دلیل کے نہیں چھوڑ سکتا اس لئے صحابی کا عموم قرآن کے خلاف عمل کرنا دلیل ہے قرآن کے تخصیص کی اور عمل صحابی بمنزلہ قول کے ہے ۔ۓ

ۓ ابا حنیفہ ، تالیف ابوزہرہ ص ۳۰۳ ۔ ۓ صحیفہ سجادیہ کے اندر ایک لمبی دعا ہے وہاں دیکھیے اور سید مرتضیٰ رضوی کی کتاب کا ص ۹۳ اور ۹۴ مطالعہ فرمائیں ۔

لیکن واقعی جو چیز انسان کو خوف ودہشت میں مبتلا کر دیتی ہے کہ یہ حکم وہ لوگ ہر صحابی کے لئے ثابت کرتے ہیں چاہے وہ جیسا ہو بس لغوی اور اصطلاحی معنی سے صحابی ہو اور یہ بات صحابی کو اٹھا کر عصمت کے درجہ تک پہونچا دیتی ہے اور اس کو ایک حقیقی قانون ساز یا قانون سازی میں شریک بنا دیتی ہے۔

(۲): ——————— لیکن شیعہ اس اعتبار سے کلی طور پر اہلسنت کے مخالف ہیں شیعہ صرف ان اصحاب سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے دین کی مدد کرنے میں پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا، اور اپنے مال وجان سے راہ خدا میں جہاد کیا اور جو دعا شیعہ اصحاب محمدؐ کے لئے پڑھا کرتے ہیں وہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ حسن محبت اور خالص مودت اصحاب کے ساتھ رکھتے ہیں، اور اس دعا کے اندر یہ بھی ہے:

> بارالہا: خصوصیت سے اصحاب محمدؐ میں سے وہ افراد جنہوں نے پوری طرح پیغمبرؐ کا ساتھ دیا اور ان کی نصرت میں پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور ان کی مدد پر کمربستہ رہے اور ان پر ایمان لانے میں جلدی کی اور ان کی دعوت کی طرف سبقت کی اور جب رسول خداؐ نے اپنی رسالت کی دلیلیں ان کے گوش گزار کیں تو انہوں نے لبیک کہی اور ان کا بول بالا کرنے کے لئے بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیا اور امر نبوت کے استحکام کے لئے باپ اور بیٹوں تک سے جنگیں کیں اور نبی اکرمؐ کے وجود کی برکت سے کامیابی حاصل کی اس حالت میں کہ ان کی محبت دل کے ہر رگ وریشے میں بھری ہوئی تھی اور ان کی محبت ودوستی میں ایسی نفع بخش تجارت کے متوقع تھے جس میں کبھی نقصان نہ ہو " اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو " ان کے قوم وقبیلہ نے انہیں چھوڑ دیا اور جب ان کے سایۂ قربت میں منزل کی تو اپنے بیگانے ہو گئے تو اے میرے معبود! انہوں نے تیری خاطر اور تیری راہ کے لئے جو سب کچھ چھوڑ دیا تو تو بھی (جزا کے موقع پر) انہیں فراموش نہ کرنا۔

یہ وہ اصحاب محمدؐ ہیں جن کی عظمت کا شیعیان آل محمدؐ گن گاتے ہیں اور ان کی محبت کو دین سمجھتے ہیں اور صحیح طریقہ سے جو اسلامی تعلیمات ان صحابہ سے وارد ہیں ان پر عمل کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ صرف انہیں اصحاب کی عدالت کو تسلیم کرتے ہیں جو واقعی عدالت سے متصف تھے اور عدالت ان کے لئے بطور ملکہ تھی رہا ہر صحابی کے لئے اصالۃ العدالۃ کا قاعدہ جاری کرنا تو نہ اس پر کوئی دلیل ہے اور نہ ہی اس کا اثبات ممکن ہے۔ اسی لئے شیعہ حضرات حریت فکر کے ساتھ بعض اصحاب پر نقد و تبصرہ کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے میزان عمل میں پرکھتے ہیں وہ لوگ دشمنان خدا و رسولؐ سے کسی قیمت پر محبت نہیں کرتے اور جو لوگ اپنے ایمان کو سپر بنا کر لوگوں کو سبیل خدا سے روکنے کی کوشش کیا کرتے تھے شیعہ ان سے بیزاری اختیار کرتے ہیں، اور اس بیزاری میں شیعہ نہ خدا و رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ ہی تمیز صحابہ میں اور نہ ہی جو لوگ اس نام کے حقیقۃً مصداق ہیں ان کے بارے میں سلف صالحین کی سیرت کی مخالفت کرتے ہیں اور یہیں سے شیعوں پر جھوٹے الزامات کا سلسلہ شروع ہو گیا [1] اور چونکہ شیعوں کا راستہ سنیوں سے الگ تھا اس لئے دونوں کی منزل بھی الگ ہو گئی۔

لیڈروں میں اختلاف

حضور اکرمؐ کے زمانہ میں بسا اوقات ایک ہی مسئلہ میں آراء میں اختلاف ہو جاتا تھا اور متعدد اقوال پیدا ہو جاتے تھے مگر نبیؐ وسعت قلب کے ساتھ سب کی باتوں کو سنتے تھے پھر اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ بیان کر دیتے تھے وہ حکم چاہے نص قرآنی ہو یا سنت محمدیؐ ہو، تمام لوگ صدق دل سے قبول کر لیتے تھے اور پھر اختلاف کے بعد اتحاد پیدا ہو

---

[1] آراء علماء المسلمین ص ۱۰۰۔

جاتا تھا اور اس مسئلہ میں شک کے بعد یقین پیدا ہوجاتا تھا ، ایسے واقعات مکرر ہوئے اور ہر مرتبہ لوگوں کے نظریات مختلف رہے اور یہ فکری ثروت کا فطری نتیجہ ہے مگر پھر اتحاد ہوجاتا تھا کیوں ؟ اس لئے کہ لوگوں کا مرجع (لیڈر) ایک تھا ، اس کا حکم آخری تھا اس کا فیصلہ عادلانہ تھا لیکن جب لیڈری میں اختلاف ہوگا تو ناجائز اختلاف کا ہونا ضروری ہے اور اتحاد و اختلاف دو نقیض ہیں جب ایسے حالات ہوں گے تو حاکم بقائے وحدت کے لئے لوگوں کے بحث و مناظرہ پر پابندی عائد کردے ۔

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ بھی اسی قسم کا تھا کہ اس کے عملی جنبہ کی بنا پر مراجع متعدد ہوگئے چنانچہ اسلامی معاشرے کے اندر دسیوں ہزار مراجع پیدا ہوگئے ، ہر مرجع کی رائے اس کا تصور اور فہم الگ تھا اور انھیں مراجع کے تعدد کے اعتبار سے امت بھی متعدد احزاب میں بٹ گئی ، ہر گروہ اپنے ہی لیڈر کی تائید کرتا تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ وہی راہ راست پر ہے اور رضوان الٰہی تک پہونچنے والا ہے لیکن عملا کیا ہوتا ہے سب جانتے ہیں ۔

اور چونکہ حکومت جب شریعت کے چوکھٹے سے نکل جاتی ہے تو ذرائع ابلاغ پر اسی کا تسلط ہوتا ہے اور اس کے امکان میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ اپنے بخیال کسی ایک شخص یا گروہ کو اس اعتبار سے متعارف کرائے کہ صرف وہی مخصوص شخص یا پوری مخصوص جماعت ہی حق پر ہے اور نجات پانے والی ہے اور وہی حق مبین پر ہے پھر اسی کے فتاوی کو شایع کرے تو وہ حکومت اپنے طرز سے لوگوں کو بلا واسطہ اسی شخص یا انجمن کی مرجعیت کی طرف دعوت دینے والی ہوگی ، اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اس مرجعیت میں اہلیت ہے کہ نہیں !

(مثال کے طور پر) آپ ابو ھریرہ کو لے لیجئے جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا یہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے لوگوں کی خدمت کیا کرتا تھا ، حضرت رسول کی صحبت بھی ایک سال چند ماہ سے زیادہ نصیب نہ ہوسکی ۔ لیکن تخت اموی کی قربت کی وجہ سے ایک عظیم شخصیت کا مالک بن گیا اور اس کے اقوال اپنی کثرت کے باوجود ایسے حق ہوگئے کہ اب (گویا) اس کے آگے پیچھے سے باطل آہی نہیں سکتا ، اور اس نے اتنی روایات نقل

کر ڈالیں جو کبار صحابہ کی روایتوں کے مقابلہ میں سات سو گنا زیادہ ہیں، آخر ایسا کیوں؟
اس لیے کہ حکومت نے اس کی پرورش ہی اس لئے کی تھی اور مدد اسی لئے کی تھی کہ اس کو حکومت کا نمائندہ بنا کر تمام مراجع کا مرجع بنا دیا جائے۔

تعدد مراجع کی صورت میں شریعت کا حکم

مطلقاً ہر دین کے لیے ایک مرجع ہوتا ہے اور ہر عقیدہ کے لئے ایک مرجع ہوتا ہے، دین اسلام اور عقیدۂ اسلام کے مرجع وحید و فرید صرف حضرت محمدؐ تھے آپؐ ہی کا قول قول فیصل تھا اور اگر دوسرا مرجع خدا کے حکم سے معین کیا جائے گا تو وہ بھی اس مرجع اوّل سے وابستہ و مربوط اور اس کا پیرو ہوگا جو عقیدہ و دین میں سب سے اعلم و افہم تھا (اسی طرح دوسرے مرجع کا بھی دین و عقیدہ میں اعلم و افہم ہونا ضروری ہے)۔

دین یہود کا بھی مرجع ایک تھا اور وہ جناب موسیٰ علیہ السلام تھے اور ہارون ان کے تابع تھے اگر جناب موسیٰ نہ ہوتے یا کچھ مدت کے لئے (ہارون) سے جدا ہو جاتے تو ہارون ان کے خلیفہ و جانشین ہوتے اور جب بھی موسیٰؑ واپس آتے یا موسیٰ موجود ہی رہتے تو ہارون ان کی پیروی کرتے۔

دین مسیح کا بھی ایک ہی مرجع تھا جناب عیسیٰ! اور ان کے حواریین ان سے مربوط تھے اور ان کے زیر فرمان دین کی خدمت کے لئے تیار تھے، اسی لئے جب حضرت محمدؐ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے تو لازمی طور سے تینوں دین کے لئے، ان حضرات کے بعد خدا کے حکم سے ان کی طرف سے ایک مرجع معین ہو، کیونکہ دین و عقیدہ کو مرجع و رہبر کے بغیر چھوڑ دینا تفریط ہے جس سے انبیاء کی ذوات مقدسہ بری ہیں نیز یہ بات ادیان کے کمال سے بھی ٹکراتی ہے۔

اسلام کے اندر مسلمانوں کی مرجعیت نصوص شرعیہ قطعیہ کی بنا پر آل محمدؐ کے حوالہ کی گئی ہے اور حد بندی کے ساتھ یہ ہے کہ اسی ایک گھرانے کا سید و سردار ہر زمانہ میں

امت مسلمہ کا قائد ہوگا، اب رہا یہ سوال کہ قیادت اہلبیتؑ ہی کے لئے کیوں مخصوص ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے:

ھٰذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء ، ویسے دوسرے اعتبار سے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول خداؐ نے ان کو عملی اعتبار سے اس کام کے لئے تیار کیا تھا اور انہوں نے رسولؐ کے آغوش میں پناہ لی تھی اور دل وجان سے آنحضرت کی پیروی کی تھی، اور خدا نے بھی بیان کردیا تھا کہ ہر زمانہ میں یہی سب سے افضل ہیں اور افضلیت مرجع کے لوازم میں سے ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد مسلمانوں کی قیادت عمید اھل بیت نبوت یعنی حضرت علیؑ کے لئے تھی، ہر مسلمان جانتا تھا کہ حضرت علیؑ ہی اس کے اور تمام مومنین و مومنات کے مولیٰ ہیں۔

آپ خود ہی فاروق کا قول ملاحظہ فرمائیں! وہ فرماتے ہیں:

یہ علی میرے اور تیرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہیں!

اسی کو شرعی مرجعیت کہا جاتا ہے۔

شرعی مرجعیت کو چھوڑنا دوسری مرجعیت کا ایجاد کرنا

آپ خود ہی ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اسلامؐ کے بعد اسلام کی شرعی مرجعیت معطل ہوگئی اور خلیفہ رسمی مرجع یا رسمی مرجع کا قائم مقام بن گیا پھر ایک مدت مدید کے بعد شرعی مرجع کے ہاتھ میں اقتدار آیا، اور اس نے مرجع شرعی اور ولی امت کے اعتبار سے اپنے فرائض کی انجام دہی کرنی چاہی لیکن دنیا نے ان کے خلاف ھنگامہ برپا کردیا اور یہ فتنے جاری رہے یہاں تک کہ مرجع شرعی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زعامت امام حسنؑ کے ہاتھ میں آئی مگر آپ نے فوراً احساس کرلیا کہ فتنے ابھی بیدار ہیں اور یہ میرے قتل ہی پر خوابیدہ ہوں گے تو آپ نے حکومت سے دست برداری کا اعلان کردیا اس کے بعد مرجعیت امام حسینؑ کے ہاتھوں میں آئی تو آپ کو آپ کے ساتھیوں اور آپ کے اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ کربلا میں

گھیر کر قتل کر ڈالا گیا اور پھر امت کسی شرعی مرجعیت کے بغیر ہوگئی، مگر چونکہ مرجعیت معاشرے کے اتحاد کو باقی رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے اس لئے اموی خاندان کی ساری کوشش یہی تھی کہ مرجع ہمارے خاندان سے ہو اور انہوں نے امت کو قانع کرنے کی کوشش شروع کر دی کہ انہیں کو شرعی مرجعیت حاصل ہے اور یہ تو فطری بات ہے بھی کہ طالبان دنیا کے لئے مصلحت اسی میں تھی کہ بنی امیہ کا تعاون کیا جائے تاکہ ان کا مقصد پورا ہو سکے۔

ایجاد نظریہ عدالت صحابہ ہی جانشین کی مرجعیت کا واحد حل تھا

تمام صحابہ " لغوی اور اصطلاحی دونوں معنی کے اعتبار سے " کی عدالت کا نظریہ اتنا وسیع تھا کہ اس نے اپنے دامن میں اموی حکام کو بھی لے لیا، اور اس کے بعد ہر صحابی میں صفت عدالت کا دُم چھلّہ لگا رہا چاہے جیسا صحابی ہو، اب چونکہ مرجع شرعی عادل ہوتا ہے جھوٹ نہیں بولتا، اور صحابی بھی عادل ہوتا ہے جنتی ہوتا ہے جھوٹ نہیں بولتا اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اموی حاکم بھی عادل ہے اور اس کے اندر بھی امت محمدؐ کا مرجع شرعی بننا درست ہے سیر حوادث کی کلید دراصل یہی چیز ہے۔

اگر نظریہ عدالت حکام کی طرف سے ہوتا تو ناکامیاب ہوجاتا

اگر تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ عام افراد کی طرف سے پیش کیا جاتا تو شکست اس کا مقدر بن جاتا لیکن اس نظریہ کا اعلان خود صحابہ نے کیا اور مادی و معنوی پشت پناہی

حکام نے کی اس طرح کہ وفات رسولؐ کے بعد شرعی مرجعیت کے خلاف جعل حدیث کرنے والوں کا روزینہ معین کر دیا گیا۔

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ رکھنے والوں کو تقرب و انعامات سے نوازا گیا ان کے لئے مال و مرتبوں کے منہ کھول دیئے گئے، اس نظریہ کی ترویج کے لئے حکومت کے سارے ذرایع ابلاغ و نشر استعمال کئے گئے، فطری بات ہے کہ یہ طریقے اصحاب کرام کے صاحبان بصیرت سے مخفی نہ تھے لیکن وہ کیا کر سکتے تھے؟ ان کے ہاتھ بندھے تھے، امت افتراق کا شکار تھی، امر امت پر دوسروں کا غلبہ تھا، بڑے بڑے صحابہ نے قولاً و عملاً اس کی تردید کی، لیکن اس تردید کا گلا گھروں کے گوشہ و کنار میں پیدا ہوتے ہی گھونٹ دیا گیا جب کہ اس نظریہ کی تائید ہر ذرایع ابلاغ سے کی جا رہی تھی، حکومت خود اس کو مضبوط کر رہی تھی، ولی امت اور حکومت وقت کی طرف سے تلوار کی نوک پر اس نظریہ کی مخالفت کرنے والے کو ذلیل و رسوا کیا جاتا تھا اور لوگ علی الاعلان دیکھتے اور سنتے تھے اگر کوئی حکومت کی مخالفت کرے تو اس کا بھی حشر حجر بن عدی کی طرح ہو، یعنی قتل کیا جائے اور ماہانہ عطیہ سے محروم ہو اور لقمہ عیش سے محروم ہو اور ایسے حالات میں جانشینی کا نظریہ خوب پروان چڑھ رہا تھا۔

جانشینی شرعی مرجعیت بن گئی

زمانہ کے گزرنے کے ساتھ صحابۂ کرام گزر گئے، اور پیچھے تابعین اس دنیا سے رخصت ہو گئے مخالفین بھی دنیا سے رخت سفر باندھ گئے اور ان کی دلیلیں بھی ان کے سینوں میں مخفی رہ گئیں بس برائے نام کچھ دلیلیں رہ گئیں، لیکن وہ سارے ضروری معلومات جو جعلی اور بدلی ہوئی مرجعیت کے لئے تھے وہ سب کے سب اپنی تمام جزئیات کے ساتھ موجود رہے اس لئے کہ وہ تو موجودہ حکومت کے اسناد تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی جعلی مرجعیت کو ظاہری طور سے شرعیۃ حقیقیۃ بنا لیا گیا۔ اور پھر جب حقیقت شناس لوگ مر گئے ان

کی دلیلیں مخفی ہوگئیں اور ان کے معارضات مخفی ہوگئے اور ان میں سے صرف اِکّا دُکّا باقی رہ گئے تو بعد والوں کا عقیدہ ہی یہ ہوگیا کہ جس شرعی مرجعیت کا خدا نے حکم دیا ہے اور خدا نے ایجاد کیا ہے وہ عین یہی مرجعیت ہے جس کو حکومت نے بزرگوں سے نقل کیا ہے لہٰذا اس نظریہ کی مخالفت اب دین کی مخالفت بن گئی ایجاد نظریہ کرنے والوں کی مخالفت کا کوئی تصور ہی باقی نہ رہا اور یہ ایسی تقلید بن گئی جو قابل مناقشہ ہی نہ رہی اور جو اس نظریہ کی مخالفت کرے یا معارضہ کرے یا ان لوگوں کی توہین کرے جنہوں نے اس کو ایجاد کیا ہے وہ زندیق ہے اس کو ناٹ باہر کردو ...... الخ اور شیعہ چونکہ اہلبیتؑ کی قیادت میں اس نظریہ کے مخالف تھے اس نظریہ کو قبول ہی نہیں کرتے تھے لہٰذا فطری طور سے ان پر ساری لعنتوں کو انڈیل دیا گیا اور ان کو دشمن دین سمجھا گیا اور مجرم کفار میں ان کا شمار ہونے لگا۔

عوام کے ذہن میں اور ان علماء کے اذہان میں بھی یہ بات بیٹھ گئی جو اسی قسم کے نظریہ کی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل تھے اور تاریخ کو اسی پس منظر میں دیکھا و پڑھا تھا۔

راہ حل

اس کی صورت صبر ہے اور حضرت رسولؐ کی اقتداء ہے تمام لوگوں نے آپ کا مقابلہ کیا لیکن آپ نے کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے، کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا، بلکہ اپنے مواعظ حسنہ اور حکمت اور شرعی اسلوب اور حجج قاطعہ و براھین ساطعہ کے ذریعہ تقلید کے پردے چاک کردئے ــــــ حقیقت کے چہرے سے ہر قسم کے گرد و غبار کو دور کر دیا اور آخر کار لوگوں کو قانع کردیا، پس حقیقت شرعیہ کے عاشقوں کے سامنے صرف یہی ایک راستہ ہے۔

شرعی مرجعیت کے غائب ہونے کی صورت میں!

شرعی مرجعیت کے نہ ہونے کی صورت میں لوگ متعدد احزاب میں تقسیم ہوگئے اور متعارض گروہوں میں بٹ گئے، ہر گروہ کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مقابل باطل پر ہے حالانکہ وہ سب ہی جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے نہ ہونے کی صورت میں امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جس میں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا باقی سب دوزخی ہوں گے اور سب یہ بھی جانتے ہیں کہ حق ایک ہی ہوگا اور وہ وہی راستہ ہوگا جس پر وہ جنتی فرقہ چلے گا اور جنتی فرقہ ہی مرجعیت شرعی کا پابند ہوگا اور یہ تقسیم ان توجیہات میں سے ایک تھی جس کی وجہ سے تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ ایجاد کیا گیا۔

فقہی تقسیم

وہ زعامت و مرجعیت شرعی جو نص شرعی کے اہداف و مقاصد کو بیان کرتی ہے اور احکام کلی کی تخصیص کرتی ہے اور حالات و واقعات کے پیش آنے پر نص کی کیفیت کی توضیح کرتی ہے جب وہ نہ رہی تو مسلمان دسیوں فقہی احزاب و گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور فطری طور سے ہر ایک پر سیاسی چھاپ بھی تھی اور یہ اقسام پانچ مرکزی قوتوں میں منحصر ہو گئے۔

(۱) ــــــــ مذھب اھلبیتؑ:

بطور اطلاق اسلامی مذاھب میں یہی سب سے پہلا مذھب ہے اور یہی نجات پانے والا گروہ ہے (جیسا کہ ہم آئندہ اس کو ثابت کریں گے) امام جعفر صادق (ع) کی طرف نسبت کی وجہ سے اس کو مذھب جعفری بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) ــــــــ حنفی مذھب:

یہ مذھب ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے۔ ابو حنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام

کے شاگرد تھے بعد میں انہوں نے اپنا الگ مخصوص مذھب بنا لیا تھا۔

(۳) ـــــــــ مالکی مذھب :

یہ مذھب مالک کی طرف منسوب ہے، مالک ابو حنیفہ کے شاگرد تھے بعد میں انہوں نے اپنا الگ مذھب بنا لیا تھا۔

(۴) ـــــــــ شافعی مذھب :

یہ مذھب شافعی کی طرف منسوب ہے، انہوں نے سب کچھ مالک سے حاصل کیا تھا بعد میں اپنا الگ مذھب قائم کر لیا۔

(۵) ـــــــــ حنبلی مذھب :

یہ احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے انہوں نے سب کچھ شافعی سے حاصل کیا تھا پھر اپنا الگ ایک مستقل مذھب بنا لیا۔

اس سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام چاروں مذاہب کے بانیوں کے استاد تھے اور یہ حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام پر فخر کیا کرتے تھے اور عوام کا نظریہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ کے ماننے والے گمراہ ہیں، اور عوام راہ حق پر ہیں۔

اہل بیتؑ کو میدان سے الگ کرنے کی علت

اہلبیتؑ طاہرین کو پوری اسلامی سیاسی تاریخ سے دور کرنے کے علل واسباب درج ذیل ہیں :

(۱) ـــــــــ اھلبیتؑ کو میدان سے دور کرنے والوں کا مسلسل اصرار کہ اھلبیت اپنی ان خصوصیات سے دست برداری کا اعلان کریں جو ان کو خداوند عالم نے مرحمت فرمائی ہیں۔

(۲) ـــــــــ اسی کے ساتھ ساتھ ان خصوصیات کی تاویل اور ان کو ان کے اصلی مقام سے نکال کر دوسری جگہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرنا۔

(۳) ـــــــــ اھلبیتؑ کی خصوصیات کے مقابلہ میں اسی جیسی خصوصیات دوسروں کے لئے جعل و وضع کرنا اور اھلبیت کی خصوصیات کو ان کے مفاھیم سے خالی کرنا اور ان کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کرنا ۔

(۴) ـــــــــ تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ ایجاد کر کے اپنی فہم ناقص کے مطابق ایسی خصوصیت صحابہ کے لئے وضع کرنا جس سے اھلبیتؑ کی عظمت گھٹ جائے ۔

(۵) ـــــــــ اگر اھلبیتؑ اپنی خصوصیات کو چھوڑنے کا اعلان کر کے صورت حال کو قبول کر لیتے جب بھی وہ اپنے حقوق سے محروم رہتے اور میدان سے دور ہی رکھے جاتے ۔ آخر کیوں ؟

(۶) ـــــــــ اس لئے کہ حکومت و قدرت ایسی معشوقہ ہے کہ حکام وقت نے اس کو اس کے شرعی شوہر سے زبردستی چھینا ہے ہاں وہ صرف اس کے جسم کے خواھشمند ہیں ، لیکن اس معشوقہ کی روح اور اس کا دل ہمیشہ اپنے شوہر سے وابستہ رہا ، اس لئے پوری تاریخ میں حکام چونکہ اس کا دل نہ جیت پائے اس لئے غیرت وحسد نے ان کے دل و دماغ میں ہلچل مچادی ، جس کی بنا پر وہ ذلیل و رسوا افعال کے ارتکاب سے باز نہ رہ سکے ۔

بنی ہاشم کی خصوصیت

نسل ہاشمی تمام نسلوں سے عموما اور قبائل قریش و عرب سے خصوصا نص شرعی کی بنا پر سب سے بہتر ہے اور عبد المطلب کا گھرانا بھی تمام گھرانوں سے عموما اور عرب سے خصوصا سب سے بہتر و برتر ہے اور نص شرعی بھی ہے ؂۱ اور وہ جناب ہاشم بن

؂۱ طبقات ابن سعد ، سیرۃ حلبیۃ ، کنز العمال ، مستدرک حاکم ، سنن بیہقی ، طبرانی ، ابن عساکر ،

عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں [۱]

اور آل محمدؐ افضل الآل ہیں: خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان کی محبت و مودت واجب قرار دی ہے اور ان پر درود کو نماز کے ارکان میں قرار دیا ہے اور اسی مطلب کی طرف شافعی نے اشارہ کیا ہے۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم | فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم | من لم یصلّ علیکم لا صلوٰۃ لہ [۲]

اے اہلبیت رسول تمہاری محبت خدانے اس قرآن میں واجب کی ہے جس کو اس نے نازل کیا ہے تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر (نماز میں) درود نہ بھیجے اس کی نماز نماز نہیں ہے۔

اھلبیت رسولؐ اس امت کے نچوڑ ہیں، یہ وہ درخت ہیں جن سے علاج کیا جاتا ہے اور یہی عترت رسولؐ ہیں (عترت الرجل اس شخص کی نسل اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں [۳]) خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے اھلبیتؑ کو طاہر کیا اور ان سے رجس کو دور کیا (آیت تطہیر کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے)، انہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور فضل خدا ان کے شامل حال ہوا اس لئے یہ حضرات اپنے ماسوا پر مقدم ہو گئے، بس یہی حضرات دین اور مسلمین کے شرعی مرجع ہیں اور یہی سیاسی رہبر بھی ہیں اور یہ اتنی بڑی بزرگی ہے جس کی برابری کوئی بزرگی نہیں کر سکتی اور ایسا شرف ہے کہ دنیا کا ہر شرف اس سے کم ہے اور یہ خصوصیت صرف آل محمد کی ہے۔

---

[۱] طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۵۵، السیرۃ الحلبیۃ۔

[۲] ابن حجر کی تفسیر آیۃ: (ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی)، صواعق محرقہ ص ۸۸، النبھانی ص ۹۹ الشرف المؤبد وھی لرسالۃ من الشافعی ارسال المسلمات کما یقول الامام شرف الدین۔

[۳] مختارات الصحاح، ص ۳۱، و ۱۸۵، و ۵۵ و ص ۴۶ ، المعجم الوسیط، ص ۱۲، ج ۱، و ص ۵۸۸، ج ۲۔

طبیب ہیں اور طبابت ایک فنی و تخصصی چیز ہے ۔[۱]

(۴) ——— امت مسلمہ کی سیاسی قیادت! کیونکہ جب سیاسی قیادت عترت محمدؐ کے ہاتھوں میں ہوگی تو تمام لوگوں کے دل مسرت سے سرشار ہونگے کیونکہ یہی بنیادی حل ہے جو اختلاف کو ختم کرسکتا ہے اور حکومت کو استقرار و دوام عطا کرسکتا ہے لوگوں کی رغبتوں کو جڑ سے اکھاڑ سکتا ہے اور شرع مقدس اس بات کی طرف متوجہ تھی اسی لئے اس نے بیان کردیا کہ یہ قیادت کس کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے اور کس طرح منتقل ہونی چاہیئے۔

خاندان رسولؐ کو یہ خصوصیت

کیوں دی گئی

خدا نے محمدؐ کو رسالت کیوں دی؟ ابوسفیان کو کیوں نہ بخشا، بھائی ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء، خدا نے بعض انبیاء کو بعض دوسروں پر کیوں فضیلت بخشی ھذا فضل اللہ محمدؐ کو بنی ہاشم ہی سے کیوں پیدا کیا؟ بنی عدی یا بنی تمیم، یا بنی امیہ

---

[۱] کنز العمال ج ۱ ص ۴۴، اس روایت کو نسائی اور ترمذی نے جابر کے حوالہ سے رسولؐ سے نقل کیا ہے ترمذی نے زید بن ارقم کے حوالے سے لکھا ہے، امام احمد نے حدیث زید کو دو صحیح طریقہ سے نقل کیا ہے ایک تو اول ص ۲۸۲ پر دوسرے ص ۱۸۹ پر مسند کے ج ۵ میں، اور اسی حدیث کو ابن ابی شیبہ، ابویعلی، ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے جو ابی سعید سے مروی ہے نیز آپ کنز العمال ج ۱ ص ۴۷ کی حدیث ۹۴۵ کو دیکھئے اس کو حاکم نے اپنی مستدرک کے ج ۳ ص ۱۴۸ پر لکھ کر کہا ہے: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین کی شرط پر لیکن دونوں نے اس کو لکھا نہیں ہے البتہ ذہبی نے اس کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے کہ یہ شرط شیخین پر پوری ہے ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو تلخیص المستدرک الذہبی۔

سے کیوں نہیں پیدا کیا ؟ خدا کے ہاتھ میں فضل ہے جس کو چاہے دے، لیکن ہماری تاریخ اسلام کے گہرے مطالعہ کی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بعض ان چیزوں کی علت بھی بیان کر سکتے ہیں۔

برتری کے اسباب

(۱)———— خداوند عالم نے خود ہی بیان کر دیا ہے کہ محمدؐ کے قرابتدار تمام لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل ہیں اور بندوں کی مصلحت اسی میں ہے کہ ان کی قیادت افضل و احسن افراد کریں اور کچھ ہی پہلے ہم اس بات کو ثابت کر چکے ہیں۔

(۲)———— بنی ہاشم ہی کی طرف سے عمومی اعلان: جب قریش کے قبائل نے حضرت محمدؐ کے قتل کی دھمکی دی تو ابو طالبؑ نے اعلان کیا:

خدا کی قسم اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا تو میں تم میں سے کسی ایک کو زندہ نہ چھوڑوں گا چاہے اسمیں تمہارے ساتھ ہم سب کو بھی فنا ہو جانا پڑے اور ابو طالبؑ نے یہ ثابت کر دیا جب محمدؐ کے قتل کر دئے جانے کی افواہ گرم ہو گئی کہ ہم تمام سرداران قریش کو قتل کر دیں گے۔

(۳)———— تمام قبائل قریش نے بنی ہاشم سے بائیکاٹ کی قرارداد پاس کر لی اور قرارداد میں لکھا گیا:

نہ تو بنی ہاشم سے شادی بیاہ کیا جائے گا نہ ان سے خرید و فروخت کی جائے گی، نہ ان سے کسی قسم کا ربط ضبط رکھا جائے گا اور یہ قرارداد تین سال تک معمول بہ رہی۔

بنی ہاشم تین سال تک مسلسل شعاب ابو طالب میں محصور رہے اور تمام اولاد

عبد المطلب بن عبد مناف ابو طالبؑ کے شعب میں اکٹھا ہوگئی اور قریش نے ان کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزوں کو قطع کردیا وہ صرف موسم حج میں وہاں سے نکل سکتے تھے شعب کے پیچھے سے بچوں کی آوازیں سنی جاسکتی تھیں، قریش کا صرف ایک مطالبہ تھا: بنی ہاشم محمدؐ کو ان کے حوالہ کردیں تاکہ وہ محمدؐ کو قتل کردیں یا ہاشمی حضرات محمدؐ کی حمایت چھوڑدیں، لیکن ہاشمیوں نے قریش کے مطالبہ کو ٹھکرادیا اور اپنی جان اور اپنے مال اور اولاد سے محمدؐ کا دفاع کیا اور اس پر ثابت قدم رہے۔

(۴) ——— جب حصار والی پالیسی شکست سے دوچار ہوگئی اور قریش کو آل محمدؐ سے خطرہ پیدا ہوگیا تو تمام قریش کے قبیلوں نے ایک دوسرا پروگرام بنایا کہ ہر قبیلہ سے ایک آدمی کو منتخب کرلیا جائے اور سب لوگ ایک ساتھ مل کر محمدؐ کو قتل کردیں محمدؐ کا خون ہر قبیلہ پر تقسیم ہوجائے اور بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ سے خون کا مطالبہ نہ کرسکیں، سارے منتخب افراد اس نیت سے چلے مگر خدا نے اپنے نبیؐ کو اس سے بچالیا۔

(۵) ——— عترت طاہرہ ہی زمانہ جاھلیت میں عصارہ شرف اور قریش کے نزدیک محل اعتماد تھی ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

(۶) ——— رسولؐ کے اھل بیت ہی بنا بر نص شرعی وسیلۂ نجات امت مسلمہ ہیں اور باعث امان ہیں، ان تمام اسباب وعلل کے علاوہ جو آل محمدؐ کی برتری کے لئے بیان کئے گئے خدا کا فضل وکرم بھی ان کے شامل حال تھا اور خدائی تربیت بھی عترت طاہرہ کے خصوصیت میں سے ہے۔

یہ خصوصیت سیاسی ہتھیار بن گئی

ابوبکر نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا : لوگ ہمارے پیچھے ہیں اور ہم رسول خداؐ کے خاندان و قبیلہ کے ہیں ۱؎

عمر نے انصار کو مخاطب کر کے کہا :

خدا کی قسم عرب اس کو نہیں قبول کریں گے کہ تم امیر ہو جب کہ تمہارا نبیؐ دوسرے قبیلہ کا ہو البتہ عرب اس کی امارت قبول کریں گے جس کے قبیلہ کی نبوت ہوگی ، عربوں میں جو ہمارا مخالف ہے اس کے خلاف ہمارے پاس ظاہر دلیل اور واضح بینہ ہے ، محمدؐ کی حکومت اور میراث میں بھلا ہم سے کون نزاع کر سکتا ہے کیونکہ ہم ان کے خاندان کے ہیں اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو گناہ گار ہے اور باطل پرست ہے اور اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے ۲؎

بشیر بن سعد نے ابوبکر و عمر کے فوراً بعد انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

یقیناً محمدؐ خدا کے رسولؐ تھے اور قریش کی ایک فرد تھے ان کی قوم ہی ان کی حکومت و میراث کی حقدار ہے ، خدا کی قسم خدا مجھے ان لوگوں سے کبھی بھی نزاع کرتے ہوئے نہ دکھائے ، تم لوگ خدا سے ڈرو نہ قریش والوں سے نزاع کرو نہ ان کی مخالفت کرو ۳؎

انصار نے بشیر کی بات تسلیم کر لی مگر کہنے لگے اگر ایسا ہے تو پھر ہم صرف علیؑ ابن ابی طالبؑ کی بیعت کریں گے اور علیؑ غائب تھے ——— رسول خدا کے دفن کفن میں ——— مشغول تھے اور دیگر افراد اہلبیتؑ اپنے رنج و غم میں مبتلا تھے سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود لوگوں کی اکثریت نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی اب وہاں سے ابوبکر مثل خلیفہ نکلے ، عمر مثل نائب خلیفہ ہو کر اور ابو عبیدہ دوسرے نائب

۱؎ و ۲؎ امامۃ وسیاست ابن قتیبۃ ص ۸۴۔

۳؎ طبری ج ۳ ص ۱۹۷ ، ۱۹۸ ۔

کی حیثیت سے باقی لوگ جو بیعت کر چکے تھے وہ خلیفہ کی لشکر کی حیثیت سے نکلے [1]

حضرت علیؑ کو یکایک ان حالات سے سابقہ پڑ گیا، نائب خلیفہ اور ولی عہد حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے مطالبہ کیا کہ آپ بھی ابوبکر کی بیعت خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے کریں، حضرت علیؑ نے ابوبکر و عمر دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میں اس امر کا تم دونوں سے زیادہ حقدار ہوں، میں تمہاری بیعت نہ کروں گا جب کہ میں اولیٰ ہوں کہ تم لوگ میری بیعت کرو!!
تم نے اس امر کو انصار سے نبیؐ کی قرابت سے استدلال کر کے حاصل کیا ہے اب ہم سے غصب کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے انصار کے سامنے یہ دلیل نہیں پیش کی کہ تم اس لئے خلافت کے لئے اولیٰ ہو کہ محمدؐ تم میں سے تھے؟
انہوں نے اس دلیل کو تسلیم کر کے، قیادت تم کو دے دی اور حکومت تمہارے حوالہ کر دی، اب میں تمہارے سامنے وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے پیش کی تھی، ہم تو رسولؐ خدا سے زندگی اور موت دونوں صورت میں سب سے اولیٰ ہیں، اگر تم میں ایمان ہے تو ہمارے ساتھ انصاف کرو ورنہ تم جان بوجھ کر ظلم کر رہے ہو۔

عمر نے کہا:

جب تک آپ بیعت نہ کریں گے ہم آپ کو چھوڑیں گے نہیں!

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ایسا کام کرو جس کا فائدہ تم کو بھی پہونچے، آج تم ان کی حکومت کو مضبوط کرو تا کہ، وہ کل تم کو واپس کر دیں۔ اے گروہ مہاجرین خدا سے ڈرو! محمدؐ کی حکومت جو عرب میں ہے اس کو محمدؐ کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ، اور جو اس کا اہل ہے اس سے چھین

---

[1] نظام سیاسی در اسلام، ص ۱۲۰ اور اس کے بعد۔

کر لوگوں کو نہ دو، خدا کی قسم! اے گروہ مہاجرین اس امر خلافت کے تمام لوگوں کے بہ نسبت ہم سب سے زیادہ حقدار ہیں اس لئے کہ ہم اہل بیت ؑ ہیں اور ہم ہی اس کے مستحق ہیں، ہم سے بہتر کوئی کتاب خدا کا قاری نہیں ہے ہم سے بہتر دین خدا کا کوئی فقیہ نہیں ہے ہم سے زیادہ کوئی سنن رسول ؐ کا جاننے والا نہیں ہے، حالات مردم کا جاننے والا نہیں ہے، لوگوں سے بری چیزوں کا ہم سے زیادہ دور کرنے والا نہیں ہے، مساوی طور پر ہم سے اچھا رعایا کے اندر کوئی تقسیم کرنے والا نہیں ہے خدا کی قسم حق ہم میں ہے، خواہشات نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور راہ حق سے دور ہو جاؤ گے،

اس پر بشیر بن سعد انصاری نے کہا:

اے علی ؑ اگر ابو بکر کی بیعت سے پہلے انصار کی جماعت نے آپ کی یہ گفتگو سنی ہوتی تو دو آدمی بھی آپ کے مخالف نہ ہوتے [۱]

جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کا انتقال ہو گیا تو ابو بکر کو حضرت علی ؑ نے اپنے پاس بلوایا، جب ابو بکر آئے تو دیکھا حضرت علی ؑ کے پاس بنی ہاشم بھی موجود ہیں، حضرت علی ؑ نے پہلے تو حمد و ثنائے الٰہی کی اس کے بعد فرمایا:

اما بعد ہم کو تمہاری بیعت سے نہ تو تمہارے انکار فضیلت نے روکا اور نہ ہی حسد نے روکا لیکن ہم یہ جانتے تھے کہ یہ حق ہمارا ہے اور تم نے زبردستی ہمارے حق کو چھینا ہے پھر رسول خدا ؐ کی قرابت کا ذکر فرمایا اور اس کا برابر ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ ابو بکر رونے لگے اور بولے "خدا کی قسم رسول خدا ؐ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے [۲]

---

[۱] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۱، ۱۲۔

[۲] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۳، ۱۴۔

مغیرہ بن شعبہ (ابوبکر کے پاس) آئے اور بولے:

اے ابوبکر (میری) رائے یہ ہے کہ آپ عباس سے ملاقات کریں اور اس خلافت میں ان کے لئے بھی کچھ حصّہ معین کردیں، ایسا کرنے سے آپ دونوں کی حجت علیؑ اور تمام بنی ہاشم پر تمام ہو جائے گی، "یہ طے کر کے" ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ اور مغیرہ بن شعبۃ جناب عباس کے پاس گئے اور جو باتیں ابوبکر نے عباس سے کہیں ان میں سے .... یہ بھی تھی: ہم لوگ آپ کے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس خلافت میں کچھ حصّہ آپ کا بھی رکھیں .... یہاں تک کہ ابوبکر نے کہا:

آرام کے ساتھ اے اولاد عبدالمطلب اس لئے کہ رسول اللہؐ ہم میں سے بھی تھے اور آپ میں سے بھی تھے۔

جناب عباس نے ہر اس گوشہ کا جواب دیا اور ہر اس شق کا جواب دیا جو ابوبکر نے ذکر کیا تھا اور پھر فرمایا:

رہا تمہارا یہ کہنا کہ رسول خداؐ ہم دونوں میں سے تھے تو رسول خداؐ ایک درخت تھے ہم اس کی شاخیں ہیں اور آپ اس کے پڑوسی ہیں ط۱

"مختصر یہ کہ" خلافت حضرت عمر تک آگئی کیونکہ ابوبکر نے ان کے لئے وصیت کردی تھی اور یہ دوسری وجہ تھی کہ عمر قریش یعنی رسولؐ کے قبیلہ سے تھے، اور پھر انھیں اسباب کی بنا پر حضرت عثمان کو خلافت ملی کیونکہ عمر نے عملی طور سے اس کے لئے وصیت کردی تھی اور یہ بھی قریش سے تھے۔

اس کے بعد خلافت حضرت علیؑ تک آئی "اولاتو" اس لئے کہ وہ تمام مومنین و مومنات کے ولی تھے ہی دوسرے لوگوں نے ان کی بیعت کرلی تھی، بالکل یہی صورت حال امام حسنؑ کے لئے بھی تھی، اور پھر جب معاویہ نے امر خلافت پر زبردستی اور قوت سے غلبہ حاصل کرلیا تو اس کے خلافت کی توجیہ یہ ہے کہ وہ بھی قریش سے تھا اور نبیؐ کے اقربا،

ط۱ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۴ - ۱۶ -

میں تھا، اس لئے کہ ہاشم و عبدالشمس دونوں بھائی تھے، پس اس کی بھی ظاہری سند قرابت اور غصب "خلافت" تھا، اور تمام بنی امیہ کا طریقۂ استدلال یہی تھا،

اس کے بعد بنی عباس کا دور آیا یہ بھی قرابتداری کے اسلحہ سے آراستہ تھے اور شروع میں انہوں نے آل محمدؐ پر کئے گئے ستم و مصائب کو "مثلاً قتل حضرت علیؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ وغیرہ کو" اپنی حکومت کا زینہ بنایا پھر قہر و غلبہ سے تسلط حاصل کیا اور حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی

پس رسول خدا کے بعد سے آخری عباسی خلیفہ کے سقوط تک حکومت الائمۃ من قریش کے قاعدہ پر چلتی رہی اور قریش سے قرابت نبیؐ مراد لی گئی، لیکن آپ نے دیکھا کہ قرابت داروں میں کہیں آل محمدؐ کا نام نہیں ہے، سب دور کے رشتہ دار مستفید ہوتے رہے۔

عترت طاہرہ کے ساتھ حکومت کا برتاؤ

عمر بن خطاب ایک جماعت کے ساتھ گئے اور فاطمہؑ کی گریہ کی پرواہ کئے بغیر علیؑ کو گھر سے نکال کر ابوبکر کے پاس لائے اور سب نے حضرت علیؑ سے کہا: "ابوبکر کی، بیعت کرو! علیؑ نے کہا:

اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟

سبھوں نے کہا: ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے!

حضرت علیؑ نے کہا:

تم ایک خدا کے بندے اور رسولؐ کے بھائی کو قتل کرو گے؟

عمر نے خلیفہ ابوبکر سے کہا: تم اپنا حکم علیؑ کے بارے میں کیوں نہیں سناتے ہو؟

ابوبکر نے کہا: جب تک فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں میں ان پر کسی قسم کا جبر نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علیؑ "وہاں سے نکل کر" قبر رسولؐ پر پہونچے اور وہاں چیخ چیخ کر روتے ہوئے کہنے لگے:

اے میرے بھائی قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور میرے قتل پر آمادہ ہو گئی

اور فاطمہؑ نے بلند آواز سے کہا :

اے بابا : اے رسول اللہؐ آپؐ کے بعد ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ سے ہم کو کتنی تکلیفیں پہونچیں ۔

کچھ لوگوں نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا اور وہ سب حضرت علیؑ کے گھر میں جمع ہوئے ، ابو بکر نے ان کے پاس عمر کو بھیجا ، اس نے پہونچتے ہی سب کو آواز دی کہ نکلو ! اور وہ سب اس وقت علیؑ کے گھر میں تھے اور انہوں نے نکلنے سے انکار کر دیا عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے تم لوگ نکل آؤ ورنہ میں اس گھر کو جلا دوں گا !

لوگوں نے کہا :

اے ابو حفص اس میں تو فاطمہ بھی ہیں ؟

عمر نے کہا : ہوا کریں [1]

" آخر کار " وہ لوگ نکل آئے اور عمر نے گھر نہیں جلایا ، پھر فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا اور ان کو رات میں دفن کیا گیا کیونکہ انہوں نے وصیت کر دی تھی ان کے جنازے پر ابو بکر نماز نہ پڑھیں ۔

اور ابو بکر نے اپنے بعد کیلئے عمر کیلئے وصیت کر دی ، ابو بکر و عمر اپنی زندگی میں اہلبیتؑ کو عطیات کی تقسیم کے وقت مقدم کیا کرتے تھے " نیہ نظر ، مترجم " چنانچہ عمر نے محمدؐ و آل محمدؐ سے ابتدا کی اس کے بعد ابو بکر اور ان کی اولاد کو مقدم کیا ، جیسا کہ

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲ ، العقد الفرید ج ۳ ص ۲۵۹ و ۲۶۰ ، شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۱۳۴ ، ج ۲ ص ۱۹ ، تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۲ ، انساب الاشراف بلاذری ج ۱ ص ۵۸۶ و ملحق المراجعات تحقیق حسین راضی ص ۲۴۱ ۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں روایت کی ہے۔

اور دونوں حضرت علیؑ سے مشورے لیا کرتے تھے اور ہر مشکل معاملات میں ، ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے [۱] ابو بکر و عمر کا دور بعض اعتبار سے اہلبیتؑ کے لئے سنہری کا دور تھا۔

اس کے بعد جب بنی امیہ کا دور آیا تو انہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی ، امام حسنؑ کو زہر دیا ، امام حسینؑ کو قتل کیا ، ان کو مع ان کے اہلبیتؑ کے اور ساتھیوں کے شہید کر دیا ، ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ، تاریخ الاشراف میں یہ سارے واقعات موجود ہیں ، بنی امیہ نے اپنا پورا غضب دوستان آل محمدؐ پر انڈیل دیا ، معاویہ نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی تمام آفاق میں اپنے تمام عمال کو لکھا کہ اپنی نمازوں میں اور اپنے منبروں سے علیؑ پر لعنت کیا کریں جیسا کہ عقاد نے میزان کے ص ۱۹ پر لکھا ہے۔

بات اسی جگہ نہیں ختم ہوتی بلکہ شام میں ہر مجلس وعظ شتم علیؑ پر ختم ہوتی تھی جیسا کہ ابن عساکر نے ، ج ۴ ص ۷۰ پر لکھا ہے انتہا یہ ہے کہ علیؑ کے شیعہ اور ان کے خاندان والوں کی گواہی بھی قبول نہیں کی جاتی تھی اور جس کے بارے میں پتہ چل جاتا تھا کہ علیؑ اور ان کے خاندان سے محبت کرتا ہے اس کا نام بھی دیوان عطا سے کاٹ دیا جاتا تھا اور اس کا جو روزینہ معین تھا وہ بھی ختم کر دیا جاتا تھا [۲]

اس کے بعد عباسیوں کا دور آتا ہے ، ابو بکر خوارزمی کہتا ہے :

خلاصہ یہ ہے کہ ہارون جب مرا ہے تو اس نے شجرۂ نبوت کو کاٹ دیا
اور درخت امامت کو جڑ سے اکھاڑ دیا تھا [۳]

---

[۱] استیعاب علی ہامش الاصابۃ ج ۳ ص ۳۹ ، وذخائر العقبیٰ ص ۸۱ ، ۸۲ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۴۴ ، ۱۴۸ وکفایۃ الطالب ص ۹۶ ، المناقب خوارزمی ص ۳۸ — الخ۔ [۲] معاویہ فی المیزان ص ۱۹ ، شیخ المضیرۃ ص ۱۸۰
[۳] معاویہ فی المیزان ص ۱۷ ۔ شیخ المضیرۃ ص ۱۸۰ ۔

منصور اپنے غصہ کی حالت میں کہتا ہے : جب کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قتل کا عزم محکم کر چکا ہے :

میں نے ذریت فاطمہؑ سے ایک ہزار یا اس سے زیادہ افراد کو قتل کر دیا ہے اور ان کے سید و سردار جعفر بن محمدؑ کو چھوڑ رکھا ہے [۱]

اس کے بعد بالمشافہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہتا ہے :

میں آپ کو اور آپ کے خاندان کو ضرور بالضرور قتل کروں گا یہاں تک کہ زمین پر کوئی تلوار چلانے والا نہ رہ جائے اور مدینہ کو ایسا برباد کروں گا کہ کوئی دیوار کھڑی نہ رہ سکے [۲]

طبری اپنی تاریخ میں کہتا ہے : اسی منصور نے اپنے بیٹے کے لئے سروں کا ایک خزانہ بطور میراث چھوڑا تھا اور یہ سارے سر علویوں کے تھے اور ہر میں ایک کاغذ لٹکا رکھا تھا جس میں اس سر کے بارے میں معلومات درج تھیں اور ان سروں میں بچوں جوانوں، بوڑھوں، سب ہی کے سر تھے [۳]

منصور وہی ہے جو سادات کو ستونوں میں رکھ کر چنوا دیتا تھا پہلے ان کو دیواروں میں کیلوں سے ٹھونک دیتا تھا پھر چنوا دیتا تھا، جیسا کہ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے : اور یہی منصور علویوں کو زیر زمین قید خانوں میں ڈال دیتا تھا وہ اسی میں بھوک سے مر جاتے تھے اور شدید بدبو سے ہلاک ہو جاتے تھے اس لئے کہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہو سکیں، جب ان میں سے ایک مر جاتا تھا تو وہ مردہ اسی طرح پڑا رہتا تھا اور پھر آخر میں اس زیر زمین قید خانہ کو انھیں پر گرا دیا جاتا تھا اور اس کے اندر زندہ لوگ بیڑی پہنے پڑے ہوتے تھے [۴]

---

۱ رسائل ابی بکر خوارزمی، ص ۱۶۸۔ ۔ ۵ الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضاؑ ص ۹۷ ۔

۲ مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۳۵۷، بحار ج ۴۷ ص ۱۶۸ ۔

۳ طبری ج ۱ ص ۴۴۶، النزاع و التخاصم مقریزی ص ۵۲ ۔

" وہ بھی اسی میں دب کر مر جاتے تھے "

اور ہارون نے تو آلِ محمدؑ اور ان کے شیعوں کو جڑ سے ختم کرنے کی قسم کھا رکھی تھی اور اس کا یہ قول مشہور ہو گیا تھا: میں کب تک آلِ بنی ابی طالب کو برداشت کرتا رہوں گا، خدا کی قسم میں ان کو اور ان کے شیعوں کو قتل کر کے دم لوں گا اور ان کو فقیر و ذلیل بنا کر چھوڑوں گا[۱] اور اسی لیے وہ علویوں کے ساتھ سختی کرتا تھا، انکی نگرانی کرتا تھا اور قتل کرتا تھا[۲]۔ منصور نے ایک مرتبہ امام جعفر صادقؑ کو لکھا:

آپ میرے پاس اس طرح کیوں نہیں آتے جس طرح دوسرے لوگ آتے ہیں؟

امام جعفر صادقؑ نے جواب دیا:

ہم نے کچھ ایسا نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے تم سے خوف کھائیں اور نہ تمہارے پاس ایسی آخرت ہے جس کے لینے کیلئے تمہارے پاس آئیں اور نہ تم کو کوئی ایسی نعمت ملی ہے جس کی تم کو مبارکباد پیش کریں اور نہ تم کو کسی مصیبت میں مبتلا پاتے ہیں کہ تم کو تعزیت پیش کریں، پھر آخر تمہارے پاس آکر کیا کریں؟

منصور نے اس کے جواب میں تحریر کیا:

ہماری صحبت میں اس لئے رہیئے کہ ہم کو نصیحت کرتے رہیئے۔

امام صادقؑ نے اس کے جواب میں لکھا:

جو دنیا کا طلبگار ہوگا وہ تم کو نصیحت نہیں کرے گا اور جو آخرت کا طالب ہے وہ تمہارے ساتھ نہیں رہے گا[۳]۔

---

[۱] الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضیٰ، ص ۸۸۔ [۲] الاغانی ج ۵ ص ۲۲۵۔ [۳] العقد الفرید ج ۲ ص ۸۰، کشف الغمہ فی احوال الصادق لابن حمدون ج ۲ ص ۲۰۸، دمشق کی ۲۶/۹/۹۱ تا ۲۸/۹/۹۱ کو ہونے والی عالمی کانفرنس میں امام جعفر صادقؑ کی ولادت کی مناسبت سے شیخ محمد باقر کی تقریر ملاحظہ ہو۔

رسولؐ کے رشتہ دار دو قسم کے ہیں

① قریبی قرابتدار "

اور یہ جناب فاطمہؑ ،حضرت علیؑ ، امام حسنؑ ، امام حسینؑ ، اور ان کی اولاد، ان کی پیغمبرؐ سے خصوصی رشتہ داری تھی ، ان لوگوں پر مصائب اور بلاؤں کے پہاڑ توڑے گئے اور یہ سب ابو طالب نے اسلام اور نبی اسلام کے ساتھ اور حضرت علیؑ نے اسلامی جنگوں میں دشمنان اسلام کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس کا بدلہ تھا، پس سارا گھاٹا تو ان کے لئے ہے اور سارا فائدہ ان کے علاوہ دوسروں کے لئے ہے ۔

② دور کی قرابتداری "

یہی دور کے قرابتداروں نے حکومت کی اسلئے کہ نبی کے قبیلہ "قریش" سے تھے پس سارا فائدہ انہیں لوگوں نے لوٹا ، اور سارا گھاٹا قریبی قرابتداروں کے لئے مخصوص کردیا ۔

عترت رسولؐ کی برکناری

" ان باتوں کا " منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؑ زہرا کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے " تقریبا " گوشہ نشینی اختیار کرلی اور بنی ہاشم میں سے حضرت علیؑ کی گوشہ نشینی سے لوگوں نے جناب عباس بن عبد المطلب کو حکومت کے ساتھ ملانا چاہا اور ان کو یہ کہکر ورغلانہ چاہا کہ حکومت میں آپ کا اور آپ کی اولاد کا بھی حصہ رہے گا اگر آپ ہمارے ساتھ آجائیں، لیکن جناب عباس نے اس پیشکش کو بڑی سختی سے ٹھکرا دیا اور حکومت کی اس پیشکش کو بڑی دلیری اور جرأت سے رد کر دیا ، اور پھر زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ

پاک و پاکیزہ قرابت طاہرہ "یعنی" بنی ہاشم و اہلبیتؑ "حکومت و" لوگوں سے دور ہو گئے ، کیوں کہ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ اگر کسی عادی شخص کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ یا حکومت والوں کو اختیار کرے یا حکومت کے دشمنوں کو تو یقینی طور سے وہ حکومت والوں کو اختیار کرے گا کیوں کہ وہ حصّہ قوی ہے وہ لوگ مالک امور ہیں ، اسی لئے امت کی اکثریت حکام کے ساتھ ہوگئی اور اقلیت اہل بیتؑ کے ساتھ ! یا جیسا کہ شاعر نے تعبیر کیا ہے : لوگوں کے دل اہل بیتؑ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں دشمنوں کے ساتھ ہیں اور اہلبیتؑ کے خلاف ہیں ، چنانچہ آپ دیکھیں عمر و بن سعد بن ابی وقاص ، جس نے لشکر یزید کی قیادت امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے خلاف کربلا میں کی تھی نماز صبح کے بعد کہتا ہے :

اللھم صلی علیٰ محمد وآل محمدؐ ، اور نماز کو ختم کر کے محمدؐ کے جو اہلبیتؑ موجود ہیں ان کو قتل کرنے لگتا ہے اور صرف قتل پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اس کے بعد ان کے سروں کو ان کے جسموں سے بھی جدا کر دیتا ہے اور اس بات پر تمام ثقہ مورخین اتفاق رکھتے ہیں اور پھر یہی نہیں بلکہ اہلبیتؑ کو قتل کرنے کے بعد ان کے جسموں سے لباس بھی اتار لیتا ہے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑاتا ہے ، چنانچہ ابن زیاد اور یزید سے تقرب حاصل کرنے کے لیے امام حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے ، سچ ہے :

و للہ فی خلقہ شئون ، بہرحال اس مقولہ "بنی ہاشم کے پاس نبوت و حکومت دونوں نہیں رہنا چاہئے" کا یہ انجام ہے ۔

خصوصیت کی وضاحت

جس چیز کو خدا نے ثابت کر دیا ہے کوئی انسان اسے ہٹا نہیں سکتا اور جو خدا نے وضع کر دیا ہے مخلوق اس کو بدل نہیں سکتی ، اور آخر کار حکومت کو اس کا احساس ہو گیا کہ اہلبیتؑ کی خصوصیت کو متغیر نہیں کیا جا سکتا چاہے جو کر لیا جائے "مثلاً" ان

کے اوپر "نماز میں" درود بھیجنا واجب ہے، ان کی طہارت کا اعلان قرآن میں کیا گیا ہے، ان کی ولایت امت پر واجب کی گئی ہے، نصوص ان کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں "پس یہ وہ فضائل وخصائص ہیں جن کو اہلبیتؑ سے چھپایا نہیں جا سکتا"، یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ اہلبیتؑ بالکل ہی فنا ہو جائیں تب بھی ان کی یہ خصوصیت شب و روز کی طرح حکام کے ذہنوں میں ڈنک مارتی رہے گی، اسی لئے کہا جاتا ہے اس خصوصیت کا کوئی بدل نہیں ہے۔

حق چاپ محفوظ است. تلفن توزیع: ۲۷۰۲۸۹۷

پانچویں فصل

وہ توقعات جو اس نظریہ سے وابستہ تھے،

جن لوگوں نے ہر صحابی کی عدالت کا نظریہ ایجاد کیا تھا ان کی کچھ امیدیں بھی اس نظریہ سے وابستہ تھیں جو ذیل میں درج کی جارہی ہیں،

(۱) ———— اہل بیت نبوت کی خصوصیت کی کچھ ایسی تاویل کرنا جس سے وہ خصوصیت بے اہمیت ہوجائے۔

(۲) ———— اہلبیتؑ کی خصوصیت کے مقابلہ میں ایک ایسی خصوصیت کا ایجاد کرنا جس کے ہوتے ہوئے حکام اہلبیت کی جگہ کام کرنے کے لائق ہوسکیں۔

(۳) ———— شبہات پیدا کردینا اور حیرت و شک کی رعایا کے اندر ایک ایسی صورت حال پیدا کردینا اور ان کی توجہ حکام کی طرف سے ہٹا کر ایسے اختلافات کی طرف موڑ دینا جس سے عوام اسی میں مشغول رہیں اور حکومت کی طرف متوجہ نہ ہوں اور ان اختلافات کو ہوا دینا تاکہ یہ گہرے ہوجائیں اور دائمی ہوجائیں۔ قابل اتحاد نہ رہیں۔"

صفاتی مقابلہ

اہل بیت کرامؑ وہ ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور کر دیا ہے اور پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے اور ہر معیار سے اہل بیتؑ جناب فاطمہؑ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ تو بہر حال ہیں ہی، خداوند عالم نے ان کو پاک و پاکیزہ کیا، اور دوسروں کو بشارت بہشت دینے سے پہلے ان کو بہشت کی بشارت دی۔

نص صریح [1] کے ذریعہ یہ حضرات اہل جنت کے سردار ہیں، اور اس سے مستغنی ہیں کہ ان کے بارے میں کہا جائے کہ یہ عادل ہیں کیونکہ جو اکثر کا مالک ہوگا وہ اقل کا بدرجہ اولیٰ مالک ہوگا جو دائرہ کا مالک ہوگا وہ دائرہ کے اندر کی چیزوں کا بھی مالک ہوگا۔

صحابہ

بزرگان صحابہ جنہوں نے خدا کے لئے خلوص سے کام کیا وہ محترم و مکرم حضرات ہیں خدا نے ان کی عدالت کی گواہی دی ہے، لیکن جو صحابہ برسر اقتدار آئے وہ بزرگان صحابہ میں نہیں تھے بلکہ وہ زیادہ تر آزاد شدگان میں تھے وہ اس وقت اسلام لائے تھے جب چاروں طرف سے گھر چکے تھے ان کے لئے ابھی تک دنیا میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد نہیں ہوا جو ان کو اہلبیتؑ کے برابر قرار دے البتہ صرف نظریۂ الصحابۃ کلھم عدول والا ہے دونوں معنی سے لغوی اور اصطلاحی ایسا ہی وہ نظریہ ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والوں اور جہاد کرنے والوں اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں کو قاتل و مقتول کو، محاجر و محاصَر کو، مہاجر و طلیق کو، مومن و منافق کو، مساوی قرار دیتا ہے۔

---

[1] کنزل العمال ج ۱۲ ص ۹۳، اس کو اکثر اہل حدیث سے نقل کیا ہے۔

اور سب ہی کو عادل قرار دیتا ہے، پس حضرت علیؑ جو اہلبیتؑ سے ہیں صحابی ہیں اور معاویہ بن ابی سفیان بھی صحابی ہے اس لیئے یہ بھی عادل ہیں وہ بھی عادل ہے یہ بھی مجتہد ہیں وہ بھی مجتہد ہے، یہ بھی جنتی ہیں وہ بھی جنتی ہے، دونوں جھوٹ سے منزہ ہیں، پس جو علیؑ سب سے پہلے نبی پر ایمان لائے جو نص کے ذریعہ ولی اللہ ہیں جو ہر معرکہ میں نبیؐ کے علمدار رہے جو ہر موقع پر بطل الاسلام رہے وہ ہر طرح سے اس معاویہ کے برابر ہیں جس کا باپ ہر جنگ میں رسولؐ سے برسرپیکار رہا، اور جو باپ بیٹے ہر طرف سے گھر جانے کے بعد "مجبوراً" اسلام لائے۔

لوگوں کی بنائی ہوئی عدالت اس "مساوات" کو رد کرتی ہے بس آسمانی عدالت تو بدرجۂ اولیٰ اس کو رد کر دے گی، خداوند عالم اور اس کے رسولؐ نے ان دونوں میں فرق قرار دیا ہے، خود دونوں کے اعمال دونوں میں تفرقہ کے قائل ہیں، پس کس نے دونوں میں مساوات کا حکم دیا ہے ــــــــ؟ اور اس پر "عدالت صحابہ" والے نظریہ کے علاوہ کون سی دلیل ہے ــــــــ؟

تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ صرف متقدمین صحابہ اور متاخرین صحابہ کی فضیلت اور مجاہدین و غیر مجاہدین کی فضیلت اور اولین و آخرین کی فضیلت کو ختم کرنے کے لیئے ایجاد کیا گیا ہے اور اسی طرح یہ نظریہ یعنی تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ صرف تمام صحابہ کو صفت بخشنے کے لیئے اور محض اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی اس طہارت و پاکیزگی کا مقابلہ کرنے کے لیئے ایجاد کیا گیا ہے جس کو خدا نے آل رسولؐ کو عنایت فرمایا ہے۔

حقیقت کی مثال

بنا بر نص حضرت علیؑ عمید اہل بیتؑ اور بنا بر نص ولی امت، اور بنا بر نص اول مسلم ہیں اور اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے دشمن کی بات مانتے ہوئے فرض کریں کہ علیؑ اول مسلم نہیں تھے تب بھی دوسرے تو تھے ہی، اور بنا بر نص حق ادھر ہی

گھومتا تھا جدھر علیؑ گھومتے تھے اور نصاً یہ تو مسلّم ہے کہ علیؑ کی محبت خدا کی محبت ہے علیؑ کی دشمنی خدا کی دشمنی ہے ، تمام ان لوگوں کے نزدیک بھی جو تمام صحابی کی عدالت کے نظریہ کے موجد تھے حضرت علیؑ صحابی تھے اور ان کو جنّت کی بشارت دی جا چکی تھی پھر جب ان کی صحابیت مسلّم تھی تو تم نے شہروں شہروں ، منبروں منبروں ان پر لعنت کیوں واجب قرار دی ــــــــ ؟ اور اب بھی کیوں ان پر لعنت وسب وشتم جائز سمجھتے ہو اور کرتے ہو ــــــــ ؟ کیا تم ہی لوگوں نے حکم نہیں دیا کہ جو کسی صحابی پر سب وشتم کرے وہ زندیق ہے زندگی میں اس کے ساتھ کھانا پینا صحیح نہیں ہے اور مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھنی درست نہیں ہے ــــــ ؟ یا عدالت صحابہ کا حکم تمام صالح افراد کے لئے ہے صرف علیؑ اور آل علیؑ کے لیے نہیں ہے ــــــــ ؟ وہاں پر یہ حکم معطل ہو جاتا ہے اس پر عمل نہیں کیا جاتا ۔

دوسری واقعی مثال

امام حسنؑ اور امام حسینؑ جنّت میں دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں ، اسی امت کے نبیؐ کے دونوں پھول ہیں بنا بر نص دونوں فرزندان رسولؐ ہیں کیونکہ خدا نے ہر نبیؐ کی ذریت اس کے صلب میں قرار دی ہے لیکن رسولؐ کی ذریت کو علیؑ کے صلب سے قرار دیا ہے اور یہ دونوں " امام حسنؑ و امام حسینؑ " صحابی ہیں عادل ہیں کیونکہ صحابی ہیں اور کسی بھی صحابی کی تنقیص کرنا ، اس کو گالی دینا ، اس کو مطعون کرنا جائز نہیں ہے اور جو ایسا کرے وہ زندیق ہے اس کے ساتھ اکل و شرب حرام ہے مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی .... الخ

پھر آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو امام حسنؑ صحابی رسولؐ کو زہر دے ــــــ ؟ اس کے بارے میں کیا حکم ہے جو امام حسینؑ صحابی رسولؐ کو

قتل کرے ان پر ان کے اہلبیتؑ پر فرات کا پانی بند کردے، جبکہ فرات کا پانی وحوش وطیور وحیوان انتہا یہ کہ کتوں کے لئے بھی ممنوع نہ ہو ـــــــ؟ کیا قتل کرنا تنقیص نہیں ہے ـــــــ؟ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو پوری ذریت محمدؐ کو قتل کردے، مرنے کے بعد ان کا لباس اتارلے، عورتوں کو اسیر کرے جب کہ ذریت محمدؐ بھی صحابی، ان کی عورتیں بھی صحابیات ہیں ـــــــ؟

توضیح مطلب

امام حسنؑ کو زہر دینے والے صحابہ ہو لغوی اور اصطلاحی دونوں معنی کے اعتبار سے۔ حضرت علیؑ کو قتل کرنے والے صحابہ امام حسینؑ کو قتل کردینے والے صحابہ، جن لوگوں نے ذریت رسولؐ کو کربلا میں فنا کے گھاٹ اتار دیا وہ صحابہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ پر لعنت کی اور سب وشتم کیا اور علیؑ کے ماننے والوں پر سب وشتم کیا ان کو قتل کیا وہ صحابہ علیؑ کے دوستوں کی جنہوں نے گواہی قبول نہ کی وہ صحابہ۔

سوال وتعجب

حضرت امام حسنؑ بن علیؑ جن کو زہر سے شہید کیا گیا وہ عادل اس لئے کہ صحابیؓ تھے، جن لوگوں نے امام حسنؑ کو زہر دیا وہ بھی عادل کیونکہ وہ بھی صحابی تھے، امام حسینؑ شہید کئے گئے وہ عادل اس لئے کہ صحابی تھے جن لوگوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا وہ بھی عادل کیونکہ صحابی تھے، ذریت محمدؐ جو کربلا میں قتل ہوئی وہ عادل کیونکہ وہ سب صحابی تھے اور جن لوگوں نے قتل کیا وہ بھی عادل کیونکہ وہ بھی صحابی تھے۔

السّام " یعنی جس نے زہر سے قتل کیا " یعنی جنایتکار اور مسموم جس کو زہر دیا گیا " دونوں جنتی ہیں کیونکہ عادل ہیں اور کیونکہ صحابی ہیں، قاتل ومقتول دونوں

جنتی کیونکہ دونوں صحابی ہیں اور دونوں عادل ہیں ، سالب وسلوب دونوں جنتی ہیں کیونکہ دونوں صحابی ہیں دونوں عادل ہیں ——— اس قسم کی مساوات عقل بشر کا مذاق اڑانا ہے اور جہالت اور تقلید کی بدترین مثال ہے ۔

ادائے فریضہ

عدالت صحابہ کے نظریہ نے اپنی ذمہ داری کو بھرپور نبا ہا ہے ، اسلئے علیؑ و معاویہ ایک جیسے ہیں کیونکہ دونوں صحابی ہیں ، دونوں عادل ہیں ، دونوں جنتی ہیں دونوں حق پر ہیں ، جو غالب آجائے وہی امت اسلام کا سرپرست ہے اور جس سال ایک دوسرے پر غالب ہوں وہی سال ، سال جماعت ہے ۔

حمایت سے مقابلہ

(۱) ——— جس نے اہلبیتؑ کو اذیت دی اس نے رسولؐ کو اذیت دی اسی کے مقابل ، جس نے کسی صحابی کو اذیت دی اس نے رسولؐ کو اذیت دی ۔

(۲) ——— جس نے آل محمدؐ سے بغض رکھا وہ جہنمی ہے ، اسی کے مقابلہ میں ہے ؛ جس نے مطلقاً کسی صحابی سے بغض رکھا وہ جہنمی ہے ۔

اہلبیتؑ سے زیادہ اصحاب کو اہمیت دی گئی ہے (مثلاً ، جس نے کسی صحابی کی تنقیص کی وہ زندیق ہے اس سے کنارہ کشی واجب ہے اس کے ساتھ کھانا پینا حرام ہے مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے اس کو مردار کی طرح الگ پھینک دینا چاہیئے پس عدالت صحابہ کے نظریہ نے صحابہ کو وہی حمایت عطا کردی جو اہل بیتؑ کے لئے تھی بلکہ اس سے زیادہ دے دی ۔

مقام بیان

قرآن ثقل اکبر ہے، اہلبیتؑ ثقل اصغر ہیں ہدایت تمسک ثقلین کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی جیسے گمراہی سے بغیر ثقلین سے تمسک کیے بچا نہیں جا سکتا[۱] یہ سب یقینی نص شرعی کے ذریعہ ثابت ہے، اہل بیتؑ سفینہ نوح کی طرح ہیں کہ جو اس کشتی پر سوار ہوگیا نجات پا گیا اور جو الگ رہا وہ ڈوب گیا، اسی طرح نص قطعی شرعی کی بنا پر اہلبیتؑ باب حطہ ہیں، جو اس میں داخل ہوگیا بخشا جائے گا یہ بھی نص قطعی سے ثابت ہے۔ اہلبیتؑ اس امت کے لئے امان ہیں۔

ستارے اہل زمین کے لئے امان ہیں اور اہل بیتؑ امت محمدؐ کے لئے اختلاف سے باعث امان ہیں یہ بھی نص شرعی قطعی سے ثابت ہے اور بغیر اہل بیتؑ کے امت اس گدھے کی مانند ہے جس کی پیٹھ ٹوٹ گئی ہو، اور نص شرعی سے ثابت ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد عمید اہلبیتؑ لوگوں کے لئے ان چیزوں کو بیان کرے گا جس میں ان کا اختلاف ہوگیا ہے۔

نظریہ عدالت صحابہ کے امتیازات صحابہ کے لئے

(۱) ———— میری امت میں میرے اصحاب کی مثال کھانے میں نمک جیسی ہے، کوئی کھانا نمک کے بغیر اچھا نہیں لگتا۔

یہ حدیث اس استیعاب میں ہے، جو اصابہ فی تمیز الصحابہ کے حاشیہ پر چھپی ہے ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۷، اور کنز العمال حدیث ۳۳۰۹۲، ج ۱۲ ص ۲۲۔

---

[۱] یعنی مرجعیت اور سیاسی قیادت۔

(۲) ——— یہی حدیث کنز العمال میں اس طرح ہے:
قریش اچھے لوگ ہیں اور قریش کے بغیر لوگوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور ان کے علاوہ کسی کو عطا نہیں کیا جاسکتا جیسے غذا نمک کے بغیر پسند نہیں کی جاتی۔
اس حدیث کو کامل میں ابن عدی کے واسطے سے جناب حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔

(۳) ——— کنز العمال میں حدیث ۳۳۸۰۷ "ج ۱۲ ص ۲۵" ہے: قریش اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے سبب امان ہیں اور قریش سے محبت اہل ارض کے لیے فساد پھوٹ پڑنے سے باعث امان ہے، قریش مردان خدا ہیں، عرب کے قبائل میں سے جس قبیلہ نے بھی قریش کی مخالفت کی وہ شیطان کے گروہ سے ہوجاتا ہے"
اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ——— ترمذی اور ابو حیان نے جیسا کہ ابن حجر نے اصابہ کے ص ۱۹ پر ذکر کیا ہے " روایت کی ہے کہ: رسول خدا نے فرمایا:
میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے ڈرو، ان کو نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میرے اصحاب سے بغض رکھا ہے، جس نے میرے اصحاب کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی خدا اس کو اس کی سزا دے گا۔

اصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ص ۱۹۔

غور کیلئے چند روایات

(۱) رسول کا ارشاد ہے :

اے علیؑ جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوگیا اور جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوگیا [۱]

(۲) رسولؐ کا ارشاد ہے :

جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ، [۲]

(۳) ارشاد رسولؐ ہے :

جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا [۳]

(۴) ایک مرتبہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا :

تمہارا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست خدا کا دوست ہے ، تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے اس شخص پر وائے ہو جو میرے بعد تم سے بغض رکھے [۴]

(۵) فرمایا :

خوشا بحال اس کا جو تم کو دوست رکھے اور تمہارے بارے میں سچ کہے اور وائے ہو اس پر جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ کہے [۵]

۱۔ مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۴۴ ، اور اس کو شرائط شیخین پر صحیح قرار دیا ہے ۔

۲۔ مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۳۰ ۔

۳۔ مستدرک الحاکم ج ۳ ۱۳۰ ۔

۴۔ مستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۳۵ ۔

۵۔ طبرانی نے معجم کبیر میں لکھا ہے اور یہ وہی حدیث ہے ←

⑥ ———— ارشاد فرمایا :

جس نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لایا میں اس کو وصیت کرتا ہوں علیؑ کو والی بنانے کی، جس نے علیؑ کو ولی بنایا اس نے مجھ کو اپنا ولی قرار دیا اور جس نے مجھ کو اپنا ولی قرار دیا اس نے خدا کو اپنا ولی قرار دیا، اور جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا [1]

⑦ ———— ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے نجات کا ذریعہ ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت میں اختلاف سے بچانے کا سبب ہیں اگر کوئی عرب کا قبیلہ میرے اہلبیتؑ کا مخالف ہو جائے اور یہ لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو حزب ابلیس سے ہو جائیں گے [2] اور رسولؐ کے اس قول کو دیکھئے :

ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں [3]

سوالات !

① ———— اگر ایک صحابی حضرت علیؑ سے بغض رکھے یا ان کو

جس کو کنز العمال ج ۳ ص ۱۵۴ پر حدیث نمبر ۲۵۷۱ کے ضمن میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے بھی اسکو لکھا ہے

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۷۶، طبرانی نے بھی لکھا ہے۔

[2] اس کو باب قیادت سیاسیہ میں ثابت کروں گا۔

[3] اس کو بھی سیاسی قیادت کے بحث میں ثابت کروں گا۔

اذیت پہونچائے تو اس کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہوگا ______؟

(۲) ______ اگر حضرت علیؑ کسی صحابی سے بغض رکھیں یا اسکو اذیت پہونچائیں تو ہم کو کس کی پیروی کرنی چاہئے ______؟

(۳) ______ اگر قریش کہیں: ہم اس امت کے لئے باعث امان ہیں اور یہی بات اہلبیتؑ کہیں تو ہمارا موقف کیا ہوگا ______؟ ہم کس کی تصدیق کریں ______؟

(۴) ______ اگر کچھ لوگ اہل بیتؑ کی پیروی کریں اور کچھ قریش کی اور دونوں کا دعویٰ ہو کہ وہ حق پر ہیں تو ہمارا موقف کیا ہوگا ______؟ اور واقعی کون حق پر ہے ______؟

رسولؐ خدا کی طرف جھوٹی حدیث جو منسوب ہے اس کو دیکھئے وہ حدیث یہ ہے میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں چاہے جس کی اقتدا کرلو ہدایت پاؤگے۔

یہ حدیث جھوٹی ہے، ابن تیمیہ المنتقیٰ کے ص ۵۵۱ پر فرماتے ہیں: اصحابی کالنجوم والی حدیث کو تمام ائمہ حدیث نے جھٹلایا ہے لہٰذا اس میں کوئی حجیت نہیں ہے، اب اگر صحابہ کی ایک جماعت حضرت علیؑ کے ساتھ ہوجائے اور دوسری ایک جماعت معاویہ کے ساتھ ہوجائے اور تیسری ایک جماعت دونوں سے الگ ہوجائے اور چوتھی ایک جماعت اس انتظار میں رہے کہ جو غالب ہوگا اس کا ساتھ دیں گے تو کیا شرعاً اور عقلاً یہ بات معقول ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی بھی جماعت کی پیروی کرے گا وہ حق پر ہوگا ______؟ اور پھر اس صورت میں باطل پر کون ہوگا ______؟

اسی طرح آپ اس وقت کیا فرمائیں گے ______؟ جب ایک صحابی کہے حق میرے پاس مشرق میں ہے اور اسی وقت دوسرا کہے حق میرے پاس مغرب میں ہے اور عین اسی وقت تیسرا آدمی کہے: حق میرے پاس شمال میں ہے اور چوتھا بھی اسی وقت کہے: حق میرے پاس جنوب میں ہے اور پانچواں اسی وقت بولے حق میرے پاس ۴۵ ڈگری زاویہ شمال میں ہے الخ اور اس طرح امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم

ہو جائے، جیسا کہ نبی اکرمؐ نے اطلاع دی ہے اور ہر فرقہ کے پاس ایک نہ ایک بہانہ ہے، اب کیا کسی شرع یا عقل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ سارے فرقے حق پر ہوں ؟ ظاہر ہے حق ایک ہی ہوگا، افتراق جرم ہے اور اتحاد تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے پس کیا یہ معقول ہے کہ رسولؐ اپنی امت کے ٹکڑے کردیں گے ــــــــ؟

غیر مستقیم راستہ سے علیؑ کی مرجعیت

رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

تم میری طرف سے "اماتنوں کو" ادا کروگے اور لوگوں تک میری آواز پہونچاؤگے، اور میرے بعد امت کے اختلاف کو بیان کروگے [۱]

"ابو حنیفہ باوجودیکہ عباس بن عبد المطلب کے زبردست حامی تھے لیکن اگر کسی صحابی کا نظریہ کسی جگہ پر عباس کے نظریہ سے ٹکراجاتا تھا تو صحابی کے نظریہ کو عباس کے نظریہ پر مقدم کرتے تھے [۲] ابو حنیفہ کا یہ قول مشہور ہے:

اگر کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں مجھے کوئی حکم نہیں ملتا تو میں اصحاب رسولؐ کے قول کو اختیار کرلیتا ہوں اور اگر ان کے آراء میں بھی اختلاف ہے تو میں جس کے قول کو چاہتا ہوں اختیار کرلیتا ہوں اور جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں اصحاب کے اقوال کو چھوڑ کر کسی تابعی کے قول کو اختیار نہیں کرتا ہوں" [۳]

ابن القیم کے اعلام الموقعین میں ہے: امام احمد کے نزدیک اصول الکلام

۱ـ شرح ابن ابی الحدید، اور حلیۃ الاولیاء۔

۲ـ المستصفیٰ للغزالی ص ۳۵ ـ ۱۳۶، آراء علماء المسلمین فی التقیۃ والصحابۃ۔

۳ـ ابو حنیفہ تالیف ابو زہرہ ص ۳۰۴۔

پانچ ہیں،

(۱) ——— نص،

(۲) ——— فتوائے صحابہ،

اور حنفی و حنبلی حضرات صحابی کے عمل سے عموم قرآن کی تخصیص کر دینے کے قائل ہیں اس لئے کہ عالم صحابی کسی دلیل کے بغیر عموم قرآن پر عمل نہیں چھوڑ سکتا اس لئے عموم قرآن کے خلاف اس کا عمل یہ خود ہی تخصیص کی دلیل ہے اور عمل بمنزلہ قول ہے ؎

اسی مناسبت سے ہم عرض کرتے ہیں: سنت رسولؐ صرف قول و فعل و تقریر رسولؐ کو کہتے ہیں اس میں قول صحابی کا کوئی دخل نہیں ہوتا چاہے اس کا فعل بمنزلہ قول ہو «یا نہ ہو»، اس لئے قول صحابی مطلقاً ——— دونوں معنی لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے ——— عموم قرآن کی تخصیص کر دیتا ہے اور اطلاق قرآن کی تقیید کر دیتا ہے۔ «بے معنی قول ہے» قول صحابی نہ ہوا وحی الٰہی ہو گیا جس کے آگے پیچھے سے باطل آہی نہیں سکتا، اور سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ یہ حکم بطور اطلاق ہر صحابی کے لئے ہے دونوں معنی کے اعتبار سے، عدالت صحابہ کے نظریہ نے صحابہ کو وہ سب دے دیا جو شریعت نے اہل بیتؑ کو نہیں دیا۔

ابن خلدون کہتا ہے: تمام صحابہ کے اندر فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں تھی اور نہ ہر صحابی سے دین لیا جا سکتا تھا، یہ بات صرف حاملان قرآن سے مخصوص تھی جو ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ کو جانتے تھے اور تمام ادلّہ کو نبیؐ سے یا جن لوگوں نے نبیؐ سے لیا تھا ان سے حاصل کیا تھا اور اسی لئے ان کو قرّاء کہا جاتا تھا یعنی جو لوگ قرآن پڑھتے تھے کیونکہ عرب تو ناخواندہ قوم تھی لہٰذا جو لوگ کتاب پڑھنے والے تھے انہیں سے یہ نام مخصوص ہو گیا کیونکہ وہ کتاب سے قریب تھا اور صدر اسلام تک یہی حالت رہی۔

؎ المدخل الی علم اصول الفقہ لمعروف الدوالیبی۔

محمد بن ابی سہیل بن ابی خثیمہ نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خداؐ کے زمانہ میں تین اشخاص مہاجرین میں سے اور تین اشخاص انصار میں سے فتویٰ دیا کرتے تھے مہاجرین میں عمر و عثمان اور علی، اور انصار میں ابی بن کعب اور معاذ بن جبل و زید بن ثابت۔

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ: جب ابوبکر کو کوئی ایسی مشکل درپیش آتی تھی جس میں اہل رائے کے مشورے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہ مہاجرین و انصار میں سے کچھ حضرات کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے مہاجرین میں سے عمرؓ، عثمان، علیؑ، اور عبدالرحمٰن بن عوف کو اور انصار میں سے معاذ بن جبل ابیؓ بن کعب اور زید بن ثابت کو بلاتے تھے۔ ابوبکر کے زمانہ میں یہی لوگ فتوی دیتے تھے اور لوگ بھی انہیں کی طرف مراجعہ کیا کرتے تھے، ابوبکر کا یہی عالم تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے پھر جب عمر کا دور آیا تو وہ بھی انہیں لوگوں کو بلایا کرتے تھے [1]

فقہ میں وسعت

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تمام صحابہ کی عدالت کے نظریہ نے تمام ان رسم و رواج کو پادر ہوا کر دیا جو ابوبکر و عمر کے زمانے میں رائج تھے اور حضرت رسولؐ کے زمانے میں تمام وہ مفاہیم جو متداول تھے ان سب کو خارج کر دیا اور بطور اطلاق ہر صحابی کو ہر دو لغوی معنی کے اعتبار سے " یہ حق دے دیا کہ وہ ہر مسئلہ" میں مداخلت کرسکے اور مجتہد و محقق کو یہ حق عطا کر دیا کہ کسی بھی سوال کا جواب کسی بھی صحابی سے حاصل کر لے اور یہ حق کیسے نہ ملے گا جب کہ سب کے سب صحابہ عادل ہیں اور سب جنتی ہیں کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

در ـــــ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ـــــ امور مخلوط ہو گئے متقدم مثل متاخر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۸، ازالۃ الخلفاء ص ۵۰۔

ہوگیا، آزاد شدہ مثل مہاجر کے ہوگیا، سب نعمت عدالت سے متصف ہو گئے، اور اس میں کوئی گناہ نہیں رہا اور تمام صحابہ کی عدالت کے پیش نظر کسی کو نہ تو صحابہ کی بات کو رد کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ اس روایت کو رد کرنے کا حق کسی کو حاصل ہے جس کے نقل کی نسبت صحابہ سے ثابت ہو جائے کیونکہ اولا تو یہ وہ حق ہے جہاں باطل کا گزر ممکن نہیں ہے اور ثانیاً یہ ان عدول صحابہ سے صادر ہوئی ہے جو عموم قرآن کو مخصص اور اطلاق قرآن کو مقید کر سکتے ہیں، اسی لئے سب سے پہلی کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ جو لوگ ان حدیثوں کے ناقل ہیں ان کی حسن سیرت، صدق ایمان، صدق قول، وغیرہ سے بحث کی جائے، جب یہ تمام صفات راوی کے اندر بھرپور موجود ہوں اور نص کی نسبت صحابی کی طرف ثابت ہو جائے تب یہ نص صحیح ہے کیونکہ عادل صحابی سے صادر ہوئی ہے۔

راویوں کیلئے پہلی شرط!

راوی کے لئے یہ تو ممکن ہے کہ وہ ابو بکر یا عمر یا عثمان یا سعد یا علی الاطلاق کسی بھی صحابی کا شیعہ ہو اور یہ بات نہ اس کے لئے مخل شبہ ہے اور نہ اس کی امانت یا صداقت کے لئے باعث خدشہ ہے، لیکن جو شخص حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ سے محبت رکھے یا ان کا شیعہ ہو اس کا ثقہ ہونا محال ہے اور نہ اس کی روایت قابل قبول ہے اور اگر ایک روایت کے بہت سے راوی ہوں اور سب ہی ثقہ ہوں لیکن ان میں سے ایک اہلبیتؑ سے محبت رکھنے والا ہو اور ان کا شیعہ ہو تو اس ایک شیعہ کی وجہ سے پوری حدیث متروک ہو جاتی ہے اس لئے کہ اہل سنت صرف ثقہ کی روایت قبول کرتے ہیں اور ثقہ و تشیع دو متضاد باتیں ہیں۔

ابو عمر بن عبد البر کہتے ہیں: محمد بن وضاح کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں نے یحیی بن معین سے شافعی ——— محمد ابن ادریس شافعی ——— کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہیں، اور یحیٰی بن معین جرح و

تعدیل کے عظیم علماء میں شمار ہوتے تھے جن کے قول کو علم رجال میں قطعی حجت مانا گیا ہے لیکن آپ سوچئے شافعی جو صاحب مذھب تھے وہ بھی ابن معین کی نظر میں ثقہ نہیں تھے کیونکہ ان میں تھوڑا سا تشیع پایا جاتا تھا، ذہبی کو اس کا احساس ہوا کہ یہ بات نہایت غیر معقول ہے لہٰذا انہوں نے کہا: ابن معین کا کلام شافعی کے بارے میں ان کی زبان کی لغزش اور خواہش نفس اور تعصب کی بنا پر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جو ائمہ مذاھب اربع کے استاد تھے اور صاحب مدرسہ تھے اور اس مدرسہ سے چار ہزار محدث و فقیہ فارغ ہو کر نکلے تھے اور یہی حضرت صادق علیہ السلام، صاحب مذھب اہل بیتؑ اور اعلام نبوت کے بلند ترین عَلَم تھے ابو حاتم اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے مگر بخاری نے ان سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ حالانکہ بخاری نے مروان بن الحکم " اور شمر " سے روایت نقل کی ہے، شاید بخاری کی نظر میں امام جعفر صادقؑ ثقہ نہیں تھے۔

یحییٰ بن معین نے جب سعید بن خالد البجلی کو ثقہ بتایا تو لوگوں نے کہا: وہ تو شیعہ ہے اس پر یحییٰ بن معین نے " بطور تعجب " کہا: شیعہ اور ثقہ ——— ؟ یعنی ابن معین کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ کوئی شخص محب اہلبیت ہو اور پھر وہ شیعہ بھی ہو۔

"ہاں" جو اہلبیت سے علاقہ نہ رکھتا ہو اور ان کی پیروی نہ کرتا ہو وہ ثقہ ہے، چنانچہ عجلی عمر بن سعد ——— جو کربلا میں اس فوج کا سپہ سالار تھا جس نے امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت کو کربلا میں شہید کیا ——— کے بارے میں کہتا ہے:

وہ تابعی تھا اور ثقہ تھا، لوگوں نے اس سے روایت نقل کی ہے، اسی عجلی نے عمران بن حطان خارجی کے بارے میں بھی کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے، اور یہ عمران بن حطان وہ شخص ہے جس نے ابن ملجم ملعون کی مدح کی ہے اور ابن ملجم حضرت علیؑ کا قاتل ہے۔

عمران کہتا ہے:

یا ضربۃ من تقی ما اراد بھا الا لیبلغ عند اللہ رضوانا

اے اس مردِ متقی " ابن ملجم " کی ضربت جس سے اس نے صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنی چاہی تھی۔ ۔

علی ولی اللہ

تیسرا باب

مرجعیت

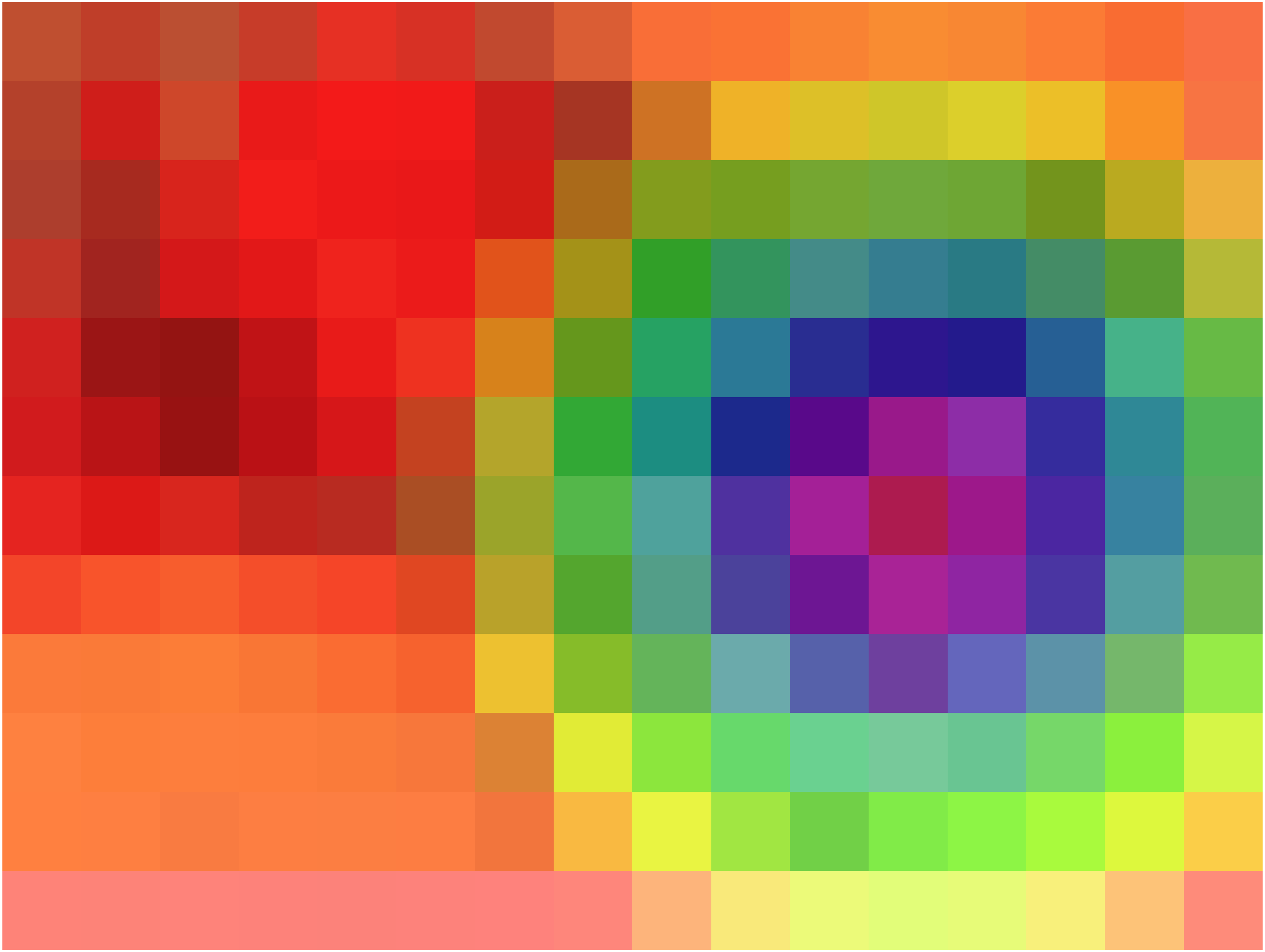

پہلی فصل

مرجعیت

بڑی وضاحت سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ عدالت صحابہ کے نظریہ نے ایک ایسی مرجعیت ایجاد کردی جس نے بڑی عجلت کے ساتھ لوگوں کی فقہی وسیاسی زندگی پر اپنا ایک اثر قائم کردیا اور نقلی وتقلیدی صورت سے اس کو اس طرح پیش کیا گیا کہ گویا یہی وہ شرعی مرجعیت ہے جس کو خدا نے معین اور رسول خداؐ نے بیان فرمایا تھا، اور خود واقعی شرعی مرجعیت کثرت نسیان کا شکار ہوکر اور اس کی جگہ پر دوسری "نقلی" مرجعیت کے آجانے کی بنا پر رخت سفر باندھ کر چلی گئی اور بعض لوگوں کو تو یہاں تک گمان ہوگیا (حالانکہ بعض گمان گناہ ہیں) شرعی مرجعیت مرجعیت ہی نہیں ہے بلکہ دراصل شرعی مرجعیت یہی نقلی مرجعیت ہے۔ واقعی حقیقت شرعی کو بیان کرنے کے لئے ایک الگ باب قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

مرجعیت کا مطلب

اسلامی عقیدہ کے قواعد واحکام کو جزم ویقین کے ساتھ نہ کہ اندازے وگمان

کے ساتھ بیان کرنے کی ذمہ داری کا نام مرجعیت ہے اور اس بیان کا عین مقصود الٰہی ہونا ضروری ہے تاکہ ہر مومن مرجع شرعی کی رائی اور اس کے نظر کو ایک دینی یا عقلی حقیقت سمجھ کر قبول کرے اور اس کو اپنے صحیح افکار کی بنیاد قرار دے اور یا اس کو ایسا راستہ بنائے جس پر چلتا رہے۔

پس رسول اکرمؐ اپنی زندگی میں تمام مسلمانوں کے مرجع تھے مسلمان اپنے عقیدہ کے بارے میں حضرتؐ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپؐ ہی کا قول قول فیصل ہوتا تھا کیونکہ احکام عقیدہ کے سبب سے زیادہ اعلم آپ ہی تھے۔ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد مرجع شیعوں کی نظر میں عیدہ البیتؑ نبوت ؤ امام ، ہوتا ہے اس لئے کہ وہی احکام عقیدہ کا اعلم ہوتا ہے ، اور سنیوں کی نظر میں صحابہ ؤ اجتماعی یا انفرادی ، طور سے ہوتے ہیں اور یہی حضرات رسولؐ کے بعد احکام عقیدہ کے بیان کرنے والے مرجع یا مراجع ہوا کرتے ہیں یہ صحابہ سب کے سب عادل ہوتے ہیں اجتماعی طور سے بھی اور انفرادی طور سے بھی ، اور یہ سب جنتی ہیں اور یہی حضرات وہ گواہ ہیں جنہوں نے ہمارے لئے دین کو نقل کیا ہے ۱ اس لئے شرعی مرجعیت انہیں کو حاصل ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کی بھی اقتدا یقیناً باعث ہدایت ہے۔ صحابہ کے مرنے کے بعد مرجع حاکم ہوتا ہے وہ تمام آراء اور اجتہادات کو ——— جو اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ——— دیکھتا ہے اور پھر اپنی پسند کا قول اختیار کر لیتا ہے ، اور یہ اجتہادات جو مرجع کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں وہ صحابہ کے اقوال ہوتے ہیں جو ان کے زمانہ میں مختلف مسائل کے سلسلہ میں پیش کئے گئے تھے ، اور وہ مرجع جو حاکم ہو ——— وہ چاہے جو ہو اس لئے کہ مسلمان تو غالب کے ساتھ رہتے ہیں ۲ جیسے کہ مشہور صحابی عبد اللہ ابن عمر نے کہا تھا : " نحن مع من غلب " ہم تو غالب کے ساتھ ہیں ۳ اور یہی رائی اہلسنت کی ہے ———

---

۱ اصابۃ فی تمیز الصحابہ اور اس کے حاشیہ پر استیعاب ص ۵ ۔

۲ و ۳ نظام الحکم للقاسمی ص ۳۲۲ - ۳۳۵ ۔

رہی خود اجتہاد کرتا ہے چاہے وہ مجتہد نہ بھی ہو اور اپنی رائے کے مطابق حکم دیتا ہے اور یا پھر کسی مجتہد کی رائے کے مطابق حکم دیتا ہے چاہے وہ شخص واقعی مجتہد نہ ہو جس کی رائے کے مطابق حاکم مرجع نے حکم دیا ہے اور عنقریب یہ بات آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔

مرجعیت و عقیدہ میں تلازم

عقیدہ و مرجعیت اعضاء کی طرح ایک دوسرے سے پیوست ہیں بنا بریں مرجعیت عقیدہ سے سیراب ہوتی ہے اور عقیدہ مرجعیت کے بغیر نہیں ہوتا اور مرجعیت بھی عقیدے ہی میں ہوا کرتی ہے کیونکہ مرجعیت کا بنیادی کام عقیدہ الٰہی کا بیان کرنا ہوتا ہے پس نبیؐ اس عقیدہ کا عین اسی بیان کے ساتھ ذکر کرتا ہے جو مقصود الٰہی ہوتا ہے، اور نبیؐ کے بعد والا مرجع اس عقیدہ کو اسی طرح بیان کرتا ہے جو عین خدا و رسولؐ کا مقصد ہوتا ہے پس الٰہی عقیدہ اقوال و افعال کو مشخص و معین کرتا ہے اور مقاصد کو اور نیز انکے رسائی کے اسباب کو بھی روشن کرتا ہے اور مومنین کے رابطہ کو ہر طرح منظم کرتا ہے، اس لئے مرجع کا کام عقیدہ کی شرح کرنا اور مکمل طریقہ سے بیان کرنے میں منحصر ہوا کرتا ہے اور اس میں کہ جدید حالات و واقعات سے کس طرح نپٹا جائے۔

پس مرجع ہی اس عقیدہ کے مقاصد و قواعد و نصوص کے بیان و شرح کا نظری و قولی مرحلہ سے عملی و اجرائی مرحلہ تک دونوں ——— دعوت و حکومت ——— میں مسئول و ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے الٰہی عقیدہ کا جو بیان نبیؐ کرتا ہے وہ عقیدہ کا جزء ہوتا ہے اور اس کو عقیدہ کے اجزاء میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن حضرت علیؑ، امام حسنؑ، یا امام حسینؑ یا زین العابدینؑ یا محمد باقرؑ یا جعفر صادقؑ یا کوئی بھی امام جو بیان و شرح کرے گا وہ عقیدہ کا جزء نہیں شمار ہوگا، بلکہ وہ ایک سابقہ قانونی و دستوری ہوگا جس کی پابندی ہر اس شخص کو کرنی ہوگی جو اپنے عمل کو مقصود الٰہی کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ اور ہر زمانہ کے امام کی شرح و بیان تمام مومنین کے لئے ضروری بنائے گا کہ اسی کی مرجعیت کو قانونی

طور سے پہچانیں اور اس کی مخالفت نہ کریں اس لئے کہ وہ امام اور شرعی مرجع ہے اور رسول اکرم ؐ کا جانشین ہے اس کی اطاعت رسول ؐ کی اطاعت ہے ۔

مرجعیت فنّی و تخصص ہے

عقیدہ ایک کشتی ہے اور مرجع اس کا ناخدا ہے ——— یا دوسرے لفظوں میں ——— عقیدہ ایک نقشہ ہے جس میں خدا کا نجات بخش پروگرام ہے مرجع وہ انجینیر ہے جس کے ذمہ اس نقشہ کی وضاحت و تشریح ہے جو اس کو تصوری کی منزل سے نکال کر عملی صورت میں پیش کرتا ہے ——— یا یوں کہتے ——— مرجع کی حیثیت معمار کی ہے اگر کوئی عمارت کے تعمیری ساز و سامان کو اکٹھا کر کے کسی مہندس و معمار سے مشورہ کئے بغیر گھر بنانے لگے تو اس کو پاگل ہی کہا جائے گا ۔

اسلامی عقیدہ کی بنا پر یہ واجب ہے کہ مرجع اس عقیدہ کا اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم ہو اور سب سے زیادہ اس عقیدہ سے اخلاص رکھتا ہو اور سب سے زیادہ خدا پر بھروسہ کرنے والا ہو اور تمام موجودین میں سب سے زیادہ افضل ہو اور قیادت و مرجعیت کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہو کیونکہ مرجع حَکَم ہوتا ہے اور حکم الٰہی کو بیان کرتا ہے اور یہ فرض کیا جا چکا ہے کہ اس کے تمام احکام و اعمال عین مقصود الٰہی ہوتے ہیں ۔

تعداد مراجع

عقیدۂ الٰہی میں صرف ایک مرجع ہوتا ہے ، اسلام کے واحد مرجع رسول اعظم ؐ تھے ، جناب موسیٰ ؑ اپنے زمانہ میں اکیلے مرجع اعلیٰ تھے ، اگر جناب ہارون حضرت موسیٰ ؑ سے الگ ہوتے تھے تو مرجع ہوتے تھے مگر جناب موسیٰ ؑ کے تابع اور ان سے مرتبط ہوتے

تھے اور جب دونوں ایک ساتھ مبعوث ہوتے تھے تو پھر مرجع جناب موسیٰ ہوا کرتے تھے، اسی طرح دین مسیحی کے تمام متعلقات میں مرجع اعلیٰ جناب عیسیٰ تھے اس لئے کہ عقیدۂ واحدہ کے اندر تعدد مراجع حتمی طور سے عقیدہ کے فساد اور اس کے ماننے والوں کے متفرق ہونے کا سبب بنتا ہے اور نئے نئے عقیدے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

اسی لئے اسلام کی مرجعیت ایک رہی اور اختصاصی رہی اور یہ دین کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے، اگر شرعی مرجعیت ختم ہو جائے تو ہر مسلمان اپنی مرضی کا مختار ہو جاتا ہے اور ہر گروہ اور ہر جماعت اپنے نظریہ کے مطابق کام کرتی ہے۔ اور بکثرت ارتکاب اشتباہ کی بنا پر ہر جماعت یہی خیال کرتی ہے کہ حق اسی کے ساتھ ہے، اور ——— یہ طرز فکر ——— اتحاد کو برباد کر دیتا ہے، امت مسلمہ کی پراگندگی کا سبب بنتا ہے اور پھر دوبارہ وہ اتحاد ممکن نہیں ہو سکتا جب تک پھر ایک ایسا مرجع نہ ہو جو نافذ الکلمۃ ہو اور ہر مسلمان بطیب خاطر اس کی بات مانتا ہو اتحاد المسلمین کا پھر یہی ایک طریقہ رہ جاتا ہے۔

عقیدہ اور مرجعیت کا فرق

عقیدہ اور مرجعیت میں وہی فرق ہے جو دعوت اور دعوت دینے والے میں ہوتا ہے، دعوت محمدیہ دو بنیادی چیزوں پر استوار ہے:

(۱) ——— قرآن کریم۔

(۲) ——— سنت مطہرہ،

اپنے تینوں فروع ——— قول و فعل و تقریر ——— کے ساتھ اور یہ خصوصیت صرف رسول خداؐ کی ہے، بنابریں عقیدہ کا مطلب وہی قرآن ہے اور اس کا بیان اور اس کی شرح رسول خداؐ کا قول و عمل و تائید ہے یعنی بیان کرنے والا جو رسول ہے وہ دین و عقیدہ سے جدا ہونے والی چیز نہیں ہے ——— اسی طرح ——— آنحضرتؐ پر اطمینان رکھنا، ان کو دوست رکھنا، ان کی مطلقاً بغیر کسی قید کے اطاعت کرنا، ان کی بات کو

صحیح سمجھنا یہ ساری چیزیں بھی دین کا جزء ہیں اور دین سے قابل جدائی نہیں ہیں، اسی لئے ہر معاملہ میں ان کا قول ہی قول فیصل ہے اس لئے کہ آپ ہی عقیدہ کے اعلم واہم تھے اور قیادت کے لئے افضل وانسب تھے۔

پھر ـــــ رسولؐ کی زندگی ہی میں ـــــ دین کامل ہوگیا، نعمت تمام ہوگئی، قرآن نے ہر چیز کو بیان کر دیا اور رسولؐ جوار رحمت الٰہی میں چلے گئے اور عقیدہ ـــــ قرآن ـــــ و بیان ـــــ قول و فعل و تقریر رسولؐ ـــــ چھوڑ گئے ـــــ لیکن آنحضرتؐ کے بعد مرجعیت تو یہ دوسرا موضوع ہے کیونکہ رسول خدا کے بعد مرجع کی ذمہ داری عقیدہ الٰہی کو روشن کرنا اور واقعات و حوادث پر اس کو کسی طرح منطبق کرنا اپنی زندگی میں ہے۔

مزید وضاحت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ عقیدہ بمنزلہ کشتی ہے اور مرجع بمنزلہ ناخدا ہے، عقیدہ بمنزلہ نقشہ اور مرجع بمنزلہ مہندس (انجینیر) ہے، عقیدہ بمنزلہ مضبوط قلعہ کے تعمیری ساز وسامان کی حیثیت ہے اور مرجع کی حیثیت معمار کی ہے، عقیدہ ایک فکری بنیاد ہے اور تمہارا جی چاہے تو کہہ سکتے ہو ایک اعتباری شخص ہے جو بالذات قائم ہے اور مرجع اس اعتباری شخص کے موقف کو بیان کرنے والا ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو، عقیدہ ایک بہت بڑی ڈسپنسری ہے جس میں ہر مرض کا شافی علاج موجود ہے اور دوا ہے اور مرجع ایک طبیب اور دوا فروش ہے جو مرض کی تشخیص کر کے اس کا مکمل علاج اور مناسب علاج بھی کرتا ہے اور اسی ڈسپنسری سے کرتا ہے۔

وجود مرجعیت کے فلسفہ کی جڑیں

اگر خدا ہر انسان کی طرف وحی کرتا اور اس کو نیکی کی طرف کھینچ کر لاتا اور اس کے لئے ایک آسمانی فرشتہ مخصوص کر دیتا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا اور اس کو نیکی پر گامزن رکھتا تو انسان کسی اجر کا مستحق نہ ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں انسان فعل خیر یا ترک شر پر

مجبور ہوتا، اور نظریہ امتحان و آزمائش واجب کرتا ہے کہ خدا بندے کو حق و باطل میں تمیز کرنے کی قوت عطا کرے۔

اور جب خداوند عالم نے بندوں کو حق و باطل بتا دیا اور حق و باطل کے بجا لانے کی قدرت بھی دے دی، اور حق و باطل، حرام، و حلال کو بیان کر دیا تو انسان کو عمل کی آزادی دے دی کہ وہ اپنی رضا و رغبت اور قصد و ارادہ اور مرضی سے چاہے تو حق پر عمل کرے یا باطل پر عمل پیرا ہو اب ایسی صورت میں اگر انسان اچھے کام کرتا ہے تو ثواب کا مستحق ہے اور برے کام کرتا ہے تو عذاب کا مستحق ہے، اور یہ وہی زمینی مرجعیت ہے جس کو الٰہی پیغمبروں نے بشر سے چاہا تھا اور یہیں سے ضرورت مرجعیت کا احساس ہوا جیسے الٰہی رسالتوں کے لئے دیگر ضرورتوں کا احساس ضروری تھا۔

● رسالت الٰہی کے افکار دو محوروں پر استوار ہیں۔

(۱) ———— رسول، یہی رسالت کی تبلیغ کرتا ہے اور زمینی مرجع ہے۔

(۲) ———— رسالت، رسول یا مرجع کے بغیر اس رسالت کے مفہوم کی تبلیغ ناممکن ہے اور اس رسالت کا انتظام خدا کی طرف سے کیا جا چکا ہے اور یہی بشریت کے ہدایت کا راستہ ہے،

پس رسالت کے متعلقات اور اس کے مضمون و بیان کا اور رسولؐ کا مرجع اعلیٰ خدا ہے۔

بنابراین:

(۱) ———— پہلا اقدام رسولؐ یا مرجع کا انتخاب ہے۔

(۲) ———— دوسرا اقدام، اس رسالت الٰہی کے مضامین کو رسول کو سمجھانا ہے۔ یعنی عقیدہ کو سمجھاتا ہے۔

(۳) ———— تیسرا اقدام، اس رسالت کو لوگوں تک پہونچانا اور مکمل بیان کرنا ہے اور اس کے عکس العمل کا انتظار کرنا ہے تاکہ وہی گواہ ہو سکے۔

(اب صورتحال) یہ ہوگی کہ لوگ اس مرجع کی طرف رجوع کریں گے جو رسالت کو یقینی فہم کے ساتھ سمجھ چکا ہے اور رسالت کے جو مشکل امور ہوں گے اس میں رسول خدا کی طرف رجوع کرے گا، اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا جاہل کے علاوہ کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

چاہے جو رسول ہو اپنے پیروی کرنے والوں کے لئے وہی مرجع ہوتا ہے اور انھیں لوگوں کے لئے اور جن لوگوں تک اس کی دعوت پہونچ جائے ان کے لئے بھی وہ مطالب کو واضح و روشن کرتا ہے اور یہ مضامین الٰہی جنبۂ نظری سے کس طرح عملی طریقہ پر منطبق ہو جاتے ہیں اور پھر کس طرح مرضی الٰہی کے مطابق ان کا نفاذ ہوتا ہے ان سب کا شاہد رسول ہوتا ہے۔

اور پھر جب رسول ——— وہ کوئی بھی رسول ہو ——— کا انتقال ہو جاتا ہے تو بدیہی بات ہے کہ عقیدہ تو باقی ہی رہتا ہے جب تک اس کے ماننے والے باقی رہتے ہیں، اسی لئے اس وقت تک ایک مرجع کا بھی ہونا لازم ہے جو وظیفہ اور عقیدہ کو بیان کرتا رہے اور امت پر شاہد و گواہ بھی رہے اور یہ چیز ہر رسالت کے ضروریات میں سے ہے۔

امتحان و آزمائش ایک عقیدہ کے لئے ایک مرجع کے وجود کو ضروری قرار دیتا ہے تاکہ وہ قافلۂ ایمان کی زندگی کی راہوں میں رہنمائی کر سکے، خواہ یہ مرجع دعوت و تبلیغ کی منزل میں ہو یا اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو جائے اور مرجع حکومت کے موقف میں ہو۔

مرجع ناقابل انکار ہے!

میرا ایک مقالہ اردن کے ایک روزنامہ "اللواء" میں بتاریخ ۱۷ صفر ۱۴۱۲ھ میں چھپا تھا اس میں حقیر نے تحریر کیا تھا:

احزاب دینی عربی جانتے ہیں کہ رسولان الہٰی کا سلسلہ طول تاریخ میں کبھی موقوف نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ جاری رہا کیا براہ مہربانی کوئی بھی حزب دینی عربی یہ بتا سکتا ہے __________؟
کہ خدا نے کب کسی رسالت کو رسول کے بغیر بھیجا __________؟
اگر کوئی بتادے تو سارے مسلمان اس کا شکریہ ادا کریں گے اور وہ عند اللہ ماجور ہوگا یا کوئی یہ بتادے کہ خدا نے کب کسی امت کو کسی مرجع کے بغیر رکھا ہے __________؟
آپ کے پاس یہ پوری لمبی چوڑی اوپر نیچے کی دنیا آدم سے لے کر حضرت محمد تک ہے اس میں کوئی زمانہ بتادیں __________؟
اور اگر آپ نہ بتا سکیں اور باذن خدا نہیں بتا سکیں گے تو پھر وقت آگیا ہے کہ آپ اندھی تقلید چھوڑ دیں، اپنے نفوس اور دین کے بارے میں خدا سے ڈریں اور اپنے اور اس جنس بشر کے بارے میں ڈریں جس نے آپ کے دین سے بہت بڑی امید وابستہ کر رکھی ہے کہ وہ انسان کو اور عالم کو مادے کے پنجے سے نکال کر احداث و احکام کی وسعت تک لائے گا۔

اسلامی عقیدہ کا صرف ایک ہی مرجع ہے اور وہ حضرت رسول ؐ ہیں۔ اسی طرح رسول خدا ؐ کے بعد بھی آنحضرت ؐ نے مرجعیت معین کر دی ہے کیونکہ مرجعیت ضروریات زندگی میں سے ہے۔

ہر گھر و خاندان میں مرجعیت ہوتی ہے، ہر حکومت میں مرجع ہوتا ہے، ہر عقائد و ہر مسلک خواہ وہ الٰہی ہوں یا غیر الٰہی مرجع رکھتے ہیں اس لئے کہ ہر دعوت کے لئے مرجع اصلی عنصر ہوتا ہے، ہر انسانی مجمع کے لئے، ہر عقیدہ کے لئے ہر دولت کے لئے مرجع ہوتا ہے مسلمانوں پر جو مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہیں اس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ وہ اس مرجعیت سے دور ہو گئے جس کو ان کے لئے خدا نے معین کیا تھا، اور اس مرجعیت سے وابستہ ہو گئے جس کو غلبہ نے ایجاد کیا تھا اور لوگوں نے بھی اسی غلبہ والی مرجعیت کی پیروی کی۔

السلام علیک ایتہا
الصدیقۃ الشہیدۃ
یا فاطمۃ الزہراء

دوسری فصل

عقیدہ

عقیدہ اور مرجعیت کے درمیان رابطہ بہت ہی مضبوط و محکم ہے جیسے اعضاء بدن کا رابطہ ایک دوسرے سے ہوا کرتا ہے، جہاں بھی عقیدہ ہوگا وہاں قہری طور سے مرجعیت ہوگی کیوں کہ ان دونوں میں تلازم ہے، مرجعیت کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے موضوع عقیدہ سے بحث ضروری ہے اور اصولی طور سے ایک کا سمجھنا دوسرے کے بغیر بہت دشوار ہے۔

عقیدہ کا مطلب

عام طور سے عقیدہ کا مفہوم ان افکار، قواعد، اصول، ضوابط، اسباب وغیرہ کو سمجھا جاتا ہے جو باہم ایک دوسرے سے متصل اور ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہوں اور ایسے وجود کے تصور کو پیش کرنے والے ہوں جو موجود ہو اور حال و مال کا سزاوار ہو اس سے قطع نظر کہ وہ تصور صحیح ہے یا باطل، عمومی ہے یا محدود، کامل ہے یا ناقص۔
یہ عقیدہ ایک گروہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور وہ لوگ اس عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں اور وہ لوگ اپنے مقاصد و خواہشات کو اور ان تک پہونچنے کے راستوں

کو اسی عقیدے کے معیار پر پرکھتے ہیں اور انجام کار یہی عقیدہ ان کی رہبری کرتا ہے اور یہی توجیہ کرتا ہے اور بعنوان ایک منبع قانونی و مشروع اس گروہ کی زندگی میں کار فرما ہوتا ہے اور سب ہی کی نیک بختی کا سرچشمہ بن جاتا ہے ۔

فطری بات ہے کہ ہر عقیدہ اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی سیاسی زندگی پر پورا اختیار و کنٹرول رکھتا ہے اور ان کی پریشانیوں اور دشواریوں کو مناسب راستے اور نتیجہ بخش طریقے دکھا کر ان کے روشن و بہتر مستقبل کی پیش بینی کر سکتا ہے اور اس بات کا بھی مدعی ہے کہ سب کے لیے خوش بختی کے اسباب مہیا کر سکتا ہے اور ہمیشہ یہی عقیدہ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں یہ اثر پیدا کرتا ہے اور ان کے ارادوں کو کچھ اس طرح حرکت میں لاتا ہے کہ وہ لوگ اس عقیدہ کو بعنوان ایک روش سیاسی ——— جس میں ایجاد حکومت کی صلاحیت ہو اور وہ معاشرے کو اسی عقیدہ کے نظریات کے مطابق ادارہ کر سکنے کی لیاقت ہو ——— قبول کریں، کیونکہ ایک روش سیاسی ایک مکمل سیاسی پروگرام کے مطابق ہے اور یا پھر چونکہ فکری و فلسفی آمادگی کا اعلان ہے جس کی پیش کش اس عقیدہ نے کی ہے اور اس عقیدہ کے تمام اصول و مبانی امتحان و آزمائش کے لئے مرحلۂ عمل میں آمادہ ہیں اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے لازمی وسائل سے آراستہ و پیراستہ ہیں اس لئے ان میں سے ہر ایک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حکومت کا محتاج ہے تاکہ ——— حکومت کے ہاتھ میں آتے ہی مرحلۂ نظری کو مرحلۂ عملی میں بدل دیا جائے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرمایہ داری آزاد ایک عقیدہ ہے اور مارکسی اشتراکی بھی ایک عقیدہ ہے ۔

عقیدہ کی دو قسمیں!

بشری تاریخ عقیدہ کے دو ہی قسموں سے آشنا ہے ۔

(۱) ——— خدائی ۔

(۲) ——— انسانی ۔

(۱) ——— عقاید الٰہی ۔۔ جس کو خدا نے بنایا ہے ۔

(۲) ——— عقاید انسانی ۔۔ جس کو انسان یا کئی انسانوں نے ملکر بنایا ہو ۔

ایجاد عقیدہ اور اس کے لوازم

جو بھی شخص موضوع کے بارے میں غور و فکر کرے گا اس کو یہ پتہ چل جائیگا کہ انسان ہر عقیدہ کو سمجھ تو سکتا ہے ——— خواہ وہ عقیدہ صحیح ہو یا غلط ——— لیکن انسان صحیح عقیدہ ایجاد کرنے سے عاجز ہے فطری طور سے انسان میں اس کی صلاحیت نہیں ہے، بلکہ آپ بڑے اطمینان سے ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتے ہیں : اگر پوری دنیا کے لوگ ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک صحیح و یقینی عقیدہ ایجاد کرنا چاہیں تب بھی ناممکن ہے ویسے تو سبھوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا محال ہے اور بالفرض ہو بھی جائیں تو صحیح عقیدہ کی ایجاد انسانی طاقت سے باہر ہے کیونکہ صحیح عقیدہ ایجاد کرنے کا مطلب بشر کے ماضی کی یقینی معرفت، اس کے تمام تجربات کی مکمل تفاصیل کا آپ کو علم ہو اور یہ وہ بنیادی رکن ہے جس پر عمارت قائم کی جائے گی اور اسی کے ساتھ فطرت انسانی کے اور انسانی ضرورتوں اور دوافع و خواہشات کا مکمل اور یقینی علم ہونا بھی ضروری و لازمی ہے، مزید برآں مستقبل کی یقینی معرفت بھی حتمی و لازمی ہے کیونکہ مستقبل ہی اس عقیدہ یا اس عقیدہ کی کامیابی یا ناکامی کا شاہد ہوگا اور سب سے آخر میں اس محیط کی یقینی معرفت ضروری ہوگی جس میں انسان محصور ہے اور ان تمام چیزوں کی یقینی معرفت کا دعوی نہ کوئی فرد کر سکتا ہے نہ کوئی جماعت کر سکتی ہے بلکہ پوری جنس بشر بھی نہیں کر سکتی ۔

اس لئے انسان کا ایجاد کردہ عقیدہ جلد یا دیر میں ایک معمولی سبب سے یعنی نااہل ہونے کی وجہ سے شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گا، وہ یقینی عقیدہ جو سلطنت

کے دائمی ہونے کا اساس بن سکتا ہے وہ صرف وہی عقیدہ ہو سکتا ہے جس کا ایجاد کرنے والا خدا ہو اور وہ "اسلام" ہے جو حکومت رسولؐ کے تسلط کی بنیاد ہے۔

عقیدہ اسلام کے خصوصیات

(اسلام چونکہ ایک کامل وجامع اور آخری، دین الٰہی ہے اس لئے اس میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں مگر یہاں پر صرف دو کو بیان کیا جا رہا ہے)

(۱) ———— عملی پہلو۔

اسلام کا مطلب تمام دنیاوی وآخروی امور میں خداوند عالم کی کامل اطاعت وپیروی اس طرح کی جائے کہ فرد ہو یا جماعت یا حکومت سب ہی کا عمل خدا کے اوامر ونواہی کے مطابق ہو اور اوامر ونواہی کا تعین رسالت الٰہی (عقیدہ) کے ذریعہ کر کے جاری کیا گیا ہو، اور عمل سے مراد شرعی فکر وشرعی نیت سے ایک منظم حرکت ہے۔

(۲) ———— فکری پہلو۔

اسلامی عقیدہ کا مطلب وہ قواعد، احکام، اوامر، نواہی، مبادی، معلومات عامہ اور وہ تفصیلی معلومات ہیں جن کو خدا نے اپنے نبیؐ محمدؐ پر نازل فرمایا اور رسول اکرمؐ نے اپنی دعوت اور حکومت کے دوران ان کی تفاصیل کو لوگوں کے لئے بیان فرمایا اور ان کو اپنی دعوت اور حکومت کے زمانہ میں تطبیق کر کے بتایا و دکھایا۔

اس طرح عقیدہ تمام ان مطالب کو شامل ہے جن کو خدا نے اپنے رسولؐ کو وحی کے ذریعہ بتایا اور رسولؐ کے قول وفعل وتقریر کو بھی شامل ہے اور یہ پورے عقیدہ کا مجموعہ زندگی کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہ زندگی کیسے وجود میں آئی ————؟ اور یہ زندگی کیوں دی گئی ————؟ اور کس زمانہ میں اور کس طرح ختم ہو جائے گی اور دنیا کا مستقبل کیا ہوگا ————؟۔

یہ عقیدہ موجودات کے رابطہ کو ایک دوسرے سے مطلقاً، اور خدا و کائنات

کے رابطہ کو اور کائنات کے ساتھ دوسروں کے روابط کو منظم کرتا ہے، دورہ حیات کیسے ختم ہوگا، ہر زندہ مخلوق کی زندگی کیسے تمام ہوگی ان سب کو بیان کرتا ہے اور ایک ایسی زندگی سے پردہ اٹھانے والا ہے جو گویا دنیا میں نیک و بد کئے ہوئے اعمال کے نتیجے کے بطور ہوگی جس میں نیک کام کرنے والوں کو کامل اجر ملے گا اور غلط کام کرنے والوں کو ان کی سزا بھگتنا ہوگی۔

یہ عقیدہ مشتمل ہے ایک رجسٹر کے ہے جس میں پوری کائنات کی تاریخ عموماً اور بشریت کی تاریخ خصوصاً درج ہے۔ افراد بشر کے اعمال و اقوال سچے اور صحیح طریقہ سے موضوعی عنوان سے بطور دقیق و فنی ایک فلم کی طرح، آواز، شکل و صورت، حرکت و سکون، ظاہر و باطن سب ہی کچھ اس رجسٹر میں محفوظ ہے۔

یہ عقیدہ ایک ایسے نظام پر مشتمل ہے جہاں فرد کے لئے بعنوان فرد، معاشرہ کے لئے بعنوان معاشرہ پیش کیا گیا ہے اور ہر نوع بشر کے لئے ہے۔

یہ عقیدہ جہاں ہر فرد کی زندگی کو انفرادی طور سے منظم کرتا ہے وہاں لوگوں کے ایک دوسرے سے تعلقات کو اور خالق کے ساتھ رابطہ کو اور جہان ہستی سے ارتباط کو بھی تنظم عطا کرتا ہے لوگوں کو ایک رسالت کی طرف دعوت دیتا ہے اور دولت و حکومت کو تاسیس کرنے کی قدرت عطا کرتا ہے اور حکومت کو اچھے مقاصد اور مثل علیا سے مضبوط کرتا ہے۔

یہ عقیدہ با مقصد ہے بایں معنی کہ اغراض و مقاصد کو معین کرتا ہے اور اپنے ہر ایک دستور کے لئے ایک ایسا ہدف رکھتا ہے کہ وہ دستور اس معین ہدف کے لئے وجود میں آیا ہے اور اسی کی تاکید کرتا ہے۔

یہ فرد کے لئے، معاشرہ کے لئے، نوع بشر کے لئے ہدف رکھتا ہے اور جب یہ سارے اہداف و مقاصد مجموعی طور سے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو اس کو "اسلام" کہا جاتا ہے۔

اور یہی معین شدہ مقاصد اس طرح ہیں کہ حسب منشاء اور مکمل طریقہ سے تمام ان

طاقتوں کو جو فرد، معاشرہ، حکومت، نوع بشر، جہان ہستی میں ہیں منعکس کرتی ہیں کیونکہ ہر موجود اور ہر چیز اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔

اسلامی عقیدے نے صرف مقاصد کو معین کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان مقاصد کے پورے کرنے کے لئے معین طریقے سے ہر دشواری و سختی کو ختم کر دیا ہے۔

یقینی تصور!

باین معنی کہ اسلام ایک عقیدہ کے عنوان سے ——— ایک ایسے یقینی و کامل تصور ——— کو پیش کرتا ہے جس کی بنیاد قطع و یقین پر رکھی گئی ہے اور یہ یقینی تصور مکمل طریقے سے محیط اور فضائے مقاصد، عمومی و خصوصی اسباب و وسائل زندگی کے تمام اطوار و جہات اور تمام ابعاد فردی، گروہی، سیاسی، اقتصادی، اجتماعی، بین المللی کو اپنے دائرے کے اندر لے لیتا ہے یہ یقینی تصور ان خطوط کلی کے مانند ہے جو اس موجود کی آئندہ حالت کے لئے واقعیت کی فضا میں مفصل و دقیق طرح سے ضروری ہو اور جو چیز اس موجود کے لئے ظرف امید میں ایک حقیقت سے بدل کر دوسری حقیقت سے پیوست ہونے کے لئے لازمی ہو اور اس طرح ہو کہ یہ بنیادی نقشے قدم بر قدم مختصر زحمت اور کوتاہ مدت میں ہر معاملہ میں رہنمائی کر کے ہدف شرعی تک پہونچا سکیں۔

اور یہ عقیدہ جو جزم و یقین پر مبنی ہے اگر کوئی اس کی طرف ذاتی میلان رکھتا ہے اور اس سے خوش ہے تو یہ بات اس عقیدہ پر برقراری کو مستحکم و مضبوط بنا دے گی اس کے برخلاف وضعی عقاید اور لوگوں کے بنائے ہوئے عقیدے فرض و گمان پر مبنی ہوتے ہیں اور جلد یا دیر شکست سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

خدائی حقوقی نظام

اسلامی عقیدہ ان قواعد واحکام ومبادی واوامر ونواہی ومعلومات عموی وتفصیلی کا مجموعہ ہے جس کو خدا نے اپنے بندے محمد "ص" پر نازل فرمایا تھا اور رسولؐ نے اپنی دعوت اور حکومت کے زمانہ میں خود ہی اس کو بیان فرمایا تھا۔ پس وہ مجموعہ نازل تو خدا کی طرف سے ہوا تھا، مگر اس کی شرح وتفسیر قولاً وفعلاً وتقریراً رسول خداؐ نے فرمائی، یہی منزل ومبیّن مجموعہ نظام حقوقی الٰہی ہے اور یہی وہ قانون نافذ ہے جس میں ہر زمانہ کے قیادت کی صلاحیت ہے اور وفات رسولؐ کے بعد اس مجموعہ کا بیان کرنے والا اور اس کا ناظر ہی مرجع شرعی ہے۔

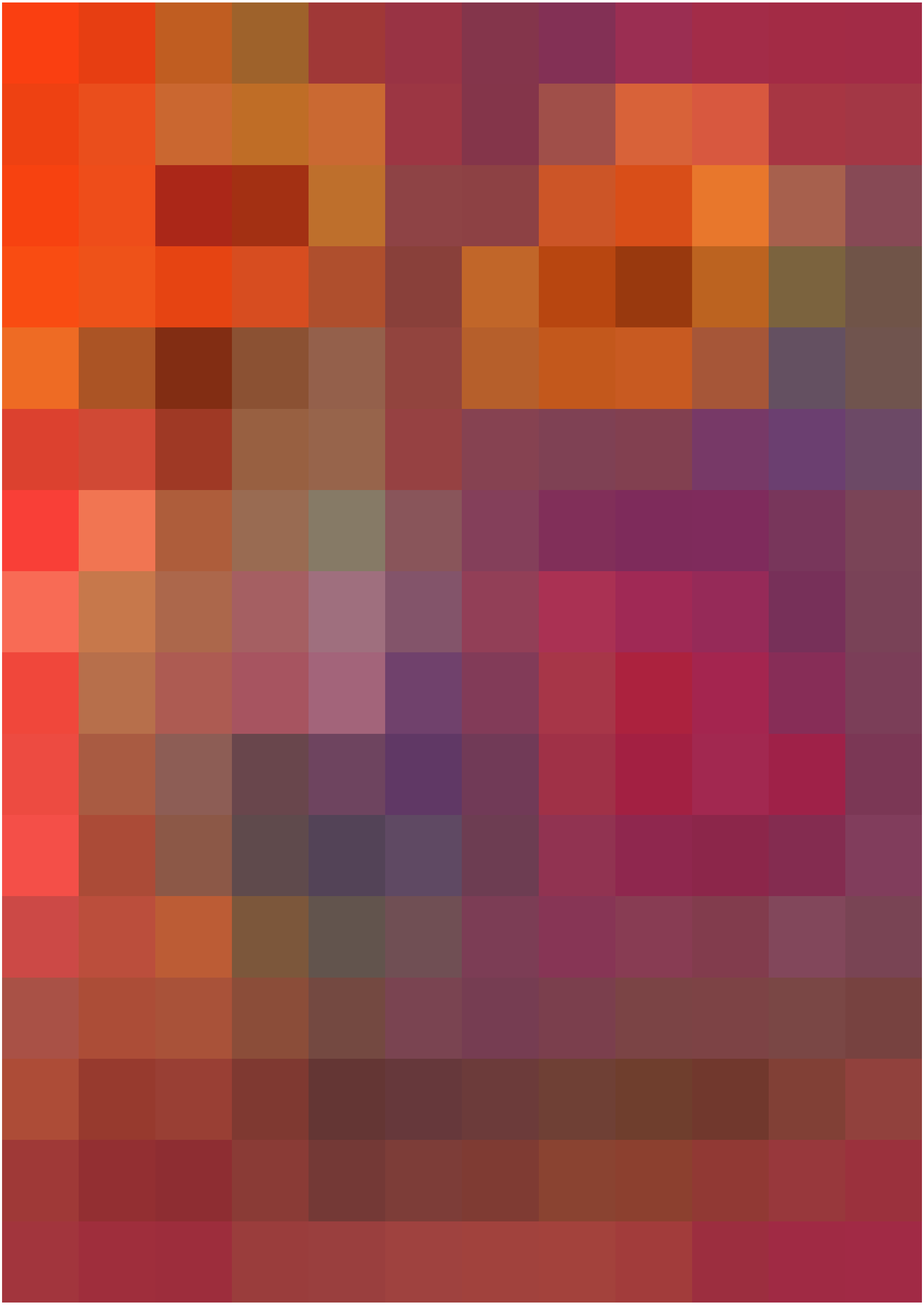

تیسری فصل

مرجع کون معین کرے؟

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہر الٰہی عقیدہ کے لئے علی الاطلاق ایک مرجع کا ہونا ضروری ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی الٰہی عقیدہ مرجع کے بغیر پایا جائے (اور یہ بھی عرض کر چکے کہ) مرجع کو سب سے اعلم سب سے زیادہ بافہم اور سب سے زیادہ بااخلاق ہونا چاہیئے اور موجودین میں جو سب سے بہتر و سب سے افضل و سب سے انسب ہو وہ فرضاً و تخمیناً نہ ہو بلکہ جزم و یقین کے ساتھ ہو کیونکہ یہ چیزیں مخفی ہیں اس خدا کے سوا جو عالم اسرار ہے اس کو کوئی نہیں جانتا، اسی لئے خدا ہی مرجع کو معین و مشخص کر سکتا ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار صرف جاہل ہی کر سکتا ہے۔

اور یہ تمام صفات بھرپور طریقہ سے ان تمام انبیاء میں موجود تھے جنکو خدا نے پوری تاریخ بشریت میں اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا تھا اور اس سلسلہ میں پروردگار عالم نے اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں دی، چنانچہ ایک جگہ قرآن اعتراض نقل کرتا ہوا کہتا ہے:

لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم (پ۲۵ س۴۳ الزخرف، آیت ۳۱) اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں

"مکہ و طائف" میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔

اسی طرح دوسری جگہ کہتا ہے:

ھٰذا الذی ھو مھین ولا یکاد یُبین، (پ ۲۵ س ۴۳ (الزخرف آیت ۵۲)

میں اس شخص (موسیٰ) سے بہتر ہوں جو ذلیل ہے اور ہکلانے کی وجہ سے صاف) گفتگو نہیں کرسکتا۔

کیونکہ یہ اعتراضات حکم خدا پر فرضی و تخمینی تھے جب کہ خدا کا حکم ان کے انبیاء بنانے کا اور مرجع معین کرنے کا اس یقین پر مبنی تھا کہ یہ حضرات اعلم و افہم و اکثر اخلاصا ہیں اور سب سے اچھے اور افضل ہیں اور عقیدۂ الٰہی بیان کرنے کے لئے اور سفینۂ اسلام کی قیادت کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہیں اور مسلمانوں کی سرپرستی کے لئے بھی سب سے مناسب ہیں۔

مختصر یہ کہ خداوند عالم ہی ان مراجع (انبیاء) کو معین کرتا ہے جو پوری تاریخ بشر میں الٰہی عقیدہ کو بیان کرتے رہے ہیں کیونکہ صرف خدا ہی جانتا ہی کہ کون اس عقیدہ کے بیان کی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہے پوری انسانی تاریخ میں کبھی ایسا اتفاق درپیش نہیں ہوا کہ خدا انبیاء کا تقرر لوگوں کی خواہشات یا ان کی آراء کے حوالہ کردیا۔

مرجع شرعی کے فرائض!

یہ بات غیر اختلافی ہے کہ انبیائے کرام مراجع ہیں اور ان کو بغیر کسی استشار کے خدا نے معین کیا ہے اور اس اختیار کا اعلان بھی کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جو خدا نے ان مراجع سے متعلق کیا ہے ــــــــ؟

ــــــــ اس کا جواب یہ ہے کہ درج ذیل ذمہ داریاں ان حضرات سے متعلق ہیں ــــــــ

① ـــــــ بیان ۔

سب سے اہم چیز جو تمام انبیاء کے درمیان مشترک تھی وہ مرجع کی حیثیت سے عقائد الٰہی کے قواعد کا بیان کرنا تھا، عقیدہ الٰہی کی مکمل وضاحت و بیان عملی و نظری دونوں اعتبار سے ہر مرجع کے لئے ایک مشکل ترین کام تھا کیونکہ اس بات کا بھی خاصا امکان تھا کہ دعوت کے ساتھ ساتھ اس کے بعد حکومت بھی ہو جیسے ہمارے رسولؐ کی دعوت اسلام تشکیل حکومت تک پہونچی، ویسے یہ بھی امکان ہے کہ دعوت کے ساتھ کوئی حکومت بعد میں متحقق نہ ہو سکے جیسے کہ بہت سے انبیاء کی دعوت میں یہی ہوا کہ بعد میں کوئی حکومت نہیں ہوئی بنا برین مرجع شرعی قوانین و دساتیر الٰہی کو لوگوں کے لئے بغیر کسی کمی و زیادتی کے اسی طرح بیان کرتا ہے جس طرح خدا سے حاصل کیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ تمام دستورات و احکام کو معاشرے میں نافذ کر دیتا ہے یہاں تک کہ عملی پہلو اور نظری پہلو دونوں مکمل ہو جاتے ہیں۔

پس رسولؐ ہی ہر واقعہ کے نص کو دستور خدا کے مطابق کیفیت عطا کرتا ہے اور اس کے لئے تاکید کرتا ہے اور وہی نص حوادث و خواست خدا سے ہم آہنگ کرتا ہے اور اس کے لئے تاکید کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ واقعہ اور ہر دوسرا واقعہ خواست خدا کے مطابق انجام پایا۔

② ـــــــ شریعت و مشروعیت کے دائرے کی حد بندی!

ہر نبی کی دوسری ذمہ داری دائرہ شریعت و مشروعیت کی حد بندی کا بیان بھی ہے، ہر نبی نے اپنے زمانہ میں اس فریضہ کو درج ذیل صورت میں انجام دیا۔

الف: ـــــــ عقیدہ الٰہی یا جو شریعت و مشروعیت کے دائرہ کی تشکیل دیتا ہے اور جو ان احکام سے عبارت ہے جن کو خدا نے مرجع پر نازل کیا ہے خواہ وہ باہم لفظ و معنی کے ساتھ ہو جیسے توریت، انجیل، قرآن اور خواہ صرف باعتبار معنی ہو جیسے حدیث قدسی۔

ب: ـــــــ شرح و بیان: یعنی نبی مرجع کا عقیدۂ الٰہی کے

دونوں پہلوؤں ـــــــ نظری و عملی ـــــــ کو بیان کرنا ۔

ج : عقیدہ و بیان کی ہم آہنگی : یعنی عقیدۂ الٰہی اور بیان مرجع میں اتحاد ہو کیونکہ دونوں میں جدائی ناممکن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ و بیان ایک سکّہ کے دو رخ ہیں ـــــــ دونوں میں اتحاد اس لئے ضروری ہے کہ ـــــــ عقیدہ کا سمجھنا بیان کے بغیر اسی طرح مشکل ہے جس طرح پورے بیان کا اساس کی طرف رجوع کئے بغیر سمجھنا مشکل ہے ۔ خدا نے جو نازل کیا وہ اساس و عمارت ہدایت ہے اور نبی کا بیان اس گھر و عمارت میں داخل ہونے کے دروازے ہیں ۔

③ ـــــــ پیروؤں کی سرپرستی :

پیغمبر مرجع کا سب سے اہم کام اپنے پیروان عقیدہ کی سرپرستی و رہبری کرنا ہوتا ہے عقیدہ الٰہی کے احکام و قواعد کے مطابق ان کے امور کی دیکھ بھال کرنا اور رہنمائی کرنا اس کے لئے ضروری ہوتا ہے یہ وہ چیز ہے جس کی تاکید عل درکش کے اعتبار سے زیادہ کی گئی ہے ۔

پس خود حضرت رسولؐ اپنے زمانہ میں دینی مرجع و سرپرست اور اپنے متبعین کے رہبر و سرپرست تھے اس طرح عقلی و شرعی دونوں اعتبار سے مرجع کی ولایت و رہبری دینی و عصری و زمانی ہوتی ہے ، اور رسول خداؐ نے خود ہی دعوت دی اور خود ہی حکومت کی تاسیس کر کے اس کی سربراہی فرمائی آپ ہی پر قرآن نازل ہوا اور معاشرے کے اندر اس کی تفسیر و شرح بیان کرنے کی ذمہ داری بھی آپ ہی سے متعلق تھی ۔

④ ـــــــ گمراہی سے بچانا :

رسولؐ مرجع کے زمانہ میں دو اساسی رکن کی وجہ سے ہدایت متحقق ہوتی ہے اور گمراہی کا فقدان ہوتا ہے ، اور وہ دونوں رکن اساسی یہ ہیں :

الف : ـــــــ رکن عقائدی حقوقی :

یعنی نبیؐ کا نظام حقوق الٰہی کا بیان کرنا اور عقیدت مندوں کا اس نظام کے

قواعد کی پابندی کرنا۔

ب: ——— رکن شخصی:

رسول مرجع کی ولایت وامامت وسرپرستی ہے کیونکہ یہ نبی اپنے ماننے والوں کی قیادت کرے گا اور احکام الٰہی کو جس طرح لیا ہے اسی طرح ماننے والوں کو پہونچائے گا اور ان کی زندگی کو انہیں قوانین واحکام کے سانچے میں ڈھالے گا اور انھیں دونوں ——— عقیدہ ومرجع ——— کے اتحاد کی محافظت ہدایت وشریعت کی برتری کی ضمانت ہے اور ان دونوں میں یا کسی ایک میں کوئی تطبیقی خلل پیدا ہوا تو وہ گمراہی کا سبب بنے گا کیونکہ رکن شخصی مکمل طور سے عین رکن عقائدی ہے اور یہ دونوں باہم ایک متاع وموضوع ہیں۔ اس لئے کسی بھی شخص کیلئے محال ہے کہ وہ عقیدہ الٰہی پر ایمان رکھے اور محمدؐ کی ولایت کو چھوڑ دے کیونکہ ولایت محمدؐ عقیدہ کا جزء لاینفک ہے اور دونوں میں جدائی کی کوئی بھی کوشش جدائی ڈالنے والے کو اسی کوشش کے اعتبار سے گمراہی سے دوچار کردے گی۔

(۵) ——— کشتی نجات ہونا:

رسول مرجع کشتی نجات ہوتا ہے جو بھی اس کے ساتھ اس کشتی نجات پر سوار ہو جائے وہ نجات پا جائے گا اور جو نہ سوار ہوگا یا کسی دوسری کشتی پر سوار ہوگا وہ لامحالہ غرق ہو جائے گا۔

(۶) ——— دروازۂ مغفرت ہے:

رسول مرجع دروازۂ بخشش بھی ہوتا ہے جو بھی اس میں داخل ہو جائے اس کو خدا بخش دیتا ہے اور جس کو اس دروازے میں داخل ہونے سے انکار ہو وہ اپنے گناہوں کا بوجھ لادے رہتا ہے۔

(۷) ——— اپنوں کی رہبری کرنا۔

رسول مرجع کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں

کی رہبری کرتا ہے جو بھی نبیؐ کا پیرو ہو اور اس کی اطاعت کرے گا یا اس نے خدا کی اطاعت کی کیونکہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور خدا کی اطاعت نجات و رستگاری ہے، اور جو خدا کی نافرمانی کرے اور غیر خدا کی اطاعت کرے اس نے خدا کی معصیت کی اور جو خدا کی معصیت کرے وہ گمراہ ہے۔

(۸) ــــــــــ امت با ایمان کے لئے رسول مرجع کا باعث امان و مانع از اختلاف ہونا:

اگر امت رسول مرجع کی پیروی کرے تو گویا راہ امن وامان پر چل رہی ہے کیونکہ وہ تنہا ایسا راستہ ہے جس کو رسول نے تشخیص دیا ہے اور پہلے سے اس سے واقف ہیں اور رسول جس راستہ سے چلتا ہے وہ ہر طرح خطرات سے مامون و محفوظ ہوتا ہے اس میں نہ کوئی پھسلتا ہے ــــــــــ اور نہ ہلاک ہوتا ہے ــــــــــ

اور اس مرجع کے غائب ہوتے ہی امت کے اندر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور امن و امان ختم ہو جاتا ہے اور لوگ ہر پکارنے والے کے پیچھے چلے جاتے ہیں اور جدھر کی ہوا ہو ادھر ہی مایل ہو جاتے ہیں، اس لئے ایک ایسے مرجع کا وجود جو قوانین و احکام اسلام کو اچھی طرح سمجھتا ہو امت کو اختلاف سے بچانے کے لئے اور سب کو امن و امان عطا کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔

(۹) ــــــــــ کشتیِ قوم کے لئے لنگر ہونا:

رسول مرجع کی نویں خصوصیت یہ ہے کہ اپنے قوم کی کشتی کا لنگر ہو! تاکہ اس کی قوم اس سے وابستہ رہے نہ کہیں گرے اور نہ ضایع ہو۔

(۱۰) ــــــــــ علم، تقوی، پابندی احکام میں نمونہ ہونا:

رسول مرجع کا ان چیزوں میں فرد با ایمان کے لئے متحرک نمونہ ہونا چاہئے جو عقیدہ الٰہی سے زبردست وابستگی رکھتا ہو۔

(۱۱) ــــــــــ مرکزی حیثیت رکھنا: رسول

رسول مرجع کو کوششوں کو مرکز عطا کرکے مومنین کی استعدادوں کو ہم آہنگ

کر کے کام کرنا چاہیے تاکہ ہدایت سب ہی کو شامل ہو سکے۔

رسولؐ کی زندگی میں مرجعیت!

خدا کی اطاعت اس کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب میں پوشیدہ ہے اور جو شخص اوامر و نواہی کی حقیقت سے واقف ہے وہ حضور سرور کائنات کی ذات ہے، اب عملی طور سے رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے، اور رسولؐ کی عملی مخالفت خدا کی معصیت ہے کیونکہ رسول خداؐ ہی اس دین کے سرپرست ہیں وہی اس کے اسرار اور اس کے مخفی رازوں سے واقف ہیں اور دین کے عمومی احکام کی تخصیص پر قادر ہیں اور اگر ایک نص کے متعدد معانی ہوں تو معنی مطلوب کو بیان کرنے کا حق انھیں کو ہے، اس لئے اپنی زندگی میں رسولؐ ہی مرجع ہیں اور مرجعیت کا انحصار صرف تنہا انھیں کی ذات میں ہے کیونکہ خدا نے ان کو معصوم بنایا ہے اور اسی مقصد کے لئے ان کو منتخب کیا ہے ان کے ماننے والوں میں سے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خدا کے اوامر و نواہی کو مکمل طریقہ سے اسی طرح سمجھ لے جس طرح رسولؐ نے سمجھا ہے کیونکہ وہ سب سے فرد ممتاز ہیں اور ان کا سب سے فرد ممتاز ہونا، اور ان کا سب سے زیادہ اعلم و افہم و افضل ہونا اس لئے ضروری ہے کہ امت ان کی طرف رجوع کر سکے، پس اپنی زندگی میں رسول خداؐ خود ہی مرجع تھے اور اسلام کے بیان کرنے والے تھے اور اجتماعاً مسلمانوں کے قائد تھے اور اس حقیقت کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت عقلی اور ایمانی ہے۔

رسولؐ کے بعد مرجعیت!

یہ بات غیر اختلافی ہے کہ سرکار مرسل اعظمؐ کی وفات سے پہلے ہی

دین کامل ہو چکا تھا نعمتیں تمام ہو چکی تھیں، عقیدہ راسخ ہو چکا تھا، احکام لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو چکے تھے حکومت اسلامی قائم ہو چکی تھی، رسول اسلام دس سال حکومت کر چکے تھے ـــــــــ پھر جب رسول اسلامؐ کا انتقال ہو گیا تو :

خود اسلام کی طبیعت اس عنوان سے کروہ آخری شریعت ہے اور اسلام کے وسیع احکام جو ہمہ جانبہ ہیں ان کا مزاج، اور مسلمانوں کے کندھوں پر نو وارد ذمہ داری ـــــ جس کا مقصد دائرۂ کفر کو تنگ کر کے دائرہ اسلام کو مزید وسیع کیا جائے ـــــــ کا تقاضہ تھا کہ رسولؐ کے ایک مرجع کا ہونا ضروری ہے اور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ اندھی تقلید چھوڑ دی جائے اور نحن مع من غلب کا نظریہ ترک کر کے صرف حق بات کو تسلیم کیا جائے ـــــــ

اب مرجع کون ہو ـــــــــــــــــ؟

بعض حضرات ـــــــ خصوصاً عرب کے دینی گروہ ـــــــــ کہیں گے :

علمائے اسلام مرجع ہیں اور یہ اسی معنی سے جو آپ کا مقصود ہے اور خلیفہ تمام مراجع کا مرجع ہے، لیکن ہم اس کا جواب دیں گے کہ آپ کا پہلا قول "علماء مرجع ہیں" غیر عملی ہے، اس لئے کہ اگر ہم تسلیم کریں کہ "وہ سب کا ایک جگہ اکٹھا ہونا ممکن ہے" تو اکٹھا ہونے کے بعد اگر یہ لوگ دو یا تین یا زیادہ گروہ میں تقسیم ہو گئے اور ہر ایک نے اپنے نظریہ پر شرعی دلیلوں سے ادلّہ بھی پیش کر دیا "کیوں کہ سب ہی علم کے دریا ہیں" اور ہر گروہ اپنے نظریہ پر ڈٹا رہا تو ہم کس کی پیروی کریں ـــــ؟ اور کس نظریہ کو تسلیم کریں ـــــ؟ تو اس موقع پر عرب کے دینی گروہ کہیں گے حاکم کو اپنے دور حکومت میں اختیار ہے ان میں سے جس گروہ کے قول کو چاہے اس کے مطابق حکم دے دے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر گروہ کو اعتراف ہے کہ حاکم یا خود مرجع ہے یا مرجع کی جگہ کو پوری کرتا ہے مگر رسول کے نائب کے عنوان سے ـــــــ

لیکن یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ جو خلفاء خلافت کی مسند پر بیٹھے ان میں کچھ متقی و

پرہیزگار تھے جیسے حضرت علیؑ و ابوبکر اور کچھ مروان بن الحکم و معاویہ و یزید جیسے بھی تھے جن میں تقویٰ نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی، بعضوں نے حکومت کو شرعی طریقہ سے حاصل کیا اور بعض جب غالب آگئے تو لوگوں نے مجبوراً ان کی اطاعت کی اور مقتضائے حال و ضرورت کی بنا پر اس کو قبول کیا، مثلاً مروان نہ عالم تھا اور نہ حکومت کے لئے منتخب ہونے کے لائق تھا۔

رسولؐ کے بعد مرجعیت کی ضرورت!

یہ بات تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے کہ بطور اطلاق ہر نبی مرجع ہوتا ہے اور خدا اس کو اہم ترین ذمہ داریاں سونپتا ہے اور سردار انبیاء حضرت محمدؐ نے دعوت الی اللہ کی قیادت فرمائی اور آپؐ کی تبلیغ و دعوت نتیجہ بخش بھی ثابت ہوئی کیونکہ اس تبلیغ و دعوت کے نتیجہ میں ایک ایسی حکومت کا وجود ہوا جو عقیدہ الٰہی کے قواعد کے مطابق نظری و عملی دونوں اعتبار سے اتنی کامل تھی کہ خدا نے مسلمانوں کے لئے اعلان کیا: دین کامل ہوگیا! نعمت تمام ہوگئی! اور پیغمبر کو اختیار دے دیا گیا اور انھوں نے ان چیزوں کو اختیار کر لیا جو خدا کے پاس ان کے لئے تھیں۔

حضرتؐ کی موت ناگہانی نہیں ہوئی، بلکہ آپ مریض ہوئے اس کے بعد انتقال فرمایا؛ اور اپنے بعد "بطور یادگار" دو چیزوں کو دین اور دعوت جاودانی چھوڑ گئے، دین ایسا کہ جس پر دنیا فخر کرے اور جس میں ہر چیز کا بیان ہے: ارشاد خدا ہے:

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ——— "سورہ نحل آیت ۸۹"

"اب سوال یہ ہے کہ" آپ کے بعد کون مرجع ہے ———؟

جن ذمہ داریوں کو آپ سنبھالے ہوئے تھے اب انھیں کون سنبھالے گا ———؟

عقیدہ الٰہی کے احکام لوگوں کے لئے کون بیان کرے گا ———؟

دائرہ شرعیۃ و مشروعیۃ کی حد بندی اب کون کرے گا ———؟

اس امت کا ولی کون ہوگا ______ ؟ اور مایہ شرف وعظمت و قائم مقام کون ہوگا ______ ؟ کشتی نجات امت کون ہوگا ______ ؟
باب مغفرت کون ہوگا ______ ؟ اس امت کا مخلصانہ امان کون ہوگا ______ ؟
ثقل امت کا مرکز کون ہوگا ______ ؟ رسولؐ کے بعد اعلیٰ ترین نمونہ کون ہوگا ______ ؟
دنیا والوں کو آزاد کرانے والے قافلہ کا قائد کون ہوگا ______ ؟
دنیا والوں کو تاریکی سے نور کی طرف کون لائے گا ______ ؟

چند سوالات جو محتاج جوابات ہیں!

اگر مسلمان کہتے ہیں : رسول خداؐ کے بعد مرجع معین نہیں ہو سکا اور نہ یہ طے کیا جا سکا کہ رسولؐ کی ذمہ داریوں کو کون سنبھالے گا اور نہ یہ معین ہے احکام عقیدہ کون بیان کرے گا ، اور نہ یہ مسلّم ہے دائرہ شریعت و مشروعیت کی حد بندی کون کرے گا اور نہ یہ معلوم ہے کہ رسولؐ کے بعد ولی امت کون ہے اور شرف و بزرگی کا قائم مقام کون ہے اور نہ یہ پتہ ہے کہ ثقل کون ہے ______ ؟
اعلیٰ ترین نمونہ کون ہے ؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ قافلۂ بشریت کی قیادت کون کرے گا اور اس کو جہالت کی تاریکی سے کون نکالے گا ______ ؟

تو اگر مسلمان اسکا جواب نہ دے سکے تو یہ بات دین کے کامل ہونے اور نعمت کے تمام ہونے کے خلاف ہے کیونکہ یہ سوالات تو اصل دین اور دین کے ریڑھ کی ہڈی ہیں ! اور یہ محال ہے کہ الٰہی عقیدہ اس سے غافل رہا ہو اور اگر مسلمان اپنی بات پر اڑے رہے تو ان کو خود ہی احساس ہو جائیگا کہ عقیدہ الٰہی نے ان کی بات کو رد کر دیا ہے اور ان کے اصرار کو چیلنج کیا ہے اور اس کو معیوب قرار دیا ہے اور ان کا یہ اصرار منطق عقل و ارکان زندگی سے متعارض ہے اور احکام الٰہی کے قواعد کا مخالف ہے

چوتھی فصل

رسولؐ کے بعد مرجعیت کے بارے میں مسلمانوں کا موقف

رسول خداؐ کے بعد مرجعیت کے بارے میں مسلمان دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور دونوں کا دعویٰ ہے کہ وہی حق مبین پر ہے۔

① تاریخ پرست:

یہ لوگ جو اسلامی سیاسی "تاریخ" میں ہر ہونے والی شئ کو نہ صرف قبول کر لیتے ہیں بلکہ اس کو ہر اعتبار سے شرعی بھی تسلیم کرتے ہیں خصوصاً جو چیزیں خلفائے راشدین کے دور میں وقوع پذیر ہوئیں ان کو تو عین شرع مقدس کے موافق جانتے ہیں، یہ گروہ اہل سنت کے نام سے مشہور ہے۔

مگر "تسنن" اور "اہلسنت" کی ایجاد اموی دور میں ہوئی ہے، بلکہ صحیح طور سے معاویہ کے دور میں ہوئی ہے جب طاقت و قوت شرع پر غالب آگئی ہے اور زمام امر طاقتور کے ہاتھ میں آیا ہے اور لوگوں کی اکثریت غالب کی پیروی کرنے لگی ہے، اور اسی لیے اس سال کا نام بھی "عام جماعۃ" رکھا گیا اور جو لوگ اس وقت کے غالب آجانے والے حضرات یعنی حکومت وقت کی اتباع کرنے لگے ان کو "اہل جماعت" کہا جانے لگا اور یہ لوگ اگرچہ حکومت کے بعض معاملات میں مخالف تھے لیکن "حکومت دوستی" ان کی سب سے بڑی علامت تھی کیونکہ روزی روٹی

کا سلسلہ حکومت سے وابستہ تھا جو لوگ حکومت کے طرفدار تھے حکومت ان کو وہ بڑے بڑے عطیات " دیتی تھی ، اور جو حکومت کے طرفدار نہیں تھے وہ محروم رہتے تھے نیز دوسری بات یہ بھی تھی کہ کچھ مسلمان یہ بھی سوچتے تھے کہ حکومت اتحاد و وحدت کی علامت ہے ۔

(۲) شریعت پرست :

یہ وہ لوگ ہیں جو تاریخ کے سرد وگرم حالات سے لڑتے رہے اور اس کو غیر شرعی سمجھتے رہے ان کا اختلاف اسی اعتبار سے کم و زیادہ ہوتا رہا جتنا مخالف گروہ شریعت سے دور یا قریب ہوتا تھا، اسی لئے بنی امیہ کے زمانہ کے مقابلہ میں خلفاء کا دور ایک سنہری زمانہ تھا اور بنی عباس کا دوران دونوں سے کہیں بدتر تھا جو قابل قیاس بھی نہیں ہے ۔

یہ گروہ ـــــ شریعت پرست ـــــ کہتا ہے : عقیدہ الٰہی نے رسولؐ کے بعد کے لئے مرجع کو پہلے ہی معین کر دیا تھا خداوند عالم نے اس اہم ترین فریضہ کو مہمل نہیں چھوڑا بلکہ لوگوں کے لئے مرجعیت کو معین کر دیا تھا ۔

اور حکومت و مرجعیت دونوں کی صلاحیت اس میں عطا کر دی تھی اور شرعی طور سے رسولؐ خدا کے بعد وہ معین مرجع حضرت علی علیہ السلام ہیں اور شریعت نے مرجع کے معین کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے کہ ہر مرجع اپنے بعد والے مرجع کو معین کر دیا کرے ، اسی گروہ کا نام "شیعہ" ہے اور تشیع کی نشو و نما خود آنحضرتؐ کے زمانہ سے شروع ہوگئی تھی اور یہ وہی گروہ ہے جو طول تاریخ میں ستمگاروں سے معارض رہا اور اس کو اموی و عباسی دور ، دونوں میں گوشہ گمنامی میں رکھا گیا ، اس کو اس کے تمام حقوق سے محروم کیا گیا انتہا یہ ہے کہ ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی دیوان عطا سے ان کے نام مٹا دے جاتے تھے پوری تاریخ میں حکام کے ظلم و ستم و طعن کے شکار رہے ۔

ہم دونوں فریقوں کی دلیلوں کا ذکر کریں گے کہ رسولؐ کے بعد مرجع کون ہونا چاہئے ـــــ؟

رسولؐ کے بعد مرجع کون ؟

① اہلسنت کا نظریہ !

رسولؐ نے اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا !

اہلسنت کہتے ہیں : رسول خداؐ اپنی امت کو کسی جانشین اور مرجع کے بغیر چھوڑ گئے، مسلمانوں کے لئے کسی امام و پیشوا کا انتخاب نہیں فرمایا جو آپ کا جانشین ہوتا اور آپ کی دینی و دنیاوی ذمہ داریوں کو سنبھالتا جن میں آپ کے بعد مرجعیت کا بھی مسئلہ تھا۔ اہل سنت کا استدلال :

① — حضرت عمر سے لوگوں نے کہا: آپ اپنے بعد کے لئے مسلمانوں کا خلیفہ معین کر جائیے تو انہوں نے کہا:

> اگر میں کسی کو معین کر جاؤں تو مجھ سے پہلے جو مجھ سے بہتر تھا اس نے بھی خلیفہ معین کیا تھا یعنی ابوبکر نے اور اگر میں کسی کو معین نہ کروں تو جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول خداؐ انہوں نے بھی کسی کو معین نہیں کیا تھا۔[۱]

اس قول عمر سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا

② — ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں:

> رسولؐ کا انتقال میرے پاس ہوا ان کا سر میری ران پر تھا اگر رسولؐ کسی کے لئے وصیت کرتے تو میں ضرور سنتی۔

اسی لئے جناب عائشہ کے قول پر اطمینان کرتے ہوئے بخاری و مسلم نے اس سلسلہ

۱ـ الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۳، طبری ج ۳ ص ۲۹۲، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۵۳۔

میں ہونے والی کسی بھی وصیت کا انکار کیا ہے ۔

اور یہ بات ان کی نظر میں بھی قطعی ہے کہ اگر رسولؐ نے کسی زعیم و پیشوا و مرجع کو معین کیا ہوتا اور اس کے لئے وصیت کی ہوتی تو وہ یقیناً حضرت علیؑ ہی ہوتے، اس لئے کہ اگر حضرت علیؑ کو جانشین بنایا ہوتا تو ممکن ہی نہ تھا کہ صحابہ انکار کر دیتے اور دوسرے کی پیروی کرتے کیوں ——————؟

اس لئے کہ وہ سب عادل تھے، جنتی تھے اور جو بھی خلفاء کی ترتیب —————— ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ —————— کی تردید کرے اس نے بارہ ہزار صحابی سے منہ موڑا ہے ۔[۱]

مختصر یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی ولایت و امامت کا مسئلہ خود مسلمانوں پر چھوڑ دیا تھا کیونکہ نبیؐ کی خلافت شئون مسلمین میں سے ہے اور امامت و مرجعیت حکومت کے تابع ہے ۔

ولی امر معین نہ کرنے کا نظریہ بے بنیاد ہے

اہل سنت اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ اگر امت کا موجودہ پیشوا و رہبر اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین ادارۂ امور مردم کے لئے معین نہ کرے تو معاشرے کو بہت سے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اسلام و مسلمانوں کا مفاد اسی میں ہے کہ حاکم مختار اپنی زندگی میں اپنا جانشین معین کر جائے ۔

چنانچہ آپ ام المومنین عائشہ کا قول دیکھئے انہوں نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

میرے لال عمر کو میرا سلام کہو کہ : امت محمدؐ کو بغیر سرپرست کے

---

[۱] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج۱ ص ۸، اور اسکے بعد حاشیہ پر استیعاب ہے ۔

نہ چھوڑیں کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں، اپنے بعد ان کو آزاد نہ چھوڑ دیں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

عبداللہ نے اگر ساری بات ام المومنین کی عمر سے کہدی ہ

اس معاملہ میں ام المومنین حق پر تھیں کیونکہ امت کو بغیر سرپرست اور مرجعیت کے چھوڑنا باعث فتنہ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا ہے۔

اس بات کو عبداللہ بن عمر نے بھی سمجھ لیا تھا چنانچہ وہ عمر کے پاس جانکنی کے وقت آئے اور کہا:

امیر المومنین امت محمدؐ پر کسی کو خلیفہ بنا جائیے اسلئے کہ اگر آپ کے پاس آپ کے بھیڑوں یا اونٹوں کا چرواہا اونٹوں اور بھیڑوں کو بغیر کسی کی نگرانی میں سادیئے آجائے تو آپ اس کی ملامت کریں گے اور کہیں گے: تم نے اپنی امانت کو کیوں معرض ہلاکت میں چھوڑ دیا؟

پس امت محمدؐ کے بارے میں کیسے سوال نہ ہوگا؟ اس پر عمر نے کہا: اگر میں کسی کو معین کر جاؤں ... الخ ع

اس نظریہ کی ـــــــ یعنی رسول نے اپنا جانشین معین نہیں کیا ـــــــ بے مائیگی مشہور طریقۂ ولی عہدی کے برخلاف ہونے سے بھی واضح ہے، اس لئے کہ خلیفہ ہو یا امام یا رئیس حکومت وہ کسی نہ کسی کو اپنے بعد کیلئے امور مسلمین کا نگراں بنا جاتا ہے کیونکہ امام یا خلیفہ یا اسلامی حکومت کا رئیس وہی ولی امت ہوتا ہے، وہی اپنی زندگی میں امت کی نظارت کرتا ہے اور اپنے بعد کسی کو اپنا قائم مقام بنا جاتا ہے تو اسی کی طرح مسلمانوں کے امور کی سرپرستی کرے اور مسلمان بھی اس قائم مقام پر اسی طرح بھروسہ کریں جیسے اصل پر کرتے تھے اور یہ چیز اجماع امت سے نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واقع بھی ہے جیسا کہ ابوبکر نے عمر کے لئے کیا تھا اور

ہ الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۲

ع مروج الذہب، ج ۲ ص ۳۵۳، امامۃ وسیاسۃ ص ۲۲، طبری ۳۴۔

عمر نے شوریٰ کے لئے کیا تھا۔[1]

اور ولی عہدی کا شرعی ہونا ابوبکر و عمر کے فعل سے اور صحابہ کا ان دونوں "ابوبکر و عمر" کے اس اقدام کی مخالفت نہ کرنے سے، اور اجماع کی وجہ سے ثابت ہے اور اجماع ابن خلدون کے نزدیک سند شرعی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اتحاد المسلمین اور ان کی مصلحت باقی رہے اور فتنہ نہ پیدا ہو سکے اور بقول ام المومنین عائشہ امت بے سرپرست و آزاد نہ ہو جائے[2] اور بقول عبداللہ بن عمر جاکم ملامت سے بچ سکے[3]

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اہل سنت کی رائے کے مطابق صرف ایک حاکم و مرجع ہے جس نے اپنے خلیفہ کا نہ تو نام بتایا اور نہ ہی اس کو اپنے مرنے سے پہلے معین کر کے گیا اور وہ ذات رسول خدا ؐ کی ہے اور یہی چیز ابن خلدون نے بھی سمجھی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: رسولؐ اپنی زندگی کی آخری سانس تک امت پر اپنی عنایت مبذول کئے رہے، لیکن اسلامی حکومتوں کے خلفاء اور رؤساء کی سیرتوں کے برخلاف کہ یہ خلفاء و رؤساء تو اپنی موت کے بعد بھی امت اسلام کی فکر میں تھے مگر آنحضرتؐ کو آئندہ امت کی کوئی فکر نہ تھی اسی لئے آپ نے امت کے مستقبل کے لئے کوئی فکر نہیں کی[4] "اگر کوئی فکر کرتے تو اپنا قائم مقام معین کر کے جاتے "مترجم")

خلاصہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے صحابہ رنج و مشقت برداشت کر کے یہ سمجھ گئے کہ! معاشرہ کو بغیر کسی جانشین کے چھوڑ جانا یقینی طور سے معاشرہ کو برباد کر دینا ہے اور مسلمانوں کے مصالح کے لئے کسی لائق و فائق شخص کو نامزد کر کے جانا بہت ہی مناسب

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۱۰ طبع دار الفکر۔

[2] الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۳۔

[3] مروج الذهب ج ۱ ص ۳۵۳۔

[4] مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۰۔ طبع دار الفکر۔

مگر رسولؐ اس بات کو نہ سمجھ سکے، ہے، لہٰذا انہوں نے ایسے اقدامات کئے ــــــــ اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسلام مترجم، ــــــــ ایک آسمانی شریعت ہے اس نے ہر شئی کو بیان کر دیا ہے خواہ قرآن نے اس کو اجمالا، بیان کیا ہو یا تفصیلا، اور رسولؐ نے اس کو بیان بھی کر دیا ہے اور مضبوطا بھی کر دیا ہے اس لئے دین کا اس جوہری چیز سے خالی ہونا دین کے کامل ہونے اور نعمت کے تمام ہونے کے مناقض ہے، خصوصا جب کہ رسولؐ کو موت و زندگی کے بارے میں اختیار دیدیا گیا اور آپ نے موت کو اختیار کر لیا اور موت سے پہلے بیمار ہو گئے اور یہ جانتے تھے کہ اب اس سے جانبر نہ ہو سکیں گے، ــــــ اس کے باوجود قائم مقام کا معین نہ کرنا بہت ہی تعجب خیز ہے، مترجم، ــــــــ اور لطف یہ ہے کہ خدا نے اس امت کی محبت آپ کے دل میں ڈال دی اور آپ کو مومنین کے بارے میں مہربان اور رحمدل بنا دیا، اور امت کے مستقبل پر اطلاع بھی دے دی ان تمام باتوں کے باوجود کیا عقلاً ممکن ہے کہ آپ اپنا قائم مقام بتائے بغیر مر جائیں؟ اور یہ اطلاع دیئے بغیر کہ ان کے بعد کون خلیفہ ہے ــــــ؟ دنیا سے رخصت ہو جائیں، یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسولؐ تو کچھ بھی نہ غور کریں یوں ہی چلے جائیں اور اس کمی کو ابو بکر و عمر آکر پوری کریں جو بہر حال رسول نہیں تھے ــــ؟ اس امر کی اہمیت عورت ہو کر ام المومنین عائشہ سمجھ لیں اور عمر سے کہلا بھیجیں کسی کو خلیفہ بنا دو اپنے بعد لوگوں کو آزاد و بیکار نہ چھوڑو، مگر رسولؐ کی سمجھ میں نہ آئے ــــــ؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے ــــــ؟ یہ ناممکن ہے نصوص شرعی قطعی اس کی تکذیب و تردید کرتی ہیں اور تاریخی واقعات بھی رد کرتے ہیں۔

اس لئے اہلسنت نے حوادث پیش آمدہ کی توجیہ کے لئے ہر چیز کا سہارا لینا چاہا کبھی تو نص کا سہارا لیا، جب دیکھا نص نے رسوا کر دیا تو فرض و افتراض کا دامن پکڑا لیکن جب اس کی بنیادیں ڈھ گئیں تو شوریٰ کا سہارا لیا، جب اس میں بھی ناکامی ہوئی تو وحدت و مصلحت کو ہدف بنایا، بہر حال بڑی ادھیڑ بن کے بعد اس بات کو تسلیم کر لیا کہ امام یا خلیفہ کو چاہئے کہ اپنے جانشین کا اعلان کر دے تاکہ امت اس کی بیعت

کر سکے ۔۱

اہلسنت کے نزدیک رسولؐ کے بعد مرجع!

خلیفہ یا امام یا حکومت اسلامی کا رئیس، نبی کا قائم ہی دینی و دنیوی مرجع ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہی رسولؐ خدا کا خلیفہ ہوتا ہے جو کام رسول کیا کرتے تھے وہی ان کا خلیفہ بھی کرے گا وہ بھی امت کے دینی و دنیوی مصالح کی نگرانی کرے گا وہی ان کا سرپرست ہوگا، امین ہوگا جس طرح اپنی زندگی میں معاشرہ کی نگرانی کرتا تھا، مرنے کے بعد اس کے لئے فکر کرکے مرے گا اور ایک شخص کو معین کردے گا جو لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کرے جیسے کہ وہ خود کرتا تھا اور جس طرح لوگ اس کے اوپر اعتماد و اطمینان رکھتے تھے اب اس کے جانشین پر بھی رکھیں گے ۲۔

پس نائب ان تمام خصوصیات کا مالک ہوگا جو نبیؐ کے اندر تھیں اور تمام ان امتیازات و اختیارات کا بھی دارا ہوگا جن کے پیغمبرؐ باعتبار پیشوا و سرپرست دارا تھے، ہم نے اپنی کتاب ـــ النظام السیاسی ۳ـــ میں ان خصوصیات کے لئے الگ فصل قائم کر دی ہے اور مرحوم ظافر القاسمی کا وہ قول جو انہوں نے اپنی کتاب " نظام الحکم " میں تحریر فرمایا ہے نقل کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں: خلیفہ کے خصوصیات تمام داخلی، خارجی، عسکری امور کو شامل ہوتے ہیں اور اس کا پورا بوجھ صرف اس پر پڑتا ہے اور اگر کسی کو ان میں سے کچھ حقوق سپرد کر دے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب اس کو اس میں مداخلت کا کوئی حق ہی نہیں رہ گیا ہے ۴۔

۱۔ النظام السیاسی فی الاسلام ص ۸ اور اس کے بعد .... ۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۰ چاپ دار الفکر ۔

۳۔ النظام السیاسی ص ۱۸۷ ۔ ۴۔ نظام الحکم قاسمی ص ۳۵۳ ۔

امام الماوردی نے ان اختصاصات کو اپنی کتاب "الاحکام" کے ص ۱۵، ۱۶ پر اور اسی طرح کچھ حصہ ص ۱۱ پر ذکر کیا ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنی کتاب "النظام السیاسی" کے ص ۱۴۰، پر ذکر کیا ہے، اور دینی مرجعیت بدیہی طور سے حکومت اسلامی کے رئیس کے تابع ہوتی ہے کیونکہ وہی رسول کا خلیفہ ہوتا ہے اور رسول امور دینی و دنیوی دونوں میں مرجع ہوتا ہے لہٰذا خلیفہ بھی دونوں میں نیابت کرے گا کیونکہ وہ نبوت کے علاوہ ہر چیز میں نبی کا قائم مقام ہے بلکہ بعض چیزیں تو ایسی بھی ہیں جو نبی نہیں کرتا مگر خلیفہ کرتا ہے جیسے کہ اہلسنت کہتے ہیں: نبیؐ نے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا بلکہ امت کو بغیر نگران و بغیر ولی و بغیر مرجع و بغیر امام معین کئے چھوڑ کر چلے گئے۔

مگر ابوبکر کی ذہانت اور اکابر صحابہ کی تشجیع نے ان کو عمر کو ولی عہد بنانے کے لئے آمادہ کر دیا پھر عمر نے شوریٰ معین کیا اور اگر کوئی عہد میں دقت نظر سے کام لے تو وہ سمجھ لے گا کہ عمر نے عثمان کو ولی عہد بنایا تھا۔ کیونکہ عثمان ردیف کے لقب سے مشہور تھے اور عربی زبان میں ردیف اس کو کہتے ہیں جو کسی کے بعد آئے، اور عرب ردیف اس کو کہتے تھے جو لیڈر کے بعد اس کی جگہ آنے والا ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ طلحہ تو اس وقت موجود نہیں تھے اب اگر زبیر اور طلحہ "اگر ہوتے" اور علیؑ ایک طرف ہو جاتے اور دوسری طرف باقی تین آدمی رہتے جب بھی خلافت عثمان ہی کو ملتی، کیونکہ فاروق کی عثمان کے لئے وصیت یقینی طور سے عثمان کی خلافت تک منتہی ہوتی، آپ تمام مصادر میں غور کریں تو آپ بھی اسی نتیجہ تک پہونچیں گے۔

خلافت بنی امیہ کے دور میں سربراہ حکومت ہی زیادہ تر خلیفہ کو نامزد کرتا تھا دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ خلیفہ ہی مرجع ہوتا تھا اور وہی اپنے بعد کیلئے مرجع معین کرتا تھا، زمانہ بنی عباس میں اور بنی عثمان کے خلافت میں یہی طریقہ کار فرما رہا تھا اور اس طریقہ ــــــــ یعنی خلیفہ کا اپنے بعد کے لئے خلیفہ معین کرنا ــــــــ کے بانی ابوبکر و عمر تھے باقی خلفاء انھیں کے طریقہ پر کاربند رہے، بس فرق اتنا ہے کہ ابوبکر و عمر کی کوشش تھی کہ کوئی رشتہ دار اس مسند پر نہ آنے اور ان دونوں کے بعد معاملہ بالکل ہی

انا ہو گیا اور اس کے بعد تو سیرت مستمرہ بن گئی اور اس طریقہ کو ہر خلیفہ کا قانونی حق سمجھا جانے لگا بہت سے علماء اہلسنت ــــــ اور انھیں میں ابن خلدون بھی ہیں ــــــ کا نظریہ ہے کہ رہبر و پیشوا جس طرح اپنی زندگی میں معاشرے کے امور کا مراقب ہے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے بعد کے لئے بھی اس کا انتظام کرے[1]

اہلسنت کے نزدیک حاکم ہی مرجع ہے!

حضرات اہل سنت اسی خلیفہ کو جو حکومت کی کرسی پر بیٹھا ہو تمام دینی و دنیاوی امور کا مرجع مانتے ہیں، اس لئے اپنے زمانہ میں ابوبکر مرجع تھے اور عمر اپنے زمانہ میں مرجع اعلیٰ تھے، عثمان و معاویہ و یزید، و مروان بن الحکم ... الخ یہ سب اپنے اپنے زمانہ میں مرجع تھے، یہی حکم خلفاء بنی عباس و بنی عثمان پر بھی نافذ ہے کہ ہر ایک اپنے زمانہ میں مرجع تھا پس مرجعیت کا معیار غلبہ تھا جو بھی حاکم امت پر غالب ہو وہی امت کا ولی و امام اور تمام دینی و دنیوی امور میں امت کا مرجع ہوتا ہے۔

ابو یعلی الفر اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ خلافت قہر و غلبہ سے ثابت ہو جاتی ہے کسی عقد و قرارداد کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ عبدوس بن مالک العطار کی روایت میں آیا ہے: اگر کوئی تلوار کے سہارے غالب ہو جائے اور خلیفہ بن جائے اور امیر المومنین کہا جانے لگے تو کسی ایسے شخص کے لئے جو خدا و قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خانہ نشین ہو جائے اور اس کو امام نہ مانے چاہے وہ برا ہو یا اچھا۔ اور جب امام کے خلاف بغاوت کی جائے اس کے بارے میں ابو الحارث کی روایت ہے: جو ملک طلب کر رہا ہو اور اس کے ساتھ اور اس کے مخالف کے ساتھ بھی لوگ ہوں تو لوگوں کو غالب کا ساتھ دینا چاہئے تاکہ اس

---

[1] مقدمہ ابن خلدون۔

شرعی قاعدہ پر عمل ہو سکے جس کو عبد اللہ بن عمر نے " یوم حرة " کے موقع پر ایجاد کیا تھا ـــــــ واقعہ تاریخوں میں بہت مشہور ہے جب یزیدی فوجوں نے مدینہ پر حملہ کیا اور مدینہ والے دفاع کر رہے تھے تو عبد اللہ بن عمر نے کہا تھا ـــــــ

ہم تو اس کا ساتھ دیں گے جو غالب ہو اور اسی کی بیعت کریں گے [۱]

آپ دیکھیں اسلام کے سیاسی نظام کی کیا درگت بنی ـــــــ ؟ امت کا فریضہ ہو گیا کہ غالب کی بیعت کرے اس سے قطع نظر کہ اس کا دین کیا ہے اور اس کے صفات کیا ہیں ـــــــ ؟ اور شرع کیا کہتی ہے ـــــــ ؟ بلکہ اس قسم کے مقولے شرعی سیاست کے جزو بن گئے، مختصر یہ کہ اہل سنت کے یہاں حاکم غالب ہی امت کے تمام امور کا مرجع ہوتا ہے ۔

مرجعیت کا قائم مقام

حاکم جب تک زندہ رہے اور غالب رہے امت کے تمام دینی و دنیاوی امور کا وہی مرجع رہتا ہے اور اپنے مرنے سے پہلے یہاں تک کہ آخری سانس تک اپنے بعد کے لئے امت کے لئے ایک امام و ولی اور مرجع معین کرتا ہے اور وہ اس کا اہل ہے اور یہ کام اس کے سپرد ہے اور کیوں نہ ہو ـــــــ ؟ وہی تو اب تک ان کا ولی تھا ان کے امور کی دیکھ بھال کرتا تھا اب اپنے مرنے کے بعد کے لئے ایک ولی کو معین کرنا چاہئے جو امت کے امور کی دیکھ بھال اسی طرح کرے جس طرح وہ کرتا تھا اور لوگوں کو اس کے منتخب کردہ شخص پر اسی طرح بھروسہ ہو جس طرح خود اس پر تھا اور یہ موضوع اجماعی طور سے شرعی قانون کی حیثیت سے مسلم ہو چکا ہے کیونکہ صحابہ کی موجودگی میں ابو بکر نے عمر کو اپنا قائم مقام بنایا اور تمام صحابہ نے نہ صرف یہ کہ اس کو جائز مانا بلکہ عمر کی اطاعت اپنے لئے واجب قرار دے لی [۲] ۔

---

[۱] نظام الحکم للقاسمی ۔ [۲] مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۰ ۔ چاپ دار الفکر ۔

ہمارا حاشیہ

معاویہ نے بھی بقایا صحابہ کی موجودگی میں یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ مکمل کیا تھا اور جب خلیفہ کسی کو اپنے بعد کے لئے قائم مقام بنادے اور امت کا مرجع قرار دے دے تو امت کو اس کی بیعت کرنا ضروری ہے اور جو اس کو نہ مانے وہ مفسد فی الارض ہے۔

حاکم کو اپنے قائم مقام کے انتخاب کرنے کا پورا اختیار ہے کوئی چیز اس کے ارادہ میں حائل نہیں ہو سکتی جیسا کہ ابن خلدون نے کہا ہے:

حاکم موجود محل اطمینان و بھروسہ ہے۔

ابو بکر نے بستر بیماری پر مرتے وقت عمر کو قائم مقام بنایا اور اپنے کاتب عثمان سے کہا: اگر میں نے تمہارے لئے لکھا ہوتا تو تم بھی اس کے اہل تھے [۱]

پھر عمر نے بھی بستر مرگ پر امور المسلمین کے بارے میں غور کرتے ہوتے اور ایسے شخص کی تلاش میں سوچتے ہوئے جو ان کا قائم مقام ہو سکے، کہا: اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا، اگر ابو حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا [۲] اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر سالم زندہ ہوتا تو اس کا بھی خلیفہ ہونا ممکن تھا حالانکہ سالم نہ قریش سے تھے اور نہ ہی عرب میں اس کا نسب معلوم تھا اس کے باوجود مسجد قبا میں مہاجرین و انصار کی امامت کرتا تھا جیسا کہ بخاری میں ہے۔

اسی مناسبت سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ: جب سالم کی خلافت جائز ہے حالانکہ عرب میں اس کا نسب و حسب، معلوم نہیں ہے تو پھر انصار کی خلافت کیونکر نا جائز ہو سکتی ہے۔؟ کیا وہ لوگ رسول خداؐ سے قریب نہیں تھے ——— ؟ اور پھر کیا ان تینوں آدمیوں نے جو سقیفہ میں موجود تھے یہ استدلال نہیں تھا کہ ہم چونکہ نبیؐ کے خاندان والے ہیں لہٰذا انصار کے نسبت خلافت کے لئے زیادہ سزاوار ہیں ——— ؟

---

[۱] طبری، ج ۳ ص ۴۲۹، سیرت عمر لابن الجوزی ص ۳۷۔ [۲] طبری مرض عمر و وفات، طبقات ابن سعد، امامۃ وسیاست ص ۱۵۔

اور پھر الائمۃ من قریش والی حدیث کہاں جائے گی ________؟ اس کے علاوہ معاذ بن جبل انصار میں سے تھے لیکن سقیفہ کے دن انصار کی خلافت جائز نہیں تھی اب حضرت عمر نے کیسے جائز کر دیا ________؟ اس کے علاوہ خالد نے اسلام لانے سے پہلے تک ہر طریقہ سے اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا اور علیؑ نے ہر طریقہ سے اسلام کو زندہ کرنا چاہا پھر کس قانون کی بنا پر خالد کو علیؑ پر مقدم کیا جاتا ہے ________؟

عمر سے کہا گیا : عبد اللہ ابن عمر کو خلیفہ نامزد کر دیجئے لیکن عمر نے ایک بہت ہی معمولی سبب کی بنا پر عبد اللہ کو خلیفہ نہیں بنایا ! وجہ یہ بتائی کہ یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے عاجز رہا تو کیا کام کر سکتا ہے [1]

آپ یقین کریں گے کہ عمر نے آخری وقت میں سوچا تھا کہ خلافت علیؑ کے حوالہ کر دی جائے لیکن ان پر بیہوشی طاری ہوگئی [2] آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ ولیعہد کے انتخاب و نامزدگی کے سلسلہ میں اہل سنت کا نظریہ یہی ہے کہ خلیفہ کو اختیار کلی حاصل ہے ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابو بکر کا عمر کو ولیعہد بنانا اور عمر کا چھ آدمیوں کی کمیٹی بنانا اور عملی طور سے عثمان کو خلیفہ بنانے کی وجہ سے اہل سنت کے نزدیک ولیعہدی کا موضوع نہ صرف جائز بلکہ ایک شرعی مسئلہ ہو گیا اور پھر جب حکومت بنی امیہ کے ہاتھوں میں آئی تو خلافت و جانشینی اور مرجع کا انتخاب معمولی بات ہو گئی اور بنی عباس اور عثمانیوں کے دور میں بھی یہی طریقہ جاری رہا کہ بیٹا یا خاندان کا کوئی بھی فرد ولی عہد نامزد کر دیا جاتا تھا [3]

اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصالح مسلمین کے نام پر ولی عہدی، نامزدگی، آئندہ کی مرجعیت شرعی امر بن گئی ، ام المومنین کا قول دیکھئے فرماتی ہیں : مسلمانوں پر کسی کو خلیفہ بنا دو ان کو اپنے بعد بے سرپرست نہ چھوڑو ! اس پر عمر نے جواب دیا : کس کو خلیفہ بناؤں ؟ اگر ام المومنین کسی کے بارے میں حکم دے دیتیں تو عمر اسی کو خلیفہ بنا دیتے ۔

---

[1] و [2] ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۹۰ ، اسلام کا سیاسی نظام ۔

[3] نظام الحکم للقاسمی ص ۱۹۷ ۔

گروہی مرجعیت

ابن خلدون کہتا ہے: تمام صحابہ صاحب فتویٰ نہیں تھے اور نہ ہی دین سب سے لیا جاتا تھا، دین کا حاصل کرنا صرف ان حاملین قرآن سے مخصوص تھا جو قرآن کے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور ان کے دلائل سے واقف تھے اور آں کو رسولؐ سے یا ان لوگوں سے جنہوں نے بزرگوں سے سیکھا ہو ان سے لیا ہو، ان کو (قرّاء) کہا جاتا تھا یعنی وہ لوگ جو کتاب پڑھتے ہیں کیونکہ عرب ناخواندہ امت تھی اس لئے "قاری کتاب" کو اس نام سے اس زمانہ میں مخصوص کر دیا گیا جو صدر اسلام تک اسی طرح جاری رہا[1]

بنی امیہ کا دور آتے ہی تمام صحابہ کی عدالت کا نظریہ لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اجاگر ہو گیا اور بغیر کسی مقدمہ و کسی استثناء کے تمام صحابہ عادل ہو گئے، جنتی ہو گئے، کوئی بھی جہنم میں نہیں جاسکتا[1] اور نہ کوئی جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ حضرات دینی مراجع کی جگہ پر ہو گئے اور ہر شخص اپنی جگہ پر مستقل مرجع شمار ہونے لگا، جس کی بھی رائے پر عمل کر لو جائز ہے اس لئے ابوبکر کی رائے ہی شرع ہے کیونکہ وہ اول درجہ کے صحابی ہیں ہر صحابی کی طرح ان کی عظمت و شان ہے وہ بھی عادل ہیں، یہی حال عمر کا ہے بلکہ مطلقاً ہر صحابی کی یہی حالت ہے۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں: جب مجھے کسی مسئلہ کا حکم قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو میں صحابی کے قول پر عمل کرتا ہوں اور اگر اصحاب میں اختلاف ہوتا ہے تو جس کے قول کو چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں[2]

ابن القیمؒ کی اعلام الموقعین میں ہے: امام احمد کے نزدیک اصول احکام

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۸، آراء علماء المسلمین ص ۵۰، باب اول میں ہم اس کو تحریر کر چکے ہیں۔

[2] المستصفیٰ ص ۱۳۵ - ۱۳۶، آراء علماء المسلمین ص ۸۹۔

پانچ ہیں .

① ——— نص .

② ——— فتویٰ الصحابۃ .

اسی لئے عموم قرآن کے خلاف صحابی کا عمل قرآن کے عموم کے تخصیص کی دلیل ہے " کیونکہ " صحابی کا عمل بمنزلہ اس کے قول کے ہے [۱]

تھوڑی سی مناسبت کی بنا پر دوبارہ عرض کرتا ہوں : سنت رسولؐ سے مراد رسولؐ کا قول ، فعل ، اور تقریر ہے ، بنا بر این ہر صحابی کی سنت اس کا قول ، فعل ، تقریر ہے اسی لئے ابن القیم نے کہا : صحابی کا عمل بمنزلہ ، قول ہے پس صحابی کا قول عموم قرآن کی تخصیص اور اطلاق قرآن کی تقیید کرسکتا ہے یعنی قول صحابی کیا ہوا وحی آسمانی کے مرادف ہوگیا جس کے آگے یا پیچھے سے باطل کا گزر نہیں ہوسکتا .

پس مشکل یہاں پر ہے کہ کوئی بھی صحابی ——— لغوی و اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ——— خواہ ابوبکر ہوں یا معاویہ ، یا مروان بن حکم ، یا عبد اللہ بن ابی سرح یہ سب ہی صحابی ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ستارے اور مراجع ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی جائے ہدایت مل جائے گی .

خلاصہ یہ ہے کہ اہلسنت کے یہاں مرجعیت گروہی ہے ہر صحابی بغیر کسی استثناء مرجع مستقل بالذات ہے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا ہمیشہ سچ بولتا ہے کیونکہ جنتی ہے جو سب کا یا کسی ایک کے بارے میں شک کرے وہ زندیق ہے اس کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں ہے مرنے پر اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے ، صحابہ کے بعد ان کی جگہ تابعین آگئے ان کے بعد ان کی جگہ علمائے اہل سنت نے لے لی اور ان کی گروہوں نے لے لی جو بعد میں ہوئے .

مراجع کیونکر عمل کرتے تھے ؟

---

[۱] المدخل الی علم اصول الفقہ ، آراد طلاء المسلمین ص ۱۸۸ .

اہلسنت کے نزدیک ! مسلمانوں کا مرجع اعلیٰ رسول خدا کے بعد اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں صرف خلیفہ ہوتا تھا، وہ صحابی اور عادل ہونے کے ساتھ خلیفہ بھی ہوتا تھا، صحابی میں سے جس سے چاہے سوال کرے اور جس کی رای پر چاہے عمل کرے (یہ اس کا حق تھا) ویسے عموما ابوبکر وعمر قرّا سے پوچھ لیا کرتے تھے جیسے علیؑ ابن ابی طالب ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت وغیرہ ...... اور اگر خلیفہ کسی سے نہ بھی پوچھے بلکہ اپنی رائے پر عمل کرے تب بھی وہ قابل ملامت نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس کا مقصد حکم شرعی کی معرفت تھا، البتہ عدالۃ صحابہ کا وہ نظریہ جس کی ترویج بھی اموی حکومت نے کی اور بنیاد بھی اسی نے ڈالی اور لوگوں نے اس کا اقرار کیا اس کا اس وقت کوئی نام ونشان بھی نہ تھا اور صحابہ کی اکثریت مرجعیت کے مسئلہ میں صفر تھی یعنی وہ حضرات مراجع نہیں تھے۔

بنی امیہ کے دور میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی مثلا معاویہ صرف صحابی تھا لیکن جب سے عدالت صحابہ کا مسئلہ اٹھایا گیا معاویہ مسلمانوں کا مرجع اعلیٰ بن گیا اور گذشتہ خلفاء کی طرح اس نے بھی عمل کیا اس کو بھی یہ حق ہو گیا کہ جس سے چاہے سوال کرے اور جس کی رائے پر چاہے عمل کرے، اور عدالت صحابہ کے نظریہ نے اس کو خوب فائدہ پہونچایا کیونکہ اس نظریہ نے اس کو جنتی بنا دیا اور ابوبکر کی جگہ بیٹھنے کی اسی طرح عمرو عثمان وحضرت علیؑ کی جگہ بیٹھنے کا اہل بنا دیا حالانکہ وہ طلیق بن طلیق تھا اور اس میں اس نظریہ نے یہ بھی صلاحیت پیدا کر دی کہ تمام وہ صفات اس کے اندر موجود ہو جائیں جو خلیفہ میں ہوتے ہیں اور معاویہ جن لوگوں سے سوال کرتا ہے ان کے آراء میں اختلاف ہو جائے یا جو لوگ اپنی آراء معاویہ پر پیش کرتے ہیں ان میں اختلاف ہو جائے تو معاویہ کو حق ہے جس رای کو چاہے اختیار کرے اور جس کی رای کو چاہے اختیار نہ کرے۔

اب رہا طلاب کا مسئلہ تو اصحاب کے مختلف آراء میں سے جس رای کو چاہیں اس کو اختیار کرنے میں آزاد ہیں اور یہ آزادی ——— یعنی جس رای کو چاہیں قبول کریں ——— تابعین کی حد تک ہمیشہ کے لئے ثابت ہے اور تابعین کے بعد علماء کے لئے ہمیشہ ثابت ہے اور حکومت اسلامی کے خاتمہ کے بعد اہل سنت کے ہر دانشمند کو یہ حق

حاصل ہے وہ مستقل مرجع ہو جائے اپنے لئے اور اپنے ماننے والوں کے لئے فتویٰ دے سکے اور ہر گروہ مرجع بن جائے اور اس کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہو کہ وہی حق پر ہے اور پوری کوشش صرف کر کے ڈائریکٹ حکومت پر قابض ہو جائے ۔

پانچویں فصل

مرجعیت جانشینی

شرعی نص کے موجود ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے اجتہاد کیا ——— حالانکہ لا اجتہاد فی مورد النص ——— اور ان کے اجتہاد نے یہ بتایا کہ الٰہی عقیدہ نے جس شرعی مرجعیت کو معین کیا ہے وہ نہ اسلام کیلئے مفید ہے نہ مسلمانوں کے لئے کیونکہ ان حضرات کا خیال ہے کہ جو نصوص الٰہی مرجعیت معین کرنے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ خدائی حکم نہیں ہیں بلکہ رسول اکرمؐ کی تحلیل عقلی کا نتیجہ ہیں اور رسولؐ نے جس وقت یہ فیصلہ کیا تھا ان کو عام اسلامی رائے معلوم نہیں تھی اور نہ وہ سمجھتے تھے کہ رائے عامہ نبوت وخلافت کو بنی ہاشم کے لئے قبول ہی نہیں کرسکتی اور انہیں بعض لوگوں کے لئے یہ بات بہت مشکل تھی کہ اپنے دل کی اس بات کو نبی کے روبرو صاف صاف کہہ سکیں اور حالات بھی جلد سے جلد بدلتے رہے اور بڑی عجلت کے ساتھ انکے بدلے میں جانشینی کا فیصلہ کیا گیا اور اس نظریہ کے بانی حضرات کا خیال تھا کہ وہ بہت اچھا کام کررہے ہیں اور اپنے اس اقدام سے اسلام وپیغمبرؐ کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور انہوں نے سوچا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ عنایت الٰہی شامل ہوگئی ہے جس کی بناپر یہ اسلام کے مستقبل کے خطوط کو ابھار رہے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں مسلمانوں کے اندر کوئی ایسا نہیں تھا جس میں اس اہم کام کے انجام دینے کی صلاحیت ان لوگوں سے زیادہ ہو چنانچہ انہوں نے

کمر ہمت باندھ لی اور جو سوچا تھا اس کو کر ڈالا ۔

جانشین بنانے کی ابتداء

نبیؐ بستر موت پر ہیں ، جبرئیل بار بار زیارت کے لئے آرہے ہیں ، جبرئیل زیادہ تر بیماری کے زمانہ میں آیا کرتے تھے ، نبیؐ کو امت کے مستقبل کا علم تھا نبی نے اپنا دور مکمل کر دیا تھا ، خدا کی رسالت کو پہونچا چکے تھے ہر چیز کو بیان کر چکے تھے آپ کے اردگرد جو کچھ ہو رہا تھا ، سب جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ سکون طوفان کا پیش خیمہ ہے جس میں مرجعیت و شرعی سیاست کی دھجیاں اڑ جائیں گی ، اسلام اپنے ہتھیار سے خالی ہو جائے گا دعوت و حکومت کی ابتدائی صورت معطل ہو جائے گی ۔

مگر نبیؐ جیسا شخص آندھیوں کے سامنے جھکتا نہیں ہے اور نہ ان کے گہرے رحم و مہربانی کے جذبات جو امت کے بارے میں ہیں ان سے کوئی چیز ان کو روک سکتی ہے اور دین کے کامل و نعمت کے تمام ہو جانے اور مکمل بیان الٰہی کے بعد اعتبار ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے طریقے بھی بیان کر دینے کے باوجود آپ نے چاہا کہ امت کے لئے موقف کو مختصر کر کے بتادیں تاکہ امت ہدایت پر ڈٹی رہے اور گمراہ نہ ہو سکے اور ناگہانی طور سے ان پیش آنے والے خطرات سے نجات پا سکے جو نبیؐ کی موت کے منتظر ہیں تاکہ منہ کھول کر اسلام کی اچھائیوں کو ہڑپ کر جائیں اور اسلام کو اس کے سیرے ہٹا دیں ۔

شور و غل کا سامنا

رسولؐ بستر مرگ پر ہیں اور آپ کا گھر بزرگان صحابہ سے چھلک رہا ہے اور رسولؐ کا اصرار ہے کہ موقف کی مختصراً وضاحت کریں اور اسلام کے مستقبل کا ذکر کریں چنانچہ

آپؐ نے فرمایا :

میرے پاس قلم و کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں
جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو !

اس پیشکش میں رسولؐ کی کیا خطا تھی ______؟ گمراہی سے کون نہیں بچنا چاہتا ______؟ اور کیوں ______؟ اور کس مصلحت کے لئے ______؟ اس کے علاوہ ہر مسلمان کو وصیت کا حق ہے، اور ہر مسلمان کا حق ہے مرنے سے پہلے جو چاہے کہے، سننے والوں کو اختیار رہے خواہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں، یہ ساری باتیں اس وقت ہیں جب ہم محمدؐ کو صرف ایک عام آدمی فرض کریں ان کو نبیؐ اور قائد امت نہ تسلیم کریں۔

رسول اسلامؐ کے کلام کا مقابلہ کرتے ہوئے اسی وقت عمر بن خطاب نے کہا: رسولؐ پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے قرآن کافی ہے، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے، گھر میں موجود لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور ایک دوسرے سے لڑنے لگے، بعض نے کہا رسولؐ جو مانگ رہے ہیں دیدو تاکہ وہ ایسا نوشتہ لکھ دیں جس کے بعد گمراہی کا امکان ختم ہو جائے اور کچھ لوگ وہی کہہ رہے تھے جو عمر نے کہا تھا، جب شور و غل بہت زیادہ ہو گیا تب رسولؐ نے ان لوگوں سے کہا :

میرے پاس سے نکل جاؤ [1]

دوسری روایت میں ہے : رسولؐ نے جب فرمایا :

میرے پاس (قلم و) کاغذ لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں جس
کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔

---

[1] بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض : قوموا عنّی ج ، ص ۹ ، صحیح مسلم آخر کتاب وصیت ج ۵ ص ۵، ، صحیح مسلم شرح نووی ج ۱۱ ج ۹۵ ، مسند احمد ابن حنبل ج ۲ ص ۳۵۶ ، ح ۲۹۹۲ ، نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۵۱ ، وغیرہ ذالک۔

نزاع ـــــــ دینے یا نہ دینے کے بارے میں ـــــــ لوگوں میں شروع ہوگئی حالانکہ نبی کے پاس نزاع نامناسب ہے، لوگوں نے کہا: رسولؐ خدا کو ہذیان ہوگیا ہے۔ اس پر رسولؐ نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اس میں بہرحال اس سے اچھا ہوں جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو[۱]۔

تیسری روایت میں ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: میرے لئے ایک چوڑی ہڈی[۲] اور دوات یا ایک لوح اور دوات لے آؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے لوگوں نے کہا: رسول خداؐ ہذیان بک رہے ہیں[۳]۔

چوتھی روایت میں ہے:

میرے لئے لکھنے کی کوئی چیز لاؤ میں ایک نوشتہ تحریر کردوں تاکہ اس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو سکو!

عمر نے کہا: رسولؐ پر درد کا غلبہ ہے ہمارے پاس قرآن ہے اور وہی کافی ہے اس پر آپس میں اختلاف ہوگیا اور شور و غل ہونے لگا! تو رسولؐ نے فرمایا:

میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس نزاع اچھی چیز نہیں ہے[۴]۔

پانچویں روایت یہ ہے جو بخاری میں بھی ہے: میرے پاس لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ کبھی گمراہ نہ ہو سکو، اس پر لوگوں میں اختلاف ہوگیا اور نبیؐ کے پاس نزاع اچھی چیز نہیں ہے لوگوں نے کہا: رسولؐ کو کیا ہوگیا ہے کیا ہذیان بک رہے ہیں؟ کیا تم لوگ ان کو سمجھا سکتے ہو، پس لوگ جا کر بار بار تکرار کرتے رہے تو رسولؐ نے فرمایا:

۱۔ بخاری ج ۲ ص ۱۳۱، مسلم ج ۳ ص ۱۶، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۲، ج ۳ ص ۲۸۶۔

۲۔ جب کاغذ نہیں ہوتا تھا تو اسی پر کتابت ہوتی تھی ملاحظہ ہو، مجمع البحرین مادہ کتف۔

۳۔ مسلم ج ۲ ص ۱۴، ج ۱۱ ص ۹۴، ۹۵ بشرح النووی، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۵۵، طبری ج ۲ ص ۱۹۳، کامل ص ۳۲۰۔

۴۔ بخاری ج ۱ ص ۳۷۔

مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں اچھا ہوں اس سے جس کی طرف تم بلا رہے ہو۔[1]

چھٹی روایت یہ ہے جو بخاری میں ہے: میرے پاس ایک چوڑی ہڈی لاؤ میں ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے لوگوں نے وہاں نزاع شروع کر دیا حالانکہ نبیؐ کے پاس نزاع اچھی بات نہیں ہے لوگوں نے کہا: آخر رسولؐ کو کیا ہوگیا کیا ہذیان ہوگیا ہے؟ ذرا پوچھو تو! تب رسولؐ نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اس میں بہت اچھا ہوں اس سے جس کی طرف تم بلا رہے ہو[2]۔

ساتویں روایت بخاری کی لفظوں میں یہ ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے پاس آؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو عمرؓ نے کہا: رسولؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے، اور تمہارے پاس قرآن ہے اور قرآن ہم سب کے لئے کافی ہے اس پر گھر میں موجود لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگیا کسی نے کہا رسولؐ کی مانگ پوری کی جائے تاکہ گمراہی سے بچیں اور کچھ نے عمرؓ کی تائید کی جب رسولؐ کے پاس زیادہ شور وغل ہوگیا اور اختلاف بڑھ گیا تو نبیؐ نے کہا: میرے پاس سے چلے جاؤ[3]

ایک اور روایت میں ہے! عمر ابن خطاب نے کہا: رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں......[4] اور خود فاروق نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے رسولؐ کو تحریر لکھنے سے روک دیا تاکہ وہ علیؑ کے لئے خلافت نہ لکھ جائیں[5]

---

۱ بخاری، ج ۵ ص ۱۳۷، طبری ج ۳ ص ۱۹۲ و ۱۹۳۔

۲ بخاری ج ۱ ص ۱۳۲، ج ۴ ص ۶۵، ۹۱۔

۳ بخاری ج ۸ ص ۱۶۱۔

۴ تذکرۃ الخواص، ص ۶۲، سر العالمین ص ۲۱۔

۵ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص ۱۱۴ سطر ۲۷ چاپ اولی مصر و افسیٹ بیروت و ج ۱۲، ص ۲۱ سطر ۴، تحقیق محمد ابوالفضل، ج ۳ ص ۸۰۳، دار مکتبۃ الحیاۃ اور ج ۳ ص ۱۶۷ طبع دار الفکر۔

روبرو گفتگو کی تحلیل "اطراف گفتگو"

نمبر ① ——— محمد رسول اللہؐ و خاتم المرسلینؐ اور حکومت اسلامی کے سربراہ ۔

نمبر ② ——— عمر بن خطاب بزرگ صحابی ، رسولؐ خدا کے بعد ولی خلافت کے دوسرے خلیفہ ،

نمبر ③ ——— مکان گفتگو ——— رسول خداؐ کا گھر

نمبر ④ ——— گواہان گفتگو ——— بزرگان صحابہ ، رضوان اللہ علیہم

نتائج

① تقسیم !

حاضرین دو حصوں میں بٹ گئے

الف ——— فاروقی گروپ :

جو رسولؐ کو تحریر لکھنے سے روک رہا تھا ، اس گروپ کی دلیل یہ تھی کہ فاروق بزرگ صحابی ہیں اور نبی کے وزیروں میں سے ہیں ، اسلام پر مہربان ہیں اور رسول خداؐ اس وقت مریض ہیں ان کو تحریر لکھنے کی زحمت دینا اچھی بات نہیں ہے اس کے علاوہ تنہا قرآن کافی ہے وہ گمراہی سے بچانے کا ضامن ہے قرآن کے ساتھ نبیؐ کے کسی تحریر کی کوئی ضرورت نہیں ہے

ب ——— مخالف گروپ :

یہ گروپ تابع و متبوع ، نبیؐ اور ان کے امتی ، رسولؐ کی خدا سے حاصل کردہ تعلیمات اور ایک جو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا چاہتا ہو ، رئیس حکومت و نبی وقت اور اس کے ایک وزیر کے درمیان مقابلہ کی بات کا قطعاً مخالف تھا اس گروپ کا نظریہ یہ تھا کہ نبیؐ کو

مہلت دی جائے وہ جو کہنا چاہیں کہیں جو لکھنا چاہیں لکھیں اس لئے کہ وہ نبیؐ ہیں اور جب تک وہ زندہ رہیں گے نبیؐ رہیں گے ، اور اس لئے بھی کہ وہ رئیس حکومت ہیں اور جب تک ان کا انتقال نہ ہو جائے ان کی جگہ دوسرا رئیس نہ آجائے ان کی ہر بات ماننی واجب ہے ، اس کے علاوہ وہ کم از کم مسلمان ہیں دوسروں کی طرح ان کو بھی آزادی رائے حاصل ہے وہ بھی جو چاہیں کہہ سکتے ہیں لکھ سکتے ہیں ، اس سے بھی بڑھ کر سارے واقعات ان کے گھر پر ہو رہے ہیں اور وہ گھر کے مالک ہیں اور ہر انسان کا فطری حق ہے اپنے گھر میں جو چاہے کہے ۔

④ دوسری نئی قوت کا ابھرنا !

فاروق ایک نئی خطرناک قوۃ بن کر ابھرے جن کے اندر یہ صلاحیت تھی کہ تحریر لکھنے سے روک دیں نبیؐ کی موجودگی میں خود نبیؐ کے سامنے [1] اپنے بہت سے موئدین کی رائے کو نبیؐ کے مقابلہ میں اپنے لئے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکیں ، حالات کا رخ بدل دیں اور ان کی قیادت کریں ، اور آج تک بطور یقین کوئی نہیں جانتا کہ :

① ——— کس نے انصار کو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے کا مشورہ دیا ——— ؟

② ——— یہ تمام لوگ کیسے جمع ہو گئے ——— ؟

③ ——— کس نے ان کو جمع ہونے کی دعوت دی ——— ؟

اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ :

- تمام مہاجرین میں صرف حضرت عمرہی کو سقیفہ کے اجتماع کا علم کیسے ہوا ——— ؟ اس لئے کہ جو بات ثابت ہے وہ صرف

---

[1] یوم الرزیۃ کے مدارک دیکھئے ۔

یہ ہے ۔

● ——— مہاجرین میں سے صرف تین اشخاص حضرت ابوبکر حضرت عمر ، حضرت ابوعبیدہ اس اجتماع میں شریک ہوئے ۔

● ——— حضرت ابوبکر عترت طاہرہ کی مدد تجہیز و تکفین میں کر رہے تھے ۔

● ——— حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو بلا کر سقیفہ کے اجتماع کی خبر دی ۔

① ——— ابوبکر و عمر کی سقیفہ جاتے ہوئے راستہ میں اتفاق سے ابوعبیدہ سے ملاقات ہو گئی ۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ عمر ہی اصل حوادث کے درمیان زندگی بسر کرتے تھے اور پل پل کی خبر رکھتے تھے سقیفہ کے اندر ہونے والے واقعات کے روح رواں یہی حضرت تھے اگر عمر چاہتے تو خود خلیفہ ہو جاتے ، سقیفہ سے نکلنے کے بعد اور حاضر اکثریت کی ابوبکر کی بیعت کر لینے کے بعد عمر ہی کی ذات تھی جس نے مسئلہ بیعت کو مکمل کیا ، یہی تھے جنہوں نے چیخ چیخ کر مہاجریں سے کہا : میں نے اور انصار نے ابوبکر کی بیعت کر لی ہے لہٰذا آپ لوگ بھی اٹھیئے اور صدیق کی بیعت کیجیئے ، اس کے ساتھ ہی عثمان اور انکے ساتھ بنی امیہ نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی ، عمر ہی کی وہ ذات تھی جس نے سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں تنظیم و ضبط برقرار رکھا اور انھیں میں سے ایک گروہ کو تیار کیا جنہوں نے حضرت علیؑ اور ان کے تمام ان ساتھیوں کو گھر سے نکالا جو جناب فاطمہؑ کے گھر میں پناہ لئے ہوئے تھے تاکہ یہ سب آکر ابوبکر کی بیعت کریں [2] اور حضرت عمر نے خود لکڑیاں جمع کیں تاکہ فاطمہؑ کے گھر کو جلا دیں اگر پناہ گزین

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۵ اور اس کے مابعد ۔

[2] الامامۃ والسیاسۃ ص ۵ اور اس کے مابعد ۔

نہ نکلیں ۱؎ انہوں نے بذات خود حضرت علیؑ کو تہدید کی کہ اگر بیعت نہ کی تو قتل کردیں گے ۲؎
حضرت عمر ہی نے ابوبکر کو مشورہ دیا تھا کہ ابوسفیان کے پاس صدقات کی جو رقم ہے اس
سے واپس نہ لیجئے تاکہ اس کی محبت کی ضمانت ہوجائے ۳؎ اور یہ بھی کہا کہ: ابوسفیان
کے بیٹے یزید کو لشکر شام کا سردار بنا دیجئے ۴؎ انہیں کی ذات وہ زبردست طاقت تھی
جس نے ابوبکر کی حکومت کو استحکام بخشا، ابوبکر کی حکومت مختصر رہی، ان کے انتقال کے
بعد عمر ایک مستقل اور امن و امان سے بھرپور حکومت کے مالک ہوگئے اور بڑی آسانی
سے کسی معارضہ کے بغیر حکومت مل گئی اور حکومت کا یہ انتقال فطری ہے اور جلد یا بدیر بحث
وفحص کرنے والے اس نتیجہ تک پہونچیں گے کہ فاروق ایک بڑی طاقت کا نام ہے جو منظم
پروگرام کی ماہر تھی ان کے معاصرین میں کسی کو یہ بات حاصل نہیں تھی ۵؎

انہوں نے دور نبوت کے بعد ایک حیثیت تاسیسیہ قائم کی اور اسلام کے مستقبل کا
خیال رکھتے ہوئے ہر چیز کو مرتب کیا، چنانچہ ہاشمیوں میں نبوت و خلافت کو جمع نہیں ہونے
دیا اور خلافت غیر بنی ہاشم میں چکر کھاتی رہی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا مقولہ ثابت
کردیا اس سے قطع نظر کہ غلبہ دلیل شرعی ہے یا نہیں!

۳ فکر غلبہ

اس مقابلہ نے لوگوں کے اندر غالب آجانے کا جذبہ پیدا کردیا اور یہ تابع

۱؎ المراجع التمزیق جس کا متعدد مرتبہ حوالہ دیا جاچکا ہے۔

۲؎ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۳۔

۳؎ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۰۶ ـ ۳۰۷، تحقیق حسن تمیم چاپ دار الحیاۃ۔

۴؎ طبری جلد ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰ ـ تاریخ الحکم للقاسمی ص ۱۵۲۔

۵؎ کامل ج ۳ ص ۲۴، ابن الحدید ج ۳ ص ۱۰۷۔

کو متبوع پر ترجیح دی جا سکتی ہے یا وہ کم از کم "تابع و متبوع کو مساوی قرار دیا جا سکتا ہے اور اسی کے ساتھ ایک حیرت و شبہ کی حالت پیدا کر دی کہ حق کس کے ساتھ ہے تابع کے ساتھ ______؟ یا متبوع کے ساتھ ______؟

فاروق کی دلیل یہ تھی کہ: نبیؐ پر مرض کا غلبہ ہے ایسی حالت میں کوئی تحریر لکھنا خطرہ کا سبب بن سکتا ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی فاروق کے اس خیال کی تائید کی، یہ شک ہے!

مخالف گروہ کا کہنا تھا: محمدؐ نبیؐ ہیں اور جب تک روح نکل نہ جائے نبیؐ رہیں گے اور یہ کبھی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے! یہ ہے یقین!

لہٰذا یقین کو چھوڑ کر شک پر عمل کرنا نامعقول بات ہے، رہی بیماری تو قول کی حجیت سے مانع نہیں ہے۔

دو متشابہ واقعات

پہلا! ابوبکر مریض ہوئے اور جب بیماری شدید ہوگئی تو جیسے کہ ہر قوم و ملت میں ہوا کرتا ہے انہوں نے بھی لوگوں سے رائے مشورہ کیا، مشورہ مکمل ہو جانے کے بعد عثمان کو تنہائی میں بلایا اور کہا لکھو اما بعد: پھر اتنا کہتے ہی بیہوش ہو گئے تو عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا: میں اپنی طرف سے تمہارے اوپر عمر کو خلیفہ بناتا ہوں اور میں نے نیکی کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، جب ابوبکر کو ہوش آیا تو عثمان سے کہا: مجھے سناؤ کیا لکھا ہے عثمان نے پڑھ کر سنا دیا، اس پر ابوبکر نے کہا: میرا خیال ہے کہ تم ڈرے کہ اگر میں اسی بیہوشی میں مرگیا تو لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اس لئے تم نے اپنی طرف سے یہ لکھ دیا، عثمان نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے، اس پر ابوبکر نے کہا: خدا تم کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے پھر ابوبکر نے عثمان ہی کی تحریر کو باقی رکھا ط یہ ایسی حقیقت

ہے جس پر اجماع ہے ۔

دوسرا! عمر مریض ہو گئے ، طبیب نے کہا میرا خیال ہے آپ رات نہ گزار سکیں گے پس جو کرنا ہو کر لیجئے ، عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا : مجھے کتف دیدو اس کو مٹا یا اور شدت درد کی وجہ سے کہا : اگر پوری دنیا میرے بس میں ہوتی تو اس کو دیگر محشر کے خوف سے اپنے کو بچا لیتا ، عمر کا سر ان کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا انہوں نے عبداللہ سے کہا : میرا رخسار زمین پر رکھ دو مگر عبداللہ نے ایسا نہ کیا تو عمر نے ان کو دیکھا اور کہا : تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے میرا رخسار زمین پر رکھ دے ، عمر اور اس کی ماں پر ویل ہو اگر خدا اس کو نہ بخشے [۱]

شدید تکلیف کے باوجود ابوبکر نے وصیت بھی کی اور جو چاہتے تھے وہ تحریر بھی کیا اسی طرح شدت درد کے باوجود عمر نے وصیت بھی کی اور جو چاہا وہ لکھا اور شوریٰ کو مرتب کیا ، اور مطمئن ہو گئے کہ عثمان ہی خلیفہ ہوں گے ، اور یہ بھی اطمینان کر لیا کہ کوئی ہاشمی چاہے کتنا مالدار اور کتنا ہی طاقتور و امین ہو لوگوں پر خلیفہ نہیں ہو سکتا ، بہت ہی دقت نظر سے دونوں ـــــ ابوبکر و عمر ـــــ کی وصیتوں کا نفاذ کیا گیا ۔ اور دونوں کے اقوال کی اطاعت کی گئی اور دونوں کے شدت درد کے باوجود ان کے اقوال کی توجیہ کی گئی اور دونوں قانوناً خلیفہ تھے اور اپنے عہدے پر فائز تھے جب وصیت کی تھی اور دونوں کو اپنے عہدے کے مطابق عمل کرنے کا حق بھی تھا جب تک وہ مر نہ جاتے یا معزول نہ کر دیئے جاتے ۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اجماعاً مسلم ہے اور قولاً واحداً متفق علیہ ہے اسمیں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ [۲] لیکن سوال یہ ہے کہ [۳] ابوبکر و عمر کو وصیت اور اپنے مقصود

---

[۱] طبری ج ۳ ص ۲۱۹ ، نظام الحکم القاسمی ص ۱۹۶ ، سیرۃ عمر لابن جوزی ص ۲۰۷ ، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۸۵ ، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۲۰ ۔

[۲] الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۱ ـ ۲۲ ، طبقات ابن سعد ، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۲۰ ـ ۱۲۱ ۔

کو لکھنے کا تو حق ہے (مگر) رسول خداؐ کا مرض ان دونوں کے مرض سے کم ہونے کے
باوجود ان کو یہ حق نہیں دیا گیا (بلکہ) رسولؐ اور ان کے مقصود کی تحریر میں یہی دونوں
اور ان کے ساتھی (حائل) ہو گئے۔

کیا محمدؐ کو وہ حق نہیں تھا جو ابوبکر وعمر کو تھا؟ اور یہ اس وقت ہے جب
ہم محمدؐ کو ابوبکر وعمر کے برابر فرض کریں حالانکہ یہ فرض ہی اصولاً غلط ہے کیونکہ محمدؐ خدا کی طرف
نبی مرسل اور امام تھے اور ابوبکر وعمر ان کے تابع تھے۔ محمدؐ پر وحی آتی تھی اور ایک
مرتبہ سے زیادہ بلکہ اکثر ان پر وحی بیماری کی حالت میں آتی تھی ؎۱ اور قرآن ان کے بارے
میں کہتا ہے:

وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا (پ۲۸ س۵۹ حشر آیت ۷)
رسولؐ تم کو جو دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے روک دیں اس سے باز رہا کرو

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وما صاحبکم بمجنون۔ (پ۳۰ س۸۱ تکویر، آیت ۲۲) (مکہ والو)
تمہارے ساتھی (محمدؐ) دیوانے نہیں ہیں۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی
(پ۲۷ س۵۳ والنجم، آیت ۲، ۳، ۴) تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ گمراہ
ہوئے اور نہ بہکے اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بھی نہیں کہتے یہ تو بس
وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

پس جس شخص کے یہ صفات ہوں وہ چشم زدن میں کیونکر ایسا معمولی آدمی بن سکتا
ہے کہ معاذ اللہ ہذیان بکنے لگے؟ اور اس کی وصیت جو لکھی جائے وہ قابل بھروسہ نہ رہے؟
ان حقائق کے ہوتے ہوئے جن کے انکار کی طاقت زمین کو بھی نہیں ہے اور

؎۱ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۳۔

اس حقیقت کے باوجود کہ اس واقعہ نے اسلام کے مستقبل کو تباہ کر دیا اور یہی وہ اصل و بنیاد تھی جہاں سے مسلمانوں پر نکبات و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہیں مگر تمام اہل سنت اس سے تجاہل برتتے ہیں اور اس کو ایک قصہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ بہر حال عملی طور سے تابع کے قول کو متبوع کے قول پر ترجیح دیتے ہیں اس لئے تابع مرجع ہو گیا اور متبوع اس کا پابند۔ تابع جو چاہتا تھا وہ ہو گیا اس کا ارادہ غالب ہو گیا لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے غلبہ قسم کا نظریہ واقعی ہو گیا اور بعد میں شرعی بن گیا۔ اور امت کو اجازت مل گئی کہ دو لڑنے والوں کا تماشا دیکھے اور پھر جو غالب ہو جائے اس کے ساتھ ہو جائے چاہے غالب کے صفات جیسے بھی ہوں اس کا دین جیسا بھی ہو لے لہٰذا متبوع تابع کی طمع کرنے لگا مفضول کو فاضل پر مقدم کیا جانے لگا۔

اس لئے آپ کو وحشت نہ ہونی چاہئے اگر معاویہ بن ابی سفیان کو تخت خلافت پر دیکھیں چاہے وہ طلیق ابن طلیق ہو، مولفۃ القلوب سے ہو، اول مسلمان و ولی اللہ بالنص اور مومن و مومنہ کے مولی بالنص سے خلافت میں جنگ کرتا ہو، اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہو کہ وہ علیؑ سے افضل ہے اور امت کے لئے علیؑ سے زیادہ اصلح ہے۔ اور نہ ہم کو وحشت و دہشت میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے جب ہم اسلامی ادوار میں ایسے لوگوں کو دیکھیں جو معاویہ اور حضرت علیؑ کے لئے کہتے ہوں یہ بھی مجتہد ہیں وہ بھی مجتہد ہیں اور دونوں جنتی ہیں اور نہ ہمیں اس وقت وحشت زدہ ہونا چاہئے جب مروان خلافت کا مطالبہ کرے حالانکہ وہ عاص بن الحکم کا بیٹا ہے جس پر رسول خداؐ، ابوبکر، عمر کے زمانہ میں مدینہ میں داخل ہونا حرام تھا، البتہ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکم کو بڑے احترام سے مدینہ میں داخل کیا اور حکم کے بیٹے مروان کو رئیس الوزراء بنا دیا اور اپنا داماد بنا لیا

تابع اور متبوع میں، خدا اور اسلام کے نزدیک مقدم اور میزان اسلام دائمی میں موخر کے درمیان فوارق کا اجتماع ہو گیا، ولید بن عقبہ امام حسینؑ پر حکومت کرے؟

لے نظام الحکم للقاسمی ص ۳۴۴ ۔ ۳۴۵ ۔ اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۵۳ ۔

ولید وعظ کرے اور امام حسینؑ اس واعظ کے وعظ کو سنیں ؟ ولید لوگوں کو صبح کی چار رکعت نماز پڑھا کر کہے اگر کہو تو اور پڑھا دوں ، ان تمام باتوں کے باوجود اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ شخص حسینؑ بن علیؑ کا امام و حاکم ہو ؟ اور مرجع ہو کر حسینؑ اپنے امور دینی و دنیاوی کے بارے میں کچھ سوال کرنا چاہیں تو ولید جیسے شخص سے سوال کریں ؟

"تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو"

④ غالب کی کامیابی !

غالب ـــــ چاہے جو ہو ـــــ ہی کامیاب ہو گیا وہی امام المسلمین بن گیا ، رئیس حکومت ہو گیا مسلمانوں کے تمام دینی و دنیاوی امور کا مرجع ہو گیا ، تمام وسائل قوت کا جامع ہو گیا ، حکومت کے تمام شعبوں پر اس کا تسلط ہو گیا جس کو جو بھی چاہے دے اور جس کو جو نہ بھی چاہے نہ دے ، خدا اور اس کے دین کے علاوہ اس کا کوئی نگراں نہیں رہا اسلامی لشکروں کا سب سے بڑا قاید ہے خارجی و داخلی امن و امان کے لئے ، خوف و دہشت یا طاعت و رغبت سے رعایا کو تابع رکھنے کے لئے لشکر کو استعمال کر سکتا ہے ذرائع ابلاغ پر اسی کا پورا کنٹرول ہوتا ہے وہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر سکتا ہے ۔ ذرائع ابلاغ پر تسلط کی وجہ سے کینہ کو علاق اور علاق کو کینہ ثابت کر سکتا ہے اس کی معمولی سے تائید کی وجہ سے اس کے ساتھی ارباب حل و عقد بن جاتے ہیں اور امتداد زمانہ کے ساتھ وہ بھی مرجع ہو جاتے ہیں ، وہ بھی غلبہ کے نظریہ کے قائل ہو جاتے ہیں اور اپنے وسائل کو مرجعیت کے لئے استعمال کرتے ہیں ، پس وہی معاشرے کے سادات ہو جاتے ہیں اور جو بھی ان کا ساتھ دیتا ہے اس کو بھی مرکزی نقطہ اور محور ہدایت کی طرف ـــــ یعنی نظریہ غالب ـــــ کھینچ لے جاتے ہیں ، ہر سال گزرنے پر یہ سنت مضبوط ہوتی جاتی ہے اور ہر دہائی کے بعد اس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی جاتی ہیں اور پھر ایک مدت کے بعد رای عامہ اور سیاسی عقیدہ بن کر ابھرتی ہے ۔

۵ عترت طاہرہ کی معزولی

ایسے ماحول میں عترت پاک نے شریعت کا نعرہ لگایا اور کہا: یہ ہمارا حق ہے اور ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن لوگ عترت اور ان کے شرعی حق کے درمیان حائل ہو گئے چنانچہ حضرت علیؑ کا ابوبکر سے لوگوں کی موجودگی میں مناظرہ شرعی و منطقی تھا جس کی گواہی خود بشیر بن سعد نے دی جنہوں نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی چنانچہ جب حضرت علیؑ کے دلائل کو سنا تو بشیر بن سعد نے کہا: اے علیؑ اگر آپ کی یہ گفتگو (دلائل) ابوبکر کی بیعت سے پہلے انصار سن لیتے تو دو آدمی بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہ کرتے ۔[1]

لیکن حکومت بہرحال حکومت ہوتی ہے اور معارضہ معارضہ کے عنوان سے باقی رہتا ہے اور فطری طور سے حکومت پر فائز لوگ کسی قانون سے سیاسی طور پر معارضہ کو تسلیم نہیں کرتے ۔

بس اتنی بات تو ہوئی ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ رہی تھیں حضرت علیؑ کو عدم بیعت پر تہدید قتل کے باوجود قتل نہیں کیا گیا یا احترام فاطمہؑ میں ان کو بیعت پر مجبور نہیں کیا گیا، اور راتوں کو جب حضرت علیؑ اور فاطمہؑ انصار کے گھروں اور ، مجالس میں جا کر اپنی مدد کی خواہش کیا کرتے تھے اور انصار جواباً کہتے تھے:

بنت رسولؐ اب تو ہم بیعت کر چکے اگر آپ کے ابن عمؑ اور شوہر ابوبکر کی بیعت سے پہلے ہمارے پاس آتے تو ہم صرف علیؑ کی ہی بیعت کرتے اور علیؑ جواب دیتے تھے: کیا میں رسولؐ کی میت ان کے گھر میں پڑی رہنے دیتا ان کو غسل وکفن نہ دیتا لوگوں سے باہر آکر حکومت کے لئے جھگڑا کرتا ________؟ اور فاطمہ کہتی تھیں: علیؑ نے جو کیا وہی بہتر تھا اور انہوں نے جو کیا ہے خدا اس کا حساب لینے والا ہے اور مطالبہ کرنے والا ہے۔[2]

---

[1] و [2] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲ ، ہو سبیل مثال ۔

پر بھی کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

لیکن بہر حال منطقی نتیجہ یہی نکلا کہ سیدہ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کو خلافت سے دور کر دیا گیا ان کے شیعوں کو الگ تھلگ کر دیا گیا اور حکومت کا عباس کو سلطنت میں شریک کرنے کی دعوت اور تھوڑا سا حصہ ان کے اور ان کی اولاد کے لئے مخصوص کر دینے کے وعدے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت حضرت علیؑ کو بنی ہاشم سے بھی کاٹ دینا چاہتی تھی مگر حضرت عباس نے اس پیشکش کو سختی سے ٹھکرا دیا اور بڑی بہادری سے ٹھوکر مار دی [۱]

موضوعی معیار یہی ہے کہ اگر ایک عام آدمی کو حکومت اور اس کے مخالفین میں سے کسی ایک کے اختیار کا حق دے دیا جائے تو آدمی حکومت کو اختیار کرے گا کیونکہ جانب اقوی وہی ہے ________ اسی طرح جناب عباس کو حکومت کا ساتھ دینا چاہئے تھا اور خصوصیت کے ساتھ جب کہ اہلبیتؑ سے مخالفت کا سلسلہ برابر جاری رہا، بلکہ ایک موقع ایسا آگیا کہ اہلبیتؑ و حکومت کے تعلقات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں جب عمر نے جناب فاطمہؑ کا گھر مع ان تمام لوگوں کے جلانا چاہا تھا جو اس میں پناہ لئے ہوئے تھے مگر خدا نے بچا لیا [۲]

"ایسے موقع پر جناب عباس کا حکومت کی پیشکش ٹھکرانا اہمیت کا حامل ہے۔"

حکومت کی اہلبیتؑ سے دشمنی کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے بنی ہاشم کے لئے اجماع کر لیا تھا کہ نبوت و خلافت ان کو نہ ملنی چاہیئے اور حکومت کا یہ ایمان تھا کہ قریش نے اس نظریہ کو اختیار کر کے کارِ ہدایت انجام دیا ہے [۳]

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ خلافت کے لئے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ: کوئی ہاشمی لوگوں کی گردن پر مسلط نہیں ہو سکتا چاہے وہ صاحب قوت و امانت ہو اور اس شرط کا نفاذ

---

[۱] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۵، ۱۶۔

[۲] مراجع التمزیق کو دیکھئے۔

[۳] کامل ج ۳ ص ۲۴۔ آخر سیرت عمر از حوادث سن ۲۳، ابن ابی الحدید، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۴۹، اور اس کے بعد۔

بڑی دقت کے ساتھ ابوبکر وعمر کے زمانہ میں کیا گیا اور عمر اس بات کے بہت حریص تھے کہ اہلبیتؑ کا موید کسی عہدے پر فائز نہ ہو سکے ۔[۱]

چنانچہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم رکھا گیا اور حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ "کسی نہ کسی طرح " شیخین کے ساتھ زندگی کے دن گزارتے رہے "کہا جاتا ہے " ابوبکر وعمر کے زمانہ میں اہلبیتؑ کو عطیوں میں سب پر مقدم کیا جاتا تھا اور یہ حضرات آل محمدؐ کو مقدم کرتے تھے پھر باقی لوگوں کو دیتے تھے ۔

"خلاصہ " حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیت اور ان کے شیعوں کی جان اور مال محفوظ تھا اور شیخین حضرت علیؑ سے مشورے کرتے تھے اور دونوں بہت سے امور میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے ، حالات میں ٹھہراؤ رہا اور انھیں پرسکون حالات کی وجہ سے ممالک فتح کئے جا سکے اور شیخین دنیاوی خواہشات میں بدنام نہیں ہوئے ۔

مگر عثمان کے خلیفہ ہونے کے کچھ ہی دنوں کے بعد صحابہ عثمان کے پاس سے ادھر ادھر ہٹنے لگے اور اموی حضرات ان کی گدی پر اچھلنے لگے پھر تمام صحابہ ان سے الگ ہو گئے اور امویوں نے ان کو گھیر لیا اور امویوں سے حلقوم خلافت کو اچھو لگ گیا ۔

امویوں نے کوئی نیا رنگ نہیں لایا تھا ، اہلبیتؑ و ان کے شیعہ جیسے شیخین کے زمانہ میں سرکاری ملازمتوں سے محروم تھے عثمان کے زمانہ میں بھی ویسے ہی رہے ، لیکن حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے لئے بنی امیہ کی غلطیوں کو سراہنا ناممکن تھا اور یہ تمام کے تمام عثمان اور ان کے عاملوں کے حاشیہ بردار تھے اس لئے انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو امویوں سے معارضہ پر حمل کیا کیونکہ یہ بھی بنی امیہ تھے اس لئے علیؑ اور ان کے شیعوں سے دلتنگ ہو گئے اور اس قسم کے معارضوں کا انبار لگ گیا اور پھر بنی ہاشم و بنی امیہ کی ماضی کی تلخ یادوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور یہ معارضہ بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ ایک مسلحانہ ٹکراؤ " بنی امیہ جس کی قیادت معاویہ کر رہا تھا اور بنی ہاشم جس کی قیادت

---

۱ ۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۳۵۳ ۔

حضرت علیؑ کر رہے تھے ، کی صورت میں ہوا ، شریعت پر طاقت کا غلبہ ہوا ، اور معاویہ امت مسلمہ کا بادشاہ بن گیا اور سنہ کا میابی کا نام سال جماعت رکھ دیا گیا اور پھر آنسوؤں اور خون سے بھرا ہوا ایک نیا دور آل محمدؐ کا شروع ہوا ، اور قضا و قدر نے جس کی زندگی لکھ دی تھی وہ تو خیر ورنہ آل محمدؐ کو ایک دم سے ختم کر دینے کا پلان تیار کر لیا گیا تھا ۔

شہروں شہروں ان کو گالیاں دی جانے لگیں ، حکام کے ساتھ عوام نے بھی سب و شتم کا سلسلہ شروع کر دیا ، آل محمدؐ کو در بدر کر دیا گیا ، نہ اہلبیتؑ میں سے کسی کی اور نہ ان کے شیعوں میں سے کسی کی گواہی قابل قبول تھی اور نہ یہ لوگ کسی عطیہ کے مستحق تھے بلکہ دیوان عطا سے ہر اس شخص کا نام کاٹ دیا جاتا تھا جو علیؑ یا آل علیؑ سے اظہار محبت کرے ان کا عطیہ و روزینہ بند کر دیا گیا تھا ۔[۱]

قطب مرجعیت!

جو شخص غالب خلیفہ ہو وہی ——— چاہے جو ہو ——— ولی امت و عمید اہل بیتؑ نبوت کے بدلے امت کا تمام دینی و دنیاوی امور میں مرجع ہے ، اور اصحاب کرام سب ہی بغیر کسی استثناء کے مرجعیۃ جامعیۃ ہیں کیونکہ وہ عادل ہیں اور اہل جنت سے ہیں اور اہل بیتؑ جو بالنص طاہر ہیں یہ ان کے بدلے میں ہیں پس اہلبیتؑ معارض ہیں اور صحابہ والی و حاکم ہیں ۔

صحابہ کے ختم ہونے کے بعد مرجعیۃ جامعیۃ تابعین کے ہاتھوں میں ہوگی جو اس خلیفہ کی مدد کرتی ہے جو امت کا مرجع اعلیٰ ہوتا ہے ، تابعین کے بعد تبع تابعین آئیں گے پھر انکے بعد علماء کا نمبر ہوگا کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور یہی حضرات حکام کا تعاون کر کے مرجعیت کو چلاتے رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہلبیتؑ کا وجود ثانوی حیثیت اختیار کر جائیگا ۔

---

[۱] تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۴۰۷ ، معاویہ فی المیزان ص ۱۶ ، الشیخ المضیرہ ابو ھریرہ ص ۱۸۰ ۔

معارضہ کا اثر!

اکثریت کی توجہ کے ساتھ اس کے افعال بھی عمومی طور سے اپنی بڑائی اور بےضبوطی کی طرف مائل ہوگئے اور رفتہ رفتہ آخر میں اس کی نظر میں عقیدہ کے عنوان سے راسخ ہوگئے اور پھر جو بھی ان خیالات کی مخالفت کرے اس سے عوام دلتنگ ہونے لگی اور اس کو معزول کرنے لگی، اس پر سختی کرنے لگی، اس کی توہین و تشہیر کرنے لگی بلکہ اپنی جماعت سے خارج سمجھنے لگی، اور ان کے لئے کہنے لگی یہ لوگ مومنین کے راستہ پر نہیں ہیں " اور شیعہ چونکہ اس نظریہ کے مخالف تھے اور معارض تھے لہٰذا وہ زد میں آگئے " اور بیلک معارضہ کرنے والوں کو بدنام کرنے لگی ان کے نکتہ نظر کی غلط توجیہ کرنے لگی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو کافر کہنا اتنی بری بات نہیں تھی جتنی کسی کو شیعہ کہہ دینا تھی، اگر کوئی کافر مرتد ہو کر توبہ کرلے تو قابل قبول بات تھی چاہے صرف زبان سے انکار کفر کردے تو لوگ گلے لگا لیتے تھے لیکن تشیع سے توبہ بھی قابل قبول نہیں تھا، کفار سے محبت آسان تھی مگر آل محمدؐ سے محبت ناقابل برداشت تھی اور یہ نظریہ بطور ترکہ مال کی طرح نسلوں میں منتقل ہوتا تھا ——— مثلاً میں اپنے آبا و اجداد سے اس کا جس طرح وارث ہوں اپنی اولاد کو بھی اسی طرح وارث بناؤں گا ———

اور یہ ترکہ یہ ہے : شیعہ کافر ہیں کیونکہ علیؑ کی الوصیت کے قائل ہیں اور صحابہ پر لعنت کرتے ہیں اور ..... میں نے بھی اپنی اولاد کو انہیں نظریات کا وارث بنایا لیکن نہ میں نے نہ میرے باپ دادا نے اور نہ ہی میری اولاد نے شیعوں کے بارے میں ان نظریات کو کہیں ان کی کتابوں میں پڑھا تھا نہ ان کے منہ سے سنا تھا اور نہ اس کی صحت پر اندھی تقلید کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دلیل تھی ہم صرف اتنا جانتے تھے وہ بھی تقلیدی طور سے کہ شیعہ امت کے دشمن ہیں یہاں تک کہ وہ علماء اہل سنت جو آج یونیورسٹیوں میں کل مستقبل کے ہونے والے علماء کو پڑھاتے ہیں وہ بھی نہ تشیع کے معنی جانتے ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ شیعیت کا وجود کب سے ہوا. اور کیونکر ہوا وہ اگر شیعہ نظریات نقل کرتے ہیں تو صرف ان نظریات

کو نقل کرتے ہیں جو دشمنان شیعہ نے شیعوں کے لئے کہا ہے اور یہ سلسلہ چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے اور جیسا کہ خود دشمنوں نے بیان کیا ہے، پس دشمن ہی راوی ہے وہی قاضی ہے اور وہی حاکم ہے حالانکہ حقیقت شیعیت کے بارے میں اختلاف، سیاسی اختلاف ہے اور حالانکہ شیعوں نے اسلام کو آل محمدؐ سے سمجھا اور سیکھا ہے اور مذہب اہل بیتؑ ہی محمدؐ کا مذھب ہے ــــــــــ مگر پھر بھی شیعوں پر کفر کا الزام ہے ــــــــــ اور نجات پانے والا فرقہ وہی ہے جو آل محمدؐ کی ہدایت پر عمل کرے۔

چھٹی فصل

رسول خدا ص کے بعد مرجع کون ؟

● شیعوں کا نظریہ !

(۱) مرجعیت کی ضرورت !

شیعہ کہتے ہیں : یہ غلط ہے کہ رسول خدا ص امت کو بغیر کسی ولی یا مرجع کے چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ ولایت اور مرجعیت دو ایسی جوہری باتیں ہیں جن سے امت کسی زمانہ میں مستغنی نہیں ہو سکتی یہ کہنا کہ رسول ص امت کو بغیر ولی اور مرجع کے چھوڑ کر چلے گئے کمال دین کے مناقض ہے اور اتمام نعمت کا انکار ہے اور قرآن کے تبیانا لکل شیء ہونے کو چھپانا ہے ، آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ پیشاب کرنے کی تو اہمیت ہو اور رسول لوگوں کو پیشاب کرنے کا طریقہ بیان کر کے جائیں لیکن ولایت و مرجعیت اہم نہ ہو اور رسول ص اس کو بغیر بیان کئے چلے جائیں ؟

اصولاً ولایت و مرجعیت کا اپنے بعد کے لئے بیان نہ کرنا نبی ص کے اس عطوفت و مہربانی کے مخالف ہے جو آپ کو اپنی امت سے تھی اور اس حرص کے بھی خلاف ہے جو آنحضرت ص امت کے مستقبل کے لئے رکھتے تھے اس لئے کہ خداوند عالم نے

آپ کے عظیم دل کے اندر امت کے لئے ایک رحم ومحبت ومہربانی کا جذبہ بھر دیا تھا جیسا کہ خود سے یہ بات ثابت ہے ــــــــ اور اگر رسول کے بعد کوئی مرجع معین نہیں تھا تو ــــــــ آپ کے بعد دینی ودنیاوی فرائض کی ذمہ داریوں کو کون سنبھالے گا ــــــــ ؟ قرآن کو کون بیان کرے گا ــــــــ ؟ شریعت کے دائرہ کی حد بندی کون کرے گا ــــــــ ؟ امت کے لئے کشتی نجات کون بنے گا ــــــــ ؟ لوگوں کی ہدایت کون کرے گا ــــــــ ؟ امت کے لئے امان کون ہوگا ــــــــ ؟ طب وہندسہ وائیم کی طرح ان کے لئے فنی تخصص درکار ہے، اعلم بالعقیدہ اور ولایت ومرجعیت کا جو انسب ترین جامع ہو اس کے علاوہ بطور جزم ویقین ان امور کا جاننے والا کون ہے ــــــــ ؟

یہ وہ صفات ہیں جن کو بطور جزم ویقین صرف خدا جانتا ہے اور یہ بات شرعاً وعقلاً محال ہے کہ خدا اس کو لوگوں کی خواہشات کے حوالہ کر دے اور پھر یہ بھی ہے کہ یہ چیزیں دین کی ضروریات میں سے ہیں اور دعوت وحکومت وامت کے لئے بنیادی چیزیں تھیں اور ان کے بنیادی اور ضروری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان کا انکار کیا اور اس بات کا انکار کیا کہ نبیؐ نے ان کو بیان کیا ہے خود انہوں نے پلٹ کر ولایت کی ایجاد کی، اور لاکھوں ابنائے امت کے قتل کے بعد یہ وضعی ولایت ان لوگوں کے حق میں ثابت ہوئی جو اپنی حکومت کے تحت پوری امت کو جمع کرنا چاہتے تھے اور اپنا غلبہ چاہتے تھے اور جب غالب شہسوار موجود نہ ہو تو ہر جماعت اپنا رئیس الگ بنانے کی کوشش کرتی ہے اور مخصوص وضعی مرجعیت بناتی ہے ۔

ب : مرجعیت کیلئے الٰہی بیان

خداوند عالم نے قرآن کو نوع بشر کے لئے بعنوان ایک پیام وایک آئین الٰہی نازل کیا اور ایک بنیش قطعی تمام موجودات کے واسطے انسان کے لئے کیا، اور

دنیاوی زندگی ہی کے اندر دین و دنیا کے امور منظم کردیئے اور آخرت کی زندگی کی علامتوں کو بھی واضح کردیا اور ان دونوں زندگیوں کو ایک محکم پیوند کے ذریعہ مربوط کردیا ، اور اس پیغام کو صورت کتاب کے عنوان سے اپنے بندے محمدؐ پر نازل کیا تاکہ وہ اس کو نظری و عملی طور سے سطح دعوت و حکومت پر لوگوں کے لئے بیان کریں چنانچہ رسولؐ نے بذات خود پیام دعوت کو پہونچایا اور خود ہی حکومت کی سربراہی اس وقت قبول فرمائی جب دعوت و حکومت میں امتیاز پیدا ہوگیا اور دونوں مرحلوں — دعوت و حکومت — کے درمیان عقیدہ کو مکمل طریقے سے بیان کیا

پس بیان عقیدہ کے سلسلہ میں ذات محمدؐ ہی مرجع تھی اس لئے کہ وہی عقیدہ کے سب سے بڑے اعلم اور افہم تھے اور تمام اتباع میں سب سے افضل تھے اور تمام لوگوں کی قیادت کیلئے انسب تھے اس سلسلہ میں پوری دنیا کے اندر کوئی ایسا نہیں تھا جو اس مہم میں محمدؐ کی جگہ ان کی زندگی میں لے سکتا ، اور جس نے محمدؐ کو اس کام کے لئے منتخب کیا تھا وہ خدا تھا کیونکہ کوئی بھی شخص لوگوں کو اور ان کی خصوصیات کو خدا کی طرح نہیں جانتا ، اس لئے انتخاب مرجع کو خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ، انتخاب کرکے لوگوں میں اس کا تعارف کرایا اور ان کے علم و برتری و لیاقت کی گواہی دی اب اگر امت ایسے مرجع و سرپرست کی جسے خدا نے منتخب کیا ہے ، بیعت کرے تو وہ امت کا مرجع ہوگا .

چونکہ اسلام قیامت تک کیلئے ہے اور ایمانی حکومت ایمانی دعوت کی مدد کرتی ہے اور دین اسلام کا اصلی مقصد بشریت کی ہدایت کرنا ہے ، نیز دوسروں کی طرح نبی اکرمؐ کو بھی ایک دن موت کے آغوش میں سونا ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ رسولؐ کے جاننے والوں میں سب سے زیادہ اعلم و افہم اور رہبری کے لئے مناسب شخص کا علم صرف خدا کو حاصل ہے اسی لئے اس کو یہ اختیار بھی ہے کہ رسولؐ کے بعد ایسے شخص کو معین کرے اب اگر امت خدا کے معین کردہ نائب رسولؐ کو قبول کرکے اس کی بیعت کرتی ہے تو ہدایت یافتہ ہے اور اگر اس کی بیعت نہیں کرتی تو حکومت و مرجعیت کے اندر اختلاف کا ہونا لازمی شئے ہے اور یہ دونوں منصب — حکومت و مرجعیت — دو مختلف

افراد کے ہاتھ میں چلے جائیں گے اور امتداد زمانہ کے بعد حاکم حکومت و مرجعیت دونوں پر مسلط ہو جائے گا اور دونوں کو اپنے اختیار میں لے لے گا۔

چنانچہ امام حسینؑ نص رسولؐ کی بنا پر امام اور ولی اور مرجع تھے اور اپنے زمانہ میں نص کے اعتبار سے مقتدا تھے۔ لیکن امت نے شوق سے یا خوف سے یزید کی بیعت کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید حاکم ہو گیا اور حسینؑ صرف مرجع رہ گئے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ امام حسینؑ ہی حاکم بھی تھے اور مرجع بھی تھے لیکن امت کے بیعت یزید کر لینے کی وجہ سے حکومت و مرجعیت میں فاصلہ قائم ہو گیا۔ یزید واقعی حاکم ہو گیا اور چونکہ مرجعیت حکومت کے تابع ہوا کرتی ہے اور حاکم کو اس وقت تک سکون خاطر نہیں ملتا جب تک وہ مرجع کے خصوصیات کو مرجع سے چھین کر اپنے لئے مخصوص نہ کر لے، تاکہ حکومت و مرجعیت دونوں اسی کے ہاتھ میں رہیں اور یہاں یہی ہوا، اب امام حسینؑ سے مرجعیت چھیننے کا کوئی ذریعہ اس کے سوا نہ تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے اس لئے یزید نے حضرتؑ کو شہید کر دیا۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا حال و استقبال اسی وقت بہتر ہو سکتا ہے جب حکومت کے ساتھ مرجعیت بھی ہو مگر حاکم وہ ہو جس کو خدا معین کرے، یعنی جس کو امام، یا ولی یا مرجع معین کرنے کا حق ہے وہ صرف خدا ہے کیونکہ احکام عقیدہ کا سب سے اعلم و افہم وہی ہے اور مسلمانوں کی قیادت کے لئے احکام اسلام کے موافق وہی سب سے انسب و افضل ہے اور خداوند عالم نے رسولؐ اسلام کے انتقال سے پہلے ہی امت مسلمہ کے ولی و مرجع کو معین کر دیا تھا اور نبیؐ کو حکم دے دیا تھا کہ غدیر خم میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ مسلمانوں کے درمیان اس ولی و مرجع کا اعلان کر دیں اور رسولؐ نے کیا بھی نہ صرف غدیر میں بلکہ اپنی زندگی میں دسیوں بار اعلان کیا تھا مگر امت نے اس کے بجائے دوسرے کی بیعت کر لی اور یہیں سے حکومت و مرجعیت میں اختلاف ہو گیا اور پھر حکام نے مرجع اصلی سے سلب ولایت کا اقدام شروع کر دیا اور غلبہ و جبر سے ولایت و مرجعیت دونوں پر مسلط ہو گئے۔

خدا کے معین کردہ مراجع ؟

شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے رسول خدا کی جانشینی کے لیے حضرت علی علیہ السلام کو بعنوان ولی و مرجع امت منتخب کیا اور پیغمبر کو حکم دیا کہ آپ اس انتخاب کا اعلان مسلمانوں میں کردیں اور رسولؐ نے بھی اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر ــــــــ میدان غدیر میں ــــــــ ایک لاکھ مسلمانوں کے مجمع میں اس کا اعلان کردیا اور خداوند عالم نے حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کی امامت کا اعلان کیا اور امور کی ترتیب اس طرح کی کہ ہر امام اپنے بعد کے امام کے لئے نص کردے یہاں تک کہ نوبت بارہ امام تک پہونچی اور بارھویں امامؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف امام مہدیؑ ہیں ، یہی جمہوری اسلامی ایران کے شرعی حاکم ہیں جیسا کہ ایران کے قانون اساسی کے مادہ پنجم میں ہے اور ایران کا موجودہ رہبر امام شرعی کا نائب ہے ۔

اور یہی قاعدہ ہے کہ ہر زمانہ میں اہلبیتؑ نبوت کا عمید ہی امام اور ولی ہوتا ہے اور از روے شرع وہی مرجع ہوتا ہے اور اہلبیتؑ کی قیادت قیامت تک ثابت ہے اور پوری تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حکومتوں کی تمام کوششوں کے باوجود ذکر اہلبیتؑ کا نام ونشان ہی مٹا دیا جائے ، آج بھی ذریت پاک کی نسل باقی ہے اور باقی رہے گی ۔

سنیوں کی دشمنی شیعوں سے کیوں ہے ؟

شیعہ ابتدا ہی سے حق پر تھے پھر اہلسنت ان سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں ؟
اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعہ ہمیشہ حکام کے پاؤں کے نیچے سے ان کی بساط کو کھینچنا چاہتے

ہیں اور ان کے سبب وجود کو زایل کرنا چاھتے ہیں اور حکام کے دشمنوں کو حکام کی جگہ دینا چاھتے ہیں۔

"اور دوسری طرف" مکمل تسلط حکام کو حاصل رہا ہے عملی طور سے حکام جو چاھتے تھے کرتے تھے، فوج حکام کی تابع تھی کیوں کہ حکام ان کی تنخواہ دیتے تھے، لشکر کا ارادہ حکام کے ارادہ کے تابع ہوا کرتا تھا، ذرائع ابلاغ حکام کے قبضہ میں تھے اور پوری تاریخ میں شیعہ حکام کے مخالف رہے ہیں اس لئے حکام ان کے دشمن تھے ان کو سخت سزائیں دیتے تھے شیعوں کو شیطان، گنہگار، خارج از امت اسلامی فرض کرتے تھے اور زیادہ تر ایسا ہوتا تھا کہ حکام کی ہمراہی کے بغیر چارہ نہیں تھا، اور شیعوں کو کبھی آزادی کے ساتھ اپنا نظریہ پیش کرنے کا موقع بھی نہیں ملا اور حکام عموماً شیعوں کے عقائد و نظریات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا کرتے تھے اور غلط بیانی سے پیش کرتے تھے اور پھر امت مسلمہ نے بھی حکام سے منقول غلط عقائد و نظریات کو اور دشمنان شیعہ کے بیان کردہ عقائد کو شیعوں سے نفرت دلانے کے لئے نسلاً بعد نسل بیان کرتے رہے اور حکام کے یہی اتہامات لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئے اب چونکہ اس قسم کے اتہامات لوگوں کے ذھنوں میں بیٹھ گئے اس لئے اکثریت نے اس پر یقین کر لیا۔

اہل سنت کی جلد بازی

اہل سنت نے چاروں طرف سے چیخ و پکار شروع کر دی اور کہنے لگے: شیعوں کی بات نہ مانو! یہ امت مسلمہ کے دشمن ہیں، مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں، ہم نے ان سے اس قول کی دلیل مانگی۔

جلد بازی کی رد

شیعہ کہتے ہیں : جس سال طاقت و قوت شریعت پر غالب آئی ہے وہی سال سنیوں کے نزدیک "سال جماعت" ہے۔

اور سنن کا نظریہ جس سے اہل سنت نے اپنے کو اہلسنت کہنا شروع کیا ہے یہ بھی اسی زمانہ کی پیداوار ہے جب طاقت شریعت پر غالب آئی تھی یہ اہل سنت کی لفظ "اہل سنت الرسول" نہیں ہے جیسا کہ سادہ لوح عوام کو دھوکہ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف شیعہ سب سے زیادہ رسولؐ کے قول و فعل پر عمل کرنے کے حریص ہیں اگر اندھی تقلید کو چھوڑ دیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ہماری بات بغیر دلیل کے نہیں ہے اور آپ ہماری بات کی صحت پر اطمینان پیدا کر سکتے ہیں اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری ملامت نہ کرو اور اگر ہم باطل پر ہیں تو خود ہی چھوڑ دیں گے ـــــــ ان الباطل کان زھوقا ـــــــ حق پسند لوگوں کے لئے ہم اپنی دلیل محکم پیش کرتے ہیں۔

دو مرجع

شیعوں کے نزدیک اسلام میں رسولؐ کے بعد دو مرجع کا وجود ہے۔

(۱) شخصی مرجعیت

اہل بیت نبوتؐ کے سب سے بزرگ و سرپرست حضرت علیؑ مرجع ہیں یہ اہلسنت کے حاکم غالب کی مرجعیت کے مقابلہ میں مرجعیت ہے جو حضرت علیؑ کو حاصل ہے۔

(۲) گروہی مرجعیت

اس سے مراد حضرت رسول خداؐ کی عترت اور حضور کے اہل بیت ہیں یہ لوگ اپنے عقیدے سے محبت کرتے تھے اور معین اصول پر دین کی حفاظت میں اس کی مدد کرتے تھے۔

دونوں کا معین کرنے والا خدا ہے!

شیعہ حضرات کہتے ہیں : ان دونوں مرجعیت کا تعین نص کے ذریعہ خدا کرتا ہے اس نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ اس تعیین الٰہی کا اعلان مسلمانوں میں کردیں اور رسولؐ نے متعدد جگہوں پر مناسبت کے ساتھ اس کا اعلان کردیا ۔

خدا کی طرف سے شخصی مرجعیت کے معین ہونے کی دلیل

پہلی دلیل:

آیت ولایت ہے ارشاد ہے : " انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون و من یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون ۔ " پ ۶ س ۵ (مائدہ ، آیت ۵۶ - ۵۷ "

اے ایمان والو! تمہارے مالک تو بس خدا و رسول اور وہ مومنین ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں اور جس نے خدا و رسولؐ اور " انھیں " ایمانداروں کو اپنا ولی بنایا (وہ خدا کے لشکر میں آگیا) اور خدا کا لشکر یقیناً غالب ہے ۔

جب حضرت علیؑ نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی سائل کو دی تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی ، تفسیر ثعلبی میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے وہ اس طرح ہے : جب رسولؐ نے علیؑ کو نماز میں رکوع کرتے وقت انگوٹھی دیتے دیکھا تو آپ نے علیؑ کے لئے وہی دعا کی جو موسیٰ نے ہارون کے لئے کی تھی :

پالنے والے میرے خاندان سے علیؑ کو میرا وزیر بنادے ان کے ذریعہ میری پشت مضبوط کر ......

ابوذر کہتے ہیں:

خدا کی قسم ابھی رسولؐ کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل آیۂ ولایت لیکر نازل ہوئے مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے ۱؎ اور رسولؐ نے بھی غدیر خم میں ایک لاکھ مسلمانوں کے درمیان پنجشنبہ کے دن پانچ گھنٹہ دن کے گزر جانے کے بعد جب جبرئیل آپ کے پاس آکر بولے:

اے محمدؐ آپ کا خدا آپ کو سلام کے بعد یہ پیغام دیتا ہے: "یا ایھا الرسولؐ بلّغ ما انزل الیک" اور جب آپؐ نے حضرت علیؑ کو امام و مرجع خلیفہ بنا دیا تو یہ آیت نازل ہوئی، "الیوم اکملت لکم دینکم" ۲؎ یعنی یہ آیت غدیر خم میں اس جگہ نازل ہوئی جہاں علیؑ کو خلیفہ بنایا اور خلیفہ بنانے کے بعد ہی بلا فاصلہ آیت اتری

۱؎ اس اجماع کو قوشجی نے شرح تجرید کے مبحث امامت میں لکھا ہے، تفسیر ثعلبی جسکے بارے میں ابن خلکان نے اپنی وفیات میں لکھا ہے: یہ تفسیر میں اوحد زمانہ تھے، نیز شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۱۷۱، مناقب ابن مغازلی ص ۳۱۱، کفایۃ الطالب گنجی شافعی، ج ۲۲۸ ص ۲۵۰، ذخائر العقبیٰ ص ۸۸ و ۱۰۲، مناقب خوارزمی، ص ۱۸۷، تاریخ ابن عساکر حالات امام علیؑ ج ۲ ص ۴۰۹، فصول مہمہ ص ۱۲۳، ۱۰۸۔ درمنثور ص ۲۹۳۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۳، تسہیل کلبی ص ۱۸۱، کشاف ج ۱ ص ۶۴۹، طبری ج ۶ ص ۲۸۸ ـ ۲۸۹، تفسیر ابن الجوزی ج ۲ ص ۳۸۳۔ القرطبی ج ۶ ص ۲۱۹، معالم التنزیل خازنی ج ۱ ص ۲۱۰، فتح البیان ج ۳ ص ۵۱۔ اسباب النزول ص ۱۴۸، اسباب النقول بر حاشیہ جلالین ۲۱۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸ و ص ۲۰۸، تفسیر رازی ج ۱۲ ص ۲۶ و ۲۰۔ ابن کثیر ج ۲ ص ۷۱ .... ۳۶ حوالہ اور بھی جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا ہے۔

۲؎ تاریخ دمشق ابن عساکر حالات حضرت علیؑ ج ۲ ص ۸۶، فتح البیان صدیق حسن ج ۳ ص ۶۳، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۸۷، اسباب نزول ص ۱۱۵، درمنثور ج ۲ ص ۲۹۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۶۰، تفسیر رازی ج ۱۲ ص ۵۰، مطالب السئول ج ۱ ص ۴۴، فصول مہمہ ص ۲۵، ینابیع المودۃ ص ۱۲۰ و ۲۴۹۔ ملل و نحل ج ۱ ص ۱۶۳، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۵۸، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۸ ص ۵۸، اور مودۃ القربیٰ، روح المعانی آلوسی ج ۲ ص ۳۴۸، تفسیر المنار محمد عبدہ ج ۶ ص ۴۶۳ اور اس کے علاوہ دیگر حوالے بھی ہیں تطویل کے

اور جب رسولؐ نے علیؑ کو اپنے بعد کے لئے ولی و مرجع و خلیفہ بنا دیا تو عمر نے علیؑ سے مذاق کرتے ہوئے کہا: مبارک ہو مبارک ہو ابوطالب کے فرزند اب تو آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہو گئے اور یہ واقعی حقیقت تھی [۱] اس کے بعد:

قدیم زمانوں میں غدیر کے دن عمومی طور سے مسلمان عید منایا کرتے تھے [۲] خود سنی طرق سے حدیث غدیر تواتر کی حد تک پہونچ چکی ہے اور اس موضوع پر تالیفات کے انبار ہیں مثلاً ۱۔ کتاب الولایۃ ابن جریر طبری، ۲۔ کتاب الولایہ ابن العباس بن احمد بن عقدہ متوفی ۳۳۳ ھ، ۳۔ کتاب ابن روی حدیث غدیر خم ابی بکر جعابی متوفی ۳۵۵ ھ، ۴۔ دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، کی ایک جلد طریق حدیث غدیر میں ہے، ۵۔ کتاب الولایۃ فی حدیث الولایۃ ابی سعد السجستانی متوفی ۴۷۷ ھ، ۶۔ دعاۃ الھداۃ الی اداء حق الموالاۃ ابوالقاسم عبیداللہ متوفی ۴۹۰ ھ۔ اس کے علاوہ حدیث غدیر کو ۱۱۶ صحابی اور ۸۴ تابعین نے

خوف سے ترک کئے جاتے ہیں)

۳۔ تاریخ ابن عساکر حالات حضرت علیؑ ج ۲ ص ۵، مناقب ابن مغازلی ص ۱۹، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۵۷، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰، درمنثور ج ۲ ص ۲۵۹، اتقان ج ۱ ص ۳۱، مناقب خوارزمی ج ۱ ص ۹۴، ینابیع المودۃ ص ۱۱۵ فرائد السمطین ج ۱ ص ۷۲، و ۷۷، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵، کتاب الولایہ، روح المعانی ج ۶ ص ۵۵، بدایۃ و نہایۃ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۳ ... الخ۔

۱۔ تاریخ دمشق ابن عساکر حالات امام علیؑ ص ۵ ج ۲ ح ۵۷۵ و ۵۷۷ و ۵۷۸، مناقب علیؑ ابن مغازلی ص ۱۸ ح ۲۴، مناقب خوارزمی ص ۹۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۵۸، ح ۲۱۳، سر العالمین غزالی ص ۲۱، احقاق الحق ج ۶ ص ۲۵۶، الغدیر امینی ج ۱ ص ۲۳۲، فرائد السمطین لابن الحموینی ج ۱ ص ۷۷۔

۲۔ علامہ امینی نے اس کو اپنی کتاب الغدیر کے ج ۱ ص ۲۶۷ پر از الآثار الباقیہ فی القرون الخالیہ بیرونی کے ص ۳۳۴ سے نقل کیا ہے، مطالب السئول لابن طلحۃ الشافعی ج ۱ ص ۴۴، اور وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۱ ص ۶۰، حالات المستعلی ابن المنتصر اور ج ۲ ص ۲۲۳ حالات المستنصر العبیدی۔

روایت کی ہے اور جن علمائے اہلسنت نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے ان کی تعداد اختلاف طبقات و مذاہب کے ساتھ دوسری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک ۳۶۰ ہے جیسا کہ علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر میں لکھا ہے صرف عمر کا آگے بڑھ کر مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہنا: مبارک ہو مبارک ہو فرزند ابوطالب کہ تم تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے ۔ کافی ہے

اعلان غدیر کے نمونے

طبرانی نے معجم کبیر میں کہا ہے:

حذیفہ بن اسید الغفاری بزرگ صحابی فرماتے ہیں: جب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہونے لگے تو ایک جگہ پہونچ کر جہاں ایک وادی کے پاس چھوٹے چھوٹے درخت تھے اپنے اصحاب کو روکا کہ جب تک یہاں صفائی نہ ہو جائے اپنے سامان نہ رکھنا جب صفائی ہو گئی تو آپ درختوں کے پاس گئے وہاں نماز پڑھی اور کھڑے ہو کر فرمایا:

لوگو! خدائے علیم و خبیر نے مجھے بتایا ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے پیغمبر کے عمر کی آدھی عمر پائی ہے اور مجھے گمان ہے کہ میری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے اور مجھے دعوت دی جائے گی اور میں قبول کر لوں گا اے لوگو میں بھی مسئول ہوں اور تم لوگ بھی مسئول ہو، تم کیا کہتے ہو ؟

سبھوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا خدا آپ کو جزائے خیر دے،

اس کے بعد رسولؐ نے فرمایا:

کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے ہو کہ ؟ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں اور جنت و دوزخ حق ہے، موت حق ہے موت کے بعد حیات حق ہے اور قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک

نہیں ہے اور جو لوگ قبروں میں ہیں خدا ان کو زندہ کرے گا ؟

سب نے کہا :

ہم سب اس کی گواہی دیتے ہیں ، رسولؐ نے کہا : پالنے والے تو گواہ رہنا ، اس کے بعد فرمایا : لوگو ! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں اور جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ یعنی علیؑ بھی مولا ہیں خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ ؎

اس کے بعد فرمایا :

اے لوگو ! میں تم سے پہلے جانے والا ہوں اور تم لوگ میرے پاس حوض (کوثر) پر آؤ گے :

حوض کا عرض بصریٰ اور صنعاء کے درمیانی فاصلے سے کہیں زیادہ ہے اس پر ستاروں کے تعداد کے برابر چاندی کے بڑے بڑے پیالے رکھے ہوں گے جب تم لوگ میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں پوچھوں گا دیکھو تم لوگ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو ، ثقل اکبر خدا کی کتاب ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک تمہارے ہاتھ میں لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑ لو ! اس میں تبدیلی نہ کرو اور گمراہ

؎ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۵۰ ح ۵۴۸ و ۵۵۰ ، مناقب خوارزمی ص ۹۴ ، مسند احمد حنبل ج ۴ ص ۲۸۱ ، فصول مہمہ ص ۲۲ ، الحاوی ج ۱ ص ۱۲۲ ، ذخائر العقبیٰ ص ۶۷ ، فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۳۵۰ ، تاریخ اسلام ذہبی ج ۲ ص ۱۹۷ ، علم الکتاب لخواجہ الحنفی ص ۱۶۱ ، نظم درر السمطین ص ۱۰۹ ، ینابیع المودۃ القندوزی الحنفی ص ۳۰ ، ۳۱ و ۲۴۹ ، تفسیر فخر رازی شافعی ج ۳ ص ۶۳ ، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۲۹ ، مشکاۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۴۹ ، عبقات الانوار ج ۱ ص ۲۸۵ ، فرائد السمطین حموینی ج ۱ ص ۷۷ ، اور المراجعات تحقیق سید حسین رازی ص ۱۷۷ ج ۳ من المراجعات ۔

نہ ہو (دوسری) میری عترت و اہل بیتؑ ہیں لطیف و خبیر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ دونوں ـــــ قرآن و اہلبیتؑ ـــــ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر آئیں ا؎

ولایت علیؑ کی شرعی تاکید

رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

① ـــــ دنیا و آخرت میں تم ہی میری طرف سے ولی ہو۲؎

② ـــــ میرے بعد ہر مومن و مومنہ کے تم ولی ہو۔

③ ـــــ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ بھی ولی ہیں۔

④ ـــــ علیؑ کا حق لی ہوئی کنیز سے۳؎ زیادہ ہے (سنو ایک

ا؎ معجم کبیر، صواعق محرقہ ص ۷۵، اس کو صحیح کہا ہے، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۳، ابن عساکر حالات امام علیؑ ج ۲ ص ۴۵، ج ۵ ۵۲۵، کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۸، ج ۹۵۹، الغدیر ج ۱ ص ۲۶ - ۲۷ عبقات الانوار حدیث ثقلین ج ۱ مجلد ۲ ص ۴۳ ۱۳، اور ج ۱ ص ۱۵۶، نوادر الاصول ص ۲۸۹، ینابیع المودۃ ص ۳۷ -

۲؎ تلخیص المستدرک میں ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے ص ۲۷، ابن حجر نے صواعق کے باب ۱۲ ص ۱۷ پر ذکر کیا ہے مسلم نے اپنی صحیح کے ج ۲ ص ۳۲ پر فضائل میں ذکر کیا ہے، حاکم نے مستدرک کے ج ۳ ص ۱۰۹ پر، ابن حجر نے صواعق کے باب ۱۱ ص ۱۰۷ پر کہا ہے کہ امام احمد نے اس کو لکھا بھی ہے اور صحیح بھی کہا ہے، صاحب الجمع بین الصحیحین نے فضائل علیؑ میں اور غزوہ تبوک میں لکھا ہے، بخاری ج ۲ ص ۵۸، مسلم ج ۲ ص ۳۲۳ و ج ۱ ص ۲۸، مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۱۰۹، ۱۷۵، ۲۷۲ و ۲۷۷ و ۱۶۹ و ج ۱ ص ۱۸۲ و ۱۸۵، اور ج ۲ ص ۳۳۱، ۳۲۹، ۴۳۸ اور ج ۳ ص ۳۲، تاریخ الخلفاء، طبرانی، البزاز نے بھی لکھا ہے نیز تاریخ الخلفاء ص ۶۵، ترمذی جیسا کہ حدیث ۲۵۰۴ دال ہے، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲، استیعاب میں حضرت علیؑ کے حالات میں بھی مذکور ہے۔

۳؎ ایک جنگ میں حضرت علیؑ نے اسیروں میں سے ایک کنیز اپنے لئے منتخب کر لی اس پر بریدہ اسلمی

میرے بعد علیؑ تمہارے ولی ہیں۔

⑤ ——— ایک مرتبہ فرمایا: اے علیؑ میرے بعد تم ہر مومن کے ولی ہو۔

⑥ ——— نیز فرمایا: میں جس کا ولی ہوں تم بھی اس کے ولی ہو۔

⑦ ——— یہ بھی فرمایا: میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔

⑧ ——— یہ بھی فرمایا: تم میرے بعد مومنین کے ولی ہو [1]۔

اور حدیث منزلت انت منی بمنزلۃ ھارون اسی ولایت کی تاکید کے لئے آئی ہے۔

اور وہ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انّہٗ لا نبیّ بعدی" یہ حدیث صحیح ترین آثار میں سے ہے اور اصحاب سنن نے اس کی روایت کی ہے [2]۔

کو اعتراض ہوا انہوں نے رسولؐ سے اس کا ذکر کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا، علیؑ کا حق اس لونڈی کنیز سے کہیں زیادہ ہے علیؑ نے تو اپنے حق سے کم لیا ہے، ترجمہ)۔

[1] خصائص نسائی، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۸، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۱، تلخیص المستدرک ذہبی،۔ المراجعات ص ۱۴۳ - ۱۴۴، ہماری کتاب اسلام کا سیاسی نظام اس کا پہلا باب ملاحظہ فرمائیں۔

[2] ہم بطور مثال ذکر کرتے ہیں: بخاری ج ۵ ص ۱۲۹، مسلم ج ۲ ص ۳۶۰، مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۵۰ ج ۱، ص ۱۹۰ سند صحیح کے ساتھ اور ج ۵ ص ۵۶ و ۵۰ و ۹۹، سنن ابن ماجۃ ج ۱ ص ۴۲، صحیح بخاری ج ۴ ص ۲۰۸، مستدرک ج ۳ ص ۱۰۹، تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۰۴، تاریخ ابن عساکر ج احادیث ۳۰، ۱۲۵، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۰۰ سو روایت سے زیادہ لکھا ہے انساب الاشراف ج ۲ ص ۱۰۶، اصابۃ ابن حجر ج ۲ ص ۵۰۷ و ۵۰۹، استیعاب جو اصابۃ کے حاشیہ پر ہے اس کی ج ۳ ص ۳۴، ۳۵، خصائص نسائی ص ۴۷، ۷۷، ۸۰، مناقب علی ابن مغازلی اور حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۹۴، مناقب خوارزمی ص ۸۶، تاریخ الخلفاء ص ۱۶۸، ینابیع المودۃ للقندوزی ص ۱۲۵، اسد الغابۃ ج ۴ ص ۸، نظم درر السمطین للزرندی ص ۹۵، کفایۃ الطالب للکنجی ص ۲۸۱، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۴۹۵، المعجم الصغیر للطبرانی ج ۲ ص ۲۲ و ۵۴، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹، کنز العمال ج ۱۵ ص ۳۹

نبیؐ کے بعد ہدایت

رسولؐ خدا نے فرمایا:

انا المنذر و علی الھادی و بک یا علی یھتدی المھتدون ۱؎ میں منذر ہوں اور علیؑ ہادی ہیں، اے علیؑ ہدایت حاصل کرنے والے تم ہی سے ہدایت پائیں گے ۱؎

نبیؐ کے بعد علیؑ حجت ہیں

رسول خداؐ نے فرمایا:

میں اور یہ ــــــ یعنی علی ــــــ قیامت کے دن اپنی امت پر حجت ہوں گے ۲؎

العقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۲ ص ۳۱۱، جامع الاحوۃ لابن الاثیر ج ۹ ص ۴۶۸، مشکاۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۴۲، الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۵۶ ...... الخ۔

۱؎ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۴۱۷، فصول مہمۃ ابن صباغ مالکی ص ۱۰۷، نظم درر السمطین زرندی ص ۹۰، ینابیع المودۃ قندوزی حنفی ص ۹۹، نور الابصار ص ۷۱، شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۲۹۳، کفایۃ الطالب للکنجی الشافعی ص ۲۳۳، احقاق الحق ج ۴ ص ۳۰۱، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۴۸، فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۲۷۶، درمنثور ج ۴ ص ۴۵، زاد المسیر ابن الجوزی ج ۴ ص ۳۰۷، روح المعانی آلوسی ج ۱۳ ص ۹۷، تفسیر شوکانی ج ۳ ص ۷۰، تفسیر طبری ج ۱۳ ص ۱۰۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰۲ ......

۲؎ مناقب ابن مغازلی ص ۴۵ ح ۶۷ و ص ۹۷، ابن عساکر ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۹۳۷ و ۹۴۲ و ۹۵۷، ینابیع المودۃ قندوزی ص ۲۳۹، کنوز الحقائق للمناوی ص ۳۸، میزان ذہبی ج ۴ ص ۱۲۸، منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۳۴، بر مسند الامام احمد۔

رسول خداؐ نے فرمایا :

علیؑ میرے علم کا در ہے میں جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اس کو میری امت کیلئے بیان کرنے والے ہیں ان کی محبت ایمان اور ان سے بغض نفاق ہے ۔

رسول خداؐ نے فرمایا :

میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں ، اس کی تفصیل سیاسی قیادت کے باب میں بیان کروں گا ۔

حضرت علیؑ سے رسول خداؐ نے فرمایا :

میرے بعد میری امت میں جو اختلاف ہوگا اس کے بیان کرنے والے تم ہو۔ؑ

یہ اور اس قسم کی دوسری مثالیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ رسولؐ نے اپنے بعد کیلئے امت کا ایک مرجع معین کردیا تھا جس کی طرف امت کو اپنے دینی و دنیاوی امور میں رجوع کرنا چاہئے تھا اور وہ مرجع تنہا حضرت علیؑ تھے چوتھے باب میں سیاسی قیادت سے بحث کرتے ہوئے میں اس موضوع پر مزید تفصیلی اور دقت نظر سے بحث کروں گا ۔

شیعوں کے نزدیک گروہی مرجعیت

شیعہ رسولؐ و آل رسولؐ کو اپنا پیشوا و مقتدا مانتے ہیں ، ایک تو اسلام میں ان کی فضیلت ہے دوسرے خدا نے بھی ان کو فضیلت بخشی ہے آیت مباہلہ میں جو فقل تعالوا ندع ابناءنا... ونساءنا.... وانفسنا .... الخ آیا ہے اس میں ابناء ، نساء ، انفس سے یہی حضرات مراد ہیں ، آیت مباہلہ سورہ آل عمران کی ۶۱ ویں آیت ہے ۔

ؑ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۴۸۸ ح ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ ، مقتل الحسین للخوارزمی ج ۱ ص ۸۶ ، مناقب للخوارزمی ص ۲۳۶ ، کنوز الحقائق للمناوی ص ۱۸۲ ، منتخب الکنز برحاشیہ مسند احمد ص ۳۳ ۔

یہ آیت نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی شان میں اتری ہے[۱] اور یہی حضرات ــــــ یعنی رسولؐ و آل رسولؐ ــــــ حبل اللہ ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے: واعتصموا بحبل اللہ ... [۲] اور یہی اہل ذکر بھی ہیں جن کے بارے میں خدا نے کہا ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون [۳] اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو اور یہی حضرات محسود ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ، پ ۵ سورۂ نساء، آیت ۵۴ [۴]

---

[۱] مسلم کتاب الفضائل ج ۲ ص ۳۶۰، اور ج ۷ ص ۱۳۰، بشرح نووی، ترمذی ج ۴ ص ۲۹۳، شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۱۳۰ ـ ۱۳۹، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۰، اس کو صحیح بتایا ہے، معرفۃ علوم الحدیث حاکم اس کو نوع ۱۷ میں ذکر کیا ہے، تلخیص المستدرک، مناقب مغازلی، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۲۱، تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۹۹ ـ ۳۰۱، کشاف ج ۱ ص ۳۶۸ ـ ۳۷۰، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۴، اسباب النزول واحدی ص ۵۹، احکام القرآن ابن عربی ج ۱ ص ۲۷۵، فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۳۴۷، تفسیر فخر رازی ج ۲ ص ۶۹۹ .... اور سید حسین راضی نے تقریباً ۹۰ حوالے ذکر کئے ہیں جن کو آپ المراجعات کے ملحقات کے ص ۵۴ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

[۲] یہ سورۂ آل عمران کی ۱۰۳ ویں آیت ہے ملاحظہ ہو شواہد التنزیل حسکانی ص ۱۳۰ ج ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۸۰، صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۴۹، ینابیع المودۃ قندوزی ص ۱۳۹ و ۳۲۸، الاتحاف بحب الاشراف شیرازی شافعی ص ۷۶، روح المعانی آلوسی ج ۴ ص ۲۱، نور الابصار شبلنجی ص ۱۰۲۔

[۳] سورۂ انبیاء آیت سات، ملاحظہ ہو شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۳۳۴، ینابیع المودۃ قندوزی حنفی ص ۵۱، تفسیر القرطبی ج ۱۱ ص ۲۷۲، تفسیر طبری ج ۱۴ ص ۱۰۹، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۷۰، روح المعانی آلوسی ج ۱۴ ص ۱۳۴، احقاق الحق شوستری ج ۳ ص ۴۸۲۔ (اسکے علاوہ بھی حوالے ہیں جو طول عمل کی خاطر ترک کئے گئے، مترجم)

[۴] مناقب علی ابن مغازلی ص ۲۶۷ ح ۳۱۴، شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۱۴۳، صواعق ابن حجر ص ۱۵۰، نور الابصار ص ۱۰۲، اسعاف الراغبین مطبوع برحاشیہ نور الابصار ص ۱۰۸، اتحاف ص ۶۹ ورد الصادی ص ۳۷ الغدیر ج ۳ ص ۶۱۔

خدا نے جو اپنے فضل سے (تم، لوگوں کو (قرآن) عطا فرمایا ہے اس کے رشک پر جلے جاتے ہیں

اور یہی لوگ ذوی القربیٰ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

وآت ذا القربیٰ حقہ ... فأنّ للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ (پ۱۰ س۹ (انفال آیت ۴۱)، صاحبان قرابت کو ان کا حق دے دو .... اور اپنے کسب کا خمس خدا و رسول اور صاحبان قرابت کو دو ۱

اور یہی لوگ صاحب تطہیر ہیں:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ۲،

انھیں کی مودت واجب کی گئی ہے ۳.

یہی وہ حضرات ہیں جن پر نماز میں خدا نے درود واجب قرار دیا ہے ۴

---

۱ درمنثور ج ۳ ص ۱۷۷، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۴۹، تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۷۲، ینابیع المودۃ ص ۴۹، منتخب برحاشیہ مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۲۸، تفسیر طبری ج ۱ ص ۵، شواہد التنزیل حسکانی ج ۲ ص ۳۳۸، ینابیع المودۃ ص ۵۰، آیات کا تذکرہ سورہ اسراء آیت ۲۶، سورہ انفال آیت ۴۱، سورہ حشر آیت ۷ میں ہے۔

۲ تطہیر سورہ احزاب کی ۳۳ ویں آیت ہے حوالے صحیح مسلم فضائل اہلبیتؑ ج ۲ ص ۳۶۸، اور ج ۱۵ ص ۱۹۴، شواہد التنزیل حسکانی ج ۲ ص ۳۳، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۷، تلخیص المستدرک ذہبی ذیل مستدرک، درمنثور ج ۵ ص ۱۹۸، فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۲۷۹، اسلام کا سیاسی نظام ص ۷۶ اور اس کے بعد میں علمی طریقے میں نے اس موضوع کو لکھا ہے۔

۳ شواہد التنزیل ج ۲ ص ۱۳۰، مناقب علی ابن مغازلی ص ۳۰۷، ذخائر العقبیٰ ص ۲۵ و ۱۳۸، صواعق ابن حجر ص ۱۰۱، ۱۳۵، ۱۳۶، فصول مہمہ ص ۱۱، مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۱ و ۵۷، تفسیر طبری ج ۲۵ ص ۲۵، مستدرک ج ۳ ص ۱۷۲، اتحاف ص ۵ و ۱۳، احیاء المیت برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۰، تلخیص المستدرک ذیل المستدرک ج ۳ ص ۱۷۲، کشاف ج ۳ ص ۴۰۲، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۲، فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۵۳۷، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۱ ....

۴ القدیر ج ۱ ص ۴۰۲، صواعق ص ۸۰ و ۱۳۹، تفسیر رازی ج ۷ ص ۳۹۱، ذخائر العقبیٰ ص ۱۹، مستدرک

یہی لوگ ثقل اصغر ہیں، پس قرآن و اہلبیتؑ گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہیں[1] اہلبیت ہی سب پر مقدم ہیں[2] یہی کشتی نجات ہیں جو اس کشتی پر سوار ہوا نجات پا گیا جو الگ رہا وہ غرق ہوگیا[3] یہ امت کے لئے اختلاف سے امان کا سبب ہیں، ان کا مخالف گروہ شیطان سے ہے[4] یہی اس امت کے لئے باعث امان ہیں[5] رسولؐ نے فرمایا:

میری امت کی ہر نسل میں میری آل میں سے کچھ عادل افراد ہوں گے جو دین کو گمراہوں کی تحریف، باطل پرستوں کے دعووں اور جاہلوں کی تاویل سے محفوظ رکھیں گے[6]۔

حاکم ص ۱۴۹ ج ۱، فضائل الخمسۃ ج ۱ ص ۲۰۸، انوار محمدیہ ص ۴۴۲، امام شافعی نے کہا ہے:- کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصلی علیکم لاصلوٰۃ لہ، صواعق محرقہ ص ۱۴۰، ینابیع المودۃ ص ۳۵۴، اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۱۸، اتحاف ص ۲۹، نور الابصار شبلنجی ص ۱۰۵، سیرت نبویۃ بر حاشیہ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۳۲ .....

[1] ترمذی ج ۵ ص ۳۲۸، کنز العمال ص ۱۵۳، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۳، جامع الاصول ج ۱ ص ۱۸۷، معجم کبیر ص ۳۷، مشکاۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۵۸، احیاء المیت برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۴، الفتح الکبیر ج ۱ ص ۴۳۵، تفسیر الخازن ج ۱ ص ۴، التاج الجامع ج ۳ ص ۳۰۸، خصائص امیر المومنین للنسائی ص ۲۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۲......

[2] صواعق ابن حجر ص ۱۴۸ و ۲۲۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۳، در منثور ج ۲ ص ۶۰،

[3] تلخیص المستدرک ذہبی، نظم درر السمطین ص ۲۳۵، ینابیع المودۃ ص ۳۰، و ۳۷۰، صواعق ابن حجر ص ۱۸۴ و ۲۳۴، تاریخ الخلفاء، اسعاف الراغبین ص ۱۰۵، فرائد السمطین ج ۲ ص ۲۲، احیاء المیت برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۳ صواعق محرقہ ص ۹۱ ...... الخ

[4] صواعق محرقہ ص ۹۱ و ۱۴۰، احیاء المیت سیوطی برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۴، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۳، ینابیع المودۃ ص ۲۹۸، جواہر البحار نبہانی ج ۱ ص ۳۶۱،

[5] ذخائر العقبیٰ ص ۱۷، نظم درر السمطین زرندی ص ۲۳۴، احیاء المیت سیوطی برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۲، الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۱۶۱، الفتح الکبیر نبہانی ج ۳ ص ۲۶۷، منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۲۶۷، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۲، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۸۵ و ۲۳۳، اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۲۹

آگاہ ہو جاؤ اور جان لو کہ تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے نمائندے ہیں پس دیکھو لو کہ کس کو " نمائندہ بناکر " بھیج رہے ہو ۔[1]

مرجعیت شرعیۃ کی پیروی کا ثمرہ!

ہر عصر اور ہر زمانہ میں شیعہ رسولؐ وآل رسولؐ کے دوست تھے اور ہیں ، اس لئے کہ شیعہ اہل بیتؑ کے بزرگ و سرپرست کو ہر زمانہ میں پیروی کے لئے اپنا امام اور نمونہ جانتے ہیں اس لئے کہ خدا نے دائمی اصول کی حفاظت کے لئے اہل بیتؑ کا انتخاب کیا ہے اور رسول خداؐ نے ان کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ : تم ہی لوگ بہترین مخلوق خدا ہو ،[2]

---

[1] صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۴۸ ، ینابیع المودۃ قندوزی ص ۲۲۶ و ۲۳۳ و ۲۴۷ ، ذخائر العقبیٰ محب الدین الطبری الشافعی ص ۱۷ ،

[2] شواہد التنزیل ج ۲ ص ۳۵۶ ، ۳۶۶ ، ج ۳۳۵ - ۱۱۳۵ و ۱۱۳۷ و ۱۱۳۹ و ۱۱۴۸ ، کفایۃ الطالب ص ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، مناقب خوارزمی ص ۶۳ و ۱۸۷ ، فصول مہمہ ص ۱۰۷ ، نظم درر السمطین ص ۹۲ ، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۴۲ ، ینابیع المودۃ ص ۶۲ ، نور الابصار ص ۷۱ و ۱۰۲ ، صواعق ابن حجر ص ۹۶ ، در منثور ج ۶ ص ۳۷۹ ، تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۴۶ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۸ ، فتح القدیر شوکانی ج ۵ ص ۴۷۷ ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۰۷ ، احقاق الحق ج ۳ ص ۲۸۷ ، الغدیر ج ۲ ص ۵۷ ، فضائل الخمسۃ ج ۱ ص ۳۴۸ ، غایۃ المرام باب ۲۸ سنی القعقانی ص ۳۲۸ ، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۵۶ ۔

اور جس وقت یہ آیت :

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ " پ ۳۰
س (بینہ، آیت ۷)

اتری ، رسول خدا ص نے فرمایا :

اے علی ع خیر البریۃ تم اور تمہارے شیعہ ہیں ۱ "

آیت کا ترجمہ یہ ہے "

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں

---

۱ ملاحظہ ہو شواہد التنزیل لحاکم الحسکانی الحنفی ج ۲ ص ۳۵۶ - ۳۶۶ حدیث ۱۱۲۵ - ۱۱۳۵ ، ۱۱۲۷ - ۱۱۳۹ ، ۱۱۴۸ ، کفایۃ الطالب لکنجی الشافعی ص ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، المناقب للخوارزمی ص ۶۲ و ۱۸۷ الفصول المہمۃ لابن الصباغ المالکی ص ۱۰۷ ، نظم درر السمطین للزرندی الحنفی ص ۹۲ ، ابن عساکر شافعی کی تاریخ بغداد میں حالات امام علی ابن ابی طالب ج ۲ ص ۴۴۲ ، ینابیع المودۃ للقندوزی الحنفی ص ۶۲ شبلنجی کی نور الابصار ص ۷۱ و ۱۰۲ ، ابن حجر شافعی کی صواعق محرقہ ص ۹۶ ، سیوطی کی در منثور ج ۶ ص ۳۷۹ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۴۶ ، سبط ابن الجوزی کی تذکرۃ الخواص ص ۱۸ ، فتح القدیر شوکانی کی ج ۵ ص ۴۷۷ ، آلوسی کی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۰۷ ، احقاق الحق شوشتری کی ج ۳ ص ۲۸۷ ، علامہ امینی کی الغدیر کی ج ۲ ص ۵۷ ، فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ ج ۱ ص ۳۴۸ ، غایۃ المرام باب ۴۸ من المقصد الثانی ص ۳۲۸ ، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۵۶ -

چوتھا باب

قیادت وسیاست

السلام عليكِ أيتها الصديقة الشهيدة

پہلی فصل

قیادت وسیاست

① معاشرہ کی حرکت کے ضوابط وقوانین

کوئی بھی سیاسی معاشرہ ہو مطلقا وہ دو بنیادی قاعدوں کے مطابق ہی چل سکتا ہے اور اسلامی معاشرہ بھی دیگر سیاسی معاشروں کی طرح کا ایک انسانی سیاسی معاشرہ ہے اس لئے یہ بھی اس قاعدہ سے خارج نہیں ہو سکتا یہ بھی انھیں دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

پہلا قاعدہ، عقیدہ یا الٰہی حقوقی نظام ہے،

یہی وہ قانون ہے جو اسلامی معاشرہ میں نافذ ہے اور یہ اس عمومی و مفصل نقشہ کا نام ہے جس میں اسلامی معاشرہ کی پوری زندگی حال و استقبال کی تکاملی حرکت کا عمومی و تفصیلی پروگرام پیش کیا گیا ہو جس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک ایسا عظیم دوا خانہ ہے جس میں اسلامی معاشرہ کے تمام دردوں کی دوا موجود ہے خواہ وہ درد حال سے متعلق ہو یا مستقبل سے متعلق ہو۔

اس میں دونوں پہلو نظری اور عملی پیش نظر رکھے گئے ہیں اور ہر مرض کا علاج ہے اور علاج بھی اطمینان بخش اور خوش انجام ہے، اس حقوقی نظام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فرد، خاندان

معاشرہ، حکومت پوری دنیا کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ معاشرے کے روابط کو منظم کرتا ہے اور تعاون و ہمکاری کی روح پھونکتا ہے معاشرہ کی مادی و معنوی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

دوسرا قاعدہ، سیاسی رہبری ہے۔

جو اسی عقیدہ کا نتیجہ ہوتا ہے واقعہ یہ ہے اس مجموعہ کے ضابطہ کے مطابق سیاسی رہبری رہبر کے حوالے کی جاتی ہے اور وہ برابر اس مجموعہ کے قانون کے مطابق اسلامی معاشرے کی رہبری کرتا ہے، الٰہی نظام حقوقی کے احکام و مقاصد جو سب سے زیادہ سمجھنے والا ہو وہی سیاسی رہبر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ نظام کے قواعد، احکام، مقاصد کا جو سب سے بڑا عالم ہو جو سب سے افہم ہو، سب سے افضل ہو موجودین میں سب سے زیادہ انسب ہو اسی کو سیاسی رہبر بھی ہونے کا حق ہے۔

وہ رہبر جس طرح احکام اپنے رب سے حاصل کرتا ہے اسی طرح اس کو نقل و بیان کرتا ہے اسی طرح تبلیغ کرتا ہے جامعہ کے اندر بیان شدہ احکام کا ناظر و شاہد ہوتا ہے نظری و عملی دونوں اعتبار سے وہ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو بشارت دیتا ہے اور دشمنی کرنے والوں کو ڈراتا ہے، خدا کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، روشنی کا چراغ ہے جو راہ جامعہ کو روشن کرتا ہے۔

۴ عقیدہ و سیاست کا رابطہ

اسلامی عقیدہ دو اساسی رکنوں پر قائم ہے۔

۱ — قرآن مجید،

۲ — نبوت محمدؐ،

رسول خداؐ سیاسی رہبر ہیں اور خدا کی طرف سے آپ کو یہ رہبری عطا کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور آپ کو خدا کی طرف سے معین کیا گیا ہے کہ دعوت اسلام کے بعد

جب آپ تشکیل حکومت کریں تو اس کی سرپرستی آپ کریں بایں معنی کہ اسلام کی دعوت کی سربراہی اور حکومت اسلامی کی رہبری ایک جدا نہ ہونے والی چیز اور اسلام کی ایک اصل ہے۔

لہٰذا جس طرح طالوت کی سیاسی رہبری اس زمانہ میں ایمان سے جدا نہ ہوسکنے والی چیز تھی اسی طرح رسولؐ کی سیاسی رہبری پر ایمان اور آپ کی سرپرستی پر ایمان رکھنا بھی عقیدہ الٰہی پر ایمان کا ناقابل انفکاک جزو ہے، اور جناب داؤد و سلیمان کی رہبری پر ایمان بھی ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے۔

قوانین زندگی کے مطابق عقیدہ الٰہی کی تبلیغ اور اس کے احکام کا بیان اور احکام کی تطبیق بغیر محمدؐ کی شخصی سیاسی قیادت کے ناممکن بات تھی اور آپ چونکہ خود ہی ان امور پر مامور تھے لہٰذا اپنی دعوت اور حکومت کے زمانہ میں اس کا اقدام فرمایا، کیونکہ آپ تنہا اس کام کے محور اور اسلامی رہبری کے موسس تھے اور دعوت و دولت کا اہم ترین مسئلہ آپ ہی پر موقوف تھا۔

اور اس عضوی پیوستگی اور حتمی تکامل کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے پوری تاریخ انسانی کے اندر کسی رسالت کو رسولؐ کے بغیر اور کسی کتاب کو کسی عبد کے بغیر نہیں نازل کیا، رسالت کو رسولؐ پر اور کتاب کو بندے پر اسی لئے نازل کیا تاکہ وہ رسول جو خدا کا بندہ ہے مومنین کی کتاب کے احکام کے مطابق ان احکام کو بیان کرنے کے بعد، قیادت کر سکے اور اگر عقیدہ الٰہی اور سیاسی قیادت اسی طرح رسالت و رسول بندہ و خدا کے درمیان رابطہ ضروری نہ ہوتا تو بہت ہی آسان بات تھی کہ خدا ہر مکلف پر آسمانی کتاب کا ایک ایک نسخہ نازل کر دیتا کہ وہ خود ہی سمجھ کر اس پر عمل کرلے اور نہ ہزاروں ہزار انبیاء و رسولوں کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی۔

اس لئے عقیدۂ الٰہی اور قیادت سیاسی کے درمیان عدم ارتباط و تکامل کسی بھی عقلی، منطقی، دینی، فطری معیار سے صحیح نہیں ہے صرف قرآن سے تمسک اور سیاسی قیادت سے تغافل نہایت ہی نامعقول بات ہے جو شخص قرآن پر عقیدہ رکھتا ہو لیکن محمدؐ

کی قیادت و ولایت کو تسلیم نہ کرتا ہو وہ اجماعاً مومن نہیں ہے جیسے اگر کوئی محمدؐ کی قیادت و ولایت کا عقیدہ رکھتا ہو لیکن قرآن پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ بھی اجماعاً مومن نہیں ہے، کیونکہ ایمان کے لوازم میں سے عقیدہ الٰہی پر بحیثیت قانون نافذ ایمان لانا بھی ہے اور محمدؐ پر ایک قائد و ولی کی حیثیت سے ایمان لانا اس قانون نافذ کے ضمن میں حیات مومنین کی قیادت ہے لہٰذا سیاسی قیادت بمنزلہ حیثیت تاسیسیہ کے ہے اسی کا کام بیان عقیدہ کرنا ہے اور پیروکاروں کی اس قانون کے مطابق ہدایت کرنا ہے اور امت کی رہبری و شرح کا بیان مکمل طور سے فنی چیز ہے جیسے علم طب، جیومیٹری وغیرہ

سیاسی رہبری کے شرائط

مسلمانوں کے سب سے پہلے سیاسی قائد حضرت محمدؐ ہیں وہی ہمارے لئے نمونہ ہیں کسی کا بھی قیاس ان پر نہیں کیا جا سکتا آپ کے بعد جن لوگوں نے بھی ولایت و قیادت و مرجعیت حاصل کی وہ سب آپ کی نیابت کے دعویدار تھے۔

رسولؐ کی خصوصیت سرپرستی و رہبر سیاسی و مرجع ہونے کے اعتبار سے یہ تھی کہ اجماعی طور سے آپ اعلم زمانہ در قوانین و احکام، اور سب سے برتر و بہتر ولایت کے لئے مناسب تر تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود خدا نے ان کو ولایت و قیادت و مرجعیت بخشی ہے اس میں ان کا کوئی معارض نہیں ہے۔

لہٰذا ان کے بعد جو بھی قیادت ولایت و مرجعیت آئے اس کے اندر درج ذیل صلاحیتوں کا ہونا بہت ہی ضروری ہے۔

① ــــــــ عقیدہ کا سب سے زیادہ عالم ہو۔

② ــــــــ احکام عقیدہ کا سب سے زیادہ سمجھنے والا ہو،

③ ــــــــ اپنے ماننے والوں میں سب سے افضل ہو،

④ ــــــــ موجودہ لوگوں میں امت کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو،

جو شخص حق کی پیروی کرنا چاہتا ہو اور خواہش نفس سے بچنا چاہتا ہو اس کے لئے شرائط مندرجہ بالا موضوعا معیار ہیں اور خالص امیدیں ہیں اور محدود مقاصد ہیں، مومن کی مصلحت اسی میں ہے کہ ایسے ہی جامع شخص کو ولی و قائد بنائے یعنی جو اعلم و افہم و افضل و انسب ہو اور جس کے اندر یہ شرائط نہ ہوں کسی بھی شرعی مصلحت کا تقاضا نہیں ہے اس کو مرجع بنائے۔

کون مناسب ہے؟

دنیا کے اندر نہ کوئی ایسا شخص ملے گا نہ جماعت نہ قوم جو جزم و یقین کے ساتھ کہہ سکے کہ یہ یا وہ: اعلم ہے، افہم ہے، افضل ہے، انسب ہے کیونکہ افراد ہوں یا جماعتیں یا قومیں اس کو یقینی طور سے نہیں جانتی اس لئے کہ ان کی عقلی و فکری و علمی طاقتوں کے بس سے باہر کی چیز ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے یہ ظاہر ہی کو جانتے ہیں باطن کا حال کون بتا سکتا ہے ——— ؟ اگر یہ لوگ کوشش کر کے اعلم و افضل و افہم کو پہچاننا بھی چاہیں تو جس نتیجہ تک پہونچیں گے وہ بہر حال ظن و تخمین پر مبنی ہوگا یقینی نہیں ہوگا۔

اور ہم کو یقین چاہئے اور یقین و علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا، اسی لئے خود اس نے ہمارے لئے محمدؐ کو پیش کیا اور یقین دلایا کہ یہی اعلم و افضل و انسب ہیں اور یہ خود بھی صاحب عقیدہ ہیں اور حریص بر مصلحت ہیں لہٰذا یہ ہمارے لئے اسی کو پیش کریں گے جس میں تمام صفات بطور یقین پائی جاتی ہوں اور ہر زمانہ میں اس کی ضرورت ہوگی

اسی لئے جس دن سے آنحضرتؐ نے اسلام کی دعوت شروع کی اسی دن سے ایسے شخص کی بھی جستجو شروع کر دی اور آمادہ کرنا شروع کر دیا جو آپ کے بعد ولایت و قیادت و مرجعیت کا بوجھ اٹھا سکے، اور آپ نے وہ طریقہ بھی بیان کر دیا جس سے ایسے شخص کو معین کیا جا سکے جس میں یہ صفات ہوں۔

مختصر یہ کہ جس شخص کے اندر یہ صفات ہوں گے اس کی نشان دہی کرنے والا صرف خدا ہے ——— اور پھر خدا اپنے رسولؐ کے ذریعہ اس کا اعلان کرا دے گا، مترجم، ———۔

پسندیدۂ خدا کی قبولیت!

اگر امت نے خدا کی پسندیدہ شخصیت کو قبول کر لیا اور موافقت کر لی کہ فلاں ہی اعلم و افہم وانسب ہے تو گویا امت نے اس کو قبول کرنے کو "بیعت کر لیا" کہا جائے گا اس وقت خدا اور امت کا ارادہ دونوں ایک ہو جائے گا اور امت کا مقصد و خدا کا مقصد متحد ہو جائے گا تو گویا فلاں شخص معین من اللہ اور مقبول من الامت ہے،

اب اس کا شرعی وجود ایک ولی و شرعی قائد کی حیثیت سے دو مصدر سے کمک حاصل کریگا ایک تو خدا کی طرف سے جس نے اس کی صفات کی بنا پر اس کو معین کیا اور دوسری امت کی طرف سے بھی جس نے خدا کی پیش کش کو قبول کیا کہ فلاں شخص ہی اعلم اور افہم بالعقیدہ ہے اور مسلمانوں کی قیادت کے لئے افضل ہے اس لئے امت نے اس کی بیعت کی ہے اور اس کی ولایت و مرجعیت کو قبول کیا ہے۔

ایسی صورت میں امت کے امور درست ہو جائیں گے اس کی سیاسی قیادت بھی درست ہو جائے گی اور پوری امت مسلسل اس کا بہترین و شیرین پھل بھی کھائے گی اور دعوت و دولت دونوں آرام و اطمینان کے ساتھ طریق خدا کی طرف راہی ہوں گے، ہوا بھی موافق ہوگی سب نعمت الٰہی کے زیر سایہ زندگی بسر کریں گے۔

مرضیٔ خدا کو رد کرنا!

لیکن اگر امت مرضیٔ الٰہی کو رد کر دے کہ فلاں ہی اعلم و افہم و افضل و انسب ہے اور

یقینی طور سے قیادت کے لئے سزاوار ہے اور امت اجتہاد کر کے یا محض خیالی طور سے یہ سمجھے کہ فلاں شخص نبی کی خلافت کے لئے فلاں سے انسب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت نے مرضی الٰہی جو یقین کی بنیاد پر قائم تھی اس کو چھوڑ کر اپنی پسند پر عمل کیا جو ظن و تخمین پر قائم ہے۔

یہ عمل و ترک و بدل، حقیقت میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتا اور نہ فلاں کو فلاں سے افضل بنا سکتا ہے البتہ حالات میں تغیر پیدا کر سکتا ہے کہ خدا کی نظر میں ولایت و قیادت و مرجعیت جس شخص کے لئے تھی اس کے بجائے اب دوسرے کے لئے ہو گئی، لیکن چونکہ ولایت و قیادت و مرجعیت ایک امر تخصصی ہے اور چونکہ امت کا نمائندہ اس خصوصیت کا اہل نہیں ہے لہٰذا پے در پے اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ سلسلہ برابر بڑھے گا یہاں تک کہ امت اتحاد کے بعد افتراق اور عزت کے بعد ذلت کا شکار ہو جائے اور رفتہ رفتہ نظام حقوق الٰہی سے دائرہ عقل یا دائرہ فرض میں داخل ہو جائے یا دائرہ شہوت یا ان دوائر میں مخلوط ہو جائے اور پھر عقیدہ ترقی سے رک کر رکود و سکون کی منزل میں پہونچ جائے اور امت پر غضب الٰہی نازل ہو جائے اور یہ صورت حال اسی طرح رہے گی جب تک امور پھر اپنی منزل پر نہ آجائیں اور قیادت اس شخص کے ہاتھ میں آجائے جو پسندیدۂ الٰہی ہے۔

یہ بات فطری ہے کہ خدا مریض کو علاج کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ گمراہ کو سیدھے راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے خدا صرف علاج پیش کر دیتا ہے اور مریض کو رغبت دلا دیتا ہے ہدایت کے راستہ بتا دیتا ہے اس پر چلنے کی رغبت دلا دیتا ہے مجبور نہیں کرتا۔ اگر مریض اصرار کے باوجود علاج نہ کرے تو اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اگر گمراہ ہدایت کے راستے پر نہیں چلتا تاکید کے باوجود تو اپنی اور اپنے پیروکاروں کی ہلاکت کا سبب خود بنتا ہے، یہی حال ان لوگوں کا جنہوں نے عقائد الٰہی کو چھوڑ دیا اور رسولوں کی پیروی ترک کر دی۔ یا ان میں صلاحیت تھی کہ عقائد الٰہیہ میں غور و فکر کر سکتے لیکن وہ کسی بھی طرح رسولوں کی پیروی کے لئے آمادہ ہی نہ ہوئے۔

مرضی الٰہی چھوڑنے کی مختلف صورتیں

پہلی صورت

عقیدہ الٰہی کو قبول کر لینا، مگر سیاسی قیادت کو قبول نہ کرنا جیسے بنی اسرائیل کے نبی کی نبوت کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا اور طالوت کی ولایت کو قبول نہ کرنا کیونکہ ان کی نظر میں طالوت قیادت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا، خداوند عالم نے بنی اسرائیل کے خیالات کو رد کیا کہ خدا نے (طالوت) کو علم وجسم میں وسعت عطا کی ہے اور معجزات کے ذریعہ اس کو مضبوط کیا ہے تب ان لوگوں نے مجبوراً قبول کیا بہرحال یہ عدم قبول آخر میں قبول سے بدل گیا۔

دوسری صورت

عقیدہ الٰہی کو قبول کر لینا، لیکن رسولؐ کے بعد سیاسی قیادت کی ولایت کو قبول نہ کرنا اس تاویل کے ساتھ کہ خدا نے اس قیادت کو معین نہیں کیا تھا، اس قیادت کو رسول خداؐ نے بشر ہونے کے ناطے خود ہی معین کیا تھا (اور یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا) اور اس اجتہاد کی مخالفت میں کوئی حرج نہیں ہے (اور نہ اس میں کوئی حرج ہے کہ) رسولؐ نے جسکو منتخب کیا تھا اس کو چھوڑ کر دوسرے کو منتخب کر لیا جائے کیونکہ نبیؐ نے جس کو منتخب کیا تھا وہ بنی ہاشم میں سے تھا اور خدا بنی ہاشم کو (پہلے ہی) نبوت دے چکا تھا اب تمام مسلمانوں کا فائدہ اس میں تھا کہ ہاشمیوں کو نبوت گوارہ ہو اور خلافت دوسروں کے حوالہ کر دی جائے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اضافہ کر لیجئے کہ رسول خداؐ نے جس کو منتخب کیا تھا اس میں ہنسی مذاق کی عادت بہت تھی اور ان میں ایک قسم کا تکبر بھی تھا اور ابھی وہ نوجوان (ناتجربہ کار) تھے جب کہ وہاں پر ان سے زیادہ سن رسیدہ لوگ موجود تھے اور وہ لوگ بزرگان قریش تھے ان تمام اسباب کی بنا پر لوگ عقیدہ الٰہی پر ایمان لائے لیکن جس شخص کو خدا نے معین کیا تھا اور رسولؐ نے اس کو آمادہ کیا تھا اور اپنے بعد کے لئے خلیفہ معین کیا تھا اس کی ولایت کا انکار کر دیا ــــــــــــ

یہ وہ صورت تھی جو حضرت علیؑ کے لئے پیش آئی ۔

تیسری صورت

عقیدہ الٰہی کو امت کے لئے بحیثیت قانون نافذ نہ ماننا، اور خدا کے معین کردہ شخص کی ولایت کا بھی انکار کرنا یہ تیسری صورت ہے اور اس کا قائل کافر ہے نعوذ باللہ من ذالکؒ ۔

یا فاطمة الزهرا

دوسری فصل

سیاسی قیادت

③ خلیفہ رسولؐ کا خدائی انتخاب

ولادت آدم سے پہلے

خدا کی مشیت یہ ہوئی کہ نبی عربیؐ آخری نبیؐ قرار پائیں، اور آسمانی ادیان میں سب سے آخری دین اسلام قرار پائے اور یہ رسولؐ دعوت اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی حکومت کے ضمن میں دین کی شرح و بیان کی ذمہ داری خود سنبھالے، اور مرحلۂ دعوت وحکومت کے دوران اسلام کا نظریہ کامل ہوگیا اور عمل کا مرحلہ آگیا، دقیق سے دقیق اور واضح ترین علامات اس رسولؐ کے ذریعہ بیان کردی گئیں۔

مشیت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ رسولؐ اور اس کے نائب دونوں ایک ساتھ شروع کریں اور ساتھ رہیں، رسولؐ نے دین اسلام کو بیان کرکے اس کی بنیادگزاری کی اور اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی اور حکم خدا کے منتظر رہے کہ جو میرا جانشین ہو پرچم اسلام اس کے ہاتھ میں دے دیں تاکہ میرا جانشین بھی انکی بینش کا تابع اور راہ کا راہ رو رہے،

یہی طریقہ مناسب بھی تھا اور فطری بھی عنایت الٰہی نے بھی تائید کردی، پھر مومنین کے

صفحۂ ذہن پر بھی پیش کر دیا گیا تاکہ لوگ محبت سے قبول کر لیں۔ رسولؐ و جانشین رسولؐ کا ربط و ضبط ایمانی برادری اعلیٰ نمونہ ہو سکتا ہے۔ خط ایمان و عقیدہ کی پیروی کا ذریعہ اور گذشتگان و آیندگان و پیروان و پیشوایان کے درمیان فطری ارتباط کا بیان کرنے والا بھی ہو سکتا ہے۔

ارشاد رسولؐ ہے

تحقیق آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علیؑ نور کی صورت میں خدا کے سامنے تھے جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ان میں اس کے دو حصے کر دیئے ایک حصہ میں تھا اور ایک علیؑ تھے۔[1] خدا نے خود ان دو نوروں کو پیدا کیا اور دونوں کو نور کعبہ میں رکھا پھر ادوار کو دونوں میں تقسیم کر دیا۔ خدا نے زمین پر نظر کی تو دونوں کو منتخب کیا ایک کو رسولؐ دوسرے کو داماد و خلیفۂ رسولؐ اور اپنے بعد وصی قرار دیا۔[2] یہ انتخاب ثابت اور سب پر روشن ہے۔

دعوت سے کچھ پہلے!

رسولؐ جب بطن مادر ہی میں تھے تو آپؐ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کی کفالت آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ جب عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا تو آپؐ کے چچا عبد مناف جن کی کنیت ابو طالبؑ تھی انہوں نے کفالت فرمائی۔ ابو طالبؑ رسولؐ خدا کے حقیقی چچا اور آپؐ کے خلیفہ حضرت علیؑ کے والد تھے۔ رسولؐ نے جوان ہونے کے بعد ایک با عاقلہ، فاضلہ مالدار عورت خدیجہ بنت خویلد سے شادی کی اور اپنی مستقل زندگی کا آغاز کر دیا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل، اور اپنی کتاب فضائل علیؑ میں ذکر کیا ہے، صاحب الفردوس نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ: پھر ہم منتقل ہوتے ہوئے عبدالمطلب تک پہونچے مجھے نبی علی کو وصی قرار دیا، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۵۲ اور اس کے بعد

[2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۹، ابن عساکر ج ۱ ص ۲۴۹، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۹۵، کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۱، و ج ۱۵ ص ۹۵، کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۶۷ .... الخ۔

آپ کے چچا جناب ابوطالبؑ صاحب عیال تھے آپ نے ان کی مدد کی خاطر اپنے چچا کے ایک لڑکے کو لے لیا اور عنایت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ وہ بچہ علیؑ ہو جو آپ کے بعد آپ کا خلیفہ و جانشین ہو، بچہ کی نشوونما شروع ہوئی اور وہ چچا زاد بھائی کے زیر تربیت جوان ہوا اور انھیں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ خدا نے محمدؐ کو نبوت کیلئے مخصوص کیا پھر علیؑ رسولؐ کے ساتھ ہمیشہ سایہ کی طرح اس وقت تک رہے جب آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا۔

نبوت کے بعد

رسول دوشنبہ کو نبی ہوئے اور علیؑ سہ شنبہ کو ایمان لائے اور یہ جوان و علیؑ، نبیؐ کے ساتھ ہی چپکا رہا کبھی بھی جدا نہیں ہوا، (چنانچہ) دونوں مکہ میں ساتھ رہے، مدینہ میں ساتھ رہے، ایک ہی گھر میں نبی کی زندگی تک دونوں رہے، محمدؐ وہ تھے جو صدق (قرآن) لیکر آئے اور علیؑ وہ تھے جنھوں نے اس صدق کی تصدیق کی اور اس آیت کا یہی مطلب ہے: والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون [1]

علیؑ نے نہ تو کبھی رسولؐ سے جدال کیا نہ دشمنی کی بلکہ نبیؐ کے ہر قول کی تصدیق کی، نبیؐ کی پوری زندگی بھر ان کی تمام جنگوں میں علیؑ ہی پہلے شہسوار تھے اسی لئے نص شرعی کی بنا پر ان کو صدیق اکبر کہا گیا اور فاروق اعظم کہا گیا [2]

---

[1] شواہد التنزیل حسکانی ج ۲ ص ۱۲۰، ح ۸۱۰ - ۸۱۵، مناقب علی ابن مغازلی ص ۲۶۹ ح ۳۱۷، کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۳۳، درمنثور ج ۵ ص ۳۲۸، تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۲۵۶، حالات علیؑ ابن عساکر، ج ۲ ص ۴۱۸،

احقاق الحق شوستری ج ۳ ص ۱۷۷؛ [2] حالات علیؑ ابن عساکر ج ۱ ص ۷۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۲، کفایۃ الطالب گنجی ص ۱۸۷، اصابہ ج ۴ ص ۱۷۱، استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۴ ص ۱۷۰، الغایۃ ج ۵ ص ۲۸۷، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۱۷، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۳۹ و ۱۴۰، ذخائر العقبیٰ ص ۵۶، الغدیر ج ۲ ص ۳۱۳، منتخب الکنز علی حاشیہ مسند الامام احمد ج ۵ ص ۳۳، سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۸۰، ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص ۲۶۱۔

اس زمانہ میں رسول خداؐ سے اپنے روابط کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

بچپنے میں رسول خداؐ مجھے اپنی گود میں لیتے تھے، اپنے سینے سے لگاتے تھے اپنے بستر پر سلاتے تھے آپ کا جسم مجھ سے مس ہوتا تھا آپ کے پسینہ کی خوش بو کو سونگھا کرتا تھا، آپ چیزوں کو چبا کر مجھے کھلاتے تھے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا مجھ سے کسی غلط فعل کو نہیں دیکھا میں ان کے ساتھ اس طرح رہتا تھا جیسے اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے ہر روز اپنی ایک اچھی بات میرے اوپر ظاہر کرتے تھے اور مجھے اس کی پیروی کا حکم دیتے تھے، آپ مدتوں غار حرا میں رہے صرف میں آپ کو دیکھتا تھا میرے علاوہ کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اس وقت رسول خداؐ کے گھر کے علاوہ کسی بھی گھر میں اسلام نہیں تھا اور اس گھر میں صرف رسول خداؐ اور جناب خدیجہ اور تیسرا میں تھا میں نور وحی رسالت کو دیکھا کرتا تھا، خوشبوئے نبوت سونگھا کرتا تھا۔[۱]

قثم بن عباس سے پوچھا گیا: رسول خداؐ کے وارث حضرت علیؑ کیسے ہو گئے آپ لوگ کیوں نہ ہوئے ______؟

قثم نے کہا: ہم میں سب سے پہلے رسول خداؐ سے ملحق ہونے والے وہی تھے اور سب سے زیادہ شدت کے ساتھ ان سے ملصق ہونے والے بھی وہی تھے۔[۲]

نبوت کے بعد اعلان خلافت

جب آیت وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین ...... (پ ۱۹ س ۲۶ شعراء، آیت ۲۱۴)

۱۔ التصوف والتشیع، ہاشم معروف، اسلام کا سیاسی نظام ص ۵۱، ۶۰۔

۲۔ المختارۃ لضیاء المقدسی، تہذیب الآثار ابن جریر حدیث ۱۵۵، کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۸، ح ۶۱۵۵، نسائی ص ۱۸، ابن ابی الحدید ص ۲۵۵ ج ۳، مسند احمد ابن حنبل ج ۱ ص ۱۵۹۔

"اے رسولؐ، تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ"
نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے بنی عبد المطلب کے ایک اجتماع میں فرمایا: اے عبد المطلب کی اولاد خدا کی قسم میں پورے عرب میں کسی جوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے افضل لایا ہو جو میں تمہارے لئے لیکر آیا ہوں، میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی نیکی لیکر آیا ہوں، میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو دعوت دوں، پس تم میں سے کون ایسا ہے جو اس امر میں اس شرط کے ساتھ میرا بوجھ بٹانے میں شریک ہو کہ وہ میرے بعد تم میں میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو؟
حضرت علیؑ کہتے ہیں: پوری قوم نے سکوت اختیار کیا لیکن میں سب سے کمسن ہونے کے باوجود بول اٹھا: اے خدا کے رسولؐ میں آپ کا وزیر بنوں گا، تب رسولؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا: یہی میرا بھائی اور میرا وصی اور تم میں میرا جانشین ہے اس لئے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو ..... [۱]

---

[۱] تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۷، دار احیاء التراث بیروت، جامع البیان طبری ج ۱۹ ص ۷۵، تفسیر آیۂ انذر عشیرتک، الخ، تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۲۷، ذیل تفسیر الآیۃ، تفسیر البغوی بحاشیہ تفسیر الخازن ج ۵ ص ۱۲۷، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۱، سیرت ابن کثیر دمشقی ج ۱ ص ۴۵۸، اس کے اوپر بیہقی کا قول دلائل میں نقل کیا ہے، تاریخ کامل ج ۲ ص ۶۲-۶۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳ ص ۲۱۰-۲۴۴، تحقیق محمد ابو الفضل، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۱۱، منتخب الکنز بر حاشیہ مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۴۱ و ۴۲، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۵ ح ۳۳۴، در حالات علیؑ ابن ابی طالب۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۱۲۵، طحاوی، ضیاء المقدسی نے المختارہ میں، سعید بن منصور نے سنن میں احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں، حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے الخصائص العلویہ امام نسائی کے ص ۶ پر، ذہبی نے اپنی تلخیص میں صحت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲ ح ۶۰۰۸، اور حدیث ۶۰۴۵ ص ۳۹۶ ج ۶، اسی طرح حدیث ۶۰۵۶ ص ۳۹۷ ج ۶ اور حدیث ۶۱۰۲، اور حدیث ۶۱۵۵ ص ۴۰۸، اسی طرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص ۲۵۵ پر ملاحظہ فرمائیے، مزید حوالہ ترک کر دیئے خوف طوالت کی وجہ سے۔

ولیعہدی کے اعلانات

① حدیث منزلت

لوگوں کی موجودگی میں رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:
انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انّہ لا نبیّ بعدی [1] تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی بس صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس نص کے مطابق رسولؐ نے علیؑ کو تمام وہ منزلتیں عطا کردیں جو ہارون کو حاصل تھیں صرف نبوت کا استثناء کیا ہے، اور استثناء نبوت خود دلیل عموم ہے جیسا کہ امام عاملی نے فرمایا ہے اور ہارون کو سب سے واضح ترین منزلت جو موسیٰ سے حاصل تھی وہ موسیٰ کی وزارت انکی پشت کو مضبوط کرنا، موسیٰ کے امر میں شریک ہونا، ان کا خلیفہ ہونا، ان کی اطاعت کا امت پر واجب ہونا تھی۔ اور اس کی دلیل یہ قول خدا ہے:

وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي، ''پ ۱۶ سورۂ طٰہٰ، آیت ۲۹ تا ۳۲''

اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کردے اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا۔

اور یہ قول خدا بھی دلیل ہے: اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ ''پ ۹ سورۂ اعراف، آیت ۱۴۲'' تم میری قوم میں

---

[1] بخاری ج ۵ ص ۱۲۹، مسلم کتاب الفضائل باب علیؑ، ج ۲ ص ۳۶۰، ترمذی ج ۵ ص ۳۰۴، اور اس کو صحیح کہا ہے، مسند امام احمد ج ۳ ص ۵۰، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۹، طبری ج ۳ ص ۱۰۳، تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۱ ص ۳۰۔

میرے جانشین رہو اور ان کی اصلاح کرنا ______ اسی طرح موسیٰ کو خطاب کرتے ہوئے خدا کا یہ کلام بھی دلیل ہے: قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى (پ ۱۶ س ۲۰ (طٰہٰ) آیت ۳۶) اے موسیٰ، تمہاری سب درخواستیں منظور کی گئیں۔

پس حضرت علی اس نص کے مطابق رسول کے خلیفہ اور ولی عہد ہیں، اور حدیث منزلت صحیح ترین آثار میں سے ہے یہ حدیث اتنی متواتر و مشہور ہے کہ خود امام الفئۃ الباغیۃ معاویہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور رسول نے بیسیوں مرتبہ اس کی تکرار فرمائی ہے۔

۲ اخوت

شریعت کے حکم خلقت کو محکم کرنے کے لئے خدا نے نبی و علی میں برادری (اخوت) قرار دی اور یہ وہ شرف ہے جس کو علی کے علاوہ کوئی نہ حاصل کر سکا، اور ایسا مرتبہ ہے جس تک علی کے علاوہ کوئی نہ پہونچ سکا، نبی نے ان مواخات[۱] کا اعلان ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد بھی کیا، رسول نے اس اخوت کی تکرار بیسیوں مرتبہ بیسیوں مناسب موقع پر اس لئے کیا کہ مسلمان اس کو بھول نہ جائیں[۲] مثلاً ارشاد فرمایا:

میرے خدا کی طرف سے ایک خوشخبری میرے بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی کیلئے یہ آئی ہے کہ خدا نے علی کی شادی فاطمہ سے کر دی[۳]

۱۔ تذکرہ ابن جوزی ص ۲۳، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۱۰۷ و ۱۵۰، حالات علی، کنز العمال ج ۲ ص ۳۹۰ ح ۵۹۸۶، مناقب خوارزمی ص ۷، فصول مہمہ ص ۲۱، مستدرک ج ۳ ص ۱۹، ترمذی ج ۵ ص ۳۰، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۲۱، و ج ۳ ص ۱۳۷، استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۵، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۳۹، جس بات کو سب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول و علی میں اخوت تھی، اور ابوبکر و عمر میں بھی اخوت تھی۔

۲۔ اصحاب سنن نے اپنی مسانید میں ذکر کیا ہے، تفسیر رازی ج ۲، ص ۱۸۹، اس لئے کہ حدیث تملک میں کہا ہے ایمیں نے محمد و علی میں اخوت قرار دی ہے۔

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۲۴۳، مقتل حسین خوارزمی ج ۱ ص ۷۰، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۷۱۔

اور جب فاطمہ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا گیا تو رسولؐ نے ام ایمن سے فرمایا : میرے بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ ! ام ایمن نے کہا : جب وہ آپ کے بھائی ہیں تو پھر لڑکی کا نکاح کیسے کر رہے ہیں ؟ فرمایا : ہاں .... لہ ؟

رسولؐ نے یہ بھی فرمایا :

اے علیؑ تم میرے بھائی اور ساتھی اور رفیق جنت میں ہو ؎

دوسری جگہ فرمایا :

اور تم اے علیؑ میرے بھائی ہو، میرے بچوں کے باپ ہو اور مجھ سے ہو اور (تمہاری) انتہا مجھ تک ہے ؎

نبیؐ اپنی زندگی بھر اس اخوت کی تکرار کرتے رہے اور جب انتقال کا وقت آیا تو فرمایا :

میرے پاس میرے بھائی کو بلاؤ ! ؎

جب علیؑ آگئے تو کہا : میرے قریب آجاؤ جب قریب پہونچے تو ان کو آغوش میں لیکر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ آپ کی روح ملکوت اعلیٰ تک پہونچ گئی ، اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے : میں خدا کا بندہ ، رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں میرے بعد کوئی اس کو نہیں کہے گا مگر جھوٹا ۵

ایک وہ بات جس کو ہر عام خاص جانتا ہے وہ یہ ہے کہ علیؑ رسولؐ کے بھائی ہجرت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تھے (جیسے ، ابوبکر و عمر کی مواخات بھی ہجرت کے بعد و قبل تمام ہوئی تھی اور ابوبکر نے اپنے بھائی عمر کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی اور ان کی وصیت نافذ بھی ہوئی تھی ،

لہ خصائص امیر المومنینؑ نسائی ص ۱۱۵ ، ذخائر العقبیٰ طبری -

؎ تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۱۴۲ ، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۶ ، .

؎ خوارزمی ص ۲۰ ،

؎ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۶۳ ، مناقب خوارزمی ص ۲۹ ،

۵ ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴ ، طبری ج ۲ ص ۳۱۰ ، استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۹ ، کامل ج ۲ ص ۵۷ ، ابن عساکر ج ۱ ص ۱۲۰ .... الخ -

مگر رسولؐ نے اپنے بھائی علیؑ کے لئے جو خلافت کے لئے وصیت کی تھی اس کو نافذ نہیں ہونے دیا گیا۔ مترجم

۴ ولایت!

رسولؐ خدا نے مسلمانوں کے لئے اعلان فرمایا کہ ان کے ولی علیؑ ہیں آپ نے فرمایا:

اے علیؑ تم میری طرف سے دنیا و آخرت میں ولی ہو۔[1]

نیز حضرت علیؑ سے فرمایا:

تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔[2] اور مسلمانوں نے اس کو سنا۔ ایک مرتبہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی سرگردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا، علیؑ نے خمس میں سے ایک کنیز اپنے لئے مخصوص کر لی لوگوں کو یہ بات ناپسند ہوئی اور انہوں نے رسولؐ سے اس کی شکایت کی رسولؐ نے فرمایا:

علیؑ کا حق اس کنیز سے زیادہ ہے جس کو انہوں نے لیا ہے علیؑ میرے بعد تم سب کے ولی ہیں۔[3]

---

[1] تلخیص میں ذہبی نے اس کے صحت کی تصدیق کی ہے، ابن حجر نے صواعق کے باب ۱۲ ص ۱۲۴ پر اس کو ذکر کیا ہے مسلم نے اپنی صحیح کے ج ۲ ص ۳۲ پر فضائل علیؑ میں تخریج کی ہے اسی طرح مستدرک کے ص ۱۱۹ پر اور ابن حجر نے صواعق کے باب ۹ ص ۱۰۷ پر ذکر کیا ہے اور کہا ہے امام احمد نے اس کی تخریج کر کے صحیح کہا ہے، بخاری ج ۲ ص ۵۸، مسلم ج ۲ ص ۳۲۳ مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۱۰۹، طبرانی، بزاز نے بھی ذکر کیا ہے، کنز العمال ج ۶ ح ۲۵۰۴، استیعاب در حالات علیؑ۔

[2] مسند احمد ج ۵ ص ۲۵ پسند صحیح، استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۲۸، اصابہ ج ۲ ص ۵۰۹، ینابیع المودۃ ص ۵۵ و ۱۸۲، خصائص امیر المومنین نسائی ص ۷۳، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴، تلخیص المستدرک مطبوعہ بذیل المستدرک، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۸۴ ح ۴۹۰ ... الخ۔

[3] ترمذی ج ۵ ص ۲۹۶ ح ۳۷۹۶، خصائص امیر المومنین نسائی ص ۹۰، مناقب خوارزمی ص ۹۲، اصابہ ابن حجر ج ۲ ص ۵۰۹، نور الابصار شبلنجی ص ۱۵۸، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۲۹۴ اسد الغابۃ ج ۴ ص ۲۷، تاریخ دمشق ابن

" لہٰذا ان پر اعتراض مت کرو، مترجم۔ " اور یہ اعلان تو مکرر کیا ہے: جس کا میں ولی ہوں اس کے علیؑ ولی ہیں، جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولیٰ ہیں، اور یہ نصوص اس کثرت سے مشہور ہیں کہ کوئی بھی ان سے جاہل نہیں ہے مثلاً، جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں اسکو ایک لاکھ مرتبہ سے زیادہ دہرایا ہوگا جیسا کہ معلوم ہوگا اور نبیؐ نے صرف اتنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑی وضاحت کے ساتھ علیؑ کی ولایت اور اس کی اہمیت اور دنیا و آخرت میں اس کے اثرات کے بارے میں اپنے اوامر کو بیان کیا اور یہ بتایا کہ علیؑ کی ولایت کا قائل نبیؐ کی ولایت کا قائل ہے اور علیؑ کو دوست رکھنے والا نبیؐ کو دوست رکھنے والا ہوتا ہے اور علیؑ سے بغض رکھنا نبیؐ سے بغض رکھنا ہے اور نبیؐ کا دوست خدا کا دوست ہے۔

رسول خداؐ کے احکام میں سے درج ذیل حدیثیں ہیں۔

① جو شخص میری زندگی جینا اور میری موت مرنا اور اس جنۃ اللہ میں رہنا چاہتا ہو جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے تو اس کو چاہیئے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا دم بھرے اس لئے کہ علیؑ تم کو ہدایت سے نکالیں گے نہیں اور کبھی گمراہی میں داخل نہ کریں گے۔[1]

② وھب بن حمزہ کہتے ہیں:

میں نے علیؑ کے ساتھ سفر کیا تو ان سے " ظلم و جفا دیکھا " اور رسولؐ سے آکر شکایت کی تو " آپ نے فرمایا: علیؑ کے بارے میں یہ نہ کہو کیونکہ وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔[2]

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۴۹۔ ۳۵۰ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۸، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۹۳، ج ۲۰۲، فضائل الخمسۃ ج ۲ ص ۲۱۳، احقاق الحق ج ۵ ص ۱۰۸، فرائد السمطین ج ۱ ص ۵۵۔ [2] الاصابہ ج ۳ ص ۶۴۱، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۸۵ ج ۱ ۹۱۴، ینابیع المودۃ ص ۵۵، الغدیر ج ۳ ص ۲۱۶، اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۴، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹۔

عساکر ج ۱ ص ۳۸۱، مصابیح السنۃ بغوی ج ۲ ص ۲۷۵، جامع الاصول ج ۹ ص ۴۷۰، کنز العمال ج ۵ ص ۱۴۳، ینابیع المودۃ قندوزی ص ۵۳، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۳۶، الغدیر ج ۳ ص ۲۱۷، مطالب السؤول لابن طلحۃ الشافعی ج ۱ ص ۴۴، ملحق المراجعات تحقیق سید حسین راضی ص ۱۳۳۔

علیؑ کی ولایت و محبت خدا کی ـــــ ولایت و محبت ہے!

رسولؐ نے اپنے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے مخاطب فرمایا: جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہے اور جس نے میری تصدیق کی ہے میں ان سب کو وصیت کرتا ہوں علی ابن ابی طالبؑ کے ولایت کی ۔ پس جس نے علیؑ کو ولی سمجھا اس نے مجھے بھی ولی سمجھا اور جس نے مجھے ولی قرار دیا اس نے خدا کو ولی قرار دیا جس نے علیؐ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علیؐ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا[۱]

ایک دن اصحاب سے فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا ہے اور اس نے میری تصدیق کی ہے اس کو علیؐ ابن ابی طالب کی ولایت و بھی ، قبول کرنی چاہیئے اس لئے کہ علیؐ کی ولایت میری ولایت ہے اور میری ولایت خدا کی ولایت ہے[۲] ۔

پے در پے اعلان و تحکیم ولایت بحکم خدا ،

ولایت علیؐ کو مضبوط کرنے کے لئے اور رسولؐ کی اس درخواست: خدایا میرے خاندان سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے[۳]! کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

---

۱ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۹۳ ، ج ۵۹۴ و ۵۹۵ ، مناقب ابن مغازلی ص ۲۳۰ ، ح ۲۷۷ و ۲۷۹ ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۸ ، ینابیع المودۃ ص ۲۸۲ ، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۲ ، احقاق الحق ج ۴ ص ۲۴۲ ـ ۲۴۷ ، فضائل الخمسۃ ج ۲ ص ۱۰۲ ، فرائد السمطین ج ۱ ص ۲۹۱ ، ملحق المراجعات ص ۲۹ ۔

۲ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۹۱ ح ۵۹۱ ۔

۳ تفسیر طبری ج ۶ ص ۲۸۸ ـ ۲۸۹ ، کشاف زمخشری ج ۱ ص ۶۴۹ ، زاد المسیر ابن الجوزی ج ۲ ص ۳۸۳ ،

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ
وہم راکعون ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون،
پ ۶ س ۵، مائدہ آیت ۵۵۔ ۵۶۔
تمہارے مالک تو بس خدا اور اس کا رسول اور وہ مومنین ہیں جو پابندی سے نماز
ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور جس شخص نے خدا و رسولؐ اور
انہیں ایمانداروں کو اپنا سرپرست بنایا تو وہ خدا کے لشکر میں آگیا اور اس میں
تو شک نہیں کہ خدا ہی کا لشکر غالب رہتا ہے۔

تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۱۹، تفسیر الخازن ج ۲ ص ۵۵، شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۱۹۱ تا ۲۱۲، تفسیر منیر ج ۱ ص ۲۱۰،
فتح البیان ج ۳ ص ۵۱، اسباب النزول واحدی ص ۱۴۸، معالم التنزیل برحاشیہ تفسیر الخازن ج ۲ ص ۵۵، اور اس کے بعد
مناقب ابن مغازلی ص ۳۱۱ تا ۳۵۴ اور اس کے بعد کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۲۸ ۔ ۲۵۰، ذخائر العقبیٰ ص ۸۸، مناقب
خوارزمی ص ۱۸۷، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۰۹، فصول مہمہ ص ۱۰۸ و ۱۲۳، درمنثور ج ۲ ص ۲۹۳، فتح القدیر شوکانی
ج ۲ ص ۵۳، لباب النقول برحاشیہ جلالین ص ۲۱۳، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۸ و ۲۰۸، نور الابصار شبلنجی
ص ۱۰، ینابیع المودۃ ص ۱۱۵، تفسیر فخر رازی ج ۳ ص ۲۶، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷، احکام القرآن للجصاص ج ۴
ص ۱۰۲، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳ ص ۲۷۷، تحقیق محمد ابو الفضل، صواعق ابن حجر ص ۲۴، انساب الاشراف بلاذری
ج ۲ ص ۱۵۰، تفسیر نسفی ج ۱ ص ۲۸۹، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۳۹، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۴۶، منتخب الکنز بر
حاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۸، جامع الاصول ج ۹ ص ۴۷۸، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۳، ملحق المراجعات ص ۱۴۷،
تحقیق حسین راضی۔

تیسری فصل

ولی خدا، سردار امام اور رہبر ہے

① رسول خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: خدا نے مجھے علیؑ کے بارے میں تین چیزوں کی وحی فرمائی ہے۔

① ———— علیؑ سید المسلمین ہیں،

② ———— امام المتقین ہیں،

③ ———— چمکتی پیشانی والوں کے قائد ہیں[1]۔

② ایک مرتبہ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا: خدا نے مجھے علیؑ کے بارے میں وحی فرمائی کہ علیؑ سید المسلمین اور ولی المتقین اور روشن رو لوگوں کے لیڈر ہیں[2]۔

---

[1] المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۸، مناقب ابن مغازلی ج ۹۳ ص ۶۵ و ۱۰۴، ج ۱۴۶ و ۱۴۷، مناقب خوارزمی ص ۲۳۵، درر السمطین زرندی ص ۱۱۴، فصول مہمہ ص ۱۰۷، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۱، اسد الغابۃ ج ۱ ص ۶۹ و ج ۳ ص ۱۱۶، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۷، فضائل الخمسۃ ج ۲ ص ۱۰۱، ینابیع المودۃ ص ۸۱، احقاق الحق ج ۴ ص ۱۱، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۴۲ ملحق المراجعات ص ۱۴۱-۱۴۲۔

[2] تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۵ ج ۲۷۷، الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۳۴، ذخائر العقبیٰ ص ۷۰، منتخب الکنز برحاشیہ مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۳۴۔

③ ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے سامنے رسول خداؐ نے فرمایا: سید المرسلین و امام المتقین کیلئے مرحبا ہو۔[1]

④ اصحاب کے ساتھ نشستوں میں ایک نشست کے اندر فرمایا: جو اس دروازہ سے سب سے پہلے آئے گا وہ امام المتقین سید المسلمین، یعسوب الدین، خاتم الوصیین، قائد الغر المحجلین ہوگا، پس علیؑ جو سب سے پہلے ۔۔ داخل ہوئے نبیؐ نے اٹھ کر ان کو گلے لگا لیا۔[2]

⑤ ایک دن اپنے اصحاب سے بیان فرمایا: خدا نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں ایک عہد لیا تو میں نے عرض کیا: پروردگار مجھ سے بیان کردے، ارشاد ہوا: سنو علیؑ ہدایت کے علم، میرے اولیاء کے امام اور میری اطاعت کرنے والوں کے نور ہیں۔[3]

⑥ ایک مرتبہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے گروہ انصار کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ______؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا: یہ علیؑ ہیں میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرو اور میری کرامت کی وجہ سے ان کا اکرام کرو، میں تم سے جو کہہ رہا ہوں اس کا حکم مجھے جبرئیل نے دیا ہے خدا کی طرف سے۔[4]

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۶، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۷، ح ۷۷۹، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۵۰ ح ۴۳۳، شرح ابن الحدید ج ۹ ص ۱۷۰، تحقیق محمد ابو الفضل، نظم درر السمطین ص ۱۱۵، مطالب السؤول ج ۱ ص ۲۶، ینابیع المودۃ ص ۱۸۱ و ۴۳۳، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۵، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۴۱۔

[2] ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۱۶۹، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳، مناقب خوارزمی ص ۴۲، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۶ ح ۱۰۰۵، مطالب السؤول ج ۱ ص ۶۰، میزان ذہبی ج ۱ ص ۶۴، کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۱۲، ینابیع المودۃ ص ۳۱۳، فضائل الخمسۃ ج ۲ ص ۱۵۳، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۴۵۔ [3] حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷، میں ابونعیم نے ذکر کیا ہے، اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کے ج ۹ ص ۱۶۷ پر کہا ہے، مناقب خوارزمی ص ۲۱۵ و ۲۲۰، نظم درر السمطین ص ۱۱۴ ابن عساکر ج ۲ ص ۱۸۹، ح ۲۲۷، مناقب ابن مغازلی ص ۴۶، کفایۃ الطالب ص ۳۳، ینابیع المودۃ ص ۳۱۲، مطالب السؤول ج ۱ ص ۴۶، احقاق الحق ج ۴ ص ۱۲۸، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۴۲ و ۱۵۱۔

[4] مسند احمد بن حنبل، ابن عباس اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں جو شخص علیؑ کو دیکھے یہ کہے: سبحان اللہ

(۷) ایک دن رسول خداؐ نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا: میرے پاس سید العرب علیؑ کو بلا کر لاؤ ، اس پر ، عائشہ نے کہا : کیا آپؐ سید العرب نہیں ہیں؟ فرمایا : میں تو سید اولاد آدم ہوں علیؑ سید العرب ہیں ، پھر جب علیؑ آ گئے تو انصار کے پاس بھیجا اور ان سے کہا : اے گروہ انصار کیا میں ... الخ وہی پہلی والی حدیث بیان فرمائی۔[۶]

(۸) رسولؐ نے اصحاب کے مجمع عام میں فرمایا: اے علیؑ تمہارے چہرے کی طرف نظر کرنا عبادت ہے تم دنیا و آخرت میں سردار ہو جس نے تم کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور مجھ سے دوستی رکھنے والا حبیب اللہ ہے ، تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن دشمن خدا ہے جو تم سے بغض رکھے اس پر ویل ہو۔[۷]

واضح ترین نبیؐ کے بعد ولی کی علمی صلاحیت

(۱) رسول خداؐ نے علم علیؑ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا : میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں جس کو علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے سے آئے۔[۸]

ما اعلم ھذا الفتیٰ ، سبحان اللہ ما اشجع ھذا الفتیٰ ، سبحان اللہ ما افصح ھذا الفتیٰ ، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کو نقل کیا ہے ملاحظہ ج ۳ ص ۱۵۳ ۔

۶ ۷ ۸ اس نص کے مصادر بہت زیادہ ہیں ہم صرف مثلاً چند کا ذکر کرتے ہیں ، تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۶۴ ح ۹۸۴ - ۹۹۷ ، تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰ ، مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۴۳ ، استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۸ ، میزان ذہبی ج ۱ ص ۴۱۵ ، الفتح الکبیر نبہانی ج ۱ ص ۲۷۶ ، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۷۴ ، منتخب الکنز بر حاشیہ مسند امام احمد حنبل ج ۵ ص ۳۰ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۱۹ ، تحقیق ابو الفضل .... الخ۔

(۲) ایک مرتبہ اصحاب سے فرمایا: میں دار الحکمہ ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے[۱]

(۳) ایک جگہ فرمایا: میں شہر حکمت ہوں اور اس کا دروازہ علیؑ ہیں[۲]

(۴) ایک اور مرتبہ فرمایا: علیؑ میرے علم کا در اور جن چیزوں کے ساتھ مجھے بھیجا گیا میرے بعد میری امت کے لئے ان کو بیان کرنے والے ہیں علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے[۳]

(۵) اصحاب کے سامنے حضرت علیؑ سے کہا: میرے بعد میری امت میں اختلاف کو بیان کرنے والے تم ہوگے[۴]

(۶) اور ایک دن علیؑ کے بارے میں اصحاب سے کہا: علی کی قدر و منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو میری قدر و منزلت خدا کے نزدیک ہے[۵]۔

۱۔ یہ حدیث بھی بہت سی کتابوں میں مذکور ہے، صحیح ترمذی ج ۱ ص ۳۱ ح ۳۸۰۷، وحلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴ ومناقب علیؑ ابن مغازلی ص ۸۷، ح ۱۲۹، واسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۴۱، ذخائر العقبی ص ۷۷، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۲۰، تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۱ ص ۴/۵۹، فضائل الخمسہ ج ۲ ص ۲۴۸، مصابیح السنہ ج ۱ ص ۵/۲۷۵، جامع صغیر ج ۱ ص ۹۳، منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۰ ... الخ۔

۲۔ مناقب علیؑ ابن مغازلی ص ۸۷، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علیؑ ص ۳۴۔

۳۔ فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علیؑ ص ۱۸، و الغدیر امینی ج ۳ ص ۹۶۔

۴۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۴۸۸ ح ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹، اور مقتل حسین خوارزمی ج ۱ ص ۸۶، مناقب خوارزمی ص ۲۳۶، ینابیع المودۃ قندوزی ص ۱۸۲، اور منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۳، وملحق المراجعات ص ۱۴۲،

۵۔ ذخائر العقبی ص ۶۴، اور ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۱۵، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۰۷، احقاق الحق ج ۷ ص ۲۱۷۔

(۷) رسولؐ فرماتے تھے : میرا اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں مساوی ہے ۱۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے : خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی ؟ کس پر نازل ہوئی ؟ میرے خدا نے مجھے عاقل قلب، ناطق و صادق زبان عطا فرمائی ہے ۲۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے : مجھ سے قرآن کے بارے میں پوچھو میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری یا دن میں، ہموار زمین پر اتری یا پہاڑ پر ۳۔

امام احمد بن حنبل نے کہا : اصحاب رسولؐ میں سے کسی بھی صحابی کے اتنے فضائل نہیں وارد ہوئے ہیں جتنے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے آئے ہیں ۴۔

ابن عباس نے کہا : قرآن میں جتنا علیؑ کے لئے آیا ہے کسی کے لئے بھی نہیں آیا ہے ایک مرتبہ حضرت عباس نے کہا : حضرت علیؑ کے بارے میں ۳۰۰ آیتیں آئی ہیں، ایک مرتبہ اور فرمایا : قرآن میں جہاں بھی یا ایھا الذین آمنوا آیا ہے وہاں ہر جگہ اس کے امیر اور شریف علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔

ابو بکر بھی شعر کہتے تھے، عمر بھی شعر کہتے تھے اور حضرت علیؑ بھی مگر ان سب میں سب سے بڑے شاعر حضرت علیؑ تھے ۵۔

اب ہم اس سلسلہ کو رسول کریمؐ کی اس حدیث پر ختم کرتے ہیں : علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے دونوں میں اس وقت تک جدائی نہیں ہوگی جب تک دونوں میرے پاس

۱۔ ملاحظہ فرمایے کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳ کی حدیث ۲۵۲۹،

۲۔ سیوطی کی تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵ دیکھئے۔

۳۔ اس کی تخریج ابن سعد نے کی ہے، تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۸۵، ملاحظہ فرمائیے۔

۴۔ حاکم نے اس کو اپنی مستدرک کے ص ۱۰۷ پر تخریج کی ہے اور ذہبی نے اس پر کوئی نوٹ نہیں لگایا۔

۵۔ تاریخ بغداد ابن عساکر میں اس کی تخریج کی گئی ہے، نیز صواعق محرقہ ابن حجر مکی کی ص ۷۶ پر بھی ہے، تاریخ خلفاء اور اسلام کا سیاسی نظام باب اول اس میں بھی ہے۔

حوضِ کوثر پر نہ آ جائیں ۱

علیؑ کی ولایت و خلافت ہر اعتبار سے دینی و اعتقادی ہے۔

(۱) رسولؐ اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں: علیؑ بابِ حطّہ ہیں جو اس سے داخل ہوا مومن اور جو اس سے خارج ہوا کافر ہے ۲

(۲) آپ اس نصِ شرعی کو دیکھئے: علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں میری طرف سے اس کو کوئی نہیں پہونچا سکتا سوائے میرے یا علیؑ کے ۳

(۳) اصحاب کے سامنے رسولؐ نے علیؑ سے کہا: اے علیؑ جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہو گیا اور جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا ۴

(۴) رسولؐ نے فرمایا: میں منذر ہوں اور علیؑ ہادی، اے علیؑ میرے بعد ہدایت حاصل کرنے والے تم سے ہدایت حاصل کریں گے ۵۔

---

۱ طبرانی جامع اوسط، جامع صغیر دونوں میں لکھا ہے، تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۷۳، پر دیکھئے۔

۲ ینابیع المودۃ ص ۱۸۵، ص ۱۸۵، ۲۲۶، ۲۸۲، جامع صغیر ج ۲ ص ۵۶، منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۲، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۷۵۔

۳ ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴ ح ۱۱۹، ترمذی ج ۵ ص ۳۰۰، ح ۳۸۰۳، خصائص نسائی ص ۲۰، ابن عساکر ج ۲ ص ۳۰۸، ح ۸۸۰، مناقب خوارزمی، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، جامع الصغیر ج ۲ ص ۵۶، مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۷۵، اصول ابن اثیر ج ۹ ص ۴۷۱، مشکوٰۃ عمری ج ۳ ص ۲۴۳، ..... الخ۔

۴ مستدرک ج ۳ ص ۱۴۶، ذخائر العقبیٰ ص ۶۶، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۵، ابن عساکر ج ۲ ص ۲۶۸، میزان ذہبی ج ۲ ص ۱۸ ..... الخ۔

۵ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۱۷، فصول مہمہ ص ۱۰۷، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۴، تفسیر طبری ج ۱۳ ص ۱۰۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰۲، تفسیر شوکانی ج ۳ ص ۷۰، تفسیر رازی ج ۵ ص ۲۷۱، مستدرک ج ۳ ص ۱۲۹، ۱۴۲، در منثور ج ۴ ص ۴۵، زاد المسیر ج ۴ ص ۳۰۷، روح المعانی ج ۱۳ ص ۹۷، احقاق الحق ج ۳ ص ۸۸۔

⑤ رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میں اور یہ — یعنی علیؑ — قیامت میں اپنی قوم پر حجت ہیں ؎۱

⑥ نیز رسولؐ نے فرمایا: جنّت کے دروازہ پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ اخو رسولہ ؎۲ علیؑ اللہ کے رسول کے بھائی ہیں، نیز یہ بھی فرمایا:

⑦ ساق عرش پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ بعلی ونصرتہ بعلی ؎۳ میں نے محمدؐ کی تائید ونصرت علیؑ سے کی ہے۔

⑧ اس کے بعد رسولؐ کا یہ قول دیکھئے: کہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے تم سے جو کچھ بھی کہا ہے اس کا حکم جبرائیل نے مجھے خدا کی طرف سے دیا ہے ؎۴۔

ولی خدا و خلیفۂ رسولؐ فارس اسلام ہے

اسلام وکفر کی جنگوں کے درمیان علیؑ کا ستارہ چمک اٹھا اور آپ اکیلے شہسوار اسلام تسلیم کر لئے گئے، اولین و آخرین میں آپ کا مثل ونظیر پیدا نہ ہوسکا حضرت علیؑ نے اتمام حجت کے لئے طلوع

؎۱ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۳۳، ج ۴۲، ۴۵، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۲، مناقب ابن مغازلی، میزان ذہبی ج ۴ ص ۱۲۸۔

؎۲ حلیۃ الاولیاء ج ۷، ص ۲۵۶، مناقب ابن مغازلی ص ۹۱ ح ۱۳۴، مناقب خوارزمی ص ۸۸، مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۴۸، تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص ۲۲، ذخائر العقبیٰ ص ۶۶، میزان ذہبی ج ۲ ص ۷۶ وج ۳ ص ۳۹۹، ابن عساکر ج ۱ ص ۱۱۹، منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۵، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۳۱ .... الخ

؎۳ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۵۳، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۱، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۲، فرائد السمطین ج ۱ ص ۲۳۶۔

؎۴ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۱۷۰، کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۱۰، کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۶ .... الخ۔

و زبیر سے جنگ جمل سے پہلے کہا: میں عائشہ کو خدا و رسولؐ کی قسم دیتا ہوں کہ چار باتوں کے بارے میں سچ بات کہہ دیں!

(۱) تمام قریش میں کیا کوئی مجھ سے زیادہ رسولؐ خدا سے نزدیک تھا ——— ؟

(۲) کیا میرا اسلام تمام لوگوں کے اسلام سے پہلے نہیں ہے ——— ؟

(۳) کیا میں نے اپنی تلوار و نیزہ سے رسول خداؐ کی حفاظت کفار سے نہیں کی ہے ۱ ——— ؟

(۴) اسلام میں سب سے پہلے پرچم جو اٹھایا گیا وہ حمزہ کا تھا اس کے بعد کیا اسلام کی تمام جنگوں میں اسلام کا جھنڈا یا حمزہ بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں رہا یا علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں نہیں رہا ——— ؟ ۲

بدر میں سب سے پہلے میدان جنگ میں جو لوگ آئے وہ حمزہ و علیؑ و عبیداللہ تھے اور تمام جنگوں میں رسولؐ خدا کے بعد پہلا شہسوار علیؑ تھا، رسولؐ خدا نے "خیبر میں" فرمایا: کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا، اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے خدا اس کے ہاتھوں پر "خیبر" فتح کرے گا، دوسرے دن صبح ہوتے ہی لوگ رسول خداؐ کے پاس پہونچ گئے ہر شخص کی تمنا تھی کہ علم مجھے مل جائے "مگر" رسولؐ نے کہا: علیؑ ابن ابی طالبؑ کہاں ہیں ——— ؟ جواب دیا گیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، رسول خداؐ نے دعا کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی رسولؐ نے علم دیا اور خدا نے علیؑ کے ہاتھوں سے خیبر فتح کرایا۳ حضرت علیؑ نے قلعہ خیبر کے پاس سے ایک دروازہ اٹھا کر اس کو سپر بنایا اور اس کو ہاتھ میں لئے رہے جب خیبر فتح ہو گیا تو زمین پر ڈال دیا اس کو آٹھ آدمی ملکر پلٹ نہ سکے ۴

---

۱ الامامۃ والسیاسۃ ص ۶۰ - ۶۲ -

۲ الطبقات لابن سعد ج ۲ ص ۶ و ۹ و ۲۹ و ۳۱ و ۴۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۷۷ و ۱۰۲ و ۱۵ -

۳ اس کو مسلم، بخاری، طبرانی اور اکثر مورخین و اصحاب سنن نے روایت کی ہے۔

۴ مسلم و بخاری نے بھی روایت کی ہے تاریخ الخلفاء سیوطی کے ص ۱۶۷ کا مطالعہ فرمائیے۔

جنگ خندق میں جب عمرو بن عبدود کہہ رہا تھا: میں نے بہت مبارز طلب کیا اب تو تھک گیا کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے مقابلہ میں آئے ______؟ تو علیؑ کے علاوہ کس نے اس کا جواب دیا ______؟ اور علیؑ کے علاوہ کس نے اس کو موت کا مزا چکھایا[1]

بدر، احد، خیبر، حنین، "بلکہ" تمام اسلامی جنگوں سے پوچھو کیا علیؑ کسی جنگ سے بھاگے ______؟ یا عترت طاہرہ کی کوئی فرد بھی اسلام کی مدد کرنے میں سستی سے کام لیا ______؟ اگر کوئی کہتا ہے کہ وہ علیؑ پر غالب رہا یا علیؑ سے زیادہ قربانی پیش کی یا علیؑ سے بہتر قتال کیا تو جھوٹا ہے، علیؑ کے کارناموں نے ان کو اسلام کا ہیرو چمکتا ہوا ستارہ اور بے مثال شہسوار بنا دیا ان کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں۔

کس نے عاص بن سعد بن العاص کو قتل کیا ______؟ حنظلہ بن ابوسفیان اور عاص بن ہشام بن مغیرہ اور عمر بن خطاب کے ماموں کا قاتل کون ہے ______؟ کیا علیؑ کے علاوہ تاریخ کسی اور کا نام بتا سکتی ہے ______؟[2]

بنی امیہ کے سرداروں عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ سے کس نے مقابلہ کیا کس نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا، مورخین کا اجماع ہے کہ یہ کام علیؑ و حمزہ و عبید اللہ کا تھا اور یہ سب عترت طاہرہ کے افراد تھے، انھیں تینوں سرداران بنی امیہ کے قتل نے علیؑ اور اہل بیتؑ کے خلاف کینہ و عداوت کی آگ بھڑکا دی۔

اس نوجوان کے اس بے مثال عمل کی قدر و قیمت بتاتے ہوئے رسول اسلامؐ نے اعلان فرمایا: لمبارزۃ علی ابن ابی طالب لعمرو بن عبدود یوم الخندق افضل من عمل امتی الی یوم القیامۃ[3]، خندق کی جنگ میں علیؑ کا عمرو بن عبدود سے مبارزہ کرنے کا ثواب میری امت کے قیامت تک کے اعمال کے ثواب سے زیادہ ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۹۸ ملاحظہ فرمائیے، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۷، ۱۸، ملاحظہ فرمائیے۔

[3] فرائد السمطین الحموینی ج ۱ ص ۲۵۹ ح ۱۹۸، مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۴۵، مناقب خوارزمی ص ۵۸ شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۸، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۲۔

چوتھی فصل

علیؑ کی شادی

جناب فاطمہؑ سیدہ نساء العالمین[۱] رسولؐ کی محبوب ترین بیٹی جس کی مرضی رسولؐ کی مرضی اور جس کی ناراضگی رسولؐ کی ناراضگی ہے، جیسا کہ تمام اہل ملت کا اس پر اجماع ہے[۲] ——— آپؑ کی عظمت اتنی تھی کہ ——— ہر آبرومند آپ کی خواہش رکھتا تھا، ایک مثالی عورت میں جتنی خوبیاں ہونی چاہیئے اور انسان کو جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب جناب فاطمہؑ میں تھیں۔

ابوبکر و عمر نے رسولؐ کے پاس فاطمہؑ کا رشتہ بھیجا مگر رسولؐ نے یہ کہہ کر رد کر دیا[۳]: میں حکم خدا کا انتظار کر رہا ہوں،

۱۔ استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ و ۳۸۴ و ۳۸۵، اصابہ ج ۴ ص ۳۷۸، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۲، ذخائر العقبی ص ۴۴، ینابیع المودۃ — الخ۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۵ اور اس کے بعد ابوبکر و عمر کی گفتگو۔

۳۔ کفایۃ الطالب ص ۳۰۲ و ۳۰۴، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۵ و ۲۰۲، خصائص نسائی ص ۱۱۴۔ صواعق ابن حجر ص ۱۳۹، نظم درر السمطین ص ۱۸۱، ذخائر العقبی ص ۲۷، مناقب ابن مغازلی ص ۳۴۲، تذکرۃ ابن جوزی ج ۱ ص ۷۰، ینابیع المودۃ ص ۳۰۴، اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸، اصابہ ج ۱ ص ۲۶۱، سیرۃ نبویہ برحاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۲ ص ۷، جامع الاصول ج ۹ ص ۴۶۹، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۱، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۶۳، طبقات ج ۲ ص ۱۴، الخ۔

خوشخبری

ایک دن نبیؐ کے پاس خدا کی طرف سے بشارت آئی جس کو رسولؐ نے اپنے اصحاب سے اس طرح نقل کیا: میرے رب کی طرف سے میرے بھائی اور ابن عم علیؑ اور میری بیٹی کے بارے میں خوشخبری آئی ہے کہ خدا نے علیؑ کی شادی فاطمہؑ سے کردی۱ رسولؐ خدا اکثر اس الٰہی نعمت کا ذکر فاطمہؑ سے اور اپنے اصحاب سے کیا کرتے تھے مثلاً فاطمہؑ سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ خدا نے اہل زمین سے دو شخصوں کا انتخاب کیا ہے ایک تیرا باپ ہے دوسرا تیرا شوہر ہے۲ ایک مرتبہ جناب فاطمہؑ نے رسولؐ خدا سے کہا: آپ نے میری شادی علیؑ سے کردی جو فقیر ہیں اور ان کے پاس مال نہیں ہے تو رسولؐ نے جواب دیا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ خدا نے اہل زمین کی طرف توجہ کی تو دو شخصوں کو منتخب کیا ایک تیرے باپ کو ایک تیرے شوہر کو۳.

رسول خداؐ کے زمانہ میں جناب فاطمہؑ ایک مرتبہ بیمار ہوگئیں اور رسول خداؐ عیادت کے لئے گئے تو پوچھا: اب تم اپنے کو کیسا پا رہی ہو ــــــــ؟ سیدہ نے کہا: خدا کی قسم میرا حزن زیادہ ہوگیا، میری احتیاج شدید ہوگئی میری بیماری طول پکڑ گئی اس پر رسولؐ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو میری امت میں سب سے پہلا مسلمان ہے، سب سے زیادہ علم والا ہے اور سب سے زیادہ بردبار ہے۴

۱۔ مناقب خوارزمی ص ۲۴۶، مقتل حسین خوارزمی ج ۱ ص ۱۰۹، ینابیع المودۃ ص ۲۰۲، اسد الغابۃ ج ۱ ص ۲۰۸، صواعق ص ۱۰۲

۲۔ ابن عساکر ج ۱ ص ۲۲۹، تذکرۃ ابن جوزی ص ۳۰۹، کنز العمال ج ۱۵ ص ۹۵، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۴۴... الخ۔

۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۹، ابن عساکر ج ۱ ص ۲۲۹، تذکرۃ ابن جوزی ص ۳۰۹، ینابیع المودۃ ص ۲۴۱، کفایۃ الطالب گنجی ص ۲۹۷، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱ و ج ۵ ص ۹۵، احقاق الحق ج ۵ ص ۳۷۷، تاریخ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۹۵ و ۱۹۶

۴۔ نظم درر السمطین ص ۱۸۸، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۱، منتخب الکنز بر حاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۱ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۵۵۔

ذریت مبارکہ

تمام مسلمانوں کے سامنے رسولؐ نے اعلان فرمایا: خداوند عالم نے ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں قرار دی لیکن میری ذریت صلب علیؑ ابن ابی طالب میں قرار دی [۱]

یہی مطلب ہے رسولؐ کے اس ارشاد کا کہ ہر عورت کی اولاد اس کے شوہر کی طرف منسوب ہوتی ہے لیکن اولاد فاطمہؑ کی نسبت میری طرف ہے اور میں ان کا باپ ہوں [۲] اور اے علیؑ تم میرے بھائی اور میری اولاد کے باپ ہو [۳] اور علیؑ کی طرف ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

یہ میرا بھائی ابن عم، میرا داماد، میری اولاد کا باپ ہے [۴]

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ رسولؐ کی ذریت نسل فاطمہؑ میں منحصر ہے ـ بلکہ یہ خدا کی طرف سے ہے ـ امت اس بات کو بطور علم الیقین جانتی ہے کہ نبیؐ کی فاطمہؑ کے اولاد کے علاوہ کوئی اولاد نہیں تھی، اور رسولؐ نے صحابہ کے سامنے جھوم کر فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا حسنؑ اور یہ بیٹا حسینؑ ان دونوں کا نام خدا نے رکھا تھا اور یہ دونوں جنت میں جوانان جنت کے سردار ہیں اور اس امت میں یہ میرے دونوں پھول ہیں اور نسل رسولؐ کو تباہ و برباد کر دینے کی کوشش اور امام حسنؑ کو زہر دینے اور امام حسینؑ کو شہید کرنے کے باوجود اس مبارک نسل سے بارہ امام پیدا ہوئے جن میں کا آخری امام مہدی (عج) ہیں۔

رسولؐ و خلیفۂ رسولؐ کا مکان

۱ـ کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲، حدیث ۲۵۱۰۔

۲ـ طبرانی نے تخریج کی ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کو ابن حجر نے صواعق کے فصل ۲ ص ۱۱۲ پر ح ۲۲ قرار دیا ہے

مستدرک ج ۳ ص ۱۷۲، اور کہا ہے یہ صحیح ہے۔ ۳ـ مناقب خوارزمی ص ۲۴۔

۴ـ الغدیر امینی ج ۳ ص ۱۱۹۔

مرضی الٰہی یہ ہوئی کہ اس کا رسولؐ اور اس کے رسولؐ کا خلیفہ دونوں ایک ہی مکان میں رہیں اور لوگوں کے ذہنوں اور سماعت کو اس کی طرف متوجہ بھی کر دیا تاکہ ان حضرات کا یہ امتیاز ہمیشہ باقی رہ جائے۔

رسولؐ نے اپنے خطبہ میں اعلان فرمایا: کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ میں نے لوگوں کو مسجد سے نکال دیا ہے اور علیؑ کو مسجد میں رہنے دیا ہے بخدا نہ میں نے لوگوں کو نکالا نہ علیؑ کو رکھا بلکہ خدا نے لوگوں کو نکالا اور علیؑ کو رکھا۔ خدا نے موسیٰ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ اپنے قوم کے لئے مصر میں مکان بناؤ اور اپنے اپنے گھروں کو مسجدیں قرار دے لو اور نماز قائم کرو! علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو موسیٰ سے ہارونؑ کو تھی علیؑ میرے بھائی ہیں کسی کو مسجد میں اپنی بیوی سے جماع کا حق نہیں ہے سوائے علیؑ کے۔[1]

رسولؐ خدا نے اپنے چچا عباس اور دوسروں کو بھی مسجد سے نکال دیا تو عباس نے کہا: مجھے تو نکال رہے ہو اور علیؑ کو بسا رہے ہو ——— ؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: نہ میں نے آپ کو اجاڑا ہے نہ علیؑ کو بسایا ہے، لیکن خدا نے آپ کو نکالا ہے اور علیؑ کو رہنے دیا ہے۔[2]

رسولؐ خداؐ کے بعض اصحاب نے (سہولت کے لئے) اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں کھول لئے تھے، رسولؐ نے فرمایا: علیؑ کے علاوہ سب لوگ اپنے دروازے بند کر دیں لوگوں نے اس پر چہ می گوئیاں شروع کر دیں تو آپؐ اٹھے خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے علیؑ کے علاوہ سب کے دروازوں کو بند کر دینے کا حکم دے دیا تھا اس پر تم میں سے بعض کی شکایت ہوئی ہے سنو! نہ میں نے کسی کا دروازہ کھلے رہنے کا حکم دیا ہے اور نہ کسی کے دروازے کو بند کر دینے کا حکم دیا ہے البتہ مجھے جو حکم دیا گیا تھا، میں نے اس کی پیروی کی ہے۔[3] اور یہ بھی فرمایا:

---

1. المراجعات ص ۱۹۱ - ۱۷۵، ینابیع المودۃ باب ۱۸۔
2. ابن ماجہ ج ۱ ص ۹۲، ترمذی ونسائی اور یہ وہی کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳ کی حدیث ۱۵۳۱ ہے، مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۳۶۹ و ج ۱ ص ۱۵۱۔
3. مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹، ضیاء مقدسی اور طبرانی نے بھی تخریج کی ہے، منتخب الکنز ج ۵ ص ۲۹۔

میں نے اپنی طرف سے نہ تم کو نکالا ہے اور نہ اپنی طرف سے روکا ہے میں تو مامور ہوں جو حکم دیا گیا وہ کیا میں تو صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں ۔[1]

یہ بھی ارشاد فرمایا :

خدا نے جناب موسیٰ کو وحی فرمائی میرے لئے ایک پاک مسجد بناؤ جس میں صرف تم اور ہارون رہو ، اور خدا نے مجھے وحی فرمائی : میرے لئے ایک پاک و پاکیزہ مسجد بناؤ جس میں صرف تم اور تمہارے بھائی علیؑ رہیں ۔[2]

علیؑ وصی نبیؐ

رسولؐ نے بطور تاکید بیان فرمایا : میرے بعد " میرے " وصی علیؑ ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا یہ " علےؑ " میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں اور حدیث دار صحیح ترین حدیثوں میں سے ہے ۔[3]

رسول خداؐ نے وصایت کی نص کو مکرر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے : ہر نبیؐ کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور علیؑ میرے وصی اور وارث ہیں ۔[4] دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہے : ہر نبی کا وصی و وارث ہوتا ہے اور میرا وصی اور وارث علیؑ ہیں ۔[5] اور ایک جگہ ارشاد فرمایا : یقیناً میرے وصی اور میرے رازدار اور میرے بعد سب سے بہتر اور میرے وعدوں کے پورے کرنے والے

ے۲ طبرانی نے تخریج کی ہے جیسا کہ صاحب منتخب الکنز نے مسند امام احمد کے ج ۵ ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے ۔

ے۳ صواعق محرقہ ص ۷۶ ، مقصد خامس من مقاصد الآیۃ ۴ ،

ے۴ طبری ج ۲ ص ۳۱۹ ۔ ۳۲۱ ۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۶۲ و ۶۳ ، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۱۱ ، مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۴۱ و ۴۳ حاشیہ ، تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۸۵ ۔۔۔ الخ ۔

ے۵ ابن عساکر ج ۳ ص ۵ ، مناقب ابن مغازلی ص ۲۰۰ ، مناقب خوارزمی ص ۴۲ ، ذخائر العقبیٰ و میزان ذہبی ج ۲ ص ۲۷۳ ، ینابیع المودۃ ص ۲۳۲ ، ۲۳۸ ۔ ے۶ ابن عساکر ج ۳ ص ۵ ، مناقب خوارزمی ص ۴۲ ، مناقب ابن مغازلی ص ۲۰۰ ، میزان ذہبی ج ۲ ص ۲۷۳

میرے قرض کے ادا کرنے والے علیؑ ابن ابی طالب ہیں [۱]

انس بن مالک سے فرمایا: اے انس سب سے پہلے اس دروازہ سے جو تمہارے پاس آئے گا وہ امیرالمومنین ہوگا، سیدالمسلمین ہوگا، قائد الغرالمحجلین ہوگا، خاتم الوصیین ہوگا، پھر حضرت علیؑ داخل ہوئے، حدیث کا تتمہ دیکھئے [۲]

رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا: اے فاطمہؑ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ خدا نے اہل ارض کی طرف توجہ فرمائی تو ان میں سے تیرے باپ کو منتخب کیا اور ان کو نبیؐ بنا کر مبعوث فرمایا دوبارہ پھر توجہ کی تو تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور میری طرف وحی بھیجی تو میں نے اس کا نکاح کردیا اور اس کو اپنا وصی بنالیا [۳]

رسول خداؐ کے انتقال کے بعد امام حسنؑ بن علیؑ نے وصیت سے استدلال فرمایا اور اپنے خطبہ میں فرمایا: میں نبیؐ کا بیٹا ہوں میں وصی کا بیٹا ہوں [۴] حضرت علیؑ کے وصی ہونے کا مسئلہ ادب میں بہت شائع و مشہور ہے نظم میں بھی اور نثر میں بھی [۵] ذرا دیکھئے جابر کہتے ہیں: مجھ سے وصی الانبیاء یعنی حضرت علیؑ نے بیان فرمایا: [۶]

وصیت کا انکار

۱۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۳، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۴، مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۲ برحاشیہ "

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳، ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۶۹، تحقیق ابی الفضل، مناقب خوارزمی ص ۴۲، کفایۃ الطالب ص ۲۱۲، میزان ذہبی ج ۱ ص ۶۴، فضائل الخمسہ ج ۲ ص ۲۵۲، مطالب السئول ص ۲۱۔

۳۔ کفایۃ الطالب ص ۲۹۶، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳، فصول مہمہ ص ۲۸۱، مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۱، ینابیع المودۃ ص ۹۲، الغدیر ج ۳ ص ۲۳، ملحق المراجعات ص ۲۴۴، ۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۸۔ ۵۔ واقعہ صفین نصر بن مزاحم ص ۲۲۴، ۳۸۲، ۴۳۶، مناقب خوارزمی ص ۳۸ و ۹۵ و ۱۳۲ و ۳۸۸، مروج الذہب ج ۲ ص ۲۳۸، العقد الفرید ج ۴ ص ۴۱۱، الفصول ص ۸، ملحق المراجعات میں وضاحت ہے ۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۸۳، الملحق ۲۶۴۔

بخاری اور مسلم دونوں نے رسولؐ کی وصیت کا انکار عائشہ کی حدیث پر بھروسہ کر کے کیا ہے ؛ حدیث یہ ہے کہ عائشہ کہتی ہیں :

مرتے وقت رسول خداؐ کا سر میرے دامن اور زانوں پر تھا اور پیغمبر نے کوئی وصیت نہیں کی ـــــــــــــ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ موت رسولؐ کا واقعہ نہ اس طرح ہوا اور نہ یہ بات عقل میں آتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول خداؐ کا انتقال اس طرح ہوا کہ آپ کا سر علیؑ کے سینہ پر تھا

اس بات کی بڑی زبردست کوشش کی گئی کہ نبیؐ اپنا موقف اصحاب کو نہ بتا سکیں اور ان کوششوں کا نتیجہ بہرحال اتنا تو ہوا ہی نبیؐ کو اپنا مافی الضمیر لکھنے نہیں دیا گیا، بخاری نے خود ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے وصیت کی تھی کہ : مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا، اور جس طرح ان کے وفود کو میں جائزہ دیتا تھا تم بھی دینا اور تیسری بات نہیں کہی یا اس کو بھول گئے[۱]

دوسری بات یہ ہے جس طرح عائشہ نے بتایا رسول اللہؐ کا انتقال نہیں ہوا بلکہ آپؐ کا انتقال علیؑ کے سینہ پر ہوا تھا اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف خود عمر نے بھی کیا ہے ۔ چنانچہ عمر نے زمانہ میں اصحاب آپس میں بیٹھا کرتے تھے ایک مرتبہ کعب نے پوچھا : سب سے آخری بات رسولؐ خدا نے کیا کہی تھی ـــــــــــــ ؟ عمر نے کہا : یہ بات علیؑ سے پوچھو ! اس وقت حضرت علیؑ نے مرنے کی کیفیت اور آخری گفتگو سب کچھ بیان کیا ...... وہ مختصر یہ کہ ۔ حالت احتضار میں رسولؐ نے کہا : میرے بھائی کو بلاؤ چنانچہ علیؑ کو بلایا گیا ۔ جب علیؑ آگئے تو ۔ کہا مجھ سے قریب آجاؤ ! علیؑ اور قریب گئے تب ان سے بات کرنی شروع کی اور مرتے دم تک بات کرتے رہے ۔ گفتگو کے درمیان ۔ تھوڑا سا رسولؐ کا لعاب دہن علیؑ کے کپڑے پر بھی گرا[۲]

۱۔ بخاری رسولؐ کا خط کسریٰ و قیصر کے نام باب رسولؐ کی بیماری و وفات ج ۵ ص ۱۳۷ طبع دار الفکر ۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۶۳، ۲۶۲، حدیث ۱۱۰۷، ص ۵۵ ج ۴ از کنز العمال ج ۴ ص ۳۹۲ ح ۱۰۹۱، اور ج ۴ ص ۵۵ ح ۱۰۰۲، نیز کنز العمال ج ۴ ص ۵۵ ح ۱۱۰۹، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۵۱، ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹۲ ج ۲ ص ۱۵۲، اور ج ۱۰ ص ۲۰۷ و ۲۱۵، اس حدیث کو حضرت علیؑ ابن عباس، ام سلمہ، عبد اللہ ابن عمر، علی ابن الحسینؑ، اور باقی آئمہ اہلبیتؑ نے روایت کی ہے ۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ نبیؐ کا انتقال اس طرح نہیں ہوا جیسا کہ لوگوں نے عائشہ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ وصیت کا انکار کیا جا سکے۔

خلیفۂ رسولؐ کی خصوصیت!

ارشاد رسولؐ ہے:

اے علیؑ میں اپنی نبوت کی دلیل تم کو پیش کروں گا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور تم لوگوں سے سات دلیلوں کے ساتھ مقابلہ کرو گے اور قریش میں سے کوئی تم سے احتجاج نہیں کر سکتا۔

① تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لانے والے ہو۔

② سب سے زیادہ پیمان الٰہی کو پورا کرنے والے ہو۔

③ حکم خدا پر سب سے زیادہ قائم رہنے والے ہو۔

④ سب سے زیادہ مساوی تقسیم کرنے والے ہو۔

⑤ سب سے زیادہ رعایا میں عدل برتنے والے ہو۔

⑥ اور سب سے زیادہ معاملات میں بصیرت رکھنے والے ہو۔

⑦ خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ سب سے عظیم ہے۔[1]

رسول خداؐ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا:

علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے دونوں میں جدائی ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض "کوثر" پر آئیں گے۔[2]

---

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۵، ۶۶، ابن عساکر ج ۱ ص ۸۲ ح ۱۲۰، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۲۳، مطالب السئول ج ۱ ص ۹۵، ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۱۷۳، تحقیق ابو الفضل، مناقب خوارزمی ص ۶۱، میزان ذہبی ج ۱ ص ۲۲۳، کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۷۰، الغدیر ج ۳ ص ۹۶، ینابیع المودۃ ص ۲۱۵، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۴، فرائد السمطین ج ۱ ص ۲۲۳، ح ۱۷۴۔

[2] مناقب خوارزمی ص ۱۱۰، معجم صغیر ج ۱ ص ۵۵، کفایۃ الطالب گنجی ص ۳۹۹، کفایہ ابن حجر ص ۱۲۲ و ۱۲۴، تاریخ الخلفاء ص

ایک دن رسول خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے دونوں میں افتراق ناممکن ہے یہاں تک کہ قیامت میں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔[١]

حضرت علیؑ کی حفاظت!

رسول خداؐ نے صحابہ کی موجودگی میں فرمایا:

(١) اے علیؑ جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوا اور جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا۔[٢]

(٢) ارشاد ہے: جس نے علیؑ پر سب و شتم کیا اس نے مجھے سب و شتم کیا۔[٣]

(٣) ارشاد رسولؐ ہے: جس نے علیؑ پر سب و شتم کیا اس نے مجھے سب و شتم کیا اور جس نے مجھے سب و شتم کیا اس نے خدا پر سب و شتم کیا اور جس نے خدا کو سب و شتم کیا خدا اسے منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔[٤]

---

١ ٣٧١، اسعاف الراغبین مطبوعہ برحاشیہ نور الابصار ص ١٧٥، نور الابصار ص ٧٣، الغدیر ج ٣ ص ١٨٠، ینابیع المودۃ ص ٩٠، ١٨٥، .... الخ، غایۃ المرام ص ٥٣٩، جامع الصغیر ج ٢ ص ٥٦ .... الخ۔

٢ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ج ١٤ ص ٣٢١، تاریخ دمشق ابن عساکر ج ٣ ص ١١٩ ج ٣٤٣ // درحالات حضرت علیؑ، غایۃ المرام ص ٥٣٩، الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ الدینوری ج ١ ص ٧٣، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ٥ ص ٣٠۔

٣ مستدرک ج ٣ ص ١٢١، ذخائر العقبیٰ ص ٦٦، مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٣٥، ابن عساکر ج ٢ ص ٢٧٨ ح ٧٨٩، مناقب ابن مغازلی ص ٣٩٤، ریاض النضرۃ ج ٢ ص ٢٢٠، ینابیع المودۃ ص ٩٠، میزان ذہبی ج ٢ ص ٥٨ .... الخ۔

٤ خصائص نسائی ص ٢٤، مناقب خوارزمی ص ٨٢، مجمع الزوائد ص ١٣٠، ابن عساکر ج ٢ ص ١٨٤، تاریخ الخلفاء ص ٧٣، مشکوٰۃ المصابیح ج ٣ ص ٢٤٥، فتح الکبیر ج ٣ ص ١٩٧، منتخب الکنز برحاشیہ مسند امام احمد ج ٥ ص ٣٠۔

٥ ذخائر العقبیٰ ص ٦٦، مناقب خوارزمی ص ٨١ و ٨٢، مناقب ابن مغازلی ص ٣٨٣، الفصول المہمہ ص ١٢، ریاض النضرۃ ج ٢ ص ٢١٩۔

④ اصحاب سے ارشاد فرمایا :

جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔[1]

یہ بھی فرمایا :

جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[2]

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۱۲۲، تلخیص ذہبی مطبوعہ ذیل مستدرک ج ۳ ص ۱۲۳، ابن عساکر ج ۱ ص ۹، ۳۸۹، شواہد التنزیل ج ۲ ص ۹۸، مناقب ابن مغازلی ص ۵۲، استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۷، ذخائر العقبیٰ ص ۶۵، صواعق محرقہ ص ۷۳ و ۷۴، انساب الاشراف بلاذری ج ۲ ص ۱۴۶، تاریخ الخلفاء سیوطی ..... ملحق المراجعات ص ۱۵۱ و ۱۵۲ .... الخ۔

[2] استیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۷، میزان الاعتدال ذہبی ج ۲ ص ۱۲۸، مناقب علیؑ لابن مغازلی ص ۱۰۹، الریاض النضرۃ طبری ج ۲ ص ۱۶۵، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۰۔

پانچویں فصل

رسم جانشینی

① مناسبت، حجۃ الوداع

رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب اور اطراف وکنار سے آنے والے وفود کو سمجھا دیا تھا کہ آپ کا یہ حج آخری ہوگا لہٰذا چاروں طرف سے مسلمان تیار ہو گئے تاکہ ثواب حج کے ساتھ شرف ہمراہی بھی حاصل کریں، چنانچہ نوے ہزار (۹۰۰۰۰) اور بقولے ایک لاکھ چودہ ہزار (۱۱۴۰۰۰) اور بقولے ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰۰۰۰) مسلمان اور بقولے اس سے بھی زیادہ تعداد رسولؐ کے ساتھ حج میں شریک ہوئی اور اہم چیز یہ ہے کہ یہی تعداد رسولؐ کے ساتھ غدیر خم میں بھی تھی ؎۱

تاجگذاری کی جگہ

حذیفہ بن اسید غفاری کہتے ہیں: جب رسولؐ خداؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر چلے تو بطحاء پہونچ کر چھوٹے چھوٹے درختوں کے پاس جو قریب تھے اپنے اصحاب کو ان درختوں کے نیچے

؎۱ تذکرۃ الخواص، ص ۳۰، سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۲۵۱، سیرت نبویہ برحاشیہ حلبیہ ج ۳ ص ۳، الغدیر ج ۱ ص ۹۔

اترنے سے روکا، پھر درختوں کے پاس کچھ لوگوں کو، بھیج کر ان کے نیچے سے کانٹے وغیرہ صاف کرائے اور خود وہاں جاکر نماز پڑھی پھر خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے ..... ؎

اور زید ابن ارقم کی روایت کے مطابق جب رسول خدا حجۃ الوداع سے پلٹے اور غدیرخم میں اترے .....

اور براء بن عازب کی روایت کے مطابق : ہم لوگ رسول خداؐ کے ساتھ تھے جب غدیرخم میں اترے تو آواز دی گئی الصلوٰۃ جامعۃ اور دو درخت کے نیچے کی صفائی رسول خداؐ کے لئے کی گئی...

اور سعدی کی روایت یہ بھی ہے : ہم رسول خداؐ کے ساتھ تھے جب غدیرخم پہونچے تو آپ نے ٹھہرنے کا حکم دیا جو پیچھے رہ گئے تھے وہ پہونچ گئے اور جو آگے بڑھ گئے تھے واپس آئے جب سب جمع ہو گئے تو رسول خداؐ نے فرمایا : ...... اور اہم چیز یہ ہے کہ ولی خدا کی رسم تاجپوشی غدیرخم میں ہوئی ۔

خدا کی جانب سے اعلان خلافت کا حکم !

اہل مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ رسول خداؐ کے بعد خلیفہ حضرت علیؑ ہیں اور یہ علم ان کو رسولؐ کے متواتر وقتاً فوقتاً تصریحات سے حاصل ہوا تھا جو آنحضرتؐ اصحاب کے سامنے کبھی جماعت جماعت کے سامنے اور کبھی تنہا تنہا افراد کے سامنے برابر بیان کیا کرتے تھے ۔

مدینہ حکومت اسلامی کا پایہ تخت تھا، اہل مدینہ اور اطراف کے لوگ شرعاً و واقعاً اس کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے کہ رسولؐ خدا کے بعد خلیفہ اور ولی کو معین کر سکیں، لیکن خدا کی مشیت اس بات سے متعلق ہوئی کہ وہ سب اس بات کو جان لیں کہ رسولؐ کے بعد علیؑ ہی خلیفہ و جانشین نبیؐ ہیں اس لئے اس نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سب کو بتا دیں تا کہ لوگ اس کو فراموش

؎ معجم کبیر میں طبرانی کی روایت کے مطابق ۔

یہ کر سکیں (اس لئے) پانی کے قریب جو عربوں کیلئے رگ حیات ہے اور ایسی جگہ پر جس کا ہم نام کوئی مکان پورے عرب میں نہیں ہے کا انتخاب کیا اور اس عظیم واقعہ کا اتنے بڑے مجمع کے سامنے ہو جو اس وقت کے اعتبار سے بہت بڑا تھا، اعلان ہزاروں سوال و احتمال و نظریات کو ذہن انسانی میں جنم دیتا ہے کیونکہ اتنی بڑی جمعیت جو ہر اعتبار سے متفاوت ہو اور رسولؐ کو اس کا علم بھی ہو اس نے رسولؐ کو حکم خدا پہونچانے پر آمادہ کیا اور خدا نے بھی اپنے رسول کے دل کو قوی کر دیا اور طاقت عطا کر دی کہ وہ حکم خدا کو پہونچا سکیں اس لئے اس نے آیۂ تبلیغ نازل فرمایا:

آیت تبلیغ

جبرئیل فوراً یہ آیت لے کر اترے:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس واللہ لا یھدی القوم الکافرین ۔ پ ۶ س مائدہ آیت ۶۸ ۔ اے رسولؐ جو حکم تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے پہونچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہونچایا اور تم ڈرو نہیں، خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا خدا ہرگز کافروں کی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہونچاتا۔

پس اسلامی رسالت کا مستقبل اس تبلیغ پر موقوف ہو گیا یہ آیت غدیر خم میں اٹھارہ[۱۸] ذی الحجہ کو نازل ہوئی اور یہ وہی دن ہے جب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد امام و جانشین قرار دیا اور یہ پنجشنبہ کا دن تھا[۱]۔

---

[۱] ابن عساکر ج ۲ ص ۸۶، فتح البیان ج ۳ ص ۶۳، شواہد التنزیل حسکانی ج ۱ ص ۱۸۷ حدیث ۲۴۳، ۲۵۰، اسباب النزول ص ۱۱۵، در منثور ج ۲ ص ۲۹۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۶۰، مطالب السئول ج ۱ ص ۴۴، فصول مہمہ ص ۲۵ ینابیع المودۃ ص ۱۲۰ و ۲۴۹، ملل ونحل ج ۱ ص ۱۶۳، ابن حزم ج ۴ ص ۲۲۰، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۵۸، الغدیر ج ۱ ص ۲۱۴، الکشف والبیان ثعلبی ثعالبی تفسیر نیشاپوری

اعلانِ ولی بعد نبی!

① حدیث حذیفہ:

حذیفہ کہتے ہیں: اس کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا: اے لوگو مجھے خدائے علیم وخبیر نے مطلع کیا کہ ہر نبی کی عمر اپنے پہلے والے نبیؑ کی عمر سے آدھی ہوتی ہے اور مجھے گمان ہے کہ خدا کی دعوت میرے پاس آجائے اور میں قبول کرلوں میں بھی مسئول ہوں اور تم لوگ بھی مسئول ہو، تم لوگ آخر کیا جواب دو گے ______؟ انہوں نے کہا: ہم جواب دیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ رسالت فرمائی اور اس کے اعلان میں سعی وکوشش فرمائی اور خیر خواہی فرمائی خدا آپ کو جزائے خیر دے!

رسول خداؐ نے فرمایا:

کیا تم لوگ اس کی گواہی نہ دو گے کہ خدا ایک ہے محمدؐ اس کے بندہ اور رسولؐ ہیں، جنّت و نار حق ہے، موت حق ہے، موت کے بعد حیات حق ہے قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور خدا قبروں سے مردوں کو اٹھائے گا ______؟

مسلمان: ہاں ہم اس کی بھی گواہی دیں گے، اس وقت رسولؐ نے کہا: خدایا تو گواہ رہنا، اس کے بعد رسولؐ نے فرمایا:

اے لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں، پس جس جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں پالنے والے اس

ج ۲ ص ۱۲۰، تفسیر عبدالوھاب بخاری آیۂ مودت کی تفسیر میں، اربعین جمال شیرازی مفتاح النجا بدخشی ص ۴۱، روح المعانی ج ۳ ص ۳۴۸، منار محمدؐ عبدہ ج ۲ ص ۴۶۳، ارجح المطالب ص ۳۶، ۳۷، ۶۸، ۵۶۹، ۵۷۶، ۵۷۰، اور شیعوں کا تو اجماع ہے کہ یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر میں نازل ہوئی اسی میں خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ اپنے بعد کیلئے علیؑ کو امام بنا دیجئے، ملحق الاحجات ۲۵۔

کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے ۔

پھر فرمایا:

لوگو! میں تم سے جا رہا ہوں اور تم لوگ میرے پاس حوض "کوثر" پر یقیناً آؤ گے حوض کوثر کا عرض بصریٰ و صنعا کے درمیان کے فاصلے کے برابر ہے اس حوض پر ستاروں کی تعداد کے برابر چاندی کے پیالے رکھے ہوئے ہیں جب تم لوگ آؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں پوچھوں گا دیکھو تم لوگ ان دونوں سے کیسا برتاؤ کرتے ہو ایک کتاب خدا تو ثقل اکبر ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے ایک تمہارے ہاتھ میں لہٰذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو نہ اس میں رد و بدل کرو اور نہ اس سے گمراہ ہو نہ گمراہ کرو، دوسرے میری عترت ہے جو میرے اہلبیتؑ ہیں اور خدائے لطیف و خبیر نے مجھے بتایا ہے ان دونوں میں کوئی جدائی نہیں ہوگی یہاں تک کے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں ایک ۱

۲ حدیث زید بن ارقم

زید کہتے ہیں: جب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے اور غدیر خم میں اترے تو حکم دیا کہ درختوں کے نیچے صفائی کی جائے جب صفائی ہوگئی تو آپ نے فرمایا: گویا کہ مجھے دعوت دی گئی ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے، میں تم لوگوں میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بزرگ ہے خدا کی کتاب اور میرے اہلبیتؑ دیکھو تم لوگ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو یہ جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں ۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ میرا مولا ہے اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

۱۔ صواعق محرقہ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۴، ابن عساکر ج ۲ ص ۴۵ ح ۵۴۵، کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۹۵۱، الغدیر ج ۱ ص ۲۶، و ۲۷، عبقات ثقلین ج ۱ ص مجلد ۲ ص ۳۱۲ و ج ۱ ص ۱۵۶، نوادر الاصول ص ۲۸۹ ۔ لوگوں نے اس حدیث کو حذف کر دیا ہے اب صرف اشارہ باقی ہے ۔ اس حدیث کو گنجی شافعی نے نزول ابرار میں ص ۱۸ پر ذکر کیا ہے، ینابیع المودۃ ۳۷، فصول المہمہ میں لفظوں کی تبدیلی سے موجود ہے ص ۲۹، مناقب ابن مغازلی ص ۱۱۳ ح ۲۳، کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۹۹۸ بہ روایت زید۔

میں جس کا مولا ہوں اس کے یہ ولی ہیں خداوندا جو ان کو دوست رکھے تو
اسکو دوست رکھ اور جو ان کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ ، انتہیٰ [۱]

(۳) حدیث براء بن عازب!

براء کہتے ہیں : ہملوگ رسول خدا ؐ کے ساتھ تھے جب غدیر خم میں اترے تو ندا الصلوٰۃ جامعہ کی صدا لگائی گئی اور دونوں درختوں کے نیچے کی زمین کو رسول خدا ؐ کیلئے صاف کیا گیا آپ ؐ نے نماز ظہر ادا فرمائی ۔ اس کے بعد ، علےؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا : کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کے اوپر ان کے نفوس سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں ــــــــــــ ؟ سب نے کہا ہاں ! آپ ؐ نے پھر فرمایا : کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں ہر مومن پر اس کے نفس سے زیادہ اولیٰ ہوں ــــــــــــ ؟ سبھوں نے کہا ہاں راوی کہتا ہے : پھر آپ ؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا : جس کا میں مولیٰ ہوں پس علےؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں خدایا جو علےؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ راوی کہتا ہے : اس کے بعد عمر نے علےؑ سے ملاقات کی اور کہا : اے ابوطالب کے فرزند مبارک ہو کہ آپ ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے انتہیٰ [۲]

(۴) حدیث سعد بن ابی وقاص

---

[۱] خصائص نسائی ص ۳۹، وص ۱۷، مناقب خوارزمی ص ۹۴، ینابیع المودۃ ص ۳۱، الغدیر ج ۱ ص ۳۰، کنز العمال ج ۱۵ ص ۹۱ ، ج ۱۵ ص ۱۵۵، عبقات الانوار حدیث ثقلین ج ۱ ص ۱۱۷ ، ۱۲۱ ، ۱۴۹ ، ۱۵۲ ، ۱۶۱ ۔

[۲] ذخائر العقبیٰ ص ۶۷، فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۳۵۰، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹، فصول المہمہ ص ۲۴، الحاوی ج ۱ ص ۱۲۲ ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۷، ملحق المراجعات ص ۱۶۷، اسی کے قریب ہے ، ابن عساکر ج ۲ ص ۷۸ ج ۲ ص ۵۰۸ ، ۵۰۹ و ۵۵۰ ، انساب الاشراف ج ۲ ص ۱۱۵، مناقب خوارزمی ص ۹۴، الغدیر ج ۱ ص ۱۱، ۲۷، فرائد السمطین ج ۱ ص ۶۴، ۷۱، ۷۵، ملحق المراجعات ص ۱۶۷ ۔

سعد کہتے ہیں: جمعہ کے دن رسول خداؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا ولی ہوں سب نے کہا: اے خدا کے رسولؐ آپ نے سچ فرمایا: اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: یہ میرا ولی ہے، میرا قرض ادا کرے گا، جو اس کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا، اور جو اس کو دشمن رکھے گا میں اس کو دشمن رکھوں گا۔[۱]

⑤ سعد کی دوسری حدیث

سعد کہتے ہیں: ہم لوگ رسول خداؐ کے ساتھ تھے جب غدیر خم پہونچے تو آپ نے لوگوں کو روک کر پیچھے رہ جانے والوں کے انتظار اور آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلانے کا حکم دیا جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا: لوگو! تمہارا ولی کون ہے ——— ؟ تو لوگوں نے کہا: خدا اور اس کا رسولؐ! اس کی تکرار تین مرتبہ کی، اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا: جس کا ولی خدا و رسول ہو اس کا ولی یہ بھی ہے خدایا جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ، انتہیٰ۔[۲]

مضمون کا سمجھنا اور مبارکبادی

غدیر خم میں موجود تمام لوگوں نے صدور حکم جانشینی کو سمجھا اور اسی لئے اس الٰہی نعمت پر تہنیت و مبارک بادی پیش کرنے کے لئے آگے بڑھے اور سب سے آگے مبارکباد پیش کرنے

۱۔ خصائص نسائی ص ۱۰۱، فضائل خمسہ ج ۱ ص ۳۹۵،

۲۔ ——— اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۴۹، ریاض النضرة ج ۲ ص ۱۶۹، ملحق المراجعات ص ۱۶۲۔

والے عمر تھے جنہوں نے کہا: مبارک ہو مبارک اے ابو طالب کے فرزند آپ میرے اور ہر مسلمان مرد و عورت کے مولیٰ ہو گئے ۱

اور دوبارہ کہا:

ابو طالب کے بیٹے مبارک ہو آپ ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے ۲ عمر اس بات کو زندگی بھر نہیں بھولے چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے ان کی خلافت کے زمانہ میں ان سے کہا: آپ علیؑ کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہیں جو اصحاب رسولؐ میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں کرتے ——— ؟

تو عمر نے کہا: ہاں، اس لئے کہ، وہ میرے مولیٰ ہیں ۳

دو بدوؤں نے جھگڑا کیا تو عمر نے ان کا فیصلہ علیؑ کے حوالہ کر دیا اس پر ان میں سے ایک نے کہا: کیا یہ ہمارا فیصلہ کریں گے ——— ؟ یہ سنتے ہی عمر نے لپک کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور بولے کیا تو نہیں جانتا یہ کون ہیں ——— ؟ یہ میرے اور تیرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولیٰ ہیں جس کے یہ مولیٰ نہ ہوں وہ مومن نہیں ہے ۴۔

---

۱ ابن عساکر ج ۲ ص ۵۰، ح ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۸۰، ۵۸۵، مناقب ابن مغازلی ص ۱۸ ح ۲۴، مناقب خوارزمی ص ۹۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۵۸، ح ۲۱۳، سر العالمین ص ۲۱، احقاق الحق ج ۶ ص ۲۵۶، الغدیر ج ۱ ص ۱۳۲، فرائد السمطین ج ۱ ص ۷۷۔

۲ ابن عساکر ج ۲ ص ۵۰ ح ۵۷۸، مناقب خوارزمی ص ۹۴، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱، فصول مہمہ ص ۲۴، الحاوی ج ۱ ص ۱۲۲، ذخائر العقبیٰ ص ۶۷، فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۳۵۰، فضائل صحابہ، تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۱۹۷، علم الکتاب ص ۱۶۱، نظم درر السمطین ص ۱۰۹، ینابیع المودۃ ص ۳۰، ۳۱، ۲۴۹، اور تفسیر رازی ج ۳ ص ۶۳۳، تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص ۲۹، مشکاۃ المصابیح ج ۳ ص ۲۴۶، عبقات الانوار حدیث ثقلین ج ۱ ص ۲۸۵، فرائد السمطین باب ۱۳ ج ۱ ص ۲۷، مسند الکبیر، مسند ابی یعلی، تفسیر ابن مردویہ، الکشف والبیان، الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹، کفایۃ الطالب گنجی ص ۲۸، مناقب ابن جوزی، خصائص علویہ، وسیلۃ المتعبدین، بدایہ و نہایہ ج ۵ ص ۲۱۲، الخطط مقریزی ص ۲۲۳، بدیع المعانی ص ۷۵، شرح دیوان امیر المومنین ص ۱۹۳، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۷۳، الصراط السوی الخ۔

۳ صواعق ابن حجر ص ۲۶، ابن عساکر ج ۲ ص ۸۲ ح ۵۸۱، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۲۴، الملحق ص ۲۱۲۔

۴ صواعق ابن حجر ص ۱۰۷، ذخائر العقبیٰ ص ۶۸، مناقب خوارزمی ص ۹۷، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۰، الغدیر ج ۱ ص ۳۸۲، ملحق الاحقاق ۲۱۳

غدیر کیلئے ناقص روایات!

تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ غدیر خم میں علیؑ کیلئے رسول خداؐ نے فرمایا:

پہلی نص:

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں خداوندا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ، جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو علیؑ کی مدد نہ کرے تو اس کی مدد نہ کر ۔ل

دوسری نص:

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں۔

تیسری نص:

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی، اس کو دشمن رکھ ۔ٹ

اب خود ملاحظہ فرمایئے کہ ان نصوص نے معاہدہ غدیر میں جدائی پیدا کردی ہے کیونکہ ان میں اس کا تو اعتراف ہے کہ یہ غدیر خم میں وارد ہوئیں لیکن کتنے بڑے مجمع میں یہ بات کہی گئی اور کتنے لوگوں نے سنا اور یہ کہ یہ رسولؐ کا آخری حج تھا ان کو جان بوجھ کر بھلا دیا گیا، نصب خلافت کی قرارداد اتنی قوی ہونے کے باوجود اس کو بطور فرض خلاصہ کے عنوان سے پیش کیا گیا، پس اس کے باوجود کہ اموی حکومت میں علیؑ پر سب و شتم کرنا حکومتی عنوان سے واجب تھا اور اسکے باوجود کہ تمام ذرائع ابلاغ حکومت کے قبضہ میں تھے اور تمام وسائل و امکانات بھی حکومت کو حاصل تھے مگر اس کے باوجود حکومت اعلان و معاہدہ غدیر کو ختم کرنے سے عاجز رہی، بلکہ اس کا خلاصہ بہر حال استبداد زمانہ کے باوجود باقی رہا اور اب تک شاہد ہے کہ امت نے رسولؐ کے ولی عہد اور خلیفہ کے ساتھ، رسولؐ کے بعد غداری کی، وللہ عاقبۃ الامور۔

ل بطور مثال ابن عساکر ج۲ ص ۱۳ ح ۵۱۰ و ۵۱۳ و ۵۱۵ .... وکنز العمال ج ۶ ص ۴۰۳، خصائص نسائی ص ۹۶، ملل و

حدیث غدیر و تعیین جانشین کا یقینی ہونا

حدیث غدیر کو احمد بن حنبل نے چالیس[۲] طریقہ سے، ابن جریر نے ۷۲ طرق سے، جزری مقری نے ۸۰ طریقہ سے، ابن عقدہ نے ایک سو پانچ طریقے سے، ابوسعید سجستانی نے ۱۲۰ طریقہ سے، ابوبکر جعابی نے ۱۲۵ طریقہ سے محمد یمنی نے کہا ہے کہ اس کے ۱۵۰ طرق روایت ہیں اور ابو العطاء العمدانی نے ۲۵۰ طریقہ سے ذکر کیا ہے[۳]

شیعہ حضرات کا تو ایمان ہے کہ حدیث غدیر یقینی ہے اس میں ذرا سا شک نہیں ہے اسی طرح غدیر خم میں رسول اسلام کا اپنے بعد کیلئے علیؑ کو خلیفہ و جانشین بنانا یقینی و حتمی چیز ہے۔

اہلسنت بھی سب کے سب حدیث غدیر اور اس کے رسول خداؐ سے منقول ہونے کو قبول کرتے ہیں، لیکن وہ لوگ اس حدیث کے سلسلہ میں حکام کی تاویل کو قبول کرتے ہیں، حکام یہ کہتے ہیں: اگر حدیث کی صحت کو قبول کریں تو اس سے صرف حضرت علیؑ کی ایک فضیلت ثابت ہوتی ہے اس سے نہ علیؑ دوسروں پر مقدم ہوتے ہیں نہ موخر ہوتے ہیں، اہلسنت اس نظریہ اور اس تاویل کے وارث اپنے بزرگوں سے تقلیدی طور پر اسی طرح ہوئے ہیں جیسے کوئی مال و متاع کا وارث ہوتا ہے اور ان حضرات کے لئے اس نظریہ کو چھوڑنا بہت مشکل ہے کیونکہ ایسا کرنے سے بنی امیہ و بنی عباس و بنی عثمان کے پیروں کے نیچے سے شروع ہی تخت خلافت کو بھی کھینچنا پڑے گا اور تخت خلافت

نحل ج ۱ ص ۲۲۰، مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۴۷، انساب الاشراف ج ۲ ص ۱۱۲، مناقب خوارزمی ص ۲۲۹، الملحق ص ۱۸۳ --- الخ۔

۲ ترمذی ج ۵ ص ۲۹۷، ابن عساکر ج ۲ ص ۱۳، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۳، خصائص نسائی ص ۹۴، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۰ اس کو صحیح کہا ہے، جامع الاصول ج ۹ ص ۴۶۸، مناقب خوارزمی ص ۹۷، تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۱۰، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۶، در منثور ج ۵ ص ۱۸۲، تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۱۹۶، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰۔

۳ الغدیر ج ۱ ص ۱۴ - ۲۱۳، عبقات الانوار حدیث الغدیر، غایۃ المرام، ابن عساکر ج ۲ ص ۵ - ۹۰، ملحق المراجعات ص ۱۸۲۔

دوسروں کے حوالے کرنا پڑے گا اور پھر اس سے قہری طور پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ شیعیان علیؑ حق پر ہیں، اور بھلا "سنی بھائی" یہ کیسے مان لیں گے کہ شیعیان علیؑ حق پر ہیں ———؟ کیونکہ سنیوں کو، وراثت میں یہ بات ملی ہے کہ شیعہ دشمنان دین ہیں۔

عید غدیر

زمان سابق میں مسلمانوں نے غدیر کو یوم عید قرار دے دیا تھا اور ہر سال اس دن جشن منایا کرتے تھے لیکن جب حکومت دشمنان آل محمدؐ کے ہاتھ میں آئی تو لوگوں نے اس سے اعراض کرنا شروع کر دیا اور حکام کی سختی سے ذکر خود ہی رغبت یا دہشت کی وجہ سے بعد والی نسلوں نے رفتہ رفتہ اس کو بھلا دیا، لیکن شیعوں کے یہاں آج تک اس کا شمار بڑی عیدوں میں ہوتا ہے[۱]!

غدیر کا روزہ!

ابوہریرہ کہتے ہیں: جو ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے خدا اس کو ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب دیتا ہے اور یہی عید غدیر ہے جب رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا، جس کا میں مولا ہوں اسکے علیؑ مولا ہیں خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسکو دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ اور جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔ اور عمر نے کہا: مبارک ہو ابو طالب کے بیٹے تم میرے اور تمام مسلمانوں کے مولیٰ ہو گئے[۲]۔

۱۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۶۷، منقول از کتاب البیرونی ص ۳۳۴، مطالب السئول ج ۱ ص ۴۴، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۶۰، حالات المستعلی بن المستنصر ج ۱ ص ۲۲۳ در ترجمہ المستنصر باللہ، ملحق المراجعات ص ۹۲۔

۲۔ ابن عساکر ج ۲ ص ۵۷۵، ح ۵۷۵ ـ ۵۷۷، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۲۱۳، الغدیر ج ۱ ص ۲۱۲، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰، فرائد السمطین ج ۱ ص ۷۷ ب ۱۳، ملحق المراجعات ص ۱۹۲-۱۹۳۔

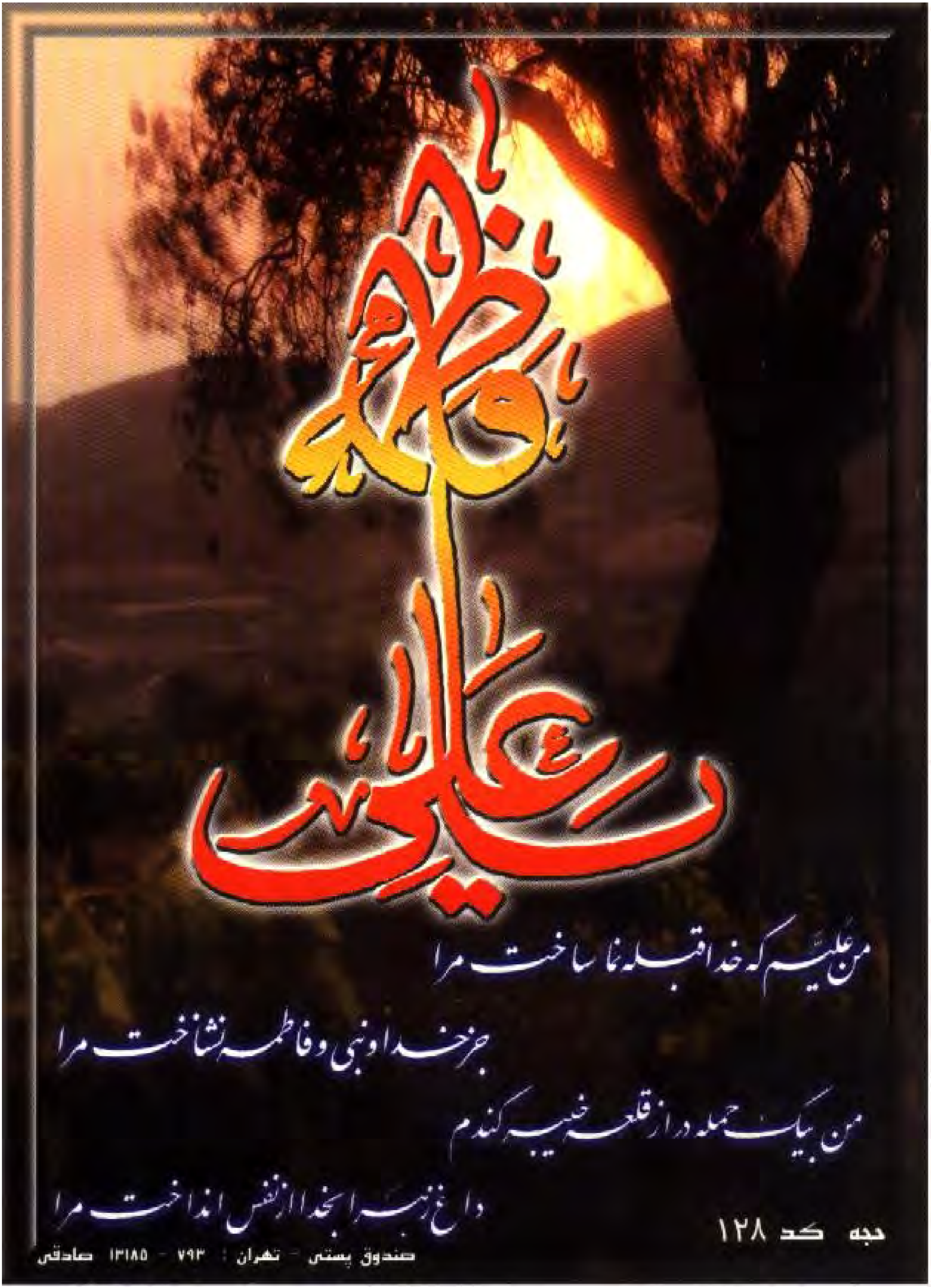

فاطمه
علی
من علیم که خدا قبله نما ساخت مرا
جز خدا و نبی و فاطمه نشناخت مرا
من بیک حمله در از قلعه خیبر کندم
داغ زهرا بخدا از نفس انداخت مرا
حجه کد ۱۲۸
صندوق پستی - تهران : ۷۹۳ - ۱۳۱۸۵ صادقی

چھٹی فصل

نصب امام کے ساتھ اکمال دین و اتمام نعمت

جب اس بھرے مجمع میں رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی امت پر امام و خلیفہ معین کردیا تو دین کامل ہوگیا اور نعمت الٰہی کامل ہوگئی، الٰہی نظام کامل ہوگیا، نبیؐ کے بعد ولی معین ہوگیا اب نبیؐ اطمینان سے دنیا چھوڑ سکتے ہیں، کیونکہ دین و امت دونوں کی طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں اب ولی کی ذمہ داری یہ ہے کہ ۲۳ سال کی مدت میں نبیؐ نے جس طریقہ کی تعلیم دی ہے اسی نہج پر چلتے رہیں، جب نبیؐ نے اپنا خلیفہ معین کردیا تو آیت اکمال نازل ہوئی [۱]

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

"پ ۶ ش، رمائدہ، آیت ۳"

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے

---

[۱] ابن عساکر ج ۲ ص ۵، ج ۷۵ ۔ ۷۸، ۸۵، شواہد التنزیل ج ۱ ص ۱۵۷، ج ۲۱۱ ۔ ۲۱۵، مناقب ابن مغازلی ص ۱۹ ح ۲۴، تاریخ بغدادی ج ۸ ص ۲۹۰، در منثور ج ۲ ص ۲۵۹، اتقان ج ۱ ص ۳۱، مناقب خوارزمی ص ۸۰، تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص ۳۰، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴، مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۴۷، فرائد السمطین ج ۱ ص ۷۲، ۷۴، ۳۱۵، یعقوبی ج ۲ ص ۳۵، الغدیر ج ۱ ص ۲۳۰، کتاب الولایہ، مفتاح النجاء، ما نزل من القرآن فی علی، کتاب الولایہ سجستانی، خصائص العلیہ، توضیح الدلائل، تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۰، النشاء بعید اللہ ص ۲۲، مخطوط در کشف والبیان ثعلبی مخطوط، روح المعانی ج ۶ ص ۵۵، البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۳۳، ج ۳ ص ۲۱۳، اہل تشیع کا اس پر اتفاق ہے۔

راس ، دین اسلام کو پسند کیا۔

اب اگر رسولؐ اپنے بعد کیلئے خلیفہ معین کئے بغیر دنیا سے چلے جاتے تو بات کمال دین و تمام نعمت کے منافی ہوتی کیونکہ امام قائم مقام نبیؐ ہوتا ہے اور نبی نظام دین و نظام دنیا کا اساس ہوتا ہے اور ہر تاریخ کا محور ہوتا ہے۔

مختلف ادوار میں یہ مطلب حکام کے ذریعہ بیان ہو چکا ہے اور یہ بات نہ دیکھی گئی ہے " نہ سنی گئی ہے " کہ کوئی حاکم مر گیا ہو اور عملاً اپنا کوئی جانشین معین کر کے نہ گیا ہو جو اس کے بعد اس کی ذمہ داریوں کو پوری کر سکے اور اس کو حکام کا حق سمجھا جاتا ہے اس سلسلہ میں ابن خلدون کی بات سنیئے وہ کہتا ہے !

حاکم اپنی زندگی میں لوگوں کا امین و سرپرست ہوتا ہے اور ان کے امور کا ناظر ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے بعد کے لئے بھی لوگوں کے امور کا ایک ایسا متولی معین کر جائے جو امور کی دیکھ بھال اسی طرح کرے جس طرح یہ کرتا تھا اور لوگوں کو اس پر بھی اسی طرح بھروسہ ہو جیسا بھروسہ اس پر تھا۔[1]

اور اگر حاکم اپنے بعد کیلئے ایسا انتظام نہ کرے تو قابل ملامت ہوگا تمہیں خدا کی قسم ذرا عبد اللہ بن عمر کے قول کو دیکھو وہ حضرت عمر سے کہتے ہیں: امیر المومنین امت محمدؐ پر کسی کو خلیفہ بنا جایئے کیونکہ اگر آپ کے پاس آپ کے اونٹوں یا بھیڑوں کا چرواہا آجائے اور اونٹوں اور بھیڑوں کو کسی کے سپرد کر کے نہ آئے تو آپ اس کی ملامت کریں گے اور کہیں گے اگر تم نے امانت کو کیونکر ضائع چھوڑ دیا یہی صورت امت محمدؐ کی ہوگی اگر آپ بغیر خلیفہ بنائے چلے گئے۔[2]

اس کے علاوہ عائشہ کا قول ابن عمر سے دیکھئے کہتی ہیں:

اے بیٹے عمر کو میرا سلام کہو اور یہ پیغام دو کہ امت محمدؐ کو کسی نگران کے بغیر چھوڑ

ملحق المراجعات ص ۱۸۸ ، ۱۹۹ ۔

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل ۲۶ ص ۲۱۰۔

[2] مروج الذھب مسعودی ص ۳۵۳ ، ج ۲۔

جائیں کسی کو اپنا خلیفہ معین کردیں اپنے بعد لوگوں کو شتر بے مہار کی طرح نہ
چھوڑیں، میں مکاروں کی مکاری سے ڈرتی ہوں، عبد اللہ

عبد اللہ نے عائشہ کا پیغام عمر کو پہونچا دیا: اس پر عمر نے کہا: مجھے کون حکم دے رہا ہے کہ خلیفہ معین کردوں ————؟ ..... الخ [1]

پوری تاریخ میں ہر خلیفہ نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ امت کے لئے کسی قائم مقام کو معین کئے بغیر جانا یہ کام جہاں حکمت کے خلاف ہے وہیں فتنہ کے دروازے کو کھولنا بھی ہے اور اپنے کو ملامت کا باعث بنانا ہے جیسے چرواہا اونٹوں یا بھیڑوں کو بغیر چرواہے کے چھوڑ کر چلا جائے، عائشہ جیسی عورت اس بات کو سمجھ لے ۔ مگر افسوس رسولؐ نہ سمجھ سکے ، میں نے اس کو باب مرجعیت میں بیان کیا ہے اور اس کی توضیح کی ہے۔ کتنا افسوس ہے اسلام پر کہ تمام لوگ اس کو سمجھ لیتے ہیں مگر نہیں سمجھ پاتے تو رسولؐ خدا ————؟ آخر یہ کیا بات ہے کہ اگر کوئی اپنی جگہ پر کسی کو معین کردے تو وہ قابل قبول ہے لیکن اگر رسول خداؐ یہی کام کریں تو وہ قابل قبول نہیں ہے ۔ ؟ ۔

جن لوگوں کو تقلید نے اندھا بنا دیا تھا ان کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے

(۱) یا تو وہ لوگ دین محمدؐ کو اسی طرح اختیار کریں جس طرح رسول خداؐ نے لوگوں کے لئے بیان کیا تھا۔

(۲) اور یا اس دین کو قبول کریں جس کو حکام نے سمجھا تھا مگر انہوں نے حکام ہی کے دین کو اختیار کیا کیونکہ یہ لوگ غالب کے ساتھ رہے، اور عبد اللہ بن عمر کا مقولہ نحن مع من غلب "ہم اسکا ساتھ دیں گے جو غالب ہو" اور یہ مقولہ نص شرعی بن گیا لہٰذا لوگوں نے اسی کو اختیار کیا۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، پس جس کو حاکم بنا دیا جائے وہ چاہے جو ہو بھی درست ہے وہی امت محمدؐ کا حاکم ہے اور جو غالب ہو جائے وہی حاکم ہوگا، وللہ عاقبۃ الامور۔

وفات رسولؐ کے بعد منصب امامت کے انتقال کیلئے خدائی تدبیر!

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۲۔

خداوند عالم نے قرآن کو بہ عنوان پیام اور عقیدہ الٰہی اور ایک ضرورت کی حیثیت سے اس عقیدہ کو روشن کرنے کے لئے نازل کیا: خداوند عالم نے اس قرآن کو شخص محمدؐ پر نازل فرمایا: کیونکہ وہی منجانب اللہ اس لئے معین کئے گئے تھے کہ اعلم بالعقیدہ اور افہم بالحکام عقیدہ تھے اور وہ عقیدہ قوانین کا مجموعہ تھا اور چونکہ رسول اکرمؐ اس عقیدہ کے ماننے والوں میں سب سے افضل اور حال انتقال میں ان لوگوں کی قیادت کے لئے سب سے زیادہ مناسب تھے اس لئے بھی خدا نے آپ کو منتخب کیا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ دعوت و تبلیغ کے رہنما تھے اور جب اس دعوت کا نتیجہ حکومت تک پہونچا تو آپ نے اس دولت و حکومت کی سربراہی اپنے ہاتھ میں لے لی اور آپ کی سیرت و روش کو سنت کا نام دیا گیا اور سنت رسولؐ قول و فعل و تقریر، رسولؐ کا نام ہے جو دین کا جز ہے دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کی نیابت کر سکتا یا آپ کی زندگی میں آپ کی جگہ لے سکتا۔ پس محمدؐ ہی دعوت و تبلیغ کے مرشد، حکومت کے رہبر، مرکز دائرہ اور امت کے تمام دینی و دنیاوی امور میں مرجع ہیں۔

امام کو معین کرنیوالا کون ہے؟

امام کو معین کرنے کا اختیار خدا کو ہے اس لئے کہ سب سے پہلے ولی اور امام اور حکومت اسلامی کے سربراہ محمدؐ کو اس منصب کے لئے خدا نے معین کیا تھا کیونکہ رسول خداؐ ہی دین اسلام کو سب سے زیادہ جاننے والے اس کے احکام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور اسلام کے ماننے والوں میں سب سے افضل تھے اور لوگوں کی قیادت کے لئے سب سے زیادہ مناسب تھے اور احکام اسلام کو سب سے بہتر طریقہ پر منطبق کرنے والے تھے اور چونکہ خدا کے علاوہ کسی کو بھی یہ علم نہیں تھا اور قطعی طور سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان صفات کے حامل صرف رسولؐ ہیں اس لئے حق انتخاب کو اس نے اپنے لئے محدود و منحصر کر لیا، کہ صرف وہی امام یا مرجع یا ولی کو منتخب کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرے گا اور اسی نے اس امام کو ہر زمانہ میں بیان عقیدہ کی صلاحیت بخشی اور مرجعیت کی صلاحیت دی اور رعایا پر حکومت اور دین و دنیا کی مرجعیت اور لوگوں میں بیان احکام کی استعداد

اس دین کی روشنی میں یہ سب ایک شخص کے اندر جمع کردی۔

یہ جامع امام کون ہے؟

ہر زمانہ میں امام امت عمید البیتؑ نبوت ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ عمید البیتؑ نبوت ہی کیوں ــــــــ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ثقل قرآن ہے دوسرے اہلبیتؑ ہیں اور ان دونوں سے تمسک کے بغیر ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی جیسے بغیر ان دونوں کے تمسک سے گمراہی سے بچت ممکن نہیں ہے اور یہ کوئی ذاتی اجتہاد نہیں ہے بلکہ شرعی نص ہے جو قرآن اور سنت سے اس کی تینوں قسموں کے ساتھ ثابت ہے یعنی قول و فعل و تقریر،[1] اسی لئے ان کو امام ہونا چاہیئے دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا نے مسلمانوں کیلئے بیان کر دیا ہے کہ یہ لوگ کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس پر ہر زمانہ میں سوار ہوا وہی نجات یافتہ ہے اور جو ان سے الگ رہا وہ ڈوب گیا،[2] لہٰذا انھیں کو امام ہونا چاہیئے، تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اختلاف سے باعث امان ہیں اور اسی لئے خدا نے ان کو مہیا کیا ہے اور یہ ان کا خاندانی امتیاز ہے[3] اس لئے انھیں کو امام ہونا چاہیئے اور یہ سبب بھی ہے کہ یہ لوگ ذریت محمدؐ ہیں اور اگرچہ ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں قرار دی گئی ہے مگر رسول خداؐ کی ذریت صلب علیؑ و بطن فاطمہؑ سے قرار دی گئی ہے۔[4]

۱۔ ترمذی ج ۵ ص ۳۲۸، مسلم ج ۲ ص ۳۶۲، و ج ۱۵ ص ۱۸۱، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۳، مصابیح السنۃ ص ۲۰۶، جامع الاصول ج ۱ ص ۱۸۷، احیاء المیت برحاشیہ اتحاف ص ۱۱۲، درمنثور ج ۶ ص ۷ و ۳۰۶، ذخائر العقبیٰ ص ۱۶، معجم صغیر ج ۱ ص ۱۳۵، کنز العمال ج ۱ ص ۱۵۴، ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۴، سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۰۸، خصائص نسائی ص ۲۱ ۔۔۔ الخ

۲۔ تلخیص ذہبی ذیل المستدرک، صواعق ص ۱۸۴، و ۲۳۴، تاریخ الخلفاء، اسعاف الراغبین ص ۱۰۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۸، معجم صغیر ج ۲ ص ۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۶، جامع صغیر ج ۲ ص ۵۳۳، مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۲ برحاشیہ۔ ۳۔ صواعق ص ۱۴۰، احیاء المیت، ذخائر العقبیٰ ص ۱۷، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۶۱، فتح کبیر ج ۳ ص ۲۰۶، مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۲، اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۲۹ ۔ الخ۔ ۴۔ صواعق ص ۷۴، و ج ۲ ص ۱۲۶، سنن الکلم، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲، مناقب خوارزمی ص ۲۰۔

نبیؐ کا جانشین کون معین کر سکتا ہے؟

خدا کے علاوہ کوئی بھی جزم و یقین کے ساتھ یہ طے نہیں کر سکتا کہ قانون کا سب سے زیادہ جاننے والا اور احکام کا سب سے زیادہ سمجھنے والا اور موجودین میں سب سے زیادہ مناسب فرد رہبری کے لئے کون ہے ——— صرف خدا ان صفات کو جانتا ہے ——— اسی لئے رسولؐ کے بعد خلیفہ وہی معین کر سکتا ہے اور اسی لئے اس نے رسولؐ کے بعد علیؑ کو خلیفہ و امام معین کیا، اور خدا نے بھی اپنے رسولؐ کو حکم دے دیا کہ علیؑ کو اس کے لئے آمادہ کریں اور ان کو تعلیم کریں تاکہ رسول کے بعد وہی سب سے اعلم و افہم و افضل و انسب قرار پائیں اور وہی تمام دینی و دنیاوی ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کریں جس کو رسول اپنی زندگی میں نبوت کے علاوہ انجام دیا کرتے تھے اور خدا نے اپنے نبی کے واسطے سے ہم کو بتا دیا: علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے حق ادھر ہی پھرتا ہے جدھر علیؑ پھرتے ہیں اور بقول ابن خلدون اپنے مقدمہ کے فصل ۳۰ میں کہ وہی محل اعتماد ہیں۔

پہلے خلیفہ کے بعد والے خلیفہ کون معین کریگا؟

یقیناً نبیؐ کے بعد بلا فصل خلیفہ حضرت علیؑ ہیں وہ حق کے ساتھ ہیں، حق ان کے ساتھ ہے بلکہ حق انھیں کے ساتھ ساتھ پھرتا ہے اور یقیناً علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے حوض کوثر پر نبیؐ کے پاس پہونچنے تک ان میں افتراق و جدائی ناممکن ہے اور تمام مسلمانوں میں خدا و رسولؐ کی گواہی کی بنا پر حضرت علیؑ ہی سب سے افضل و انسب و اعلم و افہم ہیں لہذا انھیں کو یہ حق ہے کہ اپنے بعد والے امام کو معین کریں اور ہر امام اپنے سے پہلے والے امام کی طرف سے منصوص ہوتا ہے کیونکہ بنص قرآن یہ سب اولاد رسولؐ ہیں اور آیت مباہلہ ہر مکابر کا دندان شکن جواب ہے اور مخالف کی ناک رگڑنے والی ہے:

فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل

فنجعل لعنة اللّٰہ علی الکاذبین ، پ ۳ س ۳ ، آل عمران ، آیت ۶۱ ۔

آپ کہہ دیجئے ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ، اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) ، اور تم اپنی عورتوں کو ، اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) ، اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں ۔

یہ آیت مباہلہ ہے امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ آیت رسول اسلام ، حضرت علی ، جناب فاطمہ ، امام حسن اور امام حسین کے بارے میں نازل ہوئی ہے[1] ، پس اس آیت کے مطابق امام حسن و حسین اولاد رسول ہیں اب اس کے بعد کون سی دلیل چاہیئے ———— ؟ اور کون سی زبان چاہیئے ———— ؟ جو ہم کو ترک تقلید پر آمادہ کر کے حق کی پیروی اور عقل کے استعمال کی توفیق دے سکتی ہے ———— ؟ اور کم از کم یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ حضرات قریش سے ہیں اور قریش رسول کا قبیلہ ہے اور خلافت قریش کیلئے ہے[2] اور قریش کا سب سے اعلیٰ طبقہ بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں سب سے عظیم بنی عبد المطلب ہیں اور بنی عبد المطلب میں سب سے اعلیٰ محمد و ان کے اہلبیت ہیں[3]

۱۔ مسلم ج ۷ ص ۱۲۰ ، ج ۱۵ ص ۱۷۶ ، ترمذی ج ۴ ص ۲۹۳ ، مستدرک ج ۳ ص ۱۵۰ ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۵ ، ابن عساکر ج ۱ ص ۱۷۱ ، تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۹۹ و ۳۰۰ ، کشاف ج ۱ ص ۳۶۸ ، ۳۷۰ ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۴ ، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، اسباب النزول ص ۵۹ ، احکام القرآن ابن عربی ج ۱ ص ۲۷۵ ، تسہیل کلبی ج ۱ ص ۱۰۹ ، زاد المسیر ج ۱ ص ۳۹۹ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۷ ، فخر رازی ج ۲ ص ۶۹۹ ، تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶ ، در منثور ج ۲ ص ۳۸ ۔ ۳۹ ، صواعق ص ۷۲ ، مناقب خوارزمی ص ۹۰ و ۹۶ ، فصول مہمہ ص ۱۱۰ ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶ ، اصابہ ج ۲ ص ۵۰۹ ، مشکاۃ المصابیح عربی ..... الخ ۔

۲۔ کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۵ ، اس کو امام احمد کے مسند اور طبرانی کی کبیر اور بیہقی کے سنن اور حاکم کے مستدرک کے حوالے سے نقل کیا ہے اور تقریباً سو حدیثیں ایسی نقل کی ہیں جن کی دلالت اس پر ہے کہ یہ امر قریش میں رہے گا ان روایات کو صاحب سنن نے لکھا ہے دیکھیے ج ۱۲ ۳۳۷۸۹ ۔ ۳۳۸۹ ، ج ۱۲ از کنز العمال ۔

۳۔ کنز العمال ج ۶ ص ۱۰۹ اسکو حاکم کی مستدرک ، بیہقی کی سنن ، طبرانی کی کبیر اور ابن عساکر سے نقل کیا ہے دیکھئے کنز العمال ج ۱۲ ص ۴۳ حدیث ۵۹

کیونکہ ان کو خدا نے پاک کیا ہے اور آیۂ تطہیر کسی پر مخفی نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ آیت تطہیر ازواج رسولؐ کے لیئے ہے پس یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کی عورتیں تو پاک ہوں لیکن اس کے فرزند پاک نہ ہوں ——————؟ اور یا کم از کم از باب رد احسان ان کو امام ہونا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ تین سال شعب ابو طالب میں محصور رہے اس کے بدلے میں یہ عہدہ ملا ہے اور یہ بارہ امامؑ ہیں [1] جو پاک ہیں نہ کہ حاکم ہیں اس لئے کہ حاکم تو قریش میں سے سینکڑوں ہوئے ہیں مگر امام صرف ۱۲ ہوئے ہیں۔[2]

امامت کو اولاد محمدؐ میں منحصر کرنے کی حکمت

ایک تو یہ تھی کہ خدا نے ان کو پاکیزہ قرار دیا تھا اور اسی کام کیلئے ان کو آمادہ کیا گیا تھا لہذا امت کے لئے ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا، دوسرے اختلاف و طمع کو منصب امامت سے ختم کرنے کے لئے بھی ان کو امام بنانا ضروری تھا اس لئے کہ ان کے علاوہ جو بھی امام ہوتا وہ ملک کو غالب کے حوالہ کر دیتا اور پھر غالب شخص کی امت مسلمہ پر حکومت ہوتی اس سے قطع نظر کہ اس کا دین کیا ہے اس کی امانت کیسی ہے علم کیسا ہے لیکن جب منصب امامت اہل بیت میں محصور ہوگی تو لوگ خوش ہوں گے کیونکہ ان کا حاکم فرزند رسولؐ ہوگا، اس لئے نفوس کو گوارہ ہوگا، طمع کا خاتمہ ہوگا فضا پرسکون ہوگی۔

تعین امام بدست امت؟

ایماندار، کوشش کرنے والی، سچی امت ہمیشہ ایسے شخص کو امامت کے لئے تلاش کرے گی جو قانون کا سب سے بڑا عالم اور احکام قانون کا سب سے زیادہ سمجھنے والا ہو، کیونکہ اسلام ایک الٰہی نظام حقوقی ہے اور بمنزلہ قانون حاکم ہے اور جس قانون کی تطبیق کا پہلا مسئول امام ہوتا ہے اگر وہ

---

[1] کنز العمال ج ۱۲، ص ۳۳، بخاری و مسلم نے بھی لکھا ہے۔

[2] جو شخص حکام قریش کے اسماء اور ان کی تعداد معلوم کرنا چاہے تو وہ مروج ذھب کا مطالعہ کرے۔

امام اعلم و افہم نہ ہو تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دوسرے اعتبار سے امت سب سے فاضل فرد کو تلاش کرے گی اس لئے کہ عمومی مصلحت اسی میں ہے اور سب ہی کے لئے باعث فخر یہ بات ہے کہ ان کا حاکم افضل ترین شخص ہے اور ایماندار و عقلمند امت سب سے مناسب تر فرد کو ہی تلاش کرے گی تاکہ وہ شخص امت کی قیادت کرے۔

افراد امت میں سے کوئی فرد تنہا اور نہ اجتماعی طور پر اس بات پر قادر ہے کہ بطور حتم و جزم اعلم و افہم و افضل و انسب شخص کو معین کر سکے یہ کام تو صرف خدا کر سکتا ہے اسی لئے اس کی رحمت کاملہ بندوں کے شامل حال ہوتی ہے اور وہ بندوں کو یقینی طور سے بتا دیتا ہے کہ فلاں شخص ہی کے اندر دنیا میں ایمانی قیادت کی اہلیت ہے جس کی تم کو تلاش ہے اور پھر امت مومنہ و عاقلہ کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ خدا کے پیش کردہ شخص کو اعلم و افہم و افضل و انسب ہونے کی وجہ سے قبول کرے اور اس پر خوش ہو کیونکہ اپنا مقصد پا لیا پھر اس کو قبول کر کے رضا و رغبت کے ساتھ اس کی بیعت کرے نہ کہ جبر و اکراہ سے، تاکہ وہ شخص اس کا امام اور قائد ہو سکے، پھر بیعت کے تمام ہوتے ہی خدا ہی کی طرف کا رہبر امت کا شرعی و فعلی قائد ہو جاتا ہے اور امت کے ساتھ مل کر الٰہی نظام حقوق کی تطبیق کرتا ہے۔

حقیقت و شریعت میں جدائی

لیکن اگر امت خدائی پیشکش کو قبول نہ کر کے اپنی طرف سے ایک قائد چن لے جس کے بارے میں اس کو خیال ہو کہ یہ افضل و انسب ہے تو پھر اس وقت شریعت و حقیقت میں جدائی ہو جاتی ہے تمام امور پر تسلط امت کے منتخب کردہ شخص کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے معین شدہ شخص کے ہاتھ میں حکومت نہیں ہوتی اور اس کیلئے ان لوگوں پر حکومت کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جو اس کو نہیں مانتے اور اس کی دیانتداری اس کو اس بات سے روکتی ہے کہ وہ غیر شرعی طریقے و سیاسی ہتھکنڈے استعمال کرے حکومت پر تسلط حاصل کرے اور استداد زمانہ کے ساتھ لوگوں کا معین کیا ہوا شخص حکومت و مرجعیت دونوں کو ہتھیا لیتا ہے اور پھر اپنے کو خلیفہ نبی اور قائم مقام سمجھنے لگتا ہے اور جو اس کا معارض ہو سکے لئے حکومت کا ڈنڈا استعمال کرتا ہے۔

امام حسینؑ نص کے ذریعہ امام ولی، مرجع قائد، سب کچھ، تھے لیکن امت نے خوف ودہشت یا شوق و رغبت سے یزید کی بیعت کر لی لہٰذا واقعی حاکم، خلیفہ، یزید ہو گیا اور امام حسینؑ شرعی امام ضرور تھے مگر اپنے اختیارات استعمال کرنے پر قادر نہیں تھے کیونکہ سارے اختیارات پر غاصبانہ قبضہ یزید کا تھا اور امت نے بھی سکوت کیا بلکہ یزید کی بیعت خوف یا شوق سے کر کے اپنے امام شرعی سے منہ موڑ لیا، اب امام حسینؑ یا تو صورت حال کو قبول کریں اور یا یزید کی طاقت کا مقابلہ کریں جس کے قبضہ میں پوری حکومت اور سارے امکانات ہیں مقابلہ کی صورت میں موت بھی ہو سکتی ہے، بس گویا حکومت امام حسینؑ اور دیگر شرعی ائمہ کی شرعی زوجہ کی طرح ہے اور یہ زوجہ اپنے شوہر سے محبت بھی کرتی ہے خلوص بھی رکھتی ہے لیکن ظالم وجابر شخص نے اس کے جسم کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے مگر روح ہر حال شوہر کے تابع ہے اور حاکم کو خود بھی احساس ہے کہ اس کے جسم پر میرا قابو ہے لیکن اس کا دل اپنے شوہر سے لگا ہے پس اس حاکم کو اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک اس عورت کا شرعی شوہر ختم نہ ہو جائے کیونکہ اسی وقت ممکن ہے کہ عورت کے جسم کے ساتھ اس کی روح بھی اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

شرعی ائمہ

(۱) ________ حضرت علی ابن ابی طالبؑ
(۲) ________ حضرت امام حسن ابن ابی طالبؑ
(۳) ________ حضرت امام حسین ابن علے ابن ابی طالبؑ
(۴) ________ حضرت علی ابن الحسینؑ، زین العابدینؑ
(۵) ________ حضرت امام محمد باقرؑ
(۶) ________ حضرت امام جعفر صادقؑ
(۷) ________ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
(۸) ________ حضرت امام علے رضاؑ

۹ ________ حضرت امام محمد تقی ؑ

۱۰ ________ حضرت امام علی نقی ؑ

۱۱ ________ حضرت امام حسن عسکری ؑ

۱۲ ________ حضرت امام محمد مہدی ؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

مستقبل کی خبریں

رسول خدا ؐ نے امانت پہونچادی تبلیغ رسالت کردی ہر شئی کو بیان کردیا، اپنے بعد کیلئے حکم خدا کے مطابق ولی عہد و خلیفہ معین کردیا، امت کے افراد اور جماعتوں کو یہ حکم پہونچادیا پھر ایک لاکھ مسلمانوں کے مجمع میں خدائی قرارداد کا اعلان کردیا سب نے علی ؑ کو مبارکباد پیش کی مبارکباد پیش کرنے والوں میں سب سے آگے عمر بن خطاب تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ ہر چیز اپنی صحیح جگہ پہ ہے امور آرام سے جاری ہیں ہوا موافق ہے مگر رسول ؐ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، اگر اپنے افکار سے بھی مطلع کردیا مستقبل کی دشواریاں بھی بتادیں، آپ نے بزرگان صحابہ جن میں ابوبکر وعمر بھی تھے، کے سامنے فرمایا: تم میں سے بعض ایسے ہیں جو تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کریں گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پہ جنگ کی ہے لوگوں نے گردن اٹھا کر دیکھا ابوبکر نے پوچھا کیا وہ میں ہوں؟ رسول ؐ نے کہا: نہیں! عمر نے کہا: کیا وہ میں ہوں؟ نبی ؐ نے کہا! نہیں بلکہ وہ خاصف النعل ہے یعنی علی ؑ ابن ابی طالب، ابوسعید خدری کہتے ہیں: ہم نے علی ؑ کو خوشخبری دی مگر انہوں نے سر بھی نہ اٹھایا جیسے گویا وہ رسول ؐ سے سن چکے ہیں لے۔

رسول ؐ اپنے خلیفہ سے انکشاف امور فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

لے مطالب السئول ج ۱ ص ۴۳، مناقب خوارزمی ص ۱۴۳، نظم درر السمطین ص ۱۱۵، ابن عساکر ج ۳ ص ۱۳۲، خصائص نسائی ص ۱۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷، اسد الغابۃ ج ۳ ص ۲۸۲، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۵۲، ۱۵۳، ذخائر العقبیٰ ص ۷۶، مناقب ابن مغازلی ص ۲۹۸، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۰۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰، صواعق محرقہ، اصابہ ج ۱ ص ۲۴۲

اے علیؑ ! میرے بعد تم مشکلات میں گرفتار ہو گئے، علیؑ نے کہا: کیا میرا دین سلامت رہے گا ________ ؟ رسولؐ نے کہا: ہاں سلامتی دین کے ساتھ ہے[۱]

نبیؐ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ولی اور خلیفہ کو بتایا کہ: میرے بعد امت تم سے غداری کرے گی[۲] اس سے بھی اہم یہ ہے کہ علیؑ سے کہا: اے علیؑ باغی گروہ تم سے قتال کرے گا اور تم حق پر ہوگے اور جو شخص اس وقت تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہ ہوگا[۳]

رسولؐ نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی کہ امت کو تنبیہ کر دیں چنانچہ ایک مرتبہ اصحاب سے فرمایا اے ابو رافع میرے بعد ایک گروہ ہوگا جو علیؑ سے جنگ کریگا، اس سے جہاد کرنا سب پر واجب ہے جو اس قوم سے ہاتھ سے جہاد نہ کر سکے زبان سے جہاد کرے اور جو زبان سے بھی جہاد نہ کر سکے وہ دل سے جہاد کرے[۴]

سیاسی نظام جاہلی کی پراگندگی

منصب حکومت سے متعلق الٰہی ترتیبوں نے جاہلیت کے تمام سیاسی نظاموں کو درہم برہم کر دیا، مثلاً: اسلام کی نظر میں قیادت جو ایک فنی چیز ہے جس کا متصدی وہی ہو سکتا ہے جو اعلم وافہم و افضل وانسب ہو اس کے قوم و قبیلہ سے قطع نظر کرتے ہوئے جب کہ جاہلی سیاست کا نظام ایک حصہ داروں پر مشتمل کمپنی جیسے نظام پر قائم ہے جس میں ہر قبیلہ کا ایک حصہ ہے اور

---

۱ کنز العمال ج ۵ ص ۴۹، ملحق المراجعات ص ۱۹۱ - ۱۹۲۔

۲ مستدرک ج ۳ ص ۱۴۰، تلخیص ذہبی ذیل مستدرک، نظم درر السمطین ص ۱۱۸، منتخب کنز برحاشیہ مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۳۴ فضائل الخمسہ ج ۳ ص ۵۳، ملحق المراجعات ص ۱۹۱۔

۳ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۵، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۸، فضائل الخمسہ ج ۳ ص ۵۱، تلخیص الشافی طوسی ج ۳ ص ۵۱۔

۴ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۷۱، الغدیر ج ۳ ص ۱۹۳، منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۳، برحاشیہ مسند امام احمد۔

۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۴، ابن عساکر ج ۳ ص ۲۱۲، احقاق الحق ج ۷ ص ۳۴۰، ملحق المراجعات ص ۱۹۲۔

یہ تمام قبائل سیاسی شرف کے کسی نہ کسی منصب پر فائز ہیں مثلاً قیادت، رفادت، سقایت، لواء سفارت وغیرہ اس میں ہر قبیلہ کے لئے ایک منصب ہے۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہی نظام سب سے بہتر ہے کیونکہ اس میں نہ کوئی غالب ہے نہ مغلوب ہے سیاسی مناصب تمام قبائل میں مشترک ہیں اور ان کے تبدیل میں کوئی فائدہ و مصلحت بھی نہیں ہے اور یہ چیز بطور ترکہ ایک سیاسی عقیدہ بن گئی تھی جس کی مخالفت حرام تھی مکہ کے تمام قبائل نے پوری طاقتوں کو اس بات پر صرف کر دیا کہ بنی ہاشم میں کوئی نبی ظاہر نہ ہو سکے مگر ان کی کوششیں رائیگاں ہوگئیں اور بنی ہاشم کا مقدر چمک اٹھا، اب ہاشمیوں کے حصہ میں نبوت تو آگئی لیکن کیا ان کا مقدر اتنا سکندر ہے کہ نبوت کی طرح خلافت و ملک بھی مل جائے ———— ؟ اور یہ بات ناممکن ہوگئی کہ ہاشمیوں کو نبوت و خلافت دونوں مل جائے اور الٰہی ترتیب جو رسول کے بعد خلافت کی تھی اس نے قریش کو شعلہ جوالہ بنا دیا اور یہی حسد اس نعرہ ———— ہاشمیوں میں نبوت و خلافت جمع نہیں ہو سکتی ———— کا سبب بنا، البتہ اس شعار و نعرہ کو حیات رسول میں لگام لگی رہی مگر یہ فرصت کا منتظر رہا اور میں موضوع کی وضاحت کے لئے ایک تاریخی مثال کی تکرار کرتا ہوں تاکہ بحث و موضوع اچھی طرح واضح ہو جائے۔

انقلاب

ساتویں فصل

وہ تاریخی ماحول جس نے انقلاب کو کامیاب بنایا!

(۱) قبائل قریش

۲۵ خاندانوں پر مشتمل مجموعہ کا نام قریش ہے[۱] اور ان سب میں علی الاطلاق اشرف وافضل بنا بر نص شرعی، بنی ہاشم بن عبد مناف ہیں[۲] ان کے بعد شرف و فضیلت میں بنو عبد المطلب بن عبد مناف اور حارث بن عبد مناف اور بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور بنی نوفل بن عبد مناف ..... ہیں یہی لوگ سادات قریش ہیں اپنے باپ کے بعد یہی لوگ سردار ہوئے انھیں کو "مجبرون" کہا جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قریش کے لئے حفاظت لی اور پھر حرم سے ادہر ادھر منتشر ہو گئے ہاشم نے قریش کی حفاظت کی ذمہ داری ملوک شام سے اور عبد شمس نے نجاشی سے، نوفل نے کسریٰ سے، عبد المطلب نے حمیر سے لی تھی اسی بنا پر قریش دنیا میں آرام سے سفر کیا کرتے تھے اور ان کو "سونے کے تیر" کہا جاتا تھا کیونکہ پورے عرب پر ان کو سیادت وشرف حاصل تھا[۳]

---

[۱] مروج الذہب ج۲ ص۱۹۱، [۲] سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳، جامع الاصول ج ۳ ص ۴۹۱، اور اسکے بعد، سیرۃ دحلانیہ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۱۱، طبقات ابن سعد ابی الحدید خطبہ ۱۸۵، ص ۱۵۱، ج ۲، [۳] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵، تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۸۰، اسلام کا سیاسی نظام ص ۹۳

ب، سیاسی شعبۃ

قریش کے قبائل ایک سیاسی عہدے کی بنیاد پر آپس میں سیاسی منصبوں کی تقسیم میں بٹے ہوئے تھے مثلاً کسی کے پاس قیادت کسی کے پاس لوا کسی کے پاس ندوۃ، کسی کے پاس سقایۃ، کسی کے پاس سفارت کا عہدہ تھا اور یہ سب اپنے اپنے عہدوں پر خوش تھے کیونکہ اس میں نہ کوئی غالب تھا نہ مغلوب۔

یہ سیاسی مناصب تمام قبائل میں قدر مشترک تھے اور کسی قبیلہ کو اپنے منصب کے بدلنے سے دلچسپی نہیں تھی کیونکہ اگر اس میں تغیر کرتا تو یقینی طور سے معلوم نہیں تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا ہوسکتا ہے اپنا حق بھی کھو بیٹھے، اس کے علاوہ تمام امور منظم تھے بیت الحرام کی ولایت کے امور مرتب تھے لہٰذا ہر قبیلہ اپنے منصب و عہدے سے مطمئن تھا امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ مناصب سیاسی عقیدہ اور اولاد کی میراث بن گئے اور ان سے باہر نکلنا ناممکن ہوگیا۔

ت عہدوں کو اکھاڑنے کی کوشش!

قحط سالی کے زمانہ میں مکہ کے اندر جناب ہاشم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں تھا جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو ان کی مدد کرتا ہو، اسی لئے، ان کو سید البطحاء ابو البطحاء، کے لقب سے پکارا جانے لگا ان کا دسترخوان ہر زمانہ میں خواہ راحت و آرام کا ہو یا عسرت و پریشانی کا باز رہتا تھا۔ مسافروں کی مدد کرتے تھے خوفزدہ کو پناہ دیتے تھے۔ ان کی اس دریا دلی سے امیۃ بن عبد شمس کو حسد بھی پیدا ہوگیا اور خوف بھی کہ کہیں ہاشم کا پلہ مجھ سے بھاری نہ ہو جائے اس لئے اس نے بھی بڑی کوشش سے ہاشم کی نقالی شروع کردی لیکن اصل و نقل میں فرق ہوتا ہے کچھ ہی دنوں میں امیۃ عاجز آگیا اب

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۸۰، سیرت حلبیۃ ج ۱ ص ۵، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۷۶ و ج ۱ ص ۹۱، از تاریخ طبری۔

قریش نے اس پر طعن و طنز کے تیر چلانے شروع کر دیئے تو اس نے ہاشم کو مفاخرت کی دعوت دے ڈالی مگر ہاشم نے ٹال دیا آخر کار ہاشم اس بات پر تیار ہو گئے کہ جس کی فضیلت و جبکا فخر ثابت ہو جائے اس کا مقابل پچاس اونٹ دے اور دس سال کے لئے مکّہ سے جلاوطن ہو جائے، بہرحال جبکو دونوں نے حکم بنایا تھا اس نے فیصلہ کر دیا کہ ہاشم امیہ سے افضل ہیں بس پھر کیا تھا ہاشم نے اونٹوں کی قربانی کر کے مکّہ والوں کی میز بانی کی اور امیہ مکّہ چھوڑ کر شام چلا گیا یہ دشمنی کا پہلا بیج تھا جو دونوں گھرانوں ہاشمی و اموی کے درمیان بویا گیا اور ہو سکتا ہے کہ امیہ کا حسد اور یہ خطرہ کہ اب ہاشم کے ہاتھ میں قیادت آجائے گی " وہی قیادت جو پہلے بنی عبد شمس میں تھی " اور ہاشم کا ستارہ چمکے گا اور سارے عہدے ہمارے خاک کے ڈھیر ہو جائیں گے اور لوگوں کی نظروں میں ہم ذلیل ہو جائیں گے[1] اسی چیز نے امیہ کیلئے ہاشم کو زبردست خطرہ بنا کر پیش کیا ہو۔

ث۔ نبوت کا چرچا

مکّہ میں عام طور سے یہ مشہور تھا کہ عنقریب یہاں ایک نبی مبعوث ہوگا جو نسل عبد مناف سے ہوگا اور یہ شہرت جن لوگوں کے ذہنوں میں زیادہ زور پکڑ گئی تھی ان میں سے ایک ابوسفیان تھا اور اسکا امیّہ بن ابی الصلت سے شدید علاقہ تھا اور ابوسفیان کو یقین تھا کہ آنے والا نبی ان سیاسی عہدوں کو ہوا میں اڑا دے گا اور اس کے ہاتھ سے قیادت چلی جائے گی جب کہ یہ قیادت بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا یہ نبوت ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے لیکن زحمتوں و پریشانیوں کے بعد اس نے اپنے کو اس طرح مطمئن کر لیا کہ آخر شہرت تو یہی ہے کہ وہ نبی نسل عبد مناف سے ہوگا اور اس کی نظر میں اس نبوت کا مستحق اس سے زیادہ کوئی نہیں تھا[2] لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ مستقبل کا نبی وہی ہوگا۔

---

[1] سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۱۵، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۵۹، ۱۶۳۔

[2] سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۸۰۔

ج ۔ اعلان نبوت

محمد ہاشمی نے اعلان کیا کہ جس نبی کا انتظار تھا وہ میں ہوں جس کو خدا نے خاص طور سے عرب کی ہدایت کے لئے اور عام طور سے جنس بشر کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور میرے نبی ہونے کی دلیل قرآن ہے اور اس نبی پر وہ ایمان لائے جو پہلے سے صاحب عقل مشہور تھے اور بڑی گہری نظر رکھتے تھے یا وہ لوگ ایمان لائے جن کو ان کے ابنائے جنس نے بہت اذیت و تکلیف دی تھی۔

ح ۔ بنی ہاشم کی حمایت رسول کیلئے!

بنی ہاشم نے اپنی پوری قوت سے محمدؐ کی حمایت کی اور قریش کے قتل محمدؐ کے ارادہ کو چیلنج کیا اور جب یہ افواہ اڑادی گئی کہ محمدؐ قتل کر دیئے گئے تو ابو طالب نے تمام بنی ہاشم کو جمع کر کے ان کے ایک ایک فرد کو شمشیر براں دی اور تمام مطلبی و ہاشمی کو لیکر چلے اور پکار کر کہا: قریش والو! کیا تم جانتے ہو میرا کیا ارادہ ہے ———— ؟ سبھوں نے کہا: نہیں ابو طالب نے اپنا ارادہ بیان کیا اور جوانوں سے کہا جو چیز تمہارے پاس ہے اسے دکھادو! سب نے نکالا تو ہر ایک کے پاس شمشیر براں تھی، ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے تو میں تم میں سے کسی ایک کو زندہ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تم اور ہم سب فنا ہو جائیں! یہ دیکھ کر لوگوں کی ہمتیں پست ہو گئیں دل ٹوٹ گئے اور سب سے زیادہ شکستہ دل ابو جہل تھا۔[۱]

خ ۔ عہدوں کی حفاظت وحسد کیوجہ سے نہ بتوں کی محبت میں!

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳۔

ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش نے ہر قسم کی جنگ محمدؐ سے لڑی اور شدید اصرار کے بعد بھی جب بنی ہاشم نے محمدؐ کو قریش کے حوالے کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا تو بدون استثناء تمام قبائل قریش نے درج ذیل قرارداد کو متفقہ طور سے پاس کر دیا:

(۱) بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ بنی عدی و بنی تمیم وغیرہ نے ملکر سارے قریش نے بائیکاٹ کر دیا اور بنی ہاشم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا اور مجبور ہو کر یہ لوگ درخت کے پتے کھاتے تھے ان کے بچے پیاس سے مجبور ہو کر ریت کو چوسا کرتے تھے یہ سورج کی طرح ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر نہ محمدؐ نے گھٹنے ٹیکے اور نہ بنی ہاشم جھکے اور خدا نے قریش کی مکاری باطل کر دی ان کی زعامت کی دھجیاں اڑا دیں ان کا بائیکاٹ تین سال کے بعد "تار عنکبوت" کی طرح ٹوٹ گیا۔

(۲) جب قریش نے یہ سنا کہ محمد بہت جلد یثرب ہجرت کرنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے وہاں اپنا ایک مستقر بنا لیا ہے تو تمام قبائل مکہ نے متفقہ طور سے یہ طے کر لیا کہ اب محمدؐ کو قتل کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص کو منتخب کیا تاکہ یہ سب ایک دفعہ حملہ کر کے محمدؐ کو قتل کر دیں تاکہ محمدؐ کا خون تمام قبیلوں میں منقسم ہو جائے اور بنی ہاشم خون کا مطالبہ نہ کر سکیں اور قتل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر وہ یثرب چلے گئے تو کامیاب ہو جائیں گے اور ہم سے قیادت و شرف چھین لیں گے یہ طے کر کے جب وہ لوگ قتل کے ارادہ سے پہونچے تو دیکھا بستر رسولؐ پر علیؑ سو رہے ہیں یہاں پر مکی قیادت پاگل ہو گئی اور فوراً اعلان کیا کہ جو محمدؐ کو زندہ یا مردہ پکڑ لائے اس کو انعامات سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

اور دوسری طرف محمدؐ اور ان کا ساتھی اور مشرک دلیل "راستہ بتانے والا" اذن خدا سے راحت و آرام کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے تھے اور یہ بھی سورج کی طرح ایسی واضح حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے۔[۱]

د ۔ بتوں کیلئے نہیں عہدوں کیلئے جنگ

---

[۱] سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۰، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۸، ۲۰۹، اور سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۲۔

قبائل قریش کی قیادت محمد وبنی ہاشم اور دین کے میدان سے الگ ہو جانے کے بعد بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوئی اور نہ ہی محمد وان کے اصحاب وبنی ہاشم شرک اور اس کی قیادت کی شکست سے مایوس ہوئے، دونوں اپنے اپنے ارادوں میں مستحکم تھے اور اس وقت، عرب تین قسموں پر منقسم ہوگئے تھے،

(۱) کچھ لوگ قریش اور اس کی شرک قیادت کے ہمنوا تھے۔

(۲) بہت تھوڑے سے لوگ محمد رسول اللہ کے ساتھ تھے۔

(۳) کچھ لوگ شک وتذبذب کی حالت میں تھے اور منتظر تھے کہ کون غالب ہوتا ہے۔

بدر و احد میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور قریش کی قیادت حلف نامہ کے ساتھ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ احزاب لڑتی ہے، نبی مدینہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور خدائی فوج جنگ احزاب میں قریش کو شکست فاش دیتی ہے اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد قریش اور قیادت شرک کو جند اللہ سے دفعۃً بالا پڑتا ہے جو عاصمۂ شرک مکہ میں فاتحانہ طور سے داخل ہوتی ہے اور قیادت مکہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر نہ صرف مجبور ہوتی ہے بلکہ اسلام قبول کئے بغیر انکے لئے کوئی چارہ نہیں رہتا اور قریش کے سرنگوں ہوتے ہی پورا عرب جھک گیا اور حکومت نبی پورے جزیرۃ العرب میں قائم ہوگئی اور عرب دین خدا میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

ز۔ ہاشمی نبوت ایسا مقدر بن گئی جس سے فرار ناممکن ہوگیا!

قبائل قریش نے اموی قیادت کی وجہ سے دین محمدی اور محمد ہاشمی کی نبوت کو ہر طرح سے ٹھکرا دیا اور ہر طریقہ سے اس کا مقابلہ جاری رکھا یہ جنگیں بتوں کی محبت میں نہیں تھیں بلکہ اس وجہ سے تھیں کہ ہاشمی طریقہ سے دین نہ آئے اور ہاشمیوں کو قیادت نہ ملے اور سیاسی عہدے منتقل نہ ہونے پائیں

مگر ایک دن اتفاقاً ابوسفیان کا ٹکراؤ جند اللہ سے ہوگیا اور وہ بھی مکہ سے قریب، جناب عباس نے ابوسفیان کو روکا، اس کی نظر جند اللہ پر پڑی اور اس کے دل میں رعب بیٹھ گیا اور مقابلہ کی چنگاری بجھ گئی مخالف گروہ کے لیڈر نے اپنے تصورات کو دعوت محمد کے سلسلہ میں اس طرح ظاہر کیا:

میں نے اس (محمدؐ) جیسا بادشاہ نہیں دیکھا کسریٰ کو دیکھا نہ قیصر کو دیکھا نہ
شاہ بنی الاصفر کو دیکھا۔

جناب عباسؓ اس کو کھینچتے ہوئے رسولؐ کے پاس لائے اور رسولؐ نے فرمایا: اے ابوسفیان تجھ پر وائے ہو کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو جان لیتا لا الہ الا اللہ۔ ابوسفیان نے کہا:

مجھے یقین ہے کہ اگر خدا کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو مجھے مستغنی کر دیتا، رسولؐ نے کہا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو سمجھتا میں خدا کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا: خدا کی قسم بس یہی ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ابھی تک میرے دل میں ایک چیز ہے، یہ سنتے ہی جناب عباسؓ چیخے: اے ابوسفیان اسلام قبول کر اور گواہی دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ قبل اس کے کہ تیری گردن مار دی جائے یہاں جب گردن مارنے کا ذکر آیا اور اس نے سوچ لیا کہ اب میں کمزور ہو چکا ہوں تو جان بچانے کے لئے کہا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور رسولؐ کو دیکھ کر اپنی جگہ پر دہشت زدہ ہو گیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا: کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس بات کی وجہ سے یہ شخص میرے اوپر غالب آگیا ——— ؟

ابوسفیان کے دل میں جو بات آئی تھی خدا نے اس کی وحی اپنے رسولؐ پر کر دی اور رسولؐ نے فرمایا: میں تیرے اوپر خدا کی وجہ سے غالب آیا ہوں۔

قبائل قریش کو بہر حال یہ یقین ہو گیا کہ ہاشمی نبوت ہمارا مقدر بن چکی ہے اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور نہ اب قریش کے بس میں کچھ ہے اگر قریش کے امکان میں کچھ بھی ہوتا تو وہ کسی قیمت پر یہ بات نہ مانتے کہ نبی قبیلہ بنی ہاشم سے ہو اور نبوت مکرر ہو نہیں سکتی تھی اور اب قریش کا کوئی بھی قبیلہ بنی ہاشم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اب یہ قبیلہ بازی مارے گیا، اور قریش کو احساس ہو گیا کہ ہماری بساط سیاست الٹ گئی ہماری عزت خاک میں مل گئی اور اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ کسی طرح بنی ہاشم میں ملک و نبوت جمع نہ ہونے دیا جائے۔

اکثر قبائل ہاشمی سیلاب کے مخالف تھے

۱۔ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۹۰ اور اس کے بعد، اسلام کا سیاسی نظام

اس بات پر تمام قبائل قریش کا اتفاق تھا کہ ہاشمی نبوت نے سیاسی اقتدار کو سخت دھچکا پہونچایا ہے یعنی اس اقتدار کو جو مکہ کے قبائل تقسیم مناصب کی بنیاد پہ قائم تھا اور بنی عبد المطلب بن عبد مناف جو بنی ہاشم کے ساتھ تھے ان کے علاوہ تمام قبائل قریش نے ہاشمی نبوت کو چھوڑ دیا تھا تاکہ ہاشمی سیلاب کو روکا جا سکے اور ہاشمیوں کے ملک و نبوت کے درمیان حائل بن جائیں اور اس معاملہ میں سب سے آگے بنی امیّہ تھے جس کے اسباب درج ذیل ہیں:

① بغض و عداوت و حسد سے بھرا ہوا بنی ہاشم سے طویل ماضی جس کی جڑیں اسلام سے پہلے کی ہیں۔

② ہاشمی نبوت، جس کی وجہ سے بنی امیّہ اپنی قیادت و سربراہی کھو بیٹھے تھے

③ خود بنی ہاشم جنہوں نے بنی امیّہ کے بہادروں اور سرداروں کو قتل کیا تھا بنی امیّہ صرف ناپسند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ بنی ہاشم سے کینہ رکھتے تھے ہند جو معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی تھی اس نے اس کینہ کی عکاسی کی تھی اس کو صرف جناب حمزہ کے شہید کرا دینے پر سکون نہیں ہوا بلکہ اس نے حمزہ کے جسم مطہر کا مثلہ کیا لیکن جب نبوت کامیاب ہو گئی نور اسلام پھیل گیا اور بنی امیّہ نے بجبر و اکراہ اسلام قبول کر لیا تو ان کی اسلام سے طویل جنگوں کی یادوں نے اور کوششوں نے علنی طور پر بنی ہاشم کو نبوت کے ساتھ حکومت ملنے کے نظریہ کی مخالفت تو نہ کرنے دی۔ مگر ہمیشہ یہ تمنا ان کے دلوں میں نشو و نما پاتی رہی۔"

ز۔ غلبہ کا جوش

ہاشمیوں میں نبوت و حکومت دونوں جمع نہ ہونی چاہئیے والا جذبہ ہیجانی صورت اختیار کرتا جا رہا تھا مگر ابھی خاموش تھا اور دلوں میں تھا رسول ؐ کے وجود نے اس جذبہ کو لگام لگا رکھی تھی، شریعت اور نیک دل صحابہ کے اتحاد نے اس بند کو مضبوطی سے روک رکھا تھا اگر ان تینوں عناصر میں سے ایک بھی عنصر کمزور پڑ جاتا تو شریعت کی چولیں ہل جاتیں

س۔ قرابت طاہرہ خلافت راشدہ کی شرعی اساس ہے!

تینوں مہاجرین جب سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچے تو یہ استدلال کیا :

ابوبکر : ہم رسولؐ کے ہم قبیلہ ہیں " لہٰذا ہم بادشاہ ہیں " اور تم لوگ دین میں ہمارے اور رسول خداؐ کے وزیر ہو .[1]

عمر : ایک نیام میں دو تلوار نہیں رہتی ، خدا کی قسم عرب اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ تم انہیں پر حکومت کرو جبکہ نبی تمہارے غیر میں سے ہو . اہل عرب اس کی حکومت قبول کریں گے جن کی نبوت ہوگی ، جو عرب ہمارے مخالف ہیں ان کے خلاف ہمارے پاس ظاہری حجت اور کھلی دلیل ہے کون ہے جو ہم سے محمدؐ کی حکومت و میراث میں نزاع کر سکتا ہے ـــــ ؟ ہم ان کے قبیلہ والے ہیں اور ان کے اولیاء ہیں ہاں کوئی باطل پرست ہو یا گنہگار ہو یا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہو[2] تو وہی ہم سے نزاع کر سکتا ہے اس پر سارے انصار نے کہا : ہم علیؑ کی بیعت کریں گے اور علیؑ غائب تھے " بعض روایات میں ہے کہ " بعض انصار نے کہا : ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے "

اور ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ معاملہ ابوبکر صدیق کے حق میں ہو گیا اور حضرت علیؑ کو بلایا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کریں آپ نے آکر کہا : یہ حق میرا ہے میں بیعت نہ کروں گا تم لوگ میری بیعت کرو ، تم لوگوں نے یہ امر انصار سے قرابت رسولؐ کی دلیل سے حاصل کیا ہے اور ہم اہلبیتؑ سے اس کو غصب کر رہے ہو کیا تم نے انصار سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اس کے اس لئے مستحق ہو کہ محمدؐ تم میں سے تھے انہوں نے یہ سنکر قیادت و امارت تمہارے سپرد کر دی ، اب میں تم سے وہی دلیل پیش کر رہا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے پیش کی تھی ، ہم رسول اللہؐ سے زندہ و مردہ ہر طرح سے قریب ہیں .....

---

1. الامامة والسیاسة ص ۶ ، ۷ .

2. تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ ، ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۱۲ .

ص۔ انقلاب اور غلبہ کی موج!

عمر بستر مرگ پر پڑے ہوئے امت محمدؐ کے مستقبل کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں معاملات کو الٹ پلٹ کر سوچ رہے ہیں اور کہتے ہیں: اگر ابو عبیدہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا... اگر معاذ بن جبل ہوتے تو ان کو خلیفہ معین کر دیتا...... اگر خالد بن ولید ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا..... اگر سالم ابو حذیفہ کا غلام ہوتا تو اس کو والی بنا دیتا.... الخ

حالانکہ سالم موالی میں سے تھا عرب میں اس کا کوئی نسب نہیں معلوم تھا معاذ انصار میں سے تھے اور سقیفہ میں ، عمر نے طے کر دیا تھا ، کہ انصار کے لئے خلافت نہیں ہے خالد بنی مخزوم میں سے تھے اور صحابہ کے طبقات میں دسویں طبقے میں شمار ہوتے تھے اس لئے کہ یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان والے زمانہ میں اسلام لائے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے دور خلافت میں عمر نے ابن عباس سے کہا: ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم نے رسول خداؐ کے بعد تم کو ، حکومت سے ، کیوں روکا ______________؟

ابن عباس نے کہا: مجھے جواب دینا اچھا معلوم نہ ہوا اس لئے میں نے کہا: اگر میں نہیں تو امیر المومنین تو جانتے ہی ہیں ، اس پر عمر نے کہا: لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ نبوت و حکومت تم کو دونوں مل جائے تو تم لوگ اپنے جامہ میں نہ سماؤ اور اپنی قوم پر فخر کرو ہٰذا قریش نے خلافت و حکومت اپنے لئے منتخب کیا اور اچھا کیا اور اس میں موفق ہوئے ۔ ابن عباس نے کہا: اگر آپ مجھے گفتگو کی اجازت دیں اور اپنے غصہ پر قابو رکھیں تو میں عرض کروں؟ عمر نے کہا: کہیئے ، ابن عباس بولے: آپ کا یہ کہنا کہ قریش نے اپنے لئے حکومت منتخب کر لی اور اچھا کیا اور اس میں موفق ہوئے تو اگر قریش نے وہی اختیار کیا جو خدا نے اختیار کیا تھا تب تو ٹھیک کیا اور یہ چیز نہ رد کئے قابل ہے نہ حسد کے اب رہا آپ کا یہ کہنا کہ انھوں نے ہمارے لئے نبوت و ملک کو جمع کرنا پسند نہیں کیا تو خداوند عالم ایک قوم کی ناپسندیدگی کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم ۔ ۴۷ سورۂ محمد آیت ۹۔

یہ اس لئے کہ خدا نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو ناپسند کیا، تو خدا نے ان کی کارستانیوں کو اکارت کردیا۔

اس پر عمر نے کہا:
افسوس اے ابن عباس تمہارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملتی تھیں جس کے بارے میں مجھے پسند نہیں تھا کہ تم سے اقرار کراؤں ورنہ تمہاری منزلت میری نظروں میں گر جائے گی۔ ابن عباس نے کہا: امیر المومنین اگر وہ باتیں حق تھیں تو میری منزلت آپ کی نظر میں گرنا نہیں چاہیئے اور اگر باطل تھیں تو مجھ جیسے آدمی کو اپنے سے باطل کو دور کرنا چاہیئے عمر نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کہتے ہیں: آپ لوگوں سے خلافت از روئے حسد و بغاوت و ظلم لے لی گئی، ابن عباس نے کہا: اے امیر المومنین آپ کا یہ کہنا کہ ظلم سے لی گئی تو یہ بات جاہل و حلیم سب ہی کو معلوم ہے اب رہی حسد سے لیا جانا تو آدم سے حسد کیا گیا اور ہم بھی آدم کی اولاد ہیں اس لئے محسود ہوں گے عمر نے کہا: افسوس افسوس اے بنی ہاشم خدا کی قسم اب بھی تمہارے دلوں میں حسد ہے جو زائل نہیں ہوا ابن عباس نے کہا: چھوڑیئے ان قلوب پر حسد کا الزام نہ لگائیے جن کو خدا نے رجس سے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے [۱]

جو واقعہ مسعودی نے اپنے کتاب میں لکھا ہے اور وہ گفتگو جو حضرت عمر و حضرت ابن عباس میں ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک فکری انقلاب پیدا ہو چکا تھا اور وہ مغلوبین کے ذہن میں موجزن تھا رسول خداؐ کی موجودگی اور خلافت راشدہ کی تاسیس سے پہلے اس میں لگام لگی ہوئی تھی۔ میں واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ

عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر نے ان کو بلوا کر حسب ذیل گفتگو کی!

عمر: اے ابن عباس حمص کا عامل مر گیا ہے وہ اچھا آدمی تھا ویسے اچھے آدمی کم ہی ہوتے ہیں اور

---

[۱] کامل ج ۳ ص ۲۵، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۷، اس کی تخریج احمد ابوالفضل بن ابی الطاہر نے تاریخ بغداد میں کی ہے ملاحظہ ہو شرح النہج ج ۳ ص ۹۷، اسلام کا سیاسی نظام۔

میں امید کرتا ہوں تم بھی انھیں اچھے لوگوں میں ہو۔ میرے دل میں تمہاری طرف سے ایک کھٹک ہے جس سے میں پریشان ہوں! کیا آپ اس جگہ پر کام کر سکتے ہیں ـــــــ؟

ابن عباس: جب تک آپ اپنے دل کی کھٹک نہ بتا دیں میں کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

عمر: اس کو معلوم کر کے کیا کرو گے ـــــــ؟

ابن عباس: میں اس لئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ایسی بات ہے جس سے مجھے اپنے نفس کا خطرہ ہو تو دوسری چیزوں کی طرح اس سے بھی ڈروں گا اور اگر میں اس سے بری ہوں تو سمجھ لوں گا میں اس کا اہل نہیں ہوں اور آپ کا دیا ہوا عہدہ قبول کر لوں گا، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ ہر معاملہ میں عجلت پسند ہیں۔

عمر: مجھے ڈر یہ ہے کہ جب مجھے موت آئے اور آپ اپنے عہدہ پر ہوں تو لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف بلائیں اور لوگ آپ کے غیر کی طرف جائیں کیونکہ میں نے خود رسولؐ کو دیکھا ہے لوگوں کو عامل بناتے تھے اور تم لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

ابن عباس: ہاں! ایسا ہوتا تھا آپ کے خیال میں رسولؐ ایسا کیوں کرتے تھے؟

عمر: بخدا مجھے نہیں معلوم، آپ لوگوں سے عمل میں بخل کرتے تھے حالانکہ آپ لوگ اہل تھے یا اس سے ڈرتے تھے کہ تم لوگ اپنی منزلت کا سودا کر لو تو تم پر عتاب کیا جائے اور ایسی صورت میں عتاب صحیح ہے۔ بہر حال، میں نے وہ جگہ تمہارے لئے خالی رکھی ہے اب تم اپنی رائے بتاؤ۔

ابن عباس: میری رائے یہ ہے کہ آپ کا عہدہ قبول نہ کروں۔

عمر: آخر کیوں ـــــــ؟

ابن عباس: اگر میں آپ کے لئے کام کرتا ہوں اور آپ کے خیالات میرے بارے میں وہی رہتے ہیں جو ہیں تو میں ہمیشہ آپ کی آنکھوں میں کھٹکتا رہوں گا۔

عمر: پھر مجھے مشورہ دو۔

ابن عباس: ایسے کو عہدہ دیجئے جو آپ کی نظر میں صحیح ہو اور آپ کے لئے صحیح کام کرے۔ لـ

لـ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۵۳-۲۵۴۔

مسلمانوں کی مصلحت کے لئے شدید حریص ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنی موت کے بعد تک کیلئے یہ یقین کرنا چاہا کہ کسی بھی طرح ہاشمی حضرات لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہوسکیں اور کبھی امت محمدؐ پر حکومت کرسکیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقولہ ایک زبردست موج کی صورت میں ظاہر ہوا اور ایک ایسا نظریہ بن گیا جس پر حکومت ایمان لے آئی اور اکثریت نے اس کو اس لئے قبول کرلیا کہ یہی بہترین صورت ہے جس سے ہاشمی طغیان کو روکا جاسکتا ہے اور قریش کے تمام قبائل کے ساتھ انصاف کیا جاسکتا ہے اس طرح کہ یہ ہاشمی نبوت کے مقابلہ میں ہے یا اس کے بدلے میں ہے اور آخر میں بقول فاروق یہ ہدایت و توفیق قریش کا ایک مظہر ہے۔

ہاشمیوں کو نبوت کے ساتھ حکومت نہ ملنے پائے اس کیلئے بھی چند اقدامات کئے گئے جو درج ذیل ہیں:

(۱) فاروق نے ابوبکر کو مشورہ دیا کہ ابوسفیان کو اپنی طرف مائل کیا جائے اس کے لئے یہ طریقے استعمال کئے گئے، ابوسفیان نے جو صدقات جمع کئے ہیں ان کو انہی کے پاس رہنے دیا جائے اس سے واپس نہ لیا جائے۔

(۲) ابوسفیان کے بیٹے یزید کو شام کی فوج کا قائد بنادیا جائے۔

(۳) ابوسفیان کے دوسرے لڑکے کو یزید کے قائدوں میں سے ایک بنا دیا جائے اور یزید کے مرنے کے بعد اس کی جگہ پر اس کے بھائی معاویہ ابن ابوسفیان کو والی شام قرار دے دیا جائے۔ تاکہ حکومت اور طلقاء میں ایک ایسی مشترک سیاست قائم ہوجائے جس کی بنا پر بنی ہاشم نبوت کے ساتھ کبھی حکومت نہ حاصل کرسکیں اور اسی معاہدہ کی بنا پر تعارض ختم ہوجائیگا اور بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہ ہونے دینے والا مقصد پورا ہوجائے گا۔

انھیں ترکیبوں کی بنا پر عترت طاہرہ اپنا وہ امتیازی شرف بھی کھو بیٹھی جو اسلام سے پہلے اس کو حاصل تھا اور بجمیع معنی الکلمۃ حکومت سے محروم کردی گئی، اب ذرا فاروق کے قول کو سنئے جو عباس و بنی ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: خدا کی قسم دوسری بات یہ ہے کہ ہم تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے ہم تو صرف اس لئے آئے ہیں کہ عوام نے جس

بات پر اجماع کر لیا ہے اس پر تمہارا طعن و طنز ہمکو پسند نہیں ہے اس لئے کہ اس سے تمہارے اور عامہ کے حالات بگڑ سکتے ہیں ۱؎ عترت طاہرہ کی اہانت اس منزل تک پہونچ گئی تھی کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن الزبیر نے یہ طے کر لیا تھا کہ بنی ہاشم کے گھروں کو ان کے رہنے والوں کے ساتھ نذر آتش کر دیا جائے مگر کچھ اہل خیر آڑے آگئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبائل قریش کے جس جس قبیلہ نے بھی ہاشمیوں کو تین سال تک شعب ابو طالب میں محصور رہنے کی حمایت کی اور جس جس نے اپنے آدمی رسول خدا صؐ کے قتل کے لئے بھیجا وہ سب قبائل خوش نصیب تھے بہ نسبت بنی ہاشم کے۔ اور ان قبیلوں کا ہر فرد کسی بھی ہاشمی کے مقابلہ میں رئیس حکومت بننے کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ عملی طور سے ریاست و حکومت ہر شخص کے لئے حلال ہے سوائے ہاشمی کے۔ اور یہ سب صرف اسلئے کہ بنی ہاشم میں نبوت و حکومت جمع نہیں ہونی چاہئے سچ ہے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان ؟ رسولؐ کے احسانات کا بدلہ یہی ہونا چاہئے تھا۔

ض۔ مقولۂ بنی ہاشم میں نبوت و حکومت نہ ہونا چاہئے کی شرعی حیثیت!

بر اعتبار سے یہ ایک جاہلی مقولہ ہے اور نصوص شرعیہ سے معارض ہے اور عقائد الٰہیہ سے جو سیاسی نظام مشتق ہیں ان کے بھی مخالف ہے مثلاً جناب داؤد نبی تھے اور ان کے بیٹے سلیمان ان کے وارث تھے اور وہ نبوت و خلافت دونوں کے جامع تھے، اسی طرح بہت سے انبیاء تھے جن کی ذریات کو نبوت و کتاب کا وارث بنایا گیا اور وہ دونوں کے جامع تھے، مگر ان پر کسی نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے اور خلافت ایک دینی منصب ہے اور خلیفہ قائم مقام نبی ہوتا ہے لہٰذا دنیاوی امور کو بھی دیکھتا ہے اور نبوت کا اہم فریضہ بیان و حکم ہے اور یہ دونوں باتیں خالص فنی اور اختصاصی ہیں۔

اور جس کو بھی اسلام کے سیاسی نظام کے بنیادوں کا قطعی علم ہوگا وہ تھوڑی سی کوشش سے

۱؎ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۵۱۔

سمجھ لیگا کہ اس مقولہ نے اسلام کے سیاسی نظام کی جو الٰہی نظام ہے دھجیاں اڑا دی ہیں، اور عملی طور سے دیگر انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے الگ نہیں رکھا ہے بس صوتاً سیاسی ہے۔

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حکومت کو مال غنیمت بنا دیا جس کو صرف غالب کھا سکتا ہے۔ غلبہ کے بعد وہ نبی کی کرسی یا خلافت پر بیٹھ کر اسلام کا جبہ پہن کر خلیفہ ہو جائے گا اب وہ چاہے طلیق ہو اور ہر ممکن طریقہ سے اسلام کے خلاف جنگ کرتا رہا ہو اور چاروں طرف گھر جانے کے بعد دہشت و خوف یا رغبت و شوق سے مسلمان ہوا ہو وہ اس مہاجر پر حکومت کرے گا جس نے اسلام کے ہر معرکہ میں اسلام کے لئے جنگ کی ہے اور وہ مہاجر جو ولی اللہ ہے اور حکومت اسلامی کے لئے اس کو منتخب کیا جا چکا ہے وہ اس غالب طلیق کا ایک عادی رعایا ہو جائیگا، اس مقولہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جاہل متکلم ہوگا عالم خاموش حصار کرنے والا مقدم ہوگا محصور موخر، یہ سب کیوں ہوگا ———— ؟ صرف اس لئے کہ تمام قبائل کو انصاف مل سکے اور بنی ہاشم میں نبوت و حکومت اکٹھا نہ ہو سکے یا اس سے بھی زیادہ دقیق وجہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے جو جاہلی نظام عربوں پر حاکم تھا وہی دوبارہ پھر حاکم ہو جائے لیکن اس مرتبہ نئے لباس کے ساتھ ہو، کیونکہ زمانہ جاھلیت میں جو نظام رائج تھا وہ قابل انتقال نہیں تھا جو عہدہ جس قبیلہ کے پاس تھا وہ اسی کے پاس رہتا تھا، لیکن اب حکومت ہر قبیلہ میں منتقل ہوتی رہے گی اور صاحبان شرف و منزلت اس میں شریک ہوتے رہیں گے، اب رہی یہ بات کہ وہ احکام الٰہی جو اسلام کے سیاسی نظام سے متعلق ہیں ان کا کیا ہوگا ؟ تو یہ دوسرا موضوع ہے۔

ہاشمیوں میں نبوت و حکومت جمع نہ ہونے دینے کے نتائج

خصوصیت کا ختم کرنا

① پہلا نتیجہ

جن لوگوں نے ہمیشہ اسلام سے جنگ کی اور اسلام کو ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، یہاں تک کہ جب وہ ہر طرف سے گھر گئے اور کوئی چارہ نہ رہ گیا بلکہ جان کے لالے پڑ گئے تو مجبوراً اسلام کو قبول کیا ——— اور جن لوگوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے ہر جنگ میں جان کی بازی لگا دی یہاں تک کہ خدا نے اپنے نبی کی مدد کی اور دین کو عزت بخشی ——— یہ دونوں گروہ الگ الگ تھے ——— مگر ہاشمیوں کو حکومت نہ دے کر ہمیشہ کے لئے اس فرق کو مٹانا چاہا کہ دونوں مسلمان ہیں سیاسی نقطہ نظر سے ان میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے سب ہی مسلمان اور سب ہی جنتی ہیں وہ ہاشمی جو تین سال تک شعب ابو طالب میں محصور رہا مثل اس شخص کے ہے جس نے حصار میں قید کیا، کیا حصار میں قید کرنے والا مسلمان نہیں ہے؟ کیا اسلام پہلے کی برائیاں ختم نہیں کر دیتا؟ اب اگر جناب حمزہ سید الشہداء دنیا میں واپس آئیں تو ان میں اور ان کے قاتل وحشی میں عملی سیاست کی بنا پر کوئی فرق نہیں ہوگا۔ قاتل و مقتول، مہاجر و طلیق، جاہل و عالم سب ہی برابر ہیں۔ بلکہ

اگر جاہل غالب ہو جائے تو عالم پر واجب ہے کہ سیاسی طور سے اس کی اطاعت کرے اور اس کی پیروی کرے، بلکہ اگر ہاشمی اور عالم ہو جیسے علیؑ ابن ابی طالب اور ایک انصاری ہو جو ان کے ہم مرتبہ یا ان سے علم میں بدرجہا کمتر ہو تو وہ انصاری عالم علیؑ ابن ابی طالب پر مقدم ہوگا، دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی موجودگی میں عمر نے مرتے وقت کہا: اگر اس وقت معاذ ابن جبل موجود ہوتے تو میں ان کو والی و خلیفہ بنا دیتا، اگر خالد بن ولید ہوتے تو ان کو والی و خلیفہ بنا دیتا، اگر سالم موجود ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بنا دیتا ... الخ

اب دیکھئے معاذ ابن جبل انصاری تھے اور علیؑ سے کم علم رکھتے تھے مگر فاروق صاحب ایک انصاری عالم کو حضرت علیؑ پر مقدم کر رہے ہیں۔ خالد بن ولید نے جنگ احد میں مسلمانوں کو قتل کیا اس کے علاوہ بہت سی جنگوں میں مسلمانوں کو قتل کیا ہے اور دسویں درجہ کے مسلمان تھے۔ اور حضرت علیؑ نے ہر جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ رہ کر کفار کو قتل کیا اور پہلے درجہ کے مسلمان مگر عمر حضرت علیؑ پر خالد کو مقدم کر رہے ہیں۔ سالم جو ابو حذیفہ کا غلام تھا موالی میں سے تھا عربوں میں اسکا نسب بھی نہیں معلوم عمر صاحب اسکو حضرت پر حاکم بنا رہے ہیں حالانکہ بنا بر گواہی و اقرار عمر حضرت علیؑ سالم و عمر و عبیدہ و ہر مومن و مومنہ کے حاکم تھے۔"

دوسرا نتیجہ ۔ اختلاف کا بیج بونا ②

اس کا ایک ثمرہ یہ ہوا کہ مہاجر و طلیق، قاتل بمقتول، مجاہر مخاصر کا فرق ختم کر کے ہر ایک کو اسلام فہمی کا حق دیا جائے اور ہر شخص اس فہم میں مستقل ہو جس کا مطلب یہ ہوگا کہ متعدد مرجعیات اور متعدد مفاہیم کا وجود ہو جائے اور ہر شخص اپنے ہی کو حق پر سمجھے، ایک فریق شمال کو جائے تو دوسرا یمین کو تیسرا مشرق کو اور چوتھا مغرب کو جائے اور پانچواں شمال کو اپنی ڈگری پر ... الخ لیکن ان سب میں کوئی ایسا معتبر مرجع نہ ہو جسکا کلام شرعاً یقینی حجت ہو جس کو سب تسلیم کریں ایسے ماحول اور ایسی عمدہ زمین پر اختلاف کا بیج بویا گیا جو خوب پھلا پھولا۔

اب اگر حضرت علیؑ ایک بات کہیں اور طلیق ایک بات تو فیصلہ کرنے والا خود سامع ہے اس لئے کہ عملی طور سے حضرت علیؑ اور طلیق کے کلام میں کوئی فرق ہی نہیں رہا، دونوں مسلمان اور

دونوں جنتی ہیں وہ سب ہی صحابی ہیں عملی طور سے علیؑ کے قول کی شرعی ترجیح کے قائل نہیں ہیں تو دو مساوی کے کلام میں ترجیح کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور دو متعادل کے کلام میں کیسی ترجیح ——— ؟ یہ بھی حجم و شکل و مقدار و قیمت کے اعتبار سے سونے کا ٹکڑا ہے اور وہ بھی لہٰذا دونوں میں سے جو چاہو لے لو مگر خبردار تمیز کے چکر میں نہ پڑنا، پس یہ اتحاد ظاہری ہے لیکن اس کے نیچے ایک اختلاف کا آتش فشاں ہے جو نہ جانے کب پھٹ جائے اور امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے شریعت کے پرخچے سے نکال کر مجہول و مبہم بنا دے۔

③ تیسرا نتیجہ۔ حکومت سب کیلئے ہے نہ کہ صرف ہاشمی کیلئے

مطلقاً طور پر کوئی ایسی شئی نہیں ہے جو کسی مسلمان کو تخت خلافت تک پہونچنے سے روک سکے بس صرف غلبہ و قبضہ ہونا چاہیئے اور سب کو اس کی حکومت و غلبہ کو تسلیم کرنا چاہیئے، ہاں صرف ایک شرط ہے کہ ہاشمی نہ ہو، کیونکہ ان کو نبوت مل چکی ہے اور وہی ان کے لئے کافی ہے۔

اس چیز نے خطرناک حد تک کابوس کی طرح لوگوں کے ذہنوں میں حکومت کی طمع پیدا کر دی اور امت سے اس کا صبر و قرار چھین لیا اور ہر خواہشمند حکومت کے لئے اس کو تجربہ کی کھیتی بنا دی، اور شریعت کا سیاسی و شرعی نظام معطل ہو گیا۔

اب رہی یہ بات کہ رئیس کس قبیلہ سے ہو ——— ؟ کتنا علم رکھتا ہو ؟ دین کیسا ہو ——— ؟ اسلام میں کیسا سابقہ ہو ——— ؟ وہ کون لوگ ہیں جو حکومت کریں گے ——— ؟ تو یہ ثانوی باتیں ہیں عملی اعتبار سے نہ ان کی کوئی قیمت ہے نہ ان پر کوئی بھروسہ ہے اس لئے کہ غالب بہرحال غالب ہے مغلوب کی پسندیدگی یہ اس کی اپنی ذاتی رائے ہے۔

آخر یزید بن معاویہ جو فسق و فجور میں مشہور تھا اس کو حکومت اسلامی کا رئیس بننے سے کون سی چیز مانع ہو سکی ——— ؟ چونکہ وہ رئیس کا بیٹا تھا لہٰذا حاکم ہوا ، لوگوں کی پسند یا ناپسند کا کیا سوال ہے ——— ؟ ، اور امام حسینؑ بن علیؑ جو از روئے نص سید شباب اہل الجنۃ تھے ، ریحانۃ النبیؐ تھے ، اس امت کے نصاً شرعی امام تھے کس چیز نے ان کو یزید کی رعایا

بننے سے روک دیا ________ ؟ دونوں مسلمان تھے دونوں جنتی تھے مجرم یزید قاتل بھی جنتی اور امام حسینؑ مظلوم و مقتول بھی جنتی اس لئے کہ دونوں صحابی تھے اور جو اس رائے پر نقد و تبصرہ کرے وہ زندیق ہے اس کے ساتھ کھانا پینا حرام ہے مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ حرام ہے ۔

(۴) چوتھا نتیجہ ، خلط ملط کر دینا

رتی کا شکاری تیر کے شکاری سے ، حق باطل سے ، خیر شر سے ، حنظل شہد سے مخلوط ہوگیا متقدم مثل متاخر اور متاخر مثل متقدم ہوگیا ، لاحق مثل سابق ، مجاہد مثل قائد ، قاتل مثل مقتول ، محاجر مثل محاصَر ، جس نے ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی وہ مثل اس کے ہوگیا جس نے ساری زندگی اسلام سے جنگ کی جس نے نبی کو دیکھا یا نبی نے اس کو دیکھا سب ہی صحابی ہوگئے اور سب دین میں داخل ہوگئے سب جنتی ہوگئے ۔

صادقین برباد ہوگئے ، ملکوں ملکوں منتشر ہوگئے ، کالے بیل میں سفید بال کے مانند ہوگئے جیسا کہ معاویہ نے کہا تھا اسلامی سیاسی نظام تباہ ہوگیا ، پیچھے والے آگے آگئے ، آگے والے پیچھے کر دیئے گئے ۔ واللہ عاقبۃ الامور ۔

آٹھویں فصل

مقدمات انقلاب

① نبیؐ کے ساتھ بستر موت پر!

رسولؐ اپنے گھر میں بستر مرگ پر بیٹھے ہیں اور جبرئیل بار بار زیارت کے لئے آرہے ہیں، رسولؐ کو اپنی امت کے مستقبل کا علم ہے آپ نے اپنا دور پورا کر دیا ہے رسالت رب کو پہونچا چکے ہیں، مسلمانوں کو ہر چیز بتا چکے ہیں آپ کے اردگرد جو ہو رہا ہے اس سے بخوبی واقف ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ یہ سکون طوفان کا پیش خیمہ ہے یہ خاموشی آتش فشانی کا مقدمہ ہے جب آندھی چلے گی، آتش فشاں پھٹے گا تو شرعی سیاست پادر ہوا ہو جائے گی، اسلام اپنے ہتھیاروں سے خالی ہو جائیگا حکومت و دعوت کا سیاسی مولد معطل ہو جائے گا۔

لیکن نبیؐ جیسا آدمی حوادث کے سامنے جھکا نہیں کرتا اور انفجار سے پہلے خاموشی اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز امت پر عطوفت و مہربانی سے مانع ہوسکتی ہے، دین کے کامل ہو جانے اور نعمت کے تمام ہو جانے کے بعد اور بیان الٰہی کے مکمل ہو جانے کے باوجود جس میں ہر چیز موجود ہے یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی ہے۔

مگر رسولؐ ان سب کے باوجود موقف کو بطور خلاصہ بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ امت آپ کے بعد ہدایت کے راستہ پر گامزن رہے گمراہ نہ ہوسکے اور ان اتفاقی حادثات سے بھی محفوظ رہ سکے

جو نبی کے بعد حملہ آور ہونے پر آمادہ ہیں اور اس کے رخ وراثت کو موڑنا چاہتے ہیں۔

رسول خداؐ کا گھر عیادت کرنے والے بزرگان صحابہ سے چھلک رہا ہے اور نبیؐ نے موقع کو غنیمت خیال کرتے ہوئے اپنے امت کیلئے موقف کو ملخص کر کے پیش کرنا چاہا اور اسلام کا خط مستقبل ذکر کرنا چاہا اس لئے ارشاد فرمایا: میرے پاس .... لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد بھی گمراہ نہ ہو سکو! رسولؐ کے اس پیشکش میں کیا غلطی تھی ________؟ کون آدمی گمراہی سے نہیں بچنا چاہتا ________؟ کیوں اور کس مصلحت کی بنا پر اس سے روکا گیا ________؟ ہر مسلمان کو حق ہے کہ وہ وصیت کر سکے اور ہر مسلمان کو یہ بھی حق ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے جو چاہے کہے البتہ سننے والوں کو حق ہے کہ بعد میں چاہے اس پر عمل کریں یا نہ کریں، اتنا حق تو رسول خداؐ کو اس وقت بھی ہوتا اگر وہ عام آدمی ہوتے نہ نبی ہوتے نہ قائد امت ہوتے اور جب نبیؐ بھی تھے قائد بھی تھے تو بدرجہ اولیٰ ان کو یہ حق تھا، مگر رسولؐ کے یہ کہتے ہی عمر بن خطاب آڑے آگئے اور اپنے کلام کی توجیہ اس طرح کی کہ: رسولؐ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس قرآن ہے اور حسبنا کتاب اللہ اتنا کہتے ہی مجمع میں اختلاف ہو گیا کچھ لوگ کہتے تھے دیدو تاکہ رسولؐ لکھ دیں اور احتمال گمراہی ختم ہو جائے اور کچھ لوگ عمر کی بات کہتے تھے جب زیادہ شور و غل بڑھا تو رسولؐ نے کہا: میرے پاس سے چلے جاؤ!۱؎

ایک دوسری روایت میں ہے: جب رسول خدا نے فرمایا: میرے لئے ایک کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے تو لوگوں میں نزاع ہونے لگی حالانکہ نبیؐ کے پاس نزاع اچھی بات نہیں ہے پس لوگوں نے کہا: رسولؐ کو ہذیان ہو گیا ہے اسپر رسولؐ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں بہتر ہوں بہ نسبت اس حالت کے جس کا ادعا تم کر رہے ہو۔۲؎

تیسری روایت اس طرح ہے: میرے لئے کتف و دوات لاد و یا قلم و دوات لادو جس سے

۱؎ بخاری ج ۱ ص ۹، مسلم ج ۵ ص ۷۵، مسلم شرح نووی ج ۱۱ ص ۹۵، مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۳۲۵، ج ۱ ص ۲۹۳، ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۵۱۔ ۲؎ بخاری ج ۱ ص ۱۰، مسلم ج ۵ ص ۷۵، مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۲۲۲، اور ج ۳ ص ۳۴۶۔

میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر کبھی گمراہ نہ ہو سکو، اس پر لوگوں نے کہا: رسولؐ خدا ہذیان بک رہے ہیں ۱؎

بخاری کی تیسری روایت اس طرح ہے: میرے لئے ایک لکھنے کی چیز لا دو تاکہ میں ایسا نوشتہ لکھ دوں جس سے کبھی گمراہ نہ ہو سکو اس پر عمر بن خطاب نے کہا: نبی پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمارے لئے کافی ہے اس پر اختلاف ہو گیا اور بہت شور و غل مچا تو رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس نزاع اچھی بات نہیں ہے .... ۲؎

بخاری کی چوتھی روایت یہ ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: میرے پاس لے آؤ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہو سکو، اس پر لوگوں میں نزاع ہونے لگی اور نبیؐ کے پاس نزاع اچھی بات نہیں ہے اس پر لوگوں نے کہا: کیا بات ہے کیا نبیؐ کو ہذیان ہو گیا ہے ــــ؟ پس لوگ اس کو دہراتے رہے آخر رسولؐ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تم دعوت دے رہے ہو ۳؎

بخاری کی پانچویں روایت: میرے لئے شانہ گوسفند لاؤ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہو سکو، پس لوگوں نے نزاع شروع کر دیا حالانکہ نبیؐ کے پاس نزاع صحیح نہیں ہے لوگوں نے کہا: کیا رسولؐ کو ہذیان ہو گیا ہے ــــ؟ امتحان کر لو! رسولؐ نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں بھی ہوں اس سے بہتر ہوں جس کی نسبت میری طرف دے رہے ہو ۴؎

بخاری کی چھٹی روایت: رسول خداؐ نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو، عمر نے کہا: نبیؐ پر درد کا غلبہ ہے تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے (یہ کہنے پر) گھر میں موجود لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور آپس میں

۱؎ مسلم ج ۲ ص ۱۴ و ج ۱۱ ص ۹۴، ۹۵، مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۳۵۵، تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۹۳، کامل ج ۲ ص ۲۰۴۔

۲؎ بخاری ج ۱ ص ۳۷۔

۳؎ بخاری ج ۵ ص ۱۳۷، تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۲، ۱۹۳۔

۴؎ بخاری ج ۴ ص ۱۳۱، اور ج ۳ ص ۷۵ - ۷۶۔

رنے لگے، بعض نے کہا: رسولؐ کو مطلوبہ چیزیں لا دے دو تا کہ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے، اور بعض نے عمر والی بات دہرائی، جب رسول خداؐ کے پاس شور وغل اور اختلاف زیادہ ہو گیا تو رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔[۱]

ایک روایت میں ہے: عمر نے کہا: رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں۔[۲] اور اس بات کا تو فاروق نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے رسول خداؐ کو تحریر نہیں لکھنے دی ورنہ وہ خلافت علیؑ کے لئے لکھ دیتے۔[۳]

واقعہ کی تشریح

① اشخاص واقعہ

ایک طرف ——— محمدؐ رسول اللہ وخاتم المرسلین وحکومت اسلامی کے رئیس وسربراہ

دوسری طرف ——— عمر بن خطاب ایک بزرگ صحابی، حکومت رسولؐ کے ایک وزیر رسولؐ کے بعد ہونے والے دوسرے خلیفہ۔

مکان واقعہ ——— رسول خداؐ کا گھر

گواہان واقعہ ——— بڑے بڑے اصحاب کرام

واقعہ کے اولین نتائج

① تقسیم

۱۔ بخاری ج ۸ ص ۱۶۱،

۲۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی حنفی ص ۶۲، و ملاحظہ ہو سر العالمین وکشف ما فی الدارین، غزالی ص ۲۱۔

۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳ ص ۱۱۴، سطر ۲۷، چاپ اول مصر وبیروت ج ۱۲ ص ۹، سطر ۳، تحقیق محمد ابو الفضل، ج ۳ ص ۸۰۳، دار مکتبۃ الحیاۃ، ج ۳ ص ۱۰۷، دار الفکر۔

رسول خداؐ کے گھر میں موجود مجمع دو گروہ میں تقسیم ہوگیا۔

پہلا گروہ: حضرت عمر اور ان کے دوستوں کا جنہوں نے رسولؐ کو تحریر نہ لکھنے دی، اس گروہ کی دلیل یہ ہے کہ: حضرت عمر ایک بزرگ صحابی اور رسول خداؐ کے وزیر اور اسلام پر مہربان شخص تھے۔
رسول خداؐ مریض تھے ان کو ایسی حالت میں تحریر لکھنے کی زحمت دینا مناسب نہیں تھا اس کے علاوہ قرآن تنہا گمراہی سے بچا سکنے والی کتاب ہے اس کے ہوتے ہوئے اب کسی دوسری تحریر کی مزید ضرورت نہیں تھی اور اس لئے نبیؐ کو لکھنے کی زحمت سے بچا لیا گیا۔

دوسرا گروہ: تابع و متبوع، رسولؐ و امتی، ایسا رسولؐ جو وحی سے تعلیم حاصل کرتا ہو، ایسا مجتہد جو اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہو رئیس حکومت دینی وقت اور اس کے ایک وزیر میں مقابلہ کا سوال ہی نہیں ہے حکم حاکم میں چوں و چرا کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔
یہ دوسرا گروہ کہتا ہے نبیؐ کو موقع دینا چاہیئے جو کہنا چاہتا ہے کہے جو لکھنا چاہتا ہے لکھے اس لئے کہ وہ نبیؐ ہے اور جب تک زندہ رہے گا نبی رہے گا، وہ رئیس حکومت ہے اور جب تک وہ مر نہ جائے اور دوسرا اس کی جگہ نہ آجائے وہ رئیس ہے اور پھر وہ کم از کم مسلمان تو ہے اس لئے دوسروں کی طرح اس کو بھی آزادی ملنی چاہیئے جو چاہے کہے اور جو چاہے لکھے اس کے علاوہ واقعات اس کے گھر میں ہو رہے ہیں اور وہ گھر کا مالک ہے اور ہر مالک کو اپنے گھر میں جو چاہے اس کے کہنے کا حق ہوتا ہے۔

۳ ایک نئی طاقت کا ابھرنا

حضرت عمر ایک نئی طاقت بن کر ابھرے، جن میں اتنی استطاعت تھی کہ رسولؐ کو اپنا مافی الضمیر لکھنے سے روک دیں خود نبیؐ کے مقابل میں اور نبیؐ کی موجودگی میں [۱] اپنی رائ کے فیور میں اکثریت کی رائ ہموار کرلیں اور حوادث کو حرکت میں لاکر اس کی قیادت کر سکیں۔
آج تک کوئی یقینی طور سے یہ نہیں جان سکا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع کس کے

۱۔ یوم الرزیہ کے تمام حوالے دیکھیے کہ سب ہی کا اتفاق ہے کہ حسبنا کتاب اللہ عمر نے کہا تھا۔

اشارہ پر ہوا تھا ؟ اور کیسے سارے لوگ اس میں شامل ہو گئے ؟ کس نے اس اجتماع کی دعوت دی اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ تمام مہاجرین کے اندر صرف حضرت عمر ہی کو اس اجتماع کا علم کیسے ہوا ؟ کیونکہ اس اجتماع میں مہاجرین میں سے صرف تین آدمی شریک ہوئے تھے۔ ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ، اور عمر نے ابوبکر کو اطلاع دی تھی کہ انصار سقیفہ میں جمع ہیں اور جب دونوں جا رہے تھے تو اتفاق سے راستہ میں ابو عبیدہ سے ملاقات ہو گئی "پھر آخر عمر کو کیسے اطلاع ہوئی کہ سقیفہ میں انصار جمع ہیں، مترجم "۔

دراصل حضرت عمر قلب حادثات ہی میں زندگی بسر کرتے تھے اور ان کو ہر ہر منٹ کی اطلاع رہتی تھی سقیفہ کے اندرونی معاملات کے روح رواں یہی تھے اگر یہ چاہتے تو خود خلیفہ ہو جاتے چنانچہ سقیفہ سے نکلنے اور اس میں موجود اکثریت کی بیعت کر لینے کے بعد تمام بیعت کا سہرا انھیں کے سر بندھا انھیں نے مہاجرین سے چیخ چیخ کر اعلان کیا : میں نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور تمام انصار نے بھی کر لی لہٰذا تم لوگ بھی اٹھو اور بیعت کرو، پس سب سے پہلے عثمان اور ان کے ساتھ جو بنی امیہ تھے انھوں نے بیعت کی عثمان اور امویوں کی اکثریت نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی، اور یہ عمر کی ہی ذات تھی جس نے سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت کرنے والوں کو منظم کیا تھا اور انھیں نے ایک چھوٹی سی فوج کی ٹکڑی تیار کر کے بھیجی تھی کہ جتنے لوگ بھی علی کے ساتھ بیت فاطمہ میں ہیں ان کو وہاں سے نکال کر لاؤ تاکہ وہ ابوبکر کی بیعت کریں [1] اور یہی وہ شخص تھے جنھوں نے لکڑیاں جمع کر کے فاطمہ کے گھر کو نذر آتش کرنا چاہا تھا اگر وہاں سے پناہ گزین نہ نکلیں [2]، اور یہی وہ ہیں جنھوں نے علی کو قتل کر دینے کی دھمکی دی تھی اگر علی نے ابوبکر کی بیعت نہ کی [3]۔

یہی وہ ہیں جنھوں نے ابوبکر کو مشورہ دیا تھا کہ ابوسفیان کے پاس جو مال صدقات ہیں ان کو واپس نہ لیا جائے تاکہ اس کے محبت کی ضمانت مل جائے [4] انھوں نے ہی ابوبکر کو مشورہ دیا تھا کہ یزید بن ابی سفیان کو قائد الجیش بنا دیا جائے اور یہی وہ زبردست طاقت تھی جس نے ابوبکر کی حکومت کو استقرار

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۵، اور اسکے بعد۔

[2] تمام تحریق کے حوالے دیکھئے جن کو ہم نے ابھی کئی مرتبہ ذکر کیا ہے۔

[3] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۳۔ [4] ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۰، ۲، تحقیق حسن تمیمی چاپ مکتبہ حیات۔

بخشا، ابوبکر زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکے انتقال کر گئے اور عمر ایک ایسی حکومت کے وارث ہوئے جو امن و امان سے پُر تھی اور مستقر تھی اور بڑی آسانی و سہولت و بغیر کسی معارضہ کے ان کو حکومت حاصل ہو گئی اور یہ انتقال حکومت فطری بات تھی، جلد یا دیر محقق اس نتیجہ پر پہونچ کے رہے گا کہ فاروق کے اندر پروگرام اور نظارت کی وہ زبردست طاقت تھی جو ان کے ہم عصروں میں کسی میں بھی نہیں تھی انہوں نے ایک کمیٹی ایسی بنائی تھی جو عصر نبوت کے بعد فعالیت کرے اور اسلام پر مستقبل میں حکومت کرنے کیلئے پورا پروگرام پہلے سے تیار کر لیا تھا، اسی لئے بنی ہاشم میں نبوت و خلافت کو کبھی بھی جمع نہیں ہونے دیا اور خلافت کو ایسا بنایا کہ ہمیشہ دوسروں میں گردش کرتی رہے اور وسائل غلبہ کے شرعی و غیر شرعی ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے غلبہ کو خاص حق قرار دیدیا۔

④ غلبہ اور تابع کو متبوع پر ترجیح دینے کا نظریہ!

رسول خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے نے دو نظریے کو جنم دیا۔

① غلبہ

② تابع کو متبوع پر ترجیح دی جائے یا کم از کم دونوں کو مساوی قرار دیدیا جائے جس سے شبہ و تحیر کا عالم پیدا ہو جائے کہ حق تابع کے ساتھ ہے یا متبوع کے ساتھ ہے ــــــــ؟

فاروق کی دلیل یہ تھی کہ نبی پر درد کا غلبہ ہے اور ایسی حالت میں کچھ لکھنا خطرناک صورت پیدا کر سکتا ہے فاروق کے اس خیال کی تائید صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کی اور یہ محض شک ہے وہ کر لکھنے سے خطرناک صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ مخالف گروہ کا کہنا ہے: محمد نبی ہیں اور جب تک زندہ ہیں نبی ہیں اور نبی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتا یقین ہے وہ نبی کا قول خدا کا قول ہے۔ اور یقین کو چھوڑ کر شک کو اختیار کرنا غیر معقول ہے، رہا مریض ہونا تو یہ رسول کی بات ماننے سے مانع نہیں ہے۔

دو ملتے جلتے واقعے!

پہلا : ــــــــــــــ ابوبکر مریض ہوئے اور درد شدید ہوگیا جیسا کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اور ابوبکر کا مشورہ بھی مکمل ہوگیا تو انہوں نے تنہا عثمان کو بلوایا اور ان سے کہا : لکھو اما بعد اتنا کہنے کے بعد شدت درد کی وجہ سے ان پر بیہوشی طاری ہوگئی تو عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا : میں تمہارے اوپر عمر کو اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں اور میں نے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے ، جب ابوبکر کو ہوش آیا تو عثمان سے کہا : پڑھو انہوں نے جو لکھا تھا اس کو پڑھا اس پر ابوبکر بولے : میرا خیال ہے تم کو یہ ڈر لگا کہ اگر میں بے ہوشی میں مرگیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اس لئے تم نے اپنی طرف سے عمر کا نام بڑھا دیا ؟ عثمان نے کہا : ہاں ! اس پر ابوبکر نے کہا : خدا تم کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے اور عثمان نے جو لکھا تھا اسی کو برقرار رکھا[۱] یہ وہ حقیقت ہے جو اجماعی ہے ۔

دوسرا : عمر بیمار ہوئے ، ان کے طبیب نے کہا مجھے امید نہیں ہے آپ شام پکڑ سکیں لہٰذا جو کرنا ہو کر ڈالئے عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا : مجھے شانۂ گوسفند دو اس کو منایا اور شدت درد سے بولے : خدا کی قسم اگر جن چیزوں پر سورج چمکتا ہے ان سب کو فدیہ دیکر میں قیامت کے خوف سے بچ سکتا تو دے دیتا اس وقت عمر کا سر ان کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا انہوں نے عبداللہ سے کہا : میرا رخسار زمین پر رکھ دو لیکن عبداللہ نے نہیں رکھا تو عمر نے عبداللہ کو دیکھا اور بولے : میرا رخسار زمین پر رکھ دے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے عمر اور اس کی ماں کے لئے ویل ہو اگر خدا عمر کو نہ بخشے[۲]

بہر حال ابوبکر نے شدت درد کے باوجود وصیت کی اور جو چاہا لکھا ، اسی طرح شدت درد کے باوجود عمر نے بھی وصیت کی اور جو چاہا لکھا ، شوریٰ کا کام ترتیب دیا اور اس بات سے مطمئن ہوگئے کہ عثمان ہی خلیفہ ہوں گے اور کسی ہاشمی کو چاہے وہ جتنا قوی اور امانت دار ہو مسلمانوں پر تسلط نہیں ہوگا اور دونوں کی وصیت کو بہت ہی وقت سے نافذ کیا گیا اور ان کی وصیتوں کو پورا کیا گیا اور دونوں کی وصیتوں کو شدت

---

۱ طبری ج ۳ ص ۴۲۹ ، نظام الحکم قاسمی ص ۲۶۱ ، سیرت عمر ابن جوزی ص ۳۷ ، ابن خلدون ج ۲ ص ۸۵ ، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۲۰ ،

۲ امامہ والسیاسۃ ص ۲۱ ۔ ۳۱ ، طبقات ابن سعد ص ۱۲۰ ۔ ۱۲۱ ۔ اسلام کا سیاسی کا نظام ۔

درد و الم کے باوجود قانونی سمجھا گیا کیونکہ انہوں نے خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے وصیت کی تھی اور خلیفہ کو حق ہے جب تک وہ زندہ رہے یا معزول نہ ہو تو اپنا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔

یہ ایسی حقیقت ہے جو بقول واحد و اجماع مسلم ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کو وصیت کرنے اور لکھنے کا حق شدت درد و الم کے باوجود کیوں ہے؟ جب کہ اس سے کم تکلیف رسول خداؐ کو تھی مگر ان کو وصیت نہیں لکھنے دیا گیا؟

کیا محمدؐ کو اتنا بھی حق نہیں تھا جتنا ابوبکر و عمر کو تھا؟ یہ تو اس وقت ہے جب رسولؐ کو ابوبکر و عمر کے مساوی مان لیا جائے مگر یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ محمدؐ رسولؐ و امام تھے اور ابوبکر و عمر غلام تھے، محمدؐ پر وحی ہوتی تھی اور ان دونوں پر نہیں اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ آپ پر بیماری کے زمانہ ہی میں وحی آیا کرتی تھی [1]

قرآن تو کہتا ہے:

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتھوا۔ رسولؐ جو کہیں وہ کرو اور جس سے روکیں وہ نہ کرو!

دوسری جگہ کہتا ہے:

وما صاحبکم بمجنون: تمہارا ساتھی "رسولؐ" دیوانہ نہیں ہے۔

تیسری جگہ کہتا ہے:

ما ضل صاحبکم وما غویٰ۔ تمہارا ساتھی گمراہ نہیں ہوا۔

نیز ارشاد ہے:

ان ھو الا وحی یوحیٰ، وہ تو وہی کہتا ہے جو وحی ہوتی ہے۔

جس شخص کے یہ صفات ہوں وہ شخص چشم زدن میں ہذیان کیسے بکنے لگے گا؟ اور اس کی لکھی ہوئی وصیت غیر معتبر کیسے ہو جائے گی۔؟

یہ ایسے مضبوط حقائق ہیں جنکو انکار کرنے کی طاقت زمین کے اندر بھی نہیں ہے، یہی وہ واقعہ ہے جس نے اسلام کے مستقبل کا ستیاناس مار دیا، اور یہی وہ بیج ہے جسکی بنا پر مسلمانوں پر یہ مصائب و آفات ٹوٹے مگر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۶۔

ہمارے سنی بھائی اس سے تجاہل کرتے ہیں اور اس کو محض ایک قصہ و کہانی خیال کرتے ہیں ۔

اس طرح عملی طور سے تابع کے قول کو متبوع کے قول پر ترجیح دی گئی اور تابع مرجع اور متبوع تماشائی بن گیا ، تابع کا مقصد پورا ہوگیا اس کا ارادہ نافذ ہوگیا ، لوگ اس کے تابع ہوگئے غلبہ والی فکر کامیاب ہوگئی اور ثمر آور ہوگئی اور پھر اسی غلبہ کو بعد میں شرعی مبدا تسلیم کرلیا گیا اور امت کو اجازت دے دی گئی کہ وہ لڑنے والوں میں نتیجہ کا انتظار کریں جو غالب ہو اسی کا ساتھ دیں چاہے وہ جیسا اور اس کا دین جیسا بھی ہو ۔[1]

متبوع کی حریصانہ نظر تابع پر پڑی ، مفضول فاضل پر مقدم ہوگیا اس لیے ہمکو اس وقت تعجب نہیں کرنا چاہیئے جب ہم معاویہ کو تخت خلافت پر دیکھیں حالانکہ وہ طلیق ابن طلیق تھا اور مولفۃ القلوب میں سے تھا ، اور خلافت میں نزاع اس سے رکھتا تھا جو اول مسلم اور ولی اللہ بالنص تھا اور ہر مومن و مومنہ کے مولا تھے اور معاویہ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ علیؑ سے افضل ہے اور امت کیلئے اصلح ہے اور ہم کو اس پر بھی وحشت زدہ نہ ہونا چاہیئے جب اسلامی ادوار میں ایسے لوگوں کو دیکھیں جو کہیں : یہ بھی مجتہد ہے وہ بھی مجتہد ہیں اور دونوں جنتی ہیں ۔

اور نہ اس پر تعجب کرنا چاہیئے جب مروان بن الحکم خلافت کا مطالبہ کرے جو اس حکم بن عاص کا بیٹا ہے جس پر رسول خدا ، ابوبکر ، عمر کے زمانہ میں مدینہ کے اندر داخلہ حرام تھا ، پھر جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو بڑے احترام و اکرام سے مدینہ میں داخل کیا اور اس کے بیٹے مروان کو رئیس الوزراء اور داماد بنا لیا ۔

تابع و متبوع ، خدا و اسلام کے نزدیک مقدم اور خدا و اسلام کے نزدیک موخر کے درمیان فرق کا خاتمہ ہوگیا ، ولید بن عقبہ حسین بن علیؑ پر حاکم ہوگیا ولید وعظ کرے اور اس کا وعظ امام حسینؑ سنیں ! ولید مستی کے عالم میں لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھا کر سوال کرے : کہو تو اور پڑھا دوں ــــــــ ؟ اس کے باوجود وہ حسینؑ کا امام اور ان پر امیر اور مرجع ہو کہ اگر حسینؑ اپنے دین یا دنیا کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہیں تو اس کی طرف رجوع کریں !

---

[1] نظام الحکم طقاس ص ۲۲۴ ـ ۲۲۵ ، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۵۳ ـ

۴ غالب کی کامیابی

جو غالب ہو ، وہ جو بھی ہو اور جاہے جو غالب ہو ، وہی کامیاب ہے وہی امام المسلمین رئیس الحکومت ، دینی و دنیاوی امور کا مرجع ، تمام ذرائع قوت کا مالک ، حکومت کی ہر چیز پر اسی کو کامل تسلط ، جسکو چاہے دے ، جس کو چاہے نہ دے اس کا نگرانی کرنے والا خدا اور اس کے دین کے علاوہ کوئی نہیں ہے ، وہی اسلامی لشکروں کا قائد ہے خارجی و داخلی امن قائم رکھنے کیلئے وہ اسلامی فوج استعمال کرتا ہے خوف و دہشت یا خواہش و رغبت سے پبلک اس کی اطاعت کرتی ہے ، ذرائع ابلاغ پر اسی کا پورا کنٹرول ہے وہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر سکتا ہے ، ذرائع ابلاغ پر تسلط کی وجہ سے معمولی آدمی کو عظیم اور عظیم آدمی کو عام آدمی بنا سکتا ہے ، حل و فصل کی وجہ سے اسکے موئدین کے ہاتھ میں زمام امور ہوتے ہیں جو امتداد زمانہ کے ساتھ مراجع بن جاتے ہیں وہ غالب کے نقطہ نظر کو مبنیٰ بناتے ہیں اور اس کے وسائل کو مرجعیت قرار دیتے ہیں ، وہی معاشرے کے سردار ہوتے ہیں اور وہی چمکتے چاند سورج ہوتے ہیں اگر کوئی ان کا ساتھ دیتا ہے تو اسکو مرکزی نقطہ تک اور محور ہدایت تک پہونچا دیتے ہیں یعنی جو غالب چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اسی عنوان پر امت متحد ہوتی ہے جتنی مدت گزرتی جاتی ہے یہ سیرت مستحکم ہوتی جاتی ہے اور ایک دہائی گزرنے کے بعد اس کی جڑیں زمین میں پہونچ جاتی ہیں اور پھر وہی رائے عامہ ہو جاتی ہے اور سیاسی عقیدہ بن جاتا ہے ۔

عترت کی معزولی !

ان حالات میں عترت نے شریعت کا نعرہ لگایا اور کہا : ہمارا حق ہے جس کا مطالبہ کیا جائے گا لیکن لوگ عترت کو اس کا حق ملنے سے مانع ہوئے اور حضرت علیؑ کی نزاع ابو بکر سے شرعی و منطقی تھی جسکی گواہی بشیر بن سعد نے بھی دی ، بشیر وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کی تھی ، جب اس نے حضرت علیؑ کے دلائل سنے تو بولا : اے علیؑ اگر انصار نے آپ کا یہ کلام ابو بکر کی بیعت

کرنے سے پہلے سن لیا ہوتا تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے۔[۱]

لیکن حکومت حکومت ہوتی ہے اور مخالفت باقی رہتی ہے، کارگزاران حکومت کے لئے فطری طور پر کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے جس سے وہ سیاسی مخالفت کو تسلیم کریں اور نہ اپنے سیاسی دستاویز کو مخالف کے سپرد کر سکتے ہیں بس اتنی بات ضرور تھی کہ دختر رسولؐ علیؑ کے پہلو میں تھیں اس لئے علیؑ قتل ہونے سے بچ گئے مگر قتل کی دھمکی سے نہیں بچ سکے کہ اگر بیعت نہ کریں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے بس احترام فاطمہؑ میں بیعت پر مجبور نہیں کیا گیا۔

اور جب راتوں کو علیؑ و فاطمہؑ انصار کے گھروں کے چکر لگاتی تھیں، اور ان سے مدد کا سوال کرتی تھیں، تو انصار کہہ دیا کرتے تھے: بنت رسولؐ اگر ہم نے ابوبکر کی بیعت نہ کر لی ہوتی یا آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس آ جاتے تو ہم آپ سے عدول نہ کرتے اور علیؑ کہتے تھے: کیا میں رسولؐ کا جنازہ ان کے گھر میں پڑا رہنے دیتا اور لوگوں سے اس حکومت کیلئے جنگ کرتا؟ اور فاطمہؑ کہتی تھیں ابوالحسن نے جو کیا وہی بہتر تھا اور ان لوگوں نے جو کیا ہے خدا ان سے اس کا حساب لے گا۔[۲] اس وقت بھی حکومت نے علیؑ و فاطمہؑ کے خلاف کوئی سخت کارروائی نہیں کی۔

مگر بہر حال اس کا منطقی نتیجہ یہی ہوا کہ جناب فاطمہؑ کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کو بالکل الگ تھلگ کر دیا گیا، بلکہ حکومت نے اپنی کوشش اس بات کیلئے صرف کر دی کہ حضرت علیؑ کو بنی ہاشم سے بھی کاٹ دیا جائے اور اس کے لئے انہوں نے جناب عباس کو تحریص و ترغیب دلائی کہ حکومت میں آپ کے لئے اور آپ کی نسل کیلئے ایک حصہ مخصوص کر دیا جائے گا مگر جناب عباس نے اس پیشکش کو بڑی بہادری اور سختی سے رد کر دیا۔[۳]

یہ بات فطری ہے کہ اگر ایک عام شخص سے کہا جائے کہ آپ حکومت یا اسکے مخالف میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں تو آدمی حکومت کیطرف جھکے گا کیونکہ وہ قوی ہے خصوصاً جبکہ مخالف و اہلبیتؑ کے روابط روز افزوں حکومت سے بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہوں اور دوستی کا رشتہ ختم ہو جانے والا ہو

۱، ۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲۔

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۵۔

اور یہ اس وقت نوبت آئی جب عمر نے فاطمہؑ کے گھر کو مع اس میں موجود لوگوں کے جلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ۱

حکومت اپنی جگہ اتنی مطمئن ہو گئی کہ بنی ہاشم کو نبوت و خلافت نہیں ملنی چاہیے اس لئے کہ بزعم حکومت اسی طرح بنی ہاشم کے ظلم سے بچا جا سکتا ہے اور حکومت کا ایمان تھا کہ اس مقصد کو حاصل کر کے قریش ہدایت یافتہ ہو گئے ۲

اور اس سے بھی اہم یہ کہ حکومت نے شرط کر دی کہ کوئی ہاشمی لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ ہو سکے چاہے وہ کتنا ہی قوی اور امین ہو اس شرط کا نفاذ بڑی دقت نظر کے ساتھ ابوبکر و عمر کے عہد میں کیا گیا اور عمر اس بات کے بہت حریص تھے کہ ان کے عمال میں کوئی بھی بنی ہاشم کا موید نہ ہو۔

حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کو الگ کر دیا گیا مگر امام اور ان کے شیعہ ان دونوں کے زمانہ میں ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور یہ دونوں اہلبیتؑ کو عطیوں کے موقعوں پر سب پر مقدم کرتے تھے پہلے آل محمدؐ کو دیتے تھے پھر دوسروں کو۔ حضرت علیؑ ان کے اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں کی جان اور مال ان دونوں کے زمانوں میں محفوظ رہے دونوں امام سے مشورہ کرتے تھے اور بہت سے امور میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، حالات اسی لئے ٹھیک رہے اور ممالک فتح ہوئے اور شیخین کا دامن شبہوت سے گندا نہ ہو سکا اور جب عثمان خلیفہ ہوئے تو کچھ دنوں کے بعد سے اصحاب ان کے پاس سے منتشر ہونے لگے اور تخت خلافت پر امویوں کا قبضہ ہونے لگا، پھر تمام صحابہ ان سے الگ ہو گئے اور تخت پر امویوں کا غلبہ ہو گیا۔

اموی کوئی بات لیکر نہیں آئے، اہلبیتؑ اور ان کے شیعہ شیخین کے زمانہ میں حکومتی پوسٹوں سے دور رکھے گئے عثمان کے دور میں کوئی امکان ہی نہیں تھا، یہاں مزید یہ ہوا کہ، حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ بنی امیہ کی غلطیوں پر خاموش نہیں رہتے تھے اور یہ لوگ عثمان کے حاشیہ و عمال تھے انھوں نے اہلبیتؑ کے امر بمعروف و نہی از منکر کو بنی امیہ کی مخالفت پر حمل کیا کیونکہ یہ سب اموی تھے اس لئے یہ لوگ علیؑ اور ان کے

---

۱ مراجع التحریق۔

۲ کامل ج ۳ ص ۱۷۱، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۷، ۱۰۱، اس کو تاریخ بغداد میں بھی لکھا ہے، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۴۹، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۵۳۔

شیعوں سے دل تنگ ہو گئے ، ماضی میں اموئیوں اور ہاشمیوں میں جو اختلافات تھے ان میں ان حالات نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور دن بدن یہ اختلاف گہرے ہوتے گئے یہاں تک کہ معاویہ کی سربراہی میں بنی امیہ جو شام کا والی تھا ہاشمیوں اور امت مسلمہ میں مسلحانہ جنگ شروع ہو گئی امت کے سربراہ حضرت علیؑ تھے ، شام والے غالب آ گئے اور معاویہ امت کا بادشاہ بن گیا اسی سال کو عام الجماعۃ کہا گیا ۔

یہاں سے آل محمدؐ کے لئے آنسوؤں اور خون کا ایک نیا دور شروع ہوا بس جنکی زندگی باقی تھی اس کے علاوہ سب ہی کو تہہ تیغ کر دیا گیا ، شہروں شہروں ان پر سب وشتم قانونی بنا دیا گیا امت نے بھی حکام کی پیروی کرتے ہوئے سب وشتم کا بازار گرم کر دیا ، آل محمدؐ کو مطرود کر دیا گیا اہلبیت اور ان کے شیعوں میں سے کسی ایک کی بھی گواہی قابل قبول نہ تھی جس نے بھی عملاً یا آل علیؑ سے محبت کا اظہار کیا دیوان عطا سے اس کا نام کاٹ دیا گیا اس کا روزینہ وعطیہ بند کر دیا گیا ۔[۱]

سلطنت پر قبضہ

① تذکرہ اور حادثات کا ربط

رسول خداؐ نے فرمایا : آؤ تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے ۔ ابھی آپ نے بات تمام کی ہی تھی کہ فاروق نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا : رسولؐ پر مرض کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہی ، بس ، ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے فوراً مجمع دو حصوں میں بٹ گیا ایک حصہ کہتا تھا رسولؐ کا مطالبہ پورا کرو تاکہ وہ لکھ دیں ، دوسرا کہتا وہی تھا جو عمر نے کہا تھا ، نبیؐ کے پاس ہی شور وغل زیادہ ہو گیا اختلاف بڑھ گیا اور عمر کی تائید کرنے والوں نے ، معاذ اللہ ، یہ کہہ دیا : رسول خداؐ ہذیان بک رہے ہیں اور دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے اس وقت فرمایا : مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اچھا ہوں اس سے جس کی طرف تم بلا رہے ہو ۔[۲]

---

[۱] ابن عساکر ج ۳ ص ۴۰۷ ، معاویہ فی المیزان ص ۱۷ الشیخ المفید ۲ ص ۱۸۰ ۔ [۲] بخاری نے چھ روایت لکھی ہیں ، دیکھئے ج ۱ ص ۲۹ ،

⑵ بے پناہ کامیابی

فاروق نے مجمع کو دو حصوں پر تقسیم کر کے زبردست کامیابی حاصل کر لی،

① ایک حصہ عمر کا موید تھا جو تابع تھا۔

② دوسرا رسولؐ کا موید تھا وہ متبوع تھے۔ عمر نے تابع و متبوع کے فرق کو ختم کر دیا اور عمر وان کے طرف دار رسولؐ کو تحریر نہ لکھنے دینے میں کامیاب ہو گئے۔

دوا نتخاب

جب رسول خداؐ کا اصرار ہو کر اپنی مرضی کے مطابق لکھ سکیں تب تو فاروق کے طرفدار یہ خیال کریں کہ رسول خداؐ ہذیان بک رہے ہیں اور تحریر دین میں بہت بڑی مصیبت ہے اور جب رسول خداؐ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا تو فاروق کا گروہ گمان کرتا ہے کہ رسولؐ کی بیماری شدید ہو گئی اور کہتا ہے خدا کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے رسولؐ اس جملے سے رنجیدہ ہو گئے اور فرمایا: مجھے چھوڑ دو!

شرعی لباس

بہ ظاہر عمر از روئے شکل و صورت شریعت سے خارج نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے باطل کی دعوت نہیں دی وہ حاضرین کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: تمہارے پاس قرآن ہے! ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ رسول خداؐ پر درد کی شدت ہے وہ چاہتے ہیں رسولؐ یہ تحریر نہ لکھیں اور یہ بھی چاہتے ہیں رسولؐ کا رسمی احترام بھی باقی رہے لہذا کہا: درد کی شدت ہے...... اور تمسک بالقرآن کے حریص تھے اور تنہا قرآن کافی ہے کسی اور تحریر کی ضرورت نہیں ہے، یہ تمام تصرفات شریعت کا لباس پہنے ہیں۔ اور عمر کے مخالف گروہ کا بھی یہی موقف تھا کہ سب شرعی ہو،

اور مسلم ج ۵ ص ۷۵، ج ۱۱ ص ۹۵، بشرح نووی، ج ۲ ص ۸۵ بخاری، مسلم ج ۵ ص ۷۵، اور ج ۱۱ ص ۸۹ - ۹۳ بشرح نووی۔

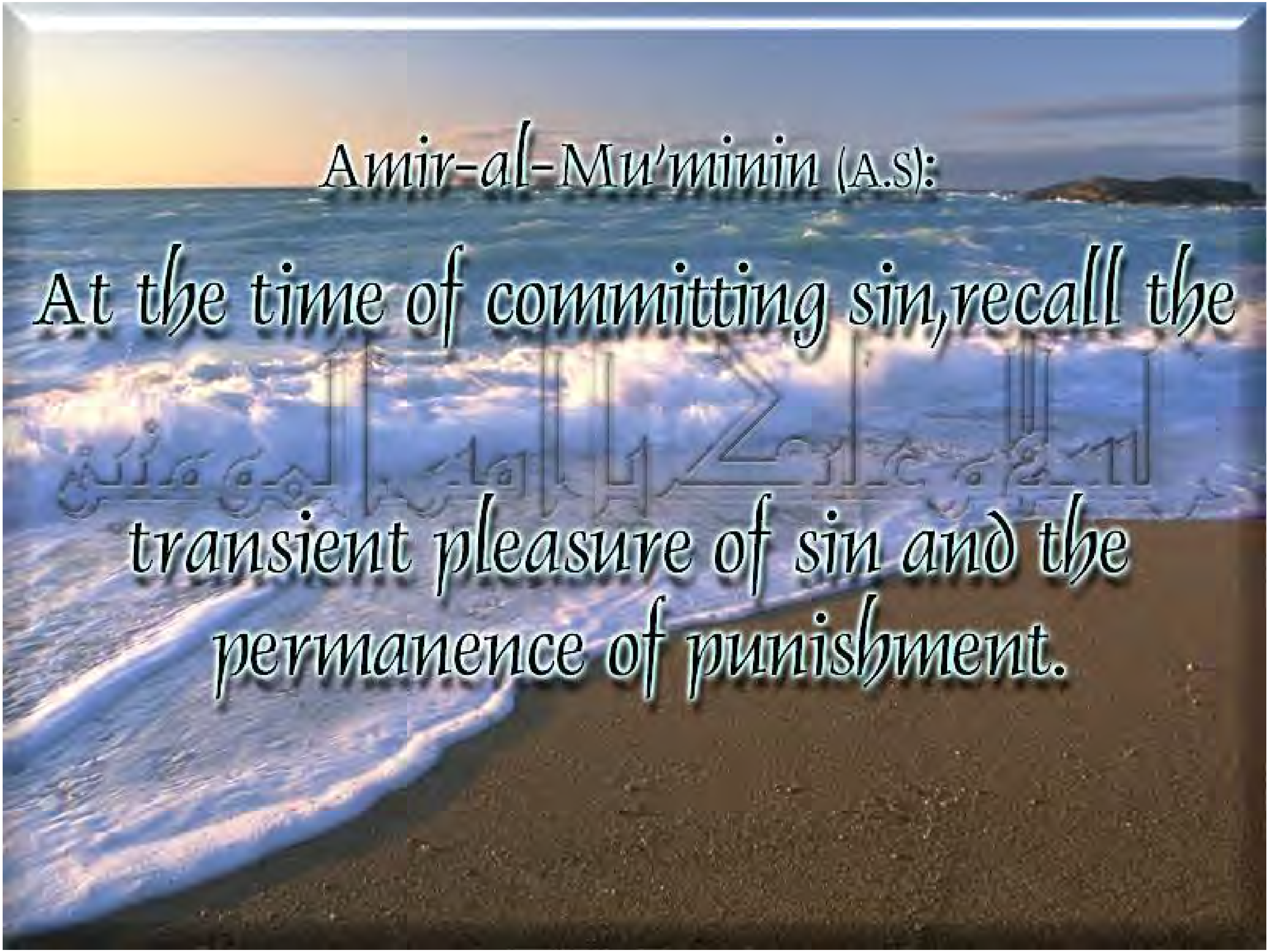
Amir-al-Mu'minin (A.S):
At the time of committing sin,recall the
transient pleasure of sin and the
permanence of punishment.

نویں فصل

فاروق کے مقاصد

قبائل قریش ہر طرح سے ہاشمی نبوت سے مقابلہ کرتے رہے اور تمام جنگی طریقہ استعمال کرتے رہے اور یہ سب نہ بتوں کی محبت کی وجہ سے تھا اور نہ اسلام سے نفرت کی وجہ سے تھا اس لئے کہ اسلام میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کو فطرت انسانی ناپسند کرتی ہو بلکہ قریش اپنے سماجی نظام کو جو مناصب شرف کی تقسیم کی بنیاد پر قائم تھا اس میں کسی قسم کے تغیر کو اور نہ بنی ہاشم کے خاندان کو دیگر خاندانوں سے متمیز اور مافوق دیکھنا پسند کرتے تھے اس لئے یہ ساری جنگیں لڑی گئیں قریش کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ تمام ہاشمیوں کو نبوت کے گرد جمع ہو کر نبی ﷺ کا زبردست طریقے سے حمایت کرنا تمام قبیلوں پر فوقیت حاصل کرنے اور اپنے کو نمایاں و متمیز کرنے کی غرض سے ہے لہذا قریش کے تمام قبائل نے جمع ہو کر بنی ہاشم کا محاصرہ کر لیا اور قتل نبی پر مشورہ کر کے اجماع کر لیا اور سب نے رسول ﷺ سے جنگ کرنے میں جان کی بازی لگا دی لیکن محاصرہ ناکام ہو گیا مشورہ قتل پر اجماع ناکام ہو گیا، جنگوں میں قبائل قریش کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور ان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا تب یہ قبائل مسلمان ہوئے اور ان کے سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہاشمی نبوت ہمارا ایسا مقدر بن چکی ہے جس سے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ اب قبائل میں اتنی طاقت ہے کہ اس مقدر کا مقابلہ کر کے روک سکیں اس لئے اب یہ مان لینا چاہئے کہ نبوت خالص ہاشمیوں کے لئے ہے اس میں کوئی بھی قبیلہ شریک نہیں ہو سکتا لیکن اس ہاشمی حملہ کو دوسرے خاندانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے روکا جا سکتا ہے اور ادھر یہ سارے اسباب مہیا کر رہے تھے کہ خلافت

سلسلہ ہاشمی کے لئے ہوا اور سلسلہ امامت ان کے بعد ذریت نبیؐ میں منحصر رہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے سب سے زیادہ عالم اسکے احکام کے افہم اور مسلمانوں میں سب سے افضل اور امت کی قیادت کیلئے سب سے انسب ہیں اور نفوس بھی ان کو پسند کرتے ہیں۔

مثالی حل

قریش کے تمام قبائل مسلمان ہو گئے اور اسلام سابقہ برائیوں کو ختم کر دیتا ہے، اسلام کے زیر سایہ قریش کا متحد ہو جانا شرعی مصلحت کے ساتھ اسلام کی کامیابی اور دوسرے ملکوں میں اس کی نشر و اشاعت کا بھی سبب تھا مگر یہ چیزیں اس وقت تک ممکن نہیں تھیں جب تک درج ذیل چیزیں متحقق نہ ہو جائیں۔

(۱) نبوت مخصوص بنی ہاشم کیلئے رہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(۲) خلافت دیگر قبائل قریش کیلئے ہو جو انھیں میں گردش کرتی رہے خلافت میں کوئی ہاشمی مطلقاً شریک نہ ہو چاہے انصار و موالی شریک ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ غیر کی شرکت سے ہاشمیوں کا تفوق اور ان کا متمیز ہونا ثابت نہ ہوگا، اور آخر میں یہ مقولہ ہر ایک کے ذہن نشین ہوگیا، ہاشمی میں نبوت و خلافت جمع نہ ہونی چاہیئے۔

راہ حل کی تلاش!

تمام قریش نے اجتماعی طور سے ہاشمی نبوت کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لیا تھا مگر ان کی تمنا تھی کاش ان کا خواب مثالی حل کے ذریعہ پورا ہو جائے اور ہاشمیوں کو نبوت کے ساتھ خلافت نہ مل سکے مگر رسول خداؐ کی زندگی میں یہ امیدیں دلوں سے زبان پر نہیں آ سکتی تھیں ان کے تحقق کا امکان تو رسولؐ کے بعد ہی تھا۔

فاروق نے نظریہ کو مکمل کیا!

افسوس یہ ہے کہ فاروق نے نہ صرف یہ کہ اس نظریہ "ہاشمیوں میں نبوت وخلافت دونوں جمع نہ ہونی چاہیئے" کو تنہا قبول کیا اور اس کی موافقت کی اور اس کو شرعی لباس پہنایا اور اس کو درست وصحیح کہا اور اظہار کیا کہ اس سے بنی ہاشم کے مظالم کو روکا جا سکتا ہے اور قریش کے دیگر قبائل کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کو آگے بڑھایا اور تکمیل تک پہونچایا۔ اور بڑی راحت وآسانی وبغیر کسی مشقت کے یہ نظریہ پھلتا پھولتا رہا اور غرور وتکبر کسی مانع کے بغیر زیر پوشش اسلام اپنا راستہ طے کرتا رہا۔ حالانکہ احساسات جاہلیت زیر لباس پوشیدہ تھے کیونکہ یہ نعرہ "ہاشمیوں میں نبوت وخلافت جمع نہ ہو" ہر اعتبار سے (نعرہ) جاہلی ہے اور اسلام سے پہلے مکہ میں اس کا وجود تھا اور اس کی جڑیں جاہلیت کی سیاسی فکروں میں کافی گہرائی تک پہونچی تھیں اور تقسیم مناصب شرف اور حساس عہدوں کی بنیاد پر قبائل قریش میں استوار تھیں۔

اور دوسری طرف رسول خداؐ کے معین کردہ خلیفہ حضرت علیؑ نے قریش کے ہر قبیلہ کو مصیبت زدہ کیا تھا کوئی خاندان ایسا نہ تھا جو علیؑ سے انتقام کا طالب نہ رہا ہو بدر میں بنی امیہ کے سرداروں کے قاتل حضرت علیؑ ہیں حنظلہ بن ابو سفیان کے قاتل علیؑ، عاص بن ہشام بن المغیرہ کے قاتل علیؑ ہیں ہشام عمر کا ماموں تھا [1] اس کے علاوہ حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی حفاظت کفار عرب سے اپنے نیزہ وتلوار سے کی۔ بھلا ابو سفیان اپنے بیٹے اور چچاؤں کے اولاد کے قاتل کو کیسے پسند کر سکتا تھا؟ ہندا ور اس کا بیٹا معاویہ ان لوگوں کی حکومت کیسے قبول کر سکتے تھے جنہوں نے ان کے خاندان والوں اور دوستوں کو قتل کیا ہو؟ ہو سکتا ہے عمر اپنے ماموں کے قاتل کو معاف کر دیں کیونکہ ایمان ان کے دل میں راسخ ہو چکا تھا لیکن دوسرا شخص کبھی بھی اس کو قبول نہ کرے گا۔ البتہ رسولؐ کے لئے کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کسی کو قتل نہیں کیا، قتل تو حضرت علیؑ نے کیا تھا، قریش اپنا سارا خون علیؑ کے سر منڈھ دیتے اور ساری

---

[1] الطبقات ج ۲ ص ۱۷ ـ ۱۸۔

سلامت و کرامت عیسیٰ سے متعلق کر دیتے اور اس کے باوجود مسلمان رہتے نبیؐ کے چاہنے والے رہتے اگر قریش تمام ان فضائل کو قبول بھی کر لیتے جو رسولؐ نے علیؑ کے لئے بیان کئے ہیں اور علیؑ کو خلافت بھی دیدی جاتی تو "جناب عمر کے خیال میں۔ علیؑ کی حکومت میں قریش متحد نہیں ہو سکتے تھے بلکہ متفرق ہو جاتے اور اس اختلاف و افتراق کا اثر اسلام کے مستقبل اور مستقبل میں ذات نبیؐ کی محبت پر پڑتا۔ اور فتنہ برپا ہوتا جس کا بہت برا انجام اسلام و مسلمانوں پر مرتب ہوتا۔ اس سلسلہ میں یہی ایک توجیہ ممکن ہے کہ جس کی وجہ سے عمر اور سارے قریش اس نعرہ پر متحد ہو گئے: ہاشمیوں میں نبوت و خلافت دونوں جمع نہ ہونی چاہیئے" اس طرح عمر ایک واحد خط دینے والے اور اس عظیم انقلابی نقشہ کے بانی تھے۔

قریش کا ولی کے خلاف اتحاد جیسے نبی کے خلاف تھا

اتحاد نظر نے بہترین قریش کو شعار "بنی ہاشم میں نبوت و حکومت دونوں نہ ہوں" کا پشت پناہ اور متحد و متفق بنا دیا، چنانچہ بغیر کسی استثناء کے قریش کا ہر قبیلہ ہاشمی نبوت کے خلاف صف آرا ہو گیا اور ہر قبیلہ بنی ہاشم کے بائیکاٹ میں تین سال تک نبوت کے خاتمہ کے لئے متحد رہا اور قتل نبیؐ کے مشورہ میں شریک رہا اور مشورہ میں اتحاد کے اثبات کیلئے ہر قبیلہ نے قتل رسولؐ کیلئے اپنا ایک آدمی بھیجا لیکن ان کی سازشیں ناکام ہو گئیں اور نبیؐ بچ گئے پھر ہر قبیلہ نے مشترکہ لشکر تیار کر کے نبیؐ سے جنگ کی مگر اس میں بھی شکست سے دوچار ہوئے اور جب گھر گئے تو مجبوراً اسلام کو مقدر سمجھ کر حلق سے کڑوے گھونٹ کی طرح اتارنا پڑا اور بنی ہاشم کے سامنے جھک گئے۔

لیکن یہ طے کر لیا کہ ہاشمیوں میں نبوت کے ساتھ خلافت نہ جمع ہونے دیں گے اس لئے سب ملکر ایک شخص کی طرح علیؑ کے خلاف ڈٹ گئے جیسے سارے قبیلے متحد ہو کر رسولؐ کے خلاف ڈٹ گئے تھے اور سب کا مقصد ایک تھا کہ ہاشمی لوگ نبوت کی طرح خلافت نہ حاصل کر سکیں اور اسی کے ساتھ اپنے اسلام اور نبی کی محبت کے دعوے کا بھی اظہار کر رہے تھے مگر صرف اسی حد تک کہ مقولہ کی کامیابی

۱ الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۵ - ۲۶۔

سے معارض نہ ہو۔

قریش کی نقشہ کشی اور بنی ہاشم کی مصیبت

قریش کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ رسولؐ اس مرض میں انتقال کر جائیں گے اور خود رسولؐ نے اس کی خبر دی تھی اور یہ لوگ رسولؐ کو سچا جانتے تھے اور قریش یہ بھی جانتے تھے کہ امور کو اپنے طبعی رفتار پر چھوڑ دینے کا مطلب علیؑ کا خلیفہ ہونا یقینی ہے اور یہی خطرے کی گھنٹی ہے اور اس طرح ہاشمیوں میں نبوت و خلافت جمع ہو جائے گی لہٰذا اب اس کے بجائے کوئی چارہ نہیں ہے کہ مخفی طور سے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے اپنی تحریک میں تیزی پیدا کی جائے۔

حضرت علیؑ کی طرح ہاشمی حضرات بھی اپنی مصیبت میں مبتلا تھے اس لئے کہ نبیؐ کا اس مرض میں انتقال ہو جانا یقینی تھا، رسولؐ تکلیف میں تھے اور آپؐ کی تکلیف پورے بنی ہاشم کی تکلیف تھی کیونکہ آپ نبی تھے سردار تھے، اور یہ لوگ آپ کے مخلص پیروکار، اور اس لئے بھی کہ آپ بھائی، قریب، ابن عم اور حبیب تھے نہ آپ جیسا بھائی تھا نہ قریب اور نہ ایسی خصوصیات کا ابن عم اور نہ علیؑ الاطلاق ایسا حبیب اس لئے سارے بنی ہاشم آپؐ کے سرہانے جمع تھے اور دیگر تمام امور سے غافل تھے اور سوچتے تھے کہ ہماری طرح سب لوگ گرفتار رنج و غم ہوں گے۔

ماہرانہ نقشہ کشی

عمر کو کیسے معلوم ہوا کہ نبیؐ آج ہی وصیت کریں گے لہٰذا وہ پہونچ گئے؟ کس نے ان کو خبر دی وہ گروہ رسول خداؐ کی یہ گفتگو: میرے پاس آؤ تاکہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ سنتے ہی کیسے رسولؐ کے گھر میں جمع ہوگیا کہ عمر نے فوراً حاضرین کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: رسولؐ پر درد کا غلبہ ہے ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے اور اس فریق نے فوراً ہی دہرایا کہ عمر کی بات درست ہے اس پر اتنا اضافہ بھی کر دیا کہ رسول خداؐ ہذیان بک رہے ہیں خود ان سے پوچھ لو یہ ہذیان ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان

کیا ہے۔

رسول خداؐ کی گفتگو اتنی جلدی تفرقہ کا سبب نہیں بن سکتی اور نہ ہی فرقہ کا مشہور قول: رسول خداؐ پر درد کی شدت ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، حاضرین کو فوری طور سے قانع اور اس طرح راضی کر سکتا ہے کہ وہ رسول خداؐ کے سامنے ایسی گستاخانہ گفتگو کریں اور لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس لئے منطق و عقل کہتی ہے اور ذہن بھی قبول کرتا ہے کہ یقیناً یہ لوگ رسولؐ کی وصیت کے مضمون سے پہلے ہی آگاہ تھے اور اس پر متفق ہو کر آئے تھے کہ ایسی وصیت نہ لکھنے دی جائے چاہے اس میں رسولؐ سے جسارت کرنی پڑے اور ان کی طرف ہذیان کی نسبت دینی پڑے۔

اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہاں آپس میں ایسا رابطہ و اتحاد رہا ہو جس کی بنا پر یہ ضمانت ہو کہ سب متحد ہوں گے یہاں تک کہ رسولؐ کے ساتھ نزاع میں بھی سب ساتھ رہیں گے۔ اب رہی یہ بات کہ اس گروہ کا یہ اتحاد ابتدائی تھا یا پہلے سے طے شدہ پلان کے مطابق تھا؟ یہ صرف خدا جانتا ہے مگر اتنی بات مسلم ہے کہ اس واقعہ نے شریعت کی کمر توڑ دی۔

اس پلان کا پہلا ثمرہ

اس گروہ کے اندر اتنی طاقت ہو گئی کہ رسولؐ کو اپنی وصیت لکھنے نہ دیا، عمر بن خطاب بطور اطلاق اس گروہ کے اندر ایک بڑی طاقت بن کر سامنے آئے جنہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا: رسولؐ پر مرض کا غلبہ ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، یعنی رسولؐ کے تحریر کی ضرورت نہیں ہے کتاب خدا کافی ہے حسبنا کے معنی ہی یکفینا کے ہیں، اور جو چیز کفایۃ سے زیادہ ہو وہ لغو و بے فائدہ ہوتی ہے اسی بات نے اس قول کے مؤیدین کو شجاعت عطا کی ہے، کہ وہ کہیں رسول خداؐ ہذیان بک رہے ہیں ان سے خود ہی پوچھ لو کہ وہ ہذیان کہہ رہے ہیں "استغفر اللہ من ذالک"

مختصر یہ کہ اس پلان کا پہلا فائدہ تو یہی ہوا کہ رسول خداؐ کو ان کی وصیت نہ لکھنے دی گئی، ہم بطور جدل اگر یہ فرض کر لیں کہ رسولؐ نے اپنی رای پر اصرار کیا اور بطور خلاصہ کہدیا: اے امت بھولنا کہ میرے بعد خلیفہ علیؑ ہی ہوں گے، تو یہ قول اہلسنت کے لئے ایک بڑی مشکل پیدا

کردیتا اور ان کو مجبور کر دیتا کہ وہ بعد میں یہ ثابت کریں کہ واقعا رسول خداؐ ہذیان بک رہے تھے چاہے اس سے دین کے لئے اسباب ہلاکت مہیا ہوجائے۔

اور پھر وہ لوگ جب ہذیان دیماری رسولؐ کا چرچا کرتے... واضح دیتے تو دین اسلام خطرے میں پڑجاتا اور رسولؐ کی وہ گفتگو جو صحت وسلامتی کی حالت میں ہوا اور جو بیماری کی حالت میں ہو اس میں فرق کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اس لئے حالات کو دیکھتے ہوئے رسول خداؐ نے وصیت لکھنے سے صرف نظر کرلیا تاکہ اہم چیز یعنی دین بچ جائے اور مہم یعنی خلافت علیؑ کی قربانی دے دی اور فرمایا: میرے پاس سے دور ہوجاؤ میں جس حالت میں ہوں اچھا ہوں جس کی طرف تم بلا رہے ہو۔ پھر یہ گروہ اپنی کامیابی کے نشہ میں چور رسولؐ کے پاس سے چلا آیا اور درخت اختلاف کا پھل توڑلیا اور ان کے راستہ کا پتھر ہٹ گیا۔

بنی ہاشم کی شکست کا پلان

قریش و بنی ہاشم کی ہر جنگ میں ہمیشہ بنی ہاشم فاتح رہے جس کے شاہد تاریخی واقعات ہیں۔ چنانچہ قریش کے تمام قبائل نے متحد ہوکر تین سال تک بنی ہاشم کا بائیکاٹ رکھا اور ان کو شعب ابوطالب میں محصور رکھا لیکن یہ حصار ناکام ہوگیا ہاشمیوں کی فتح ہوگئی۔ تمام قبائل قریش نے اجماع کرکے محمدؐ کے قتل کا پروگرام بنایا ہر قبیلہ نے اپنا ایک ایک آدمی بھیجا تاکہ سب ملکر محمدؐ کو قتل کردیں اور تمام قبائل پر ان کا خون تقسیم ہوجائے تاکہ بنی ہاشم کسی سے بدلہ نہ لے سکیں لیکن اسکیم فیل ہوگئی۔ محمدؐ بچ گئے بنی ہاشم جیت گئے۔

قبائل قریش نے لشکر بندی کرکے بنی ہاشم اور محمدؐ سے جنگ کی۔ محمدؐ کامیاب ہوگئے ان کی کامیابی سے بنی ہاشم کی کامیابی ہوئی قبائل قریش کی شکست ہوئی اور وہ مجبور ہوئے پھر نبوت کا اقرار کیا اور احساس کرلیا کہ یہ ہمارا مقدر ہے اس سے فرار ناممکن ہے۔ پس قبائل قریش کا منصوبہ یہ بنا کہ نبوت کے معاملہ میں بنی ہاشم سے مصالحہ کرو اور یہ اقرار کرلو کہ بلا شرکت غیر نبوت بنی ہاشم کا حق ہے لیکن اس کے مقابلہ میں خلافت قریش کا حق ہوگی جس کو وہ قریش کے درمیان گردش دیتے رہیں گے اور اس

میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ حکومت غیر قریش بسں وقتی طور پر چلی جائے مگر ہاشمیوں میں کسی طرح نہ جانی چاہیئے کیونکہ اگر بنی ہاشم میں چلی گئی تو پھر وہاں سے نہیں نکل سکتی اور یہ محظور سامنے آجائیگا کہ بنی ہاشم میں نبوت و خلافت دونوں جمع ہو گئی مگر تاریخی حقائق یہی بتاتے ہیں کہ ہمیشہ فتح ہاشمیوں ہی کے قدم چومتی رہی ۔

حصول مقصد کیلئے ترجیح بلا مرجح !

قریش کو یہ احساس ہو گیا کہ ہاشمیوں کو پے در پے فتح اور ان کے تفوق کے پیچھے کوئی ایسا مرجح ہے جو ہاشمی پلے کو قبائل قریش کے پلے پر ترجیح دیتا رہتا ہے اور وہ مرجح جو ہاشمیوں کو قریش کی نزاع میں عطا کرتا ہے سب سے پہلے تو خدا ہے دوسرے پیغمبر ان کے اسباب و وسائل ہیں جو ترجیح عطا کرتے ہیں مثلاً قریش کا بنی ہاشم کے بائیکاٹ کا اجتماعی طور سے فیصلہ کر لینا مرجح بلا مرجح تھا ظلم ہے جس نے ان کو کھو دیا ۔ اور خدا نے ہاشمیوں کو صبر و سکون کی قوت عطا کی اور قریش کے درمیان خود ایسے افراد پیدا کر دئیے جنہوں نے محاصرے کو توڑنے کا مطالبہ شروع کر دیا اور یہ وہ مطالبہ تھا جس نے حصار کو شکست سے ہمکنار کر دیا ۔

اسی طرح قتل نبی پر اتفاق کر لینا زمین پر فساد کرنے اور بغیر کسی سبب کے قتل کا موجب تھا ۔ حضرت علی کا بستر رسول پر سونا اور رسول کا بچ کر یثرب چلے جانا ایسا مرجح تھا جس نے قتل کی سازش کو ناکام بنا دیا ۔

اسی طرح ، قبائل قریش کی سرکشی اور بدون احساس خستگی رسول سے مسلسل جنگ کے بعد جنگ کرنا باطل پر اصرار کرنا تھا اور انصار کا رسول کے گرد جمع ہو جانا ان کے ساتھ رہ کر اور بنی ہاشم کی موافقت کر کے مخالفین سے لوہا منوا لینا سبب مرجح تھا کہ قبائل قریش نے جتنی جنگوں میں آگ بھڑکائی تھی سب میں شکست فاش کھائی جس کے نتیجہ میں شرک کی مشترک زعامت کبریٰ خاک میں مل گئی اور سرداران شرک قبول اسلام پر آمادہ ہو گئے ۔

برابری

اگر بنی ہاشم کی رای اور قریش کی رای کو پرکھنے کا موقع مل جائے تو ہاشمی رای قریش کی رای پر بلند ہوگی اور ثابت ہوگا کہ ہاشمی رای ہی درست ہے اور اگر فرصت ہاتھ آجائے اور دلیل کو دلیل سے مگر اگر دیکھا جائے تو نبیؐ کے بعد دلیل ولی دوسروں کی دلیل پر بھاری ہوگی اس لئے کہ ولی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن ولی کے ساتھ ہے اسپر نص نبیؐ جلی ہے اور اگر کبھی شرافت مندانہ مبارزہ ولی اور دوسرے کے درمیان پیش آجائے دوسرا چاہے جو ہو تو ولی ہی کامیاب ہوگا اس لئے کہ وہی منصوص من اللہ ہیں لیکن ولی کسی پر ظلم کا پلان نہیں بناتے کسی کے قتل کی سازش نہیں کرتے، ان سے خدا کی نافرمانی محال ہے ۔

وہ وسیلہ جس نے ولی کو شکست دی اور آئیڈیل نقشہ

قریش نے قضیہ کی گہرائی کو سمجھ لیا اور معلوم کر لیا کہ انصار کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ اب اگر انصار کی دوستی اور پشت پناہی حاصل ہوجاتی ہے تو قریش کو زبردست کامیابی حاصل ہوجائے گی اور وہ اپنے مقصد میں کہ بنی ہاشم میں نبوت و خلافت دونوں جمع نہ ہونے پائیں، کامیاب ہوجائیں گے اور علیؑ کو خلافت سے روک سکیں گے کیونکہ اگر علیؑ خلیفہ ہوگئے تو اپنے بعد حسنؑ کو خلیفہ بنا جائیں گے کیونکہ امام حسنؑ خدا اور رسولؐ کی طرف سے معین تھے اور فرزند رسولؐ ہونے کا شرف حاصل تھا لہٰذا اپنے باپ کے بعد وہ خلیفہ ہوجائیں گے ، اور اگر امام حسنؑ خلیفہ ہوگئے تو وہ امام حسینؑ کو خلیفہ نامزد کریں گے اس لئے کہ ان میں بھی تمام وہ خصوصیات موجود ہیں جو امام حسنؑ میں ہیں اور کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا اس طرح امور رسولؐ کے ابناء کے اندر منحصر ہوجائیں گے جو سب ہاشمی ہیں اور ان میں نبوت و خلافت جمع ہوجائے گی اور بنی ہاشم کو تمام قبائل قریش پر برتری حاصل ہوجائے گی ۔

اس واقعہ کو روکنا سرعت عمل اور احتیاط میں پوشیدہ تھا اور پشت پناہی پر موقوف تھا

اور فرقوں کے معدوم ہونے پر موقوف تھا ۔

(۱) سب سے بڑے پشت پناہ انصار تھے، اگر انصار علیؑ کا ساتھ دے دیں تو قریش کی مکمل شکست ہو جائے اور ہاشمیوں میں نبوت و خلافت دونوں جمع ہو جائیں، اور اگر انصار قریش کے ساتھ ہو جائیں تو ہاشمیوں کی ناکامی یقینی ہے اور علیؑ وغیرہ کا خلیفہ ہونا محال ہے ۔

(۲) فرقوں کی مساوات بھی معدوم ہو، کیونکہ اگر خلیفہ رسولؐ قریش کی برابری و مساوات کی حالت میں یا کسی رئیس قریش سے فرصت و یکسانیت کی صورت میں مقابلہ کرتا تو خلیفہ رسولؐ کو تمام قریش اور روسائے قریش پر غلبہ حاصل ہو جاتا و حجت و دلیل پیش کرتا، لہٰذا سب سے اہم بات یہ تھی کہ رئیس قریش شخصی طور پر گفتگو نہ کرے بلکہ گروہ یا مہاجرین یا اکثریت امت کے نام سے گفتگو کرے تب امکان کامیابی ہوگا ۔

(۳) سرعت عمل ۔ جب تک خاندان رسولؐ پیغمبرؐ کے دفن و کفن میں مشغول ہوں جلدی سے خلافت کا مسئلہ طے کر لیا جائے انتخاب خلیفہ کے وقت خاندان رسولؐ کا ایک فرد بھی نہ ہو ان لوگوں کی عدم موجودگی میں خلیفہ معین ہو جائے ان کے لئے کوئی عذر کا امکان نہ رہے، اعتراض کی گنجائش نہ رہے تاکہ اب اگر کوئی مخالفت کرتا ہے تو نئی حکومت کی مخالفت سے بالا پڑے گا جس کے پاس رئیس، نائب رئیس، فوج، نئے خلیفہ کے چاہنے والے ہوں گے کس کی مجال ہے جو مخالفت کر سکے ۔

سقیفہ کا اجتماع

رسولؐ کا انتقال ہوا، وہ قمر منیر نظروں سے غائب ہوا جس کے نور نے پورے وجود کو روشن کر دیا تھا، خبر کا نشر ہونا تھا کہ مدینہ کے باشندے مضطرب ہو کر دوڑے رسولؐ کے گھر میں جمع ہو گئے رسولؐ کے گھر کو گھیر کر اپنے نبیؐ و ولی و امام پر گریہ و زاری کرنے لگے آل نبیؐ اور ان کے رئیس حضرت علیؑ رسولؐ کے بعد ہونے والے ان کے خلیفہ حضرت علیؑ وغیرہ سب کے سب اپنے اس غم میں مشغول ہو گئے جس کے مثل کوئی غم نہیں ہو سکتا اور رسولؐ کو ان کی قبر میں دفن کرنے کی تیاری میں مشغول ہو گئے ۔

اور عین اسی وقت سقیفہ میں اجتماع منعقد ہوا۔

سوالات

① یہ اجتماع خاص اسی وقت کیوں رکھا گیا ——— ؟

② کس نے اس اجتماع کی دعوت دی ——— ؟

③ اس مخصوص وقت میں اجتماع کیونکر ممکن ہوا ——— ؟

④ کس وقت سے لوگوں کی آمد شروع ہوئی ——— ؟

⑤ انصار میں یقینی طور سے کون کون لوگ شریک ہوئے ——— ؟

⑥ سقیفہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ سارے انصار جمع ہو سکیں تو پھر کتنے تھے ——— ؟

⑦ بڑی تعداد نبیؐ کے گھر یا اطراف میں رہی ہوگی ——— ؟

⑧ کیونکہ سب کا نبیؐ کے گھر سے غائب ہو جانا بظاہر محال ہے ——— ؟

⑨ کس نے لوگوں کو سقیفہ میں بلایا ——— ؟

⑩ اور جلسہ کتنی دیر رہا ——— ؟

⑪ کیوں اور کس نے عمر کے علاوہ کوئی مہاجر سقیفہ کے اجتماع سے مطلع نہ ہوا ——— ؟

⑫ کس نے عمر کو اطلاع دی ——— ؟

کیونکہ عمر نہ رسولؐ کے گھر میں تھے نہ اطراف میں تھے بلکہ کہیں اور تھے مگر ان کو معلوم تھا کہ ابوبکر رسولؐ خدا کے گھر میں ہیں، عمر نے آ کر ابوبکر کو اطلاع دی میرے پاس آئیے ابوبکر نے کہلایا میں مشغول ہوں، عمر نے پھر کہلایا: ایک اہم امر درپیش آ گیا ہے جس میں آپ کی موجودگی ضروری ہے تب ابوبکر آئے اور عمر نے ان سے کہا: کیا آپ کو اطلاع ہے کہ سقیفہ میں انصار جمع ہو کر سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، اور سب سے اچھی بات اس شخص نے کہی جس نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو ایک قریش سے ہو، یہ سنکر، دونوں جلدی جلدی چلنے لگے راستہ میں ابوعبیدہ سے ملاقات ہو گئی وہ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے۔ "تاریخ طبری جلد ۳، ص ۲۱۹"

کون خبر لایا ؟

طبری کا کہنا ہے : سب سے پہلے جس نے اجتماع انصار کی خبر سنی وہ عمر تھے [1] دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر کو سب سے پہلے اطلاع ملی تھی [2] ابن ہشام کی روایت میں ہے : آنے والا ابوبکر وعمر کے پاس آیا ! لیکن کون شخص خبر لے کر آیا مطلقاً طور سے اسکو کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس مخبر کا نام ضایع ہوچکا ہے [3]

انصار کے دو آدمی !

جب یہ تینوں سقیفہ کو چلے تو عویم بن ساعدہ انصاری اور معن بن عدی [4] سے ملاقات ہوگئی یہ دونوں (عویم وساعدہ) انصار کے بہت ہی برگزیدہ اشخاص تھے، طبری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ : عاصم بن عدی اور عویم بن ساعدہ سے ملاقات ہوئی اور یہ دونوں صحابی تھے جنگ بدر میں شریک تھے، تیسری روایت میں ہے کہ ان دونوں نے تینوں (ابوبکر وعمر وعبیدہ) سے کہا : تم لوگ واپس جاؤ اور اپنا فیصلہ خود کرو، اور ایک اور روایت میں ہے : تم لوگ واپس چلے جاؤ جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوسکتا۔

قابل توجہ :

یہ ہے کہ وہ دونوں انصاری تھے جنگ بدر میں شریک تھے اس کے باوجود اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوئے حالانکہ ان کے علم میں یہ اجتماع تھا اور ان کی حرکت

---

[1] و [2] تاریخ طبری، ج ۳ ص ۲۱۹.

[3] نظام الحکم ص ۱۷۴.

[4] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۲.

وان کا راستہ ۔ ان تینوں کے راستے کے مخالف تھا ۔ ان دونوں انصاریوں نے تینوں مہاجرین سے گفتگو میں رد و بدل کی اور ہر ایک اپنے اپنے راستہ پر چلا گیا ۔ کسی نے بھی اشارۃً نہیں کہا ہے کہ وہ پانچوں سقیفہ کی طرف چلے گئے اور پھر ان دونوں کی گفتگو جو تینوں سے ہوئی ایک مرتبہ تو انہوں نے کہا: واپس جاؤ اور اپنے درمیان خود ہی اپنے امر کا فیصلہ کرو ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انصار کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

اور پھر دوبارہ انہوں نے کہا: جو تم لوگ چاہتے ہو وہ کبھی نہیں ہو سکتا

اس کا مطلب یہ ہے کہ انصار تم کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے ۔

اب ان دونوں روایتوں میں سے کس کی تصدیق اولیٰ ہے ——— ؟

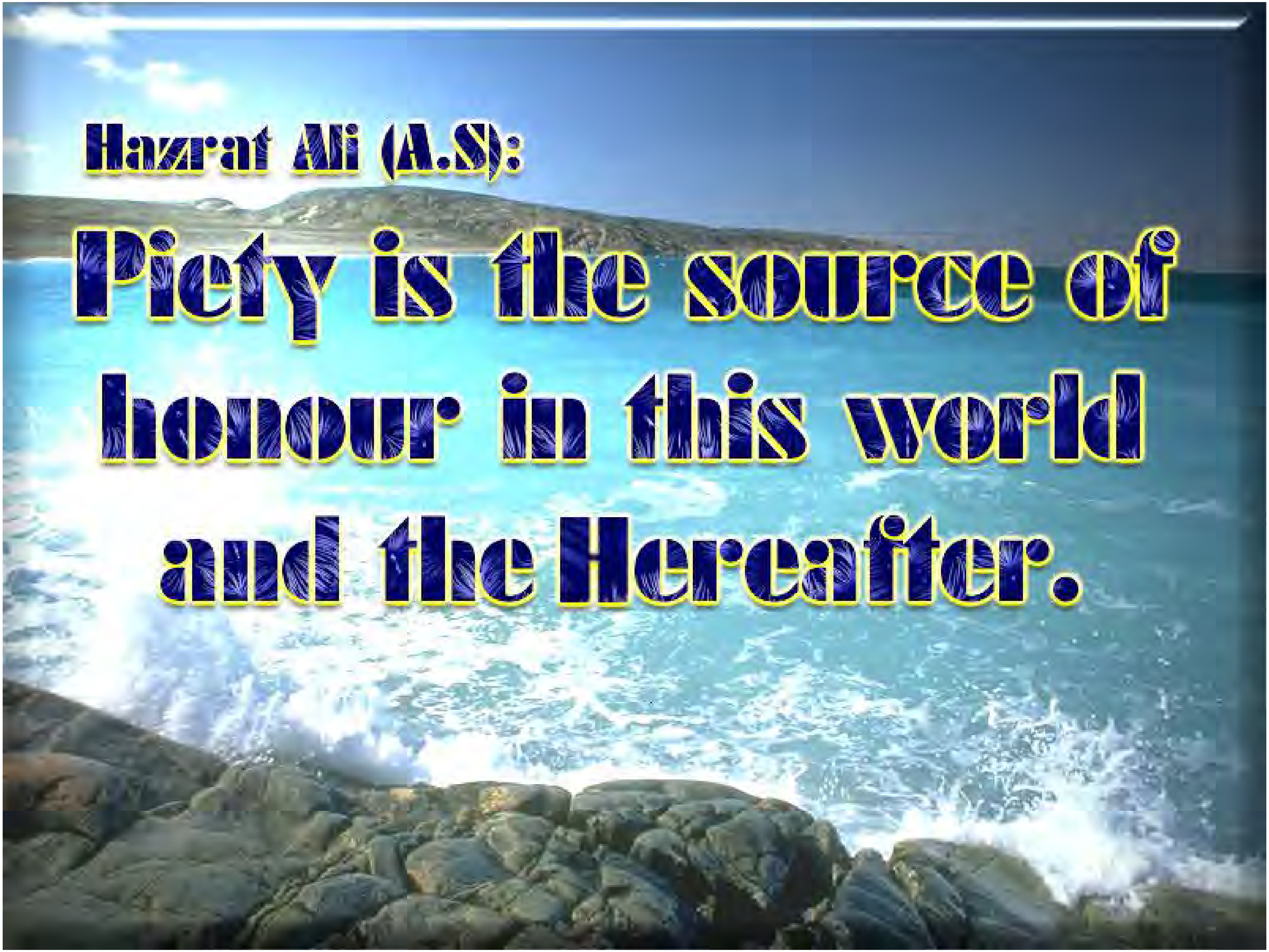
Hazrat Ali (A.S):
Piety is the source of honour in this world and the Hereafter.

دسویں فصل

موضوع کی تحلیل اور اسکا اتفاقی وناگہانی نہ ہونا!

مورخین اہل سنت تو اس پر اجماع رکھتے ہیں کہ اجتماع کی خبر سب سے پہلے عمر نے سنی[1] دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر کو پہلے اطلاع پہونچی تھی[2] لیکن ابوبکر کے پاس خبر کا پہلے پہونچنا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ عمر نے پہلے سنی ہے۔ البتہ ابن ہشام کی روایت ہے کہ: آنے والا ابوبکر و عمر کے پاس آیا اور کہا:.....[3] لیکن ابھی تک یہ کوئی نہیں جانتا، خبر لانے والا کون تھا ــــــــ؟

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ خبر لانے والے کا نام ہی ناپید ہو جائے جب کہ یہ شخص معاشرہ میں اہم آدمی تھا کیونکہ جو باتیں چوری چھپے ہو رہی تھیں یہ ان کو جانتا تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے ابوبکر و عمر کو خبر دی اور سب سے اہم بات جو اس شخص کے اہم ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ابوبکر و عمر نے اس کی بات کو کان دھر کے سنا اور اس کی تصدیق کی اور اس سے گفتگو کی، لہٰذا اتنی اہم خبر کو اتنا اہم بیان کرتے والا شخص جب ہوگا تو ممکن نہیں ہے کہ اگر اس کا وجود واقعی تھا تو اس پر شک کا سایہ پڑ جائے۔

نیز یہ بات بھی ناگہانی اور اتفاقی نہیں ہو سکتی کہ انصار جیسی عظیم اکثریت جو دار لحکومت میں

---

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۹۔ [2] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۱۔

[3] ابن ہشام ج ۴ ص ۶۵۷۔

رہتی ہو اس کے اتنے بڑے اجتماع کو مہاجرین میں سے حضرت عمر کے علاوہ کوئی نہ جانتا ہو اور پھر عمر نے صرف ابوبکر ہی کو کیوں اس کی اطلاع دی دیگر مہاجرین کو کیوں نہیں دی ؟ جب کہ سارے مہاجرین اپنے نبیؐ و امام پر وداعی نظر ڈال رہے تھے اور اہلبیتؑ کے شریک غم تھے یہ بھی ناگہانی بات نہیں ہو سکتی اور پھر وہ عمر صاحب کہاں چلے گئے تھے جب انہوں نے رسولؐ کے موت کی خبر سنی تو کھڑے نہ رہ سکے اور لوگوں کو دھمکانا شروع کر دیا کہ جو یہ خیال کریگا کہ نبیؐ مر گئے ۔ میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا ، جان سے مار دونگا ؟ اور جب ان کو یقین ہو گیا کہ رسولؐ رحلت فرما گئے تو رسولؐ کے گھر گئے تاکہ ایک نظر دیکھ لیں اور مصیبت میں امت کے شریک ہو جائیں پھر جب رسولؐ کے گھر گئے اور تو وہاں پورا مدینہ اُمنڈ پڑا تھا ۔ تو اس مجمع میں صرف انہیں کے پاس تنہا خبر کیسے آئی ؟ اور کون یہ خبر لایا ؟ ۔ اور ہزاروں کے مجمع میں جو گھر اور گھر کے باہر جمع تھا خبر دینے والا ان تک کیسے پہونچا ———— ؟ ان باتوں سے یقین ہوتا ہے کہ یہ اتفاقاً و صدفۃً نہیں تھا ۔

اور خود انصار کے بارے میں بھی یقینی طور سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تمام انصار حتماً وہیں جمع ہوئے تھے اس لئے کہ جو لوگ بدر میں شریک ہوئے تھے وہ برگزیدہ قسم کے تھے جیسا کہ شرعی نص ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ بدریوں کے بغیر انصار کا اجتماع مکمل ہو سکے ۔ پس وہ دونوں انصاری جو تینوں مہاجرین سے ملے تھے بدری تھے اگر انصار کا اجتماع خلیفہ کے انتخاب کے لئے ہوتا تو یہ دونوں بدری بہرحال اس میں شریک ہوتے یا کم از کم اس وقت اجتماع سے خارج نہ رہتے ———— اس کے علاوہ نبیؐ کا جنازہ انہیں کے گھر میں پڑا ہے تو کیا ایسی حالت میں یہ کیا معقول ہے کہ انصار جنازہ کو یوں ہی پڑا رہنے دیتے اور کوئی شخص ایک وداعی نظر بھی ڈالنے کے لئے نہ جاتا جب کہ اہلبیتؑ جنازہ کو دفن کرنے کے انتظام میں لگے تھے ———— ؟ یہ بات ناممکن ہے صرف اندھی تقلید کی بنا پر ممکن ہو سکتی ہے ———— اس کے علاوہ فرض کیجئے انصار سب کے سب انتخاب خلیفہ ہی کے لئے جمع ہوئے تھے مگر کیا وہ شریعت کے احکام نہیں جانتے تھے ———— ؟ اور کیا نہیں جانتے تھے کہ رسولؐ قریش سے ہیں اور آئمہ بھی قریش سے ہی ہوں گے ———— ؟

۵؎ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۷ ۔

اور کیا اہلبیتؑ کے بارے میں وارد شدہ احکام سے واقف نہیں تھے ــــــــ؟ اور غدیر خم میں رسولؐ کے علیؑ کی جانشینی کے اعلان کے موقع پر موجود نہیں تھے ــــــــ؟ کیا رسولؐ نے ان کو علیؑ اور اہلبیتؑ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے مخاطب کرکے نہیں فرمایا تھا : اے گروہ انصار کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتا دوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ــــ؟ انصار نے کہا : ضرور بتائیے ! رسولؐ نے فرمایا :

یہ علیؑ ہیں میری محبت کی بنا پر ان سے محبت رکھو ، میری کرامت کی بنا پر ان کا احترام کرو اس لئے کہ میں جس چیز کے لئے تم سے کہہ رہا ہوں جبرائیل نے اس کا حکم مجھے خدا کی طرف سے دیا ہے [۱]

پس یہ لوگ اس نص کو کیسے بھول جاتے ــــــــ؟ یا سب کے سب کیسے بھول جاتے غدیر کا واقعہ " اتنی جلدی " کیسے بھول جاتے ان کو اس نعرہ سے " بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہیں ہوسکتی " کیا دلچسپی تھی کیونکہ انصار نہ تو قریش سے تھے اور نہ آل محمدؐ کو تخت خلافت سے دور کرنے میں ان کی کوئی مصلحت تھی وہ رسولؐ کا حضرت علیؑ کے بارے میں یہ قول : یہ میرے بعد تمہارا حاکم ہے ، یہ ہر مومن و مومنہ کا میرے بعد مولیٰ ہے ..... الخ کیسے بھول جاتے ــــــــ؟ آخر ان نصوص واضح و قاطعہ اور ان کے امثال کے تجاہل میں انصار کے لئے کیا مصلحت تھی ــــ؟ اس لئے " منطقی طور سے " ماننا پڑتا ہے کہ انصار کا اجتماع انتخاب خلیفہ کے لئے تھا ہی نہیں کیونکہ کسی بھی دلیل سے اس کا قبول کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ لوگ ولی و خلیفہ کی معرفت رکھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علیؑ کی غیبت میں اور اس وقت بھی جب انھوں نے دیکھا معاملہ ہمارے ہاتھ سے جارہا ہے تو بول اٹھے : ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے ہاں صرف ایک روایت میں ہے کہ بعض انصار نے کہا : ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے [۲]

---

[۱] ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۱۷۰ ، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳ ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۲ ، کفایۃ الطالب ص ۲۱۰ ، ینابیع المودۃ ص ۳۱۳ ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۲۶ ، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۲۳ ، فضائل الخمسہ ج ۲ ص ۹۸ ، مطالب السؤول ج ۱ ص ۶۰ ، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۹۷ ح ۱۵۱ ، [۲] الامامۃ والسیاسۃ ص ۸ ، ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۲۶ ۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے بعض موجودین غیر علیؑ کی بیعت کیطرف مائل تھے مگر دونوں میں سے ایک ہی روایت سچی ہو سکتی ہے ، اور جب انصار کی یہ چل سکی اور جناب فاطمہؑ نے انصار سے اپنی نصرت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے یہی کہا : بنت رسولؐ ! ہم اس شخص کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ کے شوہر و ابن عم نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے پہلے کہا ہوتا تو ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت ہی نہ کرتے اور اس وقت علیؑ کا جواب ہوتا تھا : کیا میں رسولؐ کو بغیر غسل و کفن چھوڑ دیتا ——— ؟ اور اپنی حکومت کیلئے دوڑتا ——— ؟ اور فاطمہؑ کہتی تھیں ابوالحسن نے وہی کیا جو بہتر تھا ، اور ان لوگوں نے جو کیا ہے اس کا حساب ان سے خدا لے گا ؎

بشیر بن سعد ——— یہ شخص انصار کے اجماع سے خارج تھا اور سب سے پہلے اس نے ابوبکر کی بیعت کی تھی ——— نے حضرت علیؑ کی دلیلوں کو سنا تو بول اٹھا : اے علیؑ اگر آپ کا یہ کلام ابوبکر کی بیعت سے پہلے انصار نے سن لیا ہوتا تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے ؎

جن لوگوں کے یہ نظریات ہوں ان کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اس ولی کی عدم موجودگی میں جسکو رسولؐ نے ان کی آنکھوں کے سامنے غدیر خم میں اپنے بعد انکا حاکم بنایا ہو اور انھیں لوگوں نے خود مبارک باد پیش کی ہو اور نبیؐ سے کرات و مرات سنا ہو کہ : میرے بعد یہ تمہارا ولی ہے ، میرے بعد یہ ہر مومن و مومنہ کا مولا ہے ۔ خلیفہ رسولؐ کا انتخاب کرنے کیلئے اجتماع کیا ہو۔

اور پھر سعد بن عبادہ جلیل القدر صحابی ، قبیلہ خزرج کے سردار ، بڑے بڑے معرکہ سر کئے ہوئے جو صلح کے مفہوم سے ناواقف ان کے لئے ناممکن تھا کہ رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ و اہل بیتؑ و بزرگان مہاجرین کے ہوتے ہوئے خلافت کو قبول کر لیں ، واقعہ یہ ہے کہ وہ مریض تھے اٹھنے ، بیٹھنے ، پر قادر نہیں تھے اور وہ قادر ہوتے تو نبیؐ و ولی پر دوائی نظر ڈالنے ضرور جاتے حقیقت یہ تھی کہ سعد کا مکان سقیفہ سے قریب تھا اسی لئے ان کو اٹھا کر ان کے گھر سے پہونچا دیا گیا تھا جیسا کہ ابن قتیبہ کی روایت ہے اور بہت ممکن ہے انصار کے کچھ لوگ سعد کی عیادت کیلئے ان کے گھر گئے ہوں اور ان کو

لے و ٢ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲ ، و ص ۱۸ ۔

رسولؐ کے موت کی خبر دی ہو اور بعید نہیں ہے کہ ان لوگوں کے درمیان آپس میں گفتگو ہوتے ہوتے نبیؐ کے بعد کی زندگی کے بارے میں گفتگو ہوئی ہو۔

تینوں مہاجرین کی آمد!

ان تینوں " ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ " مہاجرین کے آنے سے اجتماع کا نقشہ بدل گیا اور فطری بات ہے کہ ان لوگوں کے آتے ہی گفتگو ختم ہوگئی اب کس نے پھر سے بات شروع کی ——— ؟ تینوں کے آنے کے بعد مناقشہ کا دروازہ کس نے کھولا ؟ یقینی طور سے دنیا کا کوئی مذہبی آدمی اسکو نہیں جانتا، لیکن فاروق کا خیال تھا کہ یہ لوگ ہم سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں اور ہم سے اس امر کو غصب کرنا چاہتے ہیں[1] اور خود شخصی طور سے فاروق یہ بھی چاہتے تھے کہ کچھ نئے لوگ اس اجتماع میں شریک ہو کر ہمارے ساتھی بن جائیں۔ اتفاق سے قبیلۂ اسلم اپنی جماعت کے ساتھ آگیا اور ان کی کثرت سے کوچے و گلیاں بھر گئیں اور انھوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ چنانچہ عمر کہا کرتے تھے: جب میں نے قبیلۂ اسلم کو دیکھا تو مطمئن ہوگیا کہ ہماری جیت ہوگی[2] اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے مویدین کے نام کو پہلے سے جانتے تھے۔

قبیلۂ اسلم انصار ہی کی ایک شاخ تھی مگر اس کے افراد بہت زیادہ تھے مگر یہ لوگ اجتماع میں موجود نہیں تھے اسی سے اس کا یقین ہوتا ہے کہ انصار کا اجتماع کسی سیاسی نظریہ کے پیش نظر نہیں تھا، اور عمر کا یہ کہنا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ ہماری جیت ہوگی، کس پر جیت ہوگی ——— ؟ اور کس چیز کی جیت ؟ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ انصار کو اولویت دینے میں ایک قسم کا تذبذب و اضطراب پیش آیا تھا جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

مہاجرین کے آنے کا مقصد!

---

[1] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۱ - ۲۱۸۔ [2] طبری ج ۳ ص ۲۲۲۔

تینوں مہاجرین کا انصار کے پاس آنے کا مقصد صرف اور صرف نبیؐ کے جانشین کا معین کرنا تھا وہ بھی قریش کی غیر موجودگی میں اسلئے کہ قریش کی رائے بھی وہی تھی جو ان تینوں کی تھی اور وہ اول و آخر یہی تھی کہ ، بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہ ہو ۔ اسلئے قریش کے موجودگی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ تینوں قریش کے نمائندہ تھے یا کم ازکم عمر تو نمائندہ تھے ہی کیونکہ وہ اس مقولہ پر کامل ایمان رکھتے تھے ۔

اور ان لوگوں کے آنے کی غرض و غایت یہ بھی تھی کہ عترت طاہرہ خصوصاً اسکے رئیس حضرت علیؑ کی عدم موجودگی میں خلیفہ معین کرلیں کیونکہ اگر عترت طاہرہ یا ان کا رئیس موجود ہوا تو حتماً نتیجہ برعکس ہوگا اور انھیں کے خلاف دلیل قائم ہو جائے گی اور انصار قانع ہو جائیں گے لیکن جب عترت اور اس کا عمیدہ نہ ہوگا تو ان کے لئے فضا سازگار رہیگی اور وہ اپنے کسی آدمی کو خلیفہ معین کرسکیں گے ، اور انصار میں جو ان کے مویدین ہیں وہ بھی تائید کریں گے اور اگر اوس کے کچھ لوگوں نے بیعت کرلی تو بدیہی طور پر خزرج کے لوگ بھی بیعت کرلیں گے تاکہ اس شرف کو دونوں قبیلہ باہم تقسیم کرلیں ، اور اگر جب عترت کی بیعت تمام ہو جائے گی تو سردار کو انصار کی وجہ سے ترجیح ہو جائے گی اور انصار جب کسی کی بیعت کرلیں گے تو توڑیں گے نہیں ۔ اس لئے ان لوگوں نے اس طرح پروگرام بنایا کہ « عمید البیتؑ حضرت علیؑ اور ابوبکر یا حضرت علیؑ و عمر ، یا حضرت علیؑ و ابوعبیدہ کا اگر ٹکراؤ ہو جائے تو وہ معمولی نہ ہو بلکہ ایک حاکم اور اسکے رعایا ، یا خلیفہ کے ایک نائب اور ایک رعایا میں ٹکراؤ شمار کیا جائے جو دونوں حکومت کے محکوم ہوں پھر اس ٹکراؤ کا نتیجہ بھی معلوم ہے کیونکہ برابری کے ٹکراؤ میں منطقی طور سے عمر کو حضرت علیؑ پر غلبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا اسلئے کہ حضرت علیؑ حکمت لدنی کے باب تھے اور اگر فاروق و ولی میں برابری کے عنوان سے ٹکراؤ ہوتا تو علیؑ شکست دیدیتے کیونکہ عمر کے جنگی افعال علیؑ کے طرح کے نہیں تھے خندق کی جنگ دیکھ لیجئے عمرو بن عبدود کا چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا اور سارے صحابہ کے ساتھ عمر بھی سن رہے تھے مگر حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی مقابلہ کیلئے نہ گیا ، مگر یہی فاروق جب خلیفہ کے نائب ہوگئے تو براہ راست حضرت علیؑ کے پاس نہیں گئے بلکہ ایک گروہ کو بھیج کر علیؑ کو کھینچ کر اپنے پاس بلوایا :

ان تینوں نے خلیفہ معین کرنے کا جو وقت طے کیا تھا وہ ان کے مقصد کیلئے بہت مناسب تھا کیونکہ یہی وقت تھا جب عترت رسولؐ نبیؐ کے غسل و کفن و دفن میں مشغول تھی اور اسی وقت عترت و ان کا سردار غیر موجود تھا اہلبیتؑ اپنے رنج و غم میں اتنے مشغول تھے کہ ان کو اسکا خبر نہیں

تھی بلکہ تمام مسلمانوں کا یہی حال تھا اس لئے قبائل قریش کی تکمیل تمنا کا موقع اس سے بہتر نہیں مل سکتا تھا۔

ایسی صورت میں انصار کو ترجیح دینا بہت باریک بینی پر مبنی تھا اس لئے کہ قریش صرف بنی ہاشم میں نبوت وخلافت کو برداشت کرنے پر تیار نہیں تھے ان کے علاوہ کسی سے دشمنی نہیں تھی بنی ہاشم کے علاوہ کوئی بھی ہو لہٰذا قریش کی مخالفت کا سوال ہی نہیں تھا، سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت عثمان نے اور ان کے ساتھی بنی امیہ نے کی پھر سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمٰن بن عوف نے کی اور ان دونوں کے ساتھ جو بنی زہرہ کے لوگ تھے انہوں نے کی۔

اور یہیں سے عمر کے پروگرام کی اہمیت سمجھ میں آجاتی ہے کیونکہ اگر تمام قریش ابوبکر کی بیعت کر بھی لیتے اور انصار نہ کرتے تو قریش کی بیعت بیکار تھی کیونکہ حضرت علیؑ کیلئے ممکن تھا کہ بعد میں قریش پر حجت قائم کر دیتے اور انصار کے واسطے سے حالات کا رخ بدل دیتے، اسی لئے سقیفہ میں قریش کے آنے کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا کیونکہ وہ تو فریق تھے اور یہ تینوں ان کا مقصد پورا کر رہے تھے۔

اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ عترت طاہرہ کو خصوصاً اور بنی ہاشم کو عموماً کنارے کر دیا گیا اور کوئی ایسا نہیں تھا جو اس بات کی ضمانت لیتا کہ ان کو قریش پر کامیابی حاصل ہوگی اور یہ اس وقت ہوا جب یہ تینوں انصار کو الگ کر دینے میں کامیاب ہو گئے اور قریش کی دلی مراد پوری ہو گئی اور ہاشمیوں کو مکمل طرح سے خلافت و ولایت سے اور بعد میں حکومتی عہدوں سے الگ کر دیا گیا۔

اس سے عمر کا مہاجرین وعترت طاہرہ و رئیس عترت سے بیعت لینے کے طریقہ کا راز سمجھ میں آتا ہے کہ جب تینوں سقیفہ سے نکلے اور لوگ مسجد میں جمع تھے تو کس طرح زمین ہموار کی انصار تو بیعت کر ہی چکے تھے۔

عمر نے کہا: آخر آپ لوگ الگ الگ گروہوں میں کیوں بیٹھے ہیں ——————؟ اٹھیے اور ابوبکر کی بیعت کیجیے میں نے اور انصار نے بیعت کر لی ہے، اتنا سنتے ہی عثمان اور ان کے ساتھی بنی امیہ نے بیعت کی پھر سعد و عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھ جو افراد بنی زہرہ کے موجود تھے انہوں نے بیعت کی، لیکن علیؑ اور عباس بن عبدالمطلب اور ان کے ساتھ جو بنی ہاشم تھے وہ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے انھیں کے ساتھ زبیر بن العوام بھی چلے گئے، عمر ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کے پاس

گئے اور کہا: آپ لوگ بھی چل کر ابوبکر کی بیعت کریں مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا... [۱]
بیعت لینے کیلئے فاروق کے لہجہ اور اسلوب پر غور کیجئے۔

سقیفہ میں!

سقیفہ میں بیٹھے ہوئے لوگ انصار کی متعدد جماعتوں میں سے صرف ایک جماعت تھی اور یہ سب نہ کل انصار تھے نہ آدھے نہ تہائی نہ چوتھائی بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں تھے کیونکہ مدینہ کی اکثریت ہی انصار پر مشتمل تھی اور عقل کہتی ہے کہ اس وقت کافی تعداد تو رسولؐ کے گھر یا اس کے آس پاس رہا ہوگی۔

بلکہ سعد بن عبادہ کے دیکھنے والے اور ان کے آس پاس کے لوگ اور وہ دونوں انصاری جو جنگ بدر میں شریک تھے اور جن کے نام طبری کی روایت کی بنا پر عاصم بن عدی اور عویم بن ساعدہ ہیں اور دوسری روایت کی بنا پر عویم بن ساعدہ و معن بن عدی ہیں [۲] یہ بھی شریک نہیں تھے، اگر انصار کا اجتماع انتخاب کے لئے ہوتا تو یہ دونوں ترک نہ کرتے اور قبیلہ اسلم اس وقت موجود نہیں تھا معلوم ہوتا ہے کہ عمر کو اس کے آنے کی توقع تھی اور اس کا یقین تھا کہ وہ قبیلہ ہماری تائید کرے گا اسی لئے عمر نے کہا تھا: اور میں نے جیسے ہی قبیلہ اسلم کو دیکھا اپنی مدد کا یقین ہوگیا، یہ قبیلہ والے بیعت کے بعد آئے تھے اور اس سے پتہ چلتا ہے خلیفہ کا انتخاب تینوں مہاجرین کے آنے کے بعد ہی زیر بحث آیا تھا۔

مگر جو شخص انصار کے اجتماع کی خبر لایا وہ اب تک مجہول ہے کوئی اس کو نہیں جانتا جس طرح تینوں مہاجرین کے آنے کے بعد بحث کا دروازہ کس نے کھولا یہ بات مجہول ہے، جس وقت یہ تینوں مہاجرین داخل ہوئے ہوں گے سلام کیا ہوگا سلام کے بعد کچھ گفتگو ہوئی ہوگی یہ سب تو فطری بات ہے لیکن وہ متکلم کون ہے جس نے مناظرہ کی ابتدا کی؟ یہ شخص بالکل اس شخص کی طرح مجہول ہے جو انصار کے اجتماع کی خبر لیکر آیا: حالانکہ جن لوگوں نے اس کم اہمیت والے کام انجام دیے وہ شناختہ شدہ ہیں مجہول نہیں ہیں۔

---

[۱] الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبۃ ص ۱۱۔

[۲] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۵ - ۲۰۶۔

یہ تمام باتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ ان واقعات وحقائق میں بعض چیزیں حذف ہوگئی ہیں اور روایات کو ناقص نقل کیا گیا ہے حالانکہ روایات بھی بکثرت ہیں اور رواۃ بھی بکثرت ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سقیفہ کے اجتماع کا قصہ لکھنے والے بھی فاروق وصدیق کے مویدین وطرفداروں میں سے تھے اور واقعات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جس سے حکام وامراء کا غصہ وکینہ بھڑک نہ اٹھے اور ان تینوں کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے تاریخ کے ہیرو اور جماعت کے لیڈر نہ تھے تاکہ ان کے دوستوں اور مددگاروں میں کوئی اضطراب وپراگندگی نہ پیدا ہو جائے اور اس چیز کو سقیفہ کے متعدد روایات اور ان کے باہمی اختلاف بلکہ بعض مقامات پر تضاد سے سمجھا جا سکتا ہے مثلاً دونوں بدریوں نے جو بات کہی ہے وہ دو روایت میں ایک دوسرے کی مخالف ہیں[1] اور سعد بن عبادہ کو ایک روایت میں خلافت کا طلبگار بتایا گیا ہے اور تینوں کا شدید مخالف جس سے عوام کے جذبات بھڑک اٹھے ہیں اور قریب تھا کہ عوام ان کو قتل کر دیں یہ تک کہا گیا اس کو قتل کر دو! خدا اسے قتل کرے[2]۔ اور دوسری روایت میں سعد بن عبادہ کو ایک ایسا شخص ثابت کیا گیا ہے کہ جب فاروق نے ان کے خلاف دلیلیں پیش کیں تو خاموش ہو گئے اور قانع ہو کر بیعت کر لی اور حباب وغیرہ کی کہیں تمرد وسرکشی کا ذکر بھی نہیں ہے کیونکہ ہر امر اپنی صحیح جگہ پر مستقر ہو چکا تھا... الخ۔

انسانی فکر عظیم ثروت!

اگر یہ تینوں مہاجرین عترت طاہرہ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر رسولؐ کے کفن دفن میں شریک ہوتے، اس سے فارغ ہو کر تمام مسلمان مسجد میں تمام مومنین ومومنات کے مولیٰ علیؑ کے پیچھے جماعت کی نماز پڑھتے اور ختم نماز کے بعد یہ تینوں افراد یکے بعد دیگرے اپنی مرضی کے مطابق تقریر کرتے اور اپنا تصور و تفکر پیش کرتے اور ہر ایک کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا جاتا پھر سب کے بعد حضرت علیؑ اپنی رائے بیان

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۰۔

[2] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۳۔

بیان کرتے اور پیش کی گئی رائے پر تبصرہ فرماتے کیونکہ نص شرعی کی بنا پر وہی ہادی تھے اور نص شرعی نبی ہونے کے بعد امت کیلئے ہر اختلافی چیز کو بیان کرنے والے وہی تھے اور انصار و تمام مسلمان اس کو سنتے اور اس امام کی بیعت کرتے جسکو خدا نے بھی نص کے ذریعہ چاہا تھا، تو اگر ایسا ہو جاتا تو اس مناظرہ کا ثمرہ مطلقاً انسانی تحریک کا عظیم ترین سرمایہ ہوتا اور اس سے تاریخ کا دھارا بدل جاتا اور جس اسلام کو خدا نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا تھا اس کے سیاسی نظام کی تطبیق بھی ممکن ہو جاتی اور جنس بشری کی کمک ہوتی اور ایک ایسی عالمی حکومت کا قیام عمل میں آتا جو شرعی احکام کے مطابق پورے کرۂ ارض پر حکومت کرتی ، مگر افسوس! یہ امید پوری نہ ہوئی کیونکہ ہم نے نص کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور جو بھی امت شرعی نصوص کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد پر عمل کرتی ہے اس کی ہلاکت یقینی ہوتی ہے اور اس کو اپنے وبال کا مزہ چکھنا ہوتا ہے اور یہ نعمت الٰہی اور اس کی ہدایت کو بدل دینے اور واضح ترین اوامر خدا کی تاویل کرنے سے ہوتا ہے اور یہ سب صرف اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ تاویل خواہش نفس کے موافق ہو سکے۔

سقیفہ کی شرعی دلیل ؟

جلد یا بدیر محقق اس نتیجہ پر پہونچ کر رہے گا کہ سعد کے پاس ملاقات کیلئے آنے والی انصار کی جماعت ہر اعتبار سے ایک عادی جماعت تھی اس کا کوئی سیاسی مقصد نہیں تھا اور اگر اس میں کوئی سیاسی بات ہوئی بھی تو اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے عام طور سے لوگ جب کسی مریض کے پاس عیادت کیلئے جمع ہوتے ہیں تو آپس میں کرتے ہیں۔

لیکن اس جماعت کی ملاقات پر جس چیز نے سیاست اور تاسیس کا ٹھپہ لگا دیا وہ تینوں مہاجرین کا آنا تھا، ان مہاجرین نے اس سادہ سی ملاقات کو سیاسی اور تاسیسی ملاقات بنا دیا اور اپنی مرضی کے مطابق اس کو رسولؐ کے بعد نصب خلیفہ کیلئے اساس بنا دیا، اور یہ سیاسی ہو گیا مگر اسکے اندر کون سی شرعی دلیلیں پیش کی گئیں؟ جس کی بنا پر جو کامیاب ہوا وہ شرعاً کامیاب ہوا؟

سقیفہ میں موجود انصار کی دلیل !

سقیفہ میں موجود انصار اپنے میں سے کسی کو خلیفہ معین کرنا نہیں چاہتے تھے جیسا کہ روایات میں اس کو مرکز بنانے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے کہ انصار کو معلوم تھا خلافت ان کے لئے نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ ابھی دفن رسولؐ نہ ہوا ہو اور سارے کے سارے انصار خدا و رسولؐ کے عہد کو بدل دیں جبکہ ان کو معلوم ہے کہ رسولؐ نے اپنے بعد علیؑ کو معین کر دیا ہے، رسولؐ کی زندگی میں تہنیت و مبارک تک دی جا چکی ہے ہر مسلمان کو مطلقاً جس میں یہ تینوں بھی شامل ہیں۔ معلوم ہے کہ علیؑ مومنین کے مولیٰ اور سب کے اجتماعی طور سے ولی ہیں نبیؐ کے بعد اور ہر مومن و مومنہ کے انفرادی طور سے بھی ولی ہیں جن میں یہ تینوں مہاجرین بھی شامل ہیں، نیز موجودین کو نہ تو کوئی لالچ تھی اور نہ ہی ان کا مقصد تھا کہ خلیفہ بنائیں بلکہ ان تینوں مہاجرین کے پہونچنے سے پہلے اصلاً اس موضوع کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا، اور فطری بات ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تھی اور جو دلیلیں ان کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں ان میں جعل سازی و اختراع سازی کی بو آتی ہے یہ تو صرف زیب داستان اور ان لوگوں کے اقدام کی توجیہ کیلئے ایجاد کی گئی ہیں۔

اس کے بعد امت مسلمہ نے اس "من گڑھت" قصہ کو ابطال حکومت کی نگرانی میں پروان چڑھایا اور جس طرح ان لوگوں نے چاہا کتابوں میں رسالوں میں ذرائع ابلاغ سے نشر کیا اور جو روایات اس کے خلاف تھیں ان کو الگ کر دیا، اب بعد کی نسلوں نے اس کو ایک واقعی حقیقت سمجھ کر قبول کر لیا جو ایک عوامی و قانونی حکومت کی طرف سے جاری کی گئی ہے اور جس نے جریان سقیفہ پر اعتراض کیا اس پر امت مسلمہ نے یلغار کر دی اور امت اسلامیہ کی نظر میں مطرود ہو گیا کیونکہ اس نے اجماع اور قبولیت امت کے خلاف بات کہی تھی۔

تینوں مہاجرین کا مقصد!

ان تینوں کا واقعی مقصد ایسے وقت میں جب خاندان رسولؐ دفن و کفن میں مشغولیت کی وجہ سے غائب ہوں خلیفہ کا معین کرنا تھا اور حاضرین سے بیعت لینی تھی، اگر اوس کے چند لوگوں نے بھی بیعت کر لی تو حتماً خزرج والے بھی بیعت کر لیں گے کیونکہ وہ اپنے کو اس شرف سے پیچھے نہ رہنے دیا گے اور جدید خلیفہ کی بیعت سے ان دونوں "عمر و ابو عبیدہ" کی بھی مصلحت وابستہ تھی کیونکہ وہ قائم مقام

ہوں گے اور پھر جب خلیفہ صاحب نکلیں گے تو جن لوگوں نے بیعت کرلی ہے وہ ان کے لشکر کے مانند ہوں گے اور اگر کوئی منتخب خلیفہ کا معارض ہوا تو ایک معمولی شخص کا معارض نہیں ہوا بلکہ وہ رسولؐ کے خلیفہ کا معارض ہوگا اور ولی امر کی اطاعت سے خارج ہو جائے گا اور پھر ایسے شخص کو اگر خلیفہ قتل کردے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ وہ خارج از جماعت کے عنوان سے قتل کیا گیا ہے اور اس نے اتحاد مسلمین کو پارہ کیا ہے اور وہ حریص سلطنت ہے ایسے مواقع کیلئے حکم شرع واضح ہے کہ : جو اس امر کا طالب ہے ہم اس کو حاکم نہیں بنائیں گے۔ اور وہاں یہی سب ہوا۔

تینوں کی شرعی دلیل!

آخر ان تینوں نے " ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ " کون سی دلیل پیش کی تھی جس کی بناپر انصار نے قیادت ان کے سپرد کردی ؟ کیا ان کی دلیل شرعی تھی ؟ یعنی شریعت میں اس کا وجود تھا ؟ ابوبکر و عمر نے رسولؐ کی قرابت کو دلیل بنایا کر رسولؐ کے قرابتدار ان کی حکومت کے لئے زیادہ اولیٰ ہیں۔

ابوبکر کی دلیل کا خلاصہ!

ابوبکر نے کہا : ہم مہاجرین سب سے پہلے اسلام لائے باقی لوگ اسلام لانے میں ہمارے تابع ہیں، ہم رسولؐ کے قبیلہ والے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم عرب میں نسب کے اعتبار سے اوسط ہیں، عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں ہے جس سے قریش کی رشتہ داری نہ ہو۔

عمر کی دلیل کا خلاصہ!

خدا کی قسم عرب اس بات کو ہرگز گوارہ نہ کریں گے کہ تم ان پر حکومت کرو جبکہ نبیؐ کسی اور قبیلہ کا ہو، البتہ عرب اس بات کو ضرور قبول کریں گے کہ جس قبیلہ میں نبوت ہو اسی کا اولی الامر ہو، عربوں میں

سے جو ہماری مخالفت کرے اس کے لئے ہمارے پاس حجت ظاہرہ اور سلطان مبین ہے، بھلا ہم سے محمدؐ کی حکومت اور میراث میں کون نزاع کر سکتا ہے؟ جب کہ ہم ان کے اولیاء ہیں اور ان کے خاندان و قبیلہ کے ہیں البتہ جو شخص باطل میں ڈوب گیا ہو یا گناہ کی طرف کھینچ رہا ہو یا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہو وہ ہماری مخالفت کر سکتا ہے۔[1]

انصار کا جواب

انصار نے کہا: ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے، بعض انصار نے کہا: ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے۔[2] یہ سب کچھ ہوا مگر علیؑ اجماع امت سے غائب رہے اب آپ سوچئے اگر حضرت علیؑ موجود ہوتے تو کیا عالم ہوتا ــــــــ؟

امید و توجیہ!

کاش تینوں مہاجرین نے علیؑ کی خلافت کو قبول کر لیا ہوتا تو کوئی اشکال پیدا ہی نہ ہوتا اور اسلام کا سیاسی نظام اپنی طبیعی رفتار سے چلتا رہتا، مگر ان لوگوں کے لئے یہ بات قابل قبول نہیں تھی اس لئے کہ ہاشمی کے اندر نبوت و خلافت کو جمع نہیں ہونے دینا چاہتے تھے، ہاشمیوں میں نبوت بلاشرکت غیر تھی اب خلافت تمام قبائل قریش میں "سوائے بنی ہاشم کے ہو۔

خلیفہ تینوں میں سے ایک!

تینوں نے انصار کے اس قول "ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے" کو نظر انداز کر دیا اور ابوبکر

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۹۔ [2] تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۸، ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۶۵

نے کہا: میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو " یعنی عمر و ابو عبیدہ میں سے ۔ اس پر عمر نے کہا: معاذ اللہ بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں .... اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں ۔

سب سے پہلی بیعت!

جب بشیر بن سعد نے دیکھا کہ یہ تینوں مہاجرین علیؑ کو قبول نہیں کریں گے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اب بیعت یقیناً ہوگی اس لئے انہوں نے سوچا اس میں تقدم مجھے حاصل ہو جائے چنانچہ انہوں نے کہا: محمدؐ رسول قریش سے تھے ان کی قوم ان کی میراث کی زیادہ مستحق ہے اور ان کی حکومت کی بھی ...... پھر اپنی جگہ سے کودے اور سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کر لی[1]

یہاں پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ یہ بشیر وہ دوسرا انصاری ہے جو بعد میں حضرت علیؑ کی مخالفت میں معاویہ کے ساتھ ہو گیا ۔

نصب خلیفہ و بیعت!

جب قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کے موقف کو دیکھا اور تینوں مہاجرین کے موقف کو دیکھا اور امور کی بازگشت کو ملاحظہ کیا تو یہ سمجھ گئے کہ ابو بکر کی بیعت عنقریب ہو جائے گی تو انہوں نے اپنی جماعت سے کہا: اٹھو اور ابو بکر کی بیعت کرو اوس نے یہی کیا تاکہ ایسا نہ ہو خزرج کو یہ شرف مل جائے اور اوس کو نہ ملے لہٰذا موجود لوگوں کی اکثریت نے بیعت کر لی ۔

جزا!

بشیر بن سعد خلیفہ اور نائب کے نزدیک ترین مشیر کاروں میں ہو گیا ، اسی نے ابو بکر و عمر کو

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۹۔۱۰۔

مشورہ دیا تھا کہ سعد بن عبادہ کو قتل نہ کیا جائے اور اسید بن حضیر داخلی شعبہ جاسوسی کا رئیس ہوگیا [۱] اگر یہ تعبیر صحیح ہو ، اور جو گروہ بنی ہاشم و زبیر اور بیعت نہ کرنے والوں کو رام کرنے کیلئے گیا تھا اور ان کو طاقت کے زور پر نکالا تھا اس گروہ کے قیادت کیلئے عمر کی مدد اسی اسید بن حضیر نے کی تھی اور سلمہ بن اسلم [۱] اس کی مدد کر رہا تھا۔

شہرت وبیعت!

سقیفہ سے خلیفہ و عمر و ابوعبیدہ نکلے اور جن کو بیعت کرنی تھی وہ بیعت کر چکے تھے لوگ مسجد میں جمع تھے عمر نے ان کو دیکھتے ہی چیخ کر کہا: آخر تم لوگ مختلف حلقے بنا کر کیوں بیٹھے ہو ؟ اٹھو اور ابوبکر کی بیعت کرو میں نے اور انصار نے بیعت کرلی ہے پس عثمان اور ان کے ساتھی بنی امیہ اٹھے انہوں نے بھی بیعت کی پھر سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ان دونوں کے ساتھ جو بنی زہرہ تھے وہ اٹھے اور بیعت کی ... اور فطری بات ہے کہ مسجد میں جتنے انصار تھے سب ہی نے بیعت کی ہوگی اس لئے جب یہ مشہور ہوگیا کہ انصار نے بیعت کرلی اور خصوصا انہوں نے بشیر بن سعد اور اسید بن حضیر کو اور سلمہ بن اسلم کو دیکھا ہوگا کہ وہ تمام امور میں اس طرح مداخلت کر رہے ہیں جیسے نئی سلطنت کے جزو ہوں۔

لیکن علیؑ و عباس اور ان کے ساتھ بنی ہاشم اپنے گھروں کو چلے گئے زبیر بھی انھیں کے ساتھ چلے گئے جس کی وجہ سے نائب خلیفہ کو چند لوگوں پر مشتمل ایک گروہ کو اپنے مویدین اسید بن حضیر ، سلمہ بن اسلم ، کے ساتھ بھیجنا پڑا تاکہ ان کو زبردستی نکال کر لائیں اور بیعت لیں اور اگر ضرورت پڑے تو فاطمہؑ کا گھر جس میں سب اکٹھا ہیں اس کو پھونک دیں لیکن خدا نے حفاظت کی ، کیونکہ جب ان لوگوں نے لکڑیوں کے ڈھیر کو دیکھا اور یقین کرلیا کہ عمر گھر کو جلا دیں گے تو بیعت کرلی [۲]

---

[۱] الامامہ والسیاسۃ ص ۹ اور اسکے بعد۔

[۲] شیعوں کے محققین علماء کے نزدیک حضرت علیؑ کا بیعت کرنا ثابت نہیں ہے ، مترجم۔

ہم نے احراق بیت فاطمہؑ کو کئی جگہ ثابت کیا ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے کہ فاطمہؑ اپنے باپ محمدؐ سے زیادہ تو عظیم نہیں ہیں جب ان کو تحریر نہیں لکھنے دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ ہذیان بک رہے ہیں جبکہ چاہا ہے تو پوچھ لو جیسا کہ ہم اس کی توثیق پیش کر چکے ہیں ۔۔ پھر جناب فاطمہؑ کی کیا اہمیت ہے۔ مترجم

نئی حکومت اور ولی کے درمیان مقابلہ غیر مساوی تھا ہے!

رسولؐ خدا کے بعد علیؑ کے سارے اختیارات سلب کر لئے گئے اور ان کو جبراً ابوبکر کے پاس لایا گیا علیؑ نے آکر کہا: میں خدا کا بندہ اور رسولؐ خدا کا بھائی ہوں مگر ان سے کہا گیا: ابوبکر کی بیعت کرو! علیؑ نے کہا: تم سے زیادہ خلافت کا میں مستحق ہوں تمہارے لئے بہتر ہے کہ میری بیعت کرو تم نے انصار سے اس حکومت کو نبیؐ کی قرابت کی دلیل سے حاصل کی ہے اور ہم اہلبیتؑ سے اس کو غصب کرنا چاہتے ہو کیا تم نے انصار سے استدلال یہ نہیں کیا کہ: تم اس حکومت کے اس لئے زیادہ سزاوار ہو کہ محمدؐ سے تمہیں یہ سنکر انہوں نے حکومت تمہارے حوالہ کردی اور میں تم سے وہی استدلال کرتا ہوں جو تم نے انصار سے کیا تھا ہم رسولؐ خدا سے زندگی اور موت دونوں میں تم سے اولیٰ ہے لہٰذا ہم سے انصاف کرو اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

عمر نے فوراً کہا: جب تک بیعت نہ کیجئے گا ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے حضرت علیؑ نے کہا: ہاں ہاں ایسا کرو جس کا ایک حصہ تم کو بھی ملے آج تم ان کو مضبوط کرو کل وہ تم کو واپس کر دیں گے اسکے بعد فرمایا: اے عمر خدا کی قسم نہ میں تمہاری بات مانوں گا اور نہ اس کی بیعت کروں گا!

اس پر ابو عبیدہ بولے: اے ابن عم ابھی آپ نوجوان ہیں اور یہ حضرات "ابوبکر و عمر" بوڑھے ہیں ان کا جیسا تجربہ اور ان جیسی امور کی معرفت آپ کو حاصل نہیں ہے میں سمجھتا ہوں ابوبکر اس کے لئے قوی اور اس کو تم سے زیادہ برداشت کرنے والے اور زیادہ تجربہ کار ہیں لہٰذا اس کو "خلافت" ابوبکر کے حوالہ کر دو، اس کے بعد اگر آپ زندہ رہے اور عمر نے وفا کی تو آپ اس کے لائق اور مستحق ہیں اپنے فضل و دین و علم و فضل و فہم و سبقت الی الاسلام اور نسب و داماد رسولؐ ہونے کی وجہ سے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا: اللہ اللہ اے گروہ مہاجرین عرب میں محمدؐ کی حکومت کو نکلے

گھر سے نکال کر اور ان کے اصل گھر سے خارج کر کے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔ اور جو اس کا اہل ہے اسکو لوگوں میں اسکے حق سے اور اس کے مقام سے نہ ہٹاؤ اے گروہ مہاجرین خدا کی قسم ہم تمام لوگوں سے زیادہ اس کے اولیٰ ہیں خدا کی قسم کتاب خدا کا قاری، دین محمدؐ کا فقیہ، سنتِ رسولِ خداؐ کا عالم امورِ رعیت کا ماہر، رعایا سے برے امور کو دور کرنے والا، ان کے درمیان برابری سے تقسیم کرنے والا صرف ہم میں ہے لہٰذا خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ خدا سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے مزید دور ہو جاؤ گے ۔

فیصلہ!

یہ بات فطری ہے کہ امام کی قطعی دلیلوں کو نہ مان کر حکومت پر قبضہ نہیں ہو سکتا، بشیر بن سعد جس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی وہ اس گفتگو کے وقت موجود تھا جو نہایت منطقی تھی اور اس سے ڈر گیا، اور اس نے جدید حکومت کے ارکان کی موجودگی میں حضرت علیؑ سے کہا: اے علیؑ اگر آپ کی یہ گفتگو انصار ابوبکر کی بیعت سے پہلے سن لیتے تو دو آدمی بھی آپ کے بارے میں اختلاف نہ کرتے ۔

حرکت!

جناب فاطمہؑ کو سواری پر بٹھائے حضرت علیؑ رات کو انصار کی نشستوں میں مدد کیلئے پہونچتے اور ان سے مدد کا سوال کرتے تھے مگر وہ لوگ جواب دیتے تھے: اے بی بی فاطمہؑ اگر آپ کے شوہر اور ابن عم ابوبکر کی بیعت سے پہلے ہمارے پاس آجاتے تو ہم ان پر کسی کو مقدم نہ کرتے اور حضرت علیؑ جواب دیتے: کیا میں رسولؐ کے جنازہ کو ان کے گھر میں چھوڑ کر حکومت کیلئے جھگڑا کرتا ؟

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۹ ۔ ۱۲ ۔

اور فاطمہؑ جواب دیتیں ابوالحسن نے جو کیا وہی مناسب تھا اور انہوں نے جو کیا اس کا خدا حساب لینے والا ہے۔[1] اور حضرت علیؑ پر واضح ہوگیا کہ امت نے ان کے ساتھ غداری کی جیسا کہ رسولؐ نے بیان کر دیا تھا۔

عدم بیعت پر علیؑ کو قتل کی دھمکی!

ہم پہلے بیان کر چکے کہ حکومت نے یہ دھمکی دی کہ جو لوگ علیؑ کے ساتھ فاطمہؑ کے گھر میں پناہ لئے ہیں اگر وہ نہیں نکلتے تو ان سب کے ساتھ فاطمہؑ کے گھر کو جلا دو اس وقت عمر سے کہا گیا: گھر میں فاطمہؑ بھی موجود ہیں: عمر نے کہا: ہونے دو۔ پھر جب گھر میں پناہ لینے والوں کو یقین ہوگیا کہ عمر بیت فاطمہؑ کو جلا دیں گے تو یہ گھر سے نکلے اور زبردستی ان سب سے بیعت لی گئی سوائے علیؑ کے۔ اور فاطمہؑ گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بولیں: میرا اس قوم سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو تم میں سے بری طرح سے یہاں آیا ہے تم نے ہمارے سامنے رسول خداؐ کا جنازہ چھوڑ دیا۔ ہمارے کسی مشورہ کے بغیر تم نے اپنی حکومت بنائی اور ہمارا حق ہم کو واپس نہ دیا...

ابوبکر نے کسی کو بھیجا کہ جا کر علیؑ کو بلا لاؤ علیؑ نے جانے سے انکار کر دیا، پھر وہاں سے عمر چلے ان کے ساتھ ایک جماعت روانہ ہوئی اور ان لوگوں نے درِ فاطمہؑ پر پہونچ کر دروازہ کو کھٹکھٹایا جب فاطمہؑ نے آواز سنی تو بلند آواز سے چیخ کر کہا: اے میرے باپ اے خدا کے رسولؐ آپؐ کے بعد ہم کو عمر بن خطاب سے اور ابوبکر بن ابی قحافہ سے کتنی اذیتیں پہونچیں! جب لوگوں نے فاطمہؑ کی آواز اور ان کی صدائے گریہ سنا تو روتے ہوئے وہاں سے چلے گئے اور قریب تھا کہ ان کے دل پھٹ جائیں اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے مگر عمر ایسے قوی تھے جن کے یہاں رحمدلی کا نام نہیں تھا اور حق کے معاملہ میں کسی لومۃ لائم کو قبول نہیں کرتے تھے چنانچہ وہ اور ان کے ساتھ کچھ لوگ ٹھہرے رہے، جنہوں نے علیؑ کو زبردستی[نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے وہاں پہونچ کر کہا: بیعت کرو! علیؑ نے کہا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: اس وقت واللہ الذی لا الٰہ الا ھو ہم تمہاری گردن مار دیں گے، علیؑ نے کہا: ایسی

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۱-۱۲۔

صورت میں تم ایک بندۂ خدا اور رسولؐ کے بھائی کو قتل کرو گے ! عمر نے کہا : بندۂ خدا ہونا تو ٹھیک ہے مگر رسولؐ کا بھائی ہونا صحیح نہیں ہے۔ ، حالانکہ اخوت بنیؐ کیلئے ثابت ہے ، اس پر عمر نے ، ابوبکر کو مخاطب کرتے ہوئے ، کہا : تم آخر اپنا حکم ان کے بارے میں کیوں نہیں سناتے ؟ ابوبکر نے کہا : جب تک فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا ، وہاں سے آکر ، علیؑ قبر رسولؐ سے لپٹ کر چیخ چیخ کر روتے ہوئے کہنے لگے : میرے بھائی قوم نے مجھے کمزور بنا دیا ہے اور میرے قتل کے درپے ہے ۔

فاطمہؑ کو راضی کرنے کی کوشش !

بڑے اصرار و گڑگڑانے کے بعد فاروق و صدیق کو فاطمہؑ سے ملاقات کی اجازت ملی ۔
جناب فاطمہؑ نے دونوں سے کہا : میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ کیا تم دونوں نے میرے باپ سے یہ نہیں سنا ، فاطمہ کی رضامندی میری رضامندی ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میری ناراضگی ؟ جس نے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہ کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ، دونوں نے کہا : ہاں ہم نے سنا ہے ، تب فاطمہؑ نے کہا : میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور مجھے راضی نہیں کیا ہے ، میں جب نبیؐ سے ملاقات کروں گی تو ان سے تم دونوں کی شکایت ضرور کروں گی بس ابوبکر دھاڑیں مار کر رونے لگے اور فاطمہؑ یہی کہتی رہیں : خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تم لوگوں کے لئے بد دعا کیا کروں گی پھر ابوبکر روتے ہوئے چلے گئے [1]

ابوبکر نے خلافت چھوڑ دینی چاہی !

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲ ، ۱۳ ۔

جب یہ لوگ نکلے تو مجمع نے گھیر لیا ابوبکر نے ان سے کہا: تم لوگ اپنی بیوی کے گلے میں باہیں ڈال کر خوش و خرم رات کو سوتے ہو اور مجھے اس مصیبت میں پھانس دیا مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے اپنی اپنی بیعت واپس لے لو۔

یہ بات فطری ہے کہ ابوبکر کے آس پاس والے اس خیال کو چھڑوا دیں گے اور اس کیلئے ادھر ادھر کی شرعی دلیلیں پیش کرنے کی کوشش کریں گے ؎

علیؑ کا آخری موقف!

نئی حکومت مستحکم ہو گئی اور حضرت علیؑ ایک معمولی باشندہ کی طرح ہو گئے ان کا کسی پر کوئی حق نہ رہ گیا اب حکومت چاہے تو ان کو اپنے سے قریب کر لے اور چاہے تو دور کر دے، غلبہ کی وجہ سے وہی صاحب حق ہو گئی ہے اور علیؑ سے خلافت چھین چکی ہے حالانکہ خدا و رسولؐ کی طرف سے خلافت حضرت علیؑ کا خاص حق تھا، لیکن اگر علیؑ حکومت سے مسلسل مقابلہ کرتے ہی رہتے تو ان کو بڑی آسانی سے قتل کر دیا جاتا اور جواز قتل کی علتیں بھی بہت تھیں مثلاً ان پر الزام عائد کیا جا سکتا تھا کہ مسلمانوں کے اتفاق کو ختم کرنا چاہتے ہیں، جماعت سے خارج ہو گئے ہیں، حکومت کے باغی ہیں.... وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ ان کے اہلبیتؑ کے علاوہ اب کوئی ان کا ساتھ دینے والا بھی نہیں تھا آپ خود ہی اس زمانہ کی نقشہ کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ میرے اہلبیتؑ کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو میں نے ان کی موت سے بخل کیا اور خس و خاشاک کے باوجود آنکھوں کو بند کر لیا گلے میں ہڈی پھنسی ہونے کے بعد بھی جرعۂ حوادث، گویا حنظل سے زیادہ کڑوی چیز کھانے اور غصہ کو "اس ہڈی کے باوجود" پینے پر صبر کیا ؎۔

ایک دن فرمایا: خدا قریش کو ان کے اعمال کا بدلہ دے انھوں نے میری قرابتداری کو

؎ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۱۔ اسلام کا سیاسی نظام۔

؎ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۹۲۔

قطع کیا، میرے بھائی کی حکومت مجھ سے چھین لی " اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلافت کو آپ اپنا حق سمجھتے تھے۔ [۱] اور انہوں نے اجماع کرکے مجھ سے ایسے امر میں جھگڑا کیا جو میرا تھا ..... انتہا یہ ہے کہ ایک شخص نے یہ تک کہدیا کہ : اے علیؑ تم اس امر کے لئے بہت حریص ہو، میں نے کہا نہیں، بلکہ خدا کی قسم تم لوگ احرص ہو میں نے تو محض اپنا حق طلب کیا ہے اور تم لوگ میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو رہے ہو خدا کی قسم مجھے ہمیشہ میرے حق سے دور کیا گیا، جب سے رسول خداؐ کا انتقال ہوا اس دن سے آج تک مجھ پر دوسروں کو مقدم کیا جا تا رہا۔ [۲]

آپ کے سامنے صرف خلافت میں اپنے حق کی حفاظت، اور جن لوگوں نے اس سے عدول کیا تھا ان کے خلاف اپنا استدلال کیا جس سے مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ نہ ہو، اور مسلمانوں میں کوئی ایسا فتنہ نہ پیدا ہو جائے جس سے دشمن فائدہ اٹھالے اس لئے آپ اپنے گھر میں بیٹھ رہے لیکن آپ کو زبردستی وہاں سے نکالا گیا اور اگر آپ فوراً ان لوگوں کے پاس چلے جاتے تو آپ کی دلیل مکمل نہ ہو پاتی اور آپ کے شیعوں کا برہان چمک نہ پاتا، لیکن آپ نے ایک طرف تو دین کی حفاظت کی اور دوسری طرف خلافت مسلمین میں اپنا حق محفوظ رکھا، مگر جب آپ نے دیکھا اسلام کی حفاظت اور دشمنان دین کا دفاع صلح و صفائی پر موقوف ہے تو آپ نے خود ہی بڑھ کر امت مسلمہ کی حفاظت اور ملت کے احتیاط و دین کے بارے میں تحمل سے کام لیتے ہوئے فوری فائدہ کو نظر میں رکھتے ہوئے اور بہت دیر میں ہونے والے فائدہ سے قطع نظر کرتے ہوئے عقلاً و شرعاً تعارض کے موقع پر اہم کو مہم پر مقدم کرتے ہوئے صاحبان حکومت سے صلح و آشتی سے گریز نہیں کیا۔ [۳]

ناپسندیدگی قریش از ولایت کا راز!

۱۔ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۹۷۔

۲۔ ابن ابی الحدید ج ۹ ص ۱۰۳، ج ۱ ص ۳۰۷، اسلام کا سیاسی نظام ص ۱۳۵۔

۳۔ المراجعات ص ۳۳۲، ۳۳۳، اسلام کا سیاسی نظام ص ۳۳، اور اس کے بعد۔

قریش کی ناپسندیدگی کا راز قریش کی سیاسی تربیت میں ڈھونڈھا جا سکتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں مناصب شرف اور حساس عہدوں کی تقسیم کی بنیاد پر قائم تھا اور حکومت و رہبری کو ایک کمپنی کی طرح تسلیم کرتے تھے کہ جس میں ہر گروہ کا ایک حصہ ہوتا تھا۔

معاشرے کے اندر ہاشمی نبوت کے ظہور نے قریش کے سارے سیاسی نظام کو درہم برہم کر دیا۔ اس نبوت کو ختم کرنے کی ساری کوششیں ناکام ہو جانے کے بعد اس نبوت کو اپنا مقدر مان کر اسکے سامنے مجبوراً سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ بنی ہاشم تنہا اس نبوت پر فائز تھے اور رسول خدا نے اپنی زندگی میں علیؑ کو اپنا جانشین معین کر دیا کیونکہ وہی اعلم و افہم و افضل و انسب و اقدر تھے کہ اسلام کی کشتی کو چلا سکیں وہ اسی لئے علیؑ کو ناپسند کرتے تھے۔

مشکلات کا خوف!

اگر رسولؐ کے بعد خلیفہ رسولؐ کی حیثیت سے علیؑ کی بیعت مکمل ہو جاتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہاشمیوں نے نبوت کے ساتھ خلافت بھی حاصل کر لی اور اب پورا شرف ان کو حاصل ہو گیا، قبائل قریش کے لئے کوئی شرف باقی ہی نہ رہا اور یہ بات کسی بھی معیار سے صحیح نہیں تھی اور نہ کسی قیمت پر اسکو تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ قریش نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام نے سب کو برابر کر دیا اور پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیا پھر ہاشمیوں کو یہ فضیلت کیسی کہ وہی ہمیشہ حاکم رہیں ان کو یہ امتیاز کیوں؟ یہ انفرادیت کیسی یہ تفوق کیسا؟ (جب سب برابر ہیں)

عادلانہ تقسیم!

ہاشمیوں نے نبوت لے لی اور وہ صرف ان کے لئے مخصوص ہو گئی جس میں قبائل قریش کا کوئی بھی قبیلہ شریک نہیں ہوا اور نہ مستقبل میں کوئی شریک ہو سکے گا اور یہ ایسا شرف ہے جس کے بعد کوئی شرف نہیں ہے حالانکہ ہاشمی اور دوسرے قبائل بھائی بھائی ہیں، اس لئے اگر قریش کے قبائل خلافت

کو اپنے لئے مخصوص کریں اور اس شرف میں بنی ہاشم شریک نہ ہوں تو کوئی غلط بات نہیں ہے یہی تقسیم بہترین حل ہے اور انصاف سے قریب ہے کہ ہاشمیوں کے لئے نبوت ہو اس میں ان کا کوئی شریک نہ ہو اور دیگر قبائل قریش کیلئے خلافت ہو جو انھیں میں گردش کرتی رہے اس میں کوئی ہاشمی شریک نہ ہو۔

طوائف قریش!

یہی وجہ ہے کہ "پوری تاریخ میں" تمام قبائل قریش ایک فرقہ کی طرح کام کرتے رہے اسلئے سب کا ہدف ایک تھا اور وہ ہاشمیوں میں نبوت وخلافت کا جمع نہ ہونے دینا تھا۔

چنانچہ سقیفہ میں ابوبکر نے تمام موجود انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دونوں "عمر و ابوعبیدہ" میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو جس کی بھی چاہو، اس پر عمر نے کہا: معاذ اللہ آپ کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ۱؎ اور فطری بات ہے کہ ابوعبیدہ کا بھی یہی موقف تھا پس ان تینوں میں کوئی فرق نہیں تھا سب بھائی بھائی تھے اور سب ہی ایک گروہ کے تھے لیکن جب انصار نے کہا: ہم تو علیؑ کے علاوہ کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے تو تینوں نے اس پیش کش کو اجماعی طور سے چھوڑ دیا ۲؎

اور جب ابوبکر نے خلافت چھوڑنے کا ارادہ کیا تھا تو قریش نے روکا تھا اور سب نے اجماعی طور سے اس کی مخالفت کی تھی۔ آپ حضرت علیؑ کا قول سنیئے فرماتے ہیں: خدا قریش کو انکے اعمال کا بدلہ دے انہوں نے میرا قطع رحم کیا، میرے بھائی کی حکومت مجھ سے چھین لی ۳؎ اور ایک مرتبہ فرمایا: خداوندا تجھ سے قریش پر "کامیابی کے لئے" اور جو قریش کی مدد کرے ان پر مدد کی دعا کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے میرا قطع رحم کیا، میری عظیم منزلت کو حقیر کردیا اور ایسے امر میں میری مخالفت پر اجماع کیا جو میرا تھا ۴؎

۱؎ الامامة والسیاسة ص ۹۰۔ ۲؎ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۶۵۔

۳؎ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۔ ۴؎ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۰۳، ج ۱ ص ۳۷۔

پھر جب ابوبکر نے اپنا خلیفہ معین کرنا چاہا اور عثمان نے وصیت لکھنے کیلئے آمادگی ظاہر کی تو ابوبکر نے کہا لکھو اور پھر بیہوش ہوگئے عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا: میں تم لوگوں پر عمر کو خلیفہ بناتا ہوں اور میں نے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد جب ابوبکر کو ہوش آیا تو عثمان سے کہا پڑھو ...... تب ابوبکر نے کہا: اگر تم نے اپنا نام لکھ دیا ہوتا تو تم بھی اہل تھے لہٰذا علی الاطلاق عمر و عثمان میں کوئی فرق نہیں تھا کیونکہ دونوں بھائی تھے اور ایک ہی پارٹی کے تھے عمر نے اپنی موت سے کچھ دیر پہلے کہا: اگر میں ابوعبیدہ کو زندہ پالیتا تو انھیں کو خلیفہ بنا دیتا، اگر معاذ بن جبل کو پالیتا تو ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ اگر خالد بن ولید کو پالیتا ...... اگر ابوحذیفہ کے غلام سالم کو پالیتا ......

یعنی ابوعبیدہ اور خالد میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی پارٹی کے ہیں، معاذ بن جبل کے خلیفہ بنانے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے حالانکہ وہ انصاری تھے اور اس وقت عمر کی رائے یہ تھی کہ خلافت صرف انھیں لوگوں کو مل سکتی ہے جو خاندان رسولؐ سے ہوں اور معاذ خاندان رسولؐ سے نہیں تھے اور نہ یہ کوئی غلط بات تھی کہ سالم جیسے موالی کو خلافت مل جائے، مقصد صرف یہ تھا کہ علیؑ یا کسی ہاشمی کو خلافت نہ ملے۔

شوریٰ میں طلحہ غائب تھے اس لئے جب پانچ آدمیوں پر مشتمل شوریٰ ہوا تو اگر علیؑ شوریٰ کے ممبر نہ ہوتے تو کوئی زحمت ہی درپیش نہ آتی فوراً لوگ عثمان کی بیعت کر لیتے کیونکہ عثمان ہی وہ شخص ہیں کہ مہاجرین میں جس نے عمر و ابوعبیدہ کے بعد سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے لکھا تھا: میں تم لوگوں پر عمر کو خلیفہ بنا رہا ہوں یہی تنہا وہ آدمی تھے جنہوں نے عمر کے خلافت کی پیشنہاد کی تھی اور عمر کے زمانہ میں ردیف کے نام سے مشہور تھے اور جو شخص بھی عمر کی وصیت کو دقت نظر سے دیکھا گا تو تھوڑی سی زحمت کے بعد سمجھ لیگا کہ بہرحال کامیابی عثمان کے لئے ہے۔

طلحہ کی واپسی کے بعد عثمان نے اعلان کیا کہ اگر طلحہ کو خلافت کی رغبت ہے تو میں انکے لئے خلافت چھوڑ سکتا ہوں اور کیوں نہ ہو سب بھائی تھے سب ایک ہی پارٹی کے تھے سب کا مقصد ایک تھا اور وہ یہ کہ ہاشمی کے اندر نبوت و خلافت جمع نہ ہو سکے، البتہ یہ ممکن ہے کہ عمر کے بعد عبداللہ

---

۱ طبری ج ۳ ص ۴۲۹، سیرت عمر ص ۳۷، ابن خلدون ج ۲ ص ۸۵۔

بن عمر خلیفہ ہو جائیں بلکہ لوگوں نے فاروق کو اس کا مشورہ بھی دیا تھا کہ: امیر المومنین ان کو خلیفہ بنا دیجئے ان میں اس کی صلاحیت ہے بس تمام قریش ایک پارٹی کے تھے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

قال الله الحكيم في كتابه:
اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي
ورضيت لكم الإسلام دينا
سورة المائدة آية (3)
This day have I perfected for you your religion and completed My favor on you and chosen for you Islam as religion.
Ma'idah(3)

گیارہویں فصل

بنی ہاشم کی سیاسی حقوق سے محرومی!

قبائل قریش نے صرف یہی نہیں کیا کہ حضرت علیؑ کو حکومت اسلامی کا رئیس نہیں ہونے دیا بلکہ نہ صرف حضرت علیؑ کو بلکہ کسی بھی ہاشمی کو کسی حکومتی عہدے پر فائز نہیں ہونے دیا نہ ابوبکر نے کسی ہاشمی کو کوئی عہدہ دیا نہ عمر نے نہ عثمان نے۔ؒ

عبدالرحمٰن نے "علیؑ" سے کہا: میں آپ کی بیعت اس شرط سے کروں گا کہ آپ کسی ہاشمی کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کریں یعنی حاکم نہ بنائیں اس پر علیؑ نے کہا: تم کو اس سے کیا لینا دینا، جب تم نے مجھے خلیفہ بنا دیا تو یہ میرا کام ہے کہ میں کوشش کرکے امت محمدؐ کیلئے جسکو بھی قوی اور امین پاؤں اس کو معین کروں چاہے وہ ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی عبدالرحمٰن نے کہا: نہیں خدا کی قسم جب تک آپ اس شرط کو قبول نہیں کریں گے ہم بیعت نہیں کریں گے، علیؑ نے کہا: خدا کی قسم میں تمہاری اس شرط کو کبھی قبول نہ کروں گا۔ؒ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلیفہ کسی ہاشمی کو عامل نہیں بنا سکتا چاہے وہ قوی اور کتنا ہی امین ہو اور یہ بنی ہاشم کے کاٹنے کی انتہائی حد تھی، اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ عبدالرحمٰن نے بڑی دقت نظر سے عمر کی وصیت کا نفاذ کیا ہے۔

ؒ الامامۃ والسیاسۃ ص ۴۴۔

ؒ الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۶۔۲۷۔

ہاشمی کو عامل نہ بنانے کی علت

اس کا جواب خود فاروق دیں گے انہوں نے ایک مرتبہ ابن عباس کو عامل بنانا چاہا لیکن ان کو اس میں تردد تھا اور فاروق نے ابن عباس سے کہہ دیا مجھے تردد ہے، ابن عباس نے پوچھا: آپ کو مجھ سے کیا خطرہ ہے؟ اور میرے عامل بنانے کے بارے میں کیوں مردد ہیں؟ عمر نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں اور تم عامل رہو تو لوگوں کو اپنی طرف بلاؤ اور تمہاری طرف تم لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہ آئے ...... [1] اس کا مطلب یہ ہوا کہ عمر اپنے مرنے کے بعد بھی یہ اطمینان کرلینا چاہتے تھے کہ خلافت علیؑ یا کسی ہاشمی کو تو نہیں پہونچ رہی ہے؟ یہ "بنی ہاشم کو نبوت و خلافت دونوں نہ ملے" والے اعلان کی وفاداری کا ہے۔

کشف اسرار!

قبائل قریش نے ایک خارجی تقسیم کر رکھی تھی، بنی ہاشم کیلئے نبوت مخصوص کر دی تھی جس میں قریش کا کوئی قبیلہ شریک نہیں تھا، لہذا خلافت اس تقسیم کے مطابق، قبائل قریش کے لئے مخصوص تھی جسکو یہ لوگ آپس میں گردش دیتے رہتے اور علی الاطلاق اس میں کوئی ہاشمی شریک نہیں تھا، اور قبائل قریش کا عقیدہ تھا کہ یہ تقسیم ہر اعتبار سے عادلانہ ہے اسی لئے اس پر اجماع تھا کہ ہاشمیوں میں نبوت و خلافت دونوں جمع نہ ہونی چاہئے، لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اس پر کیوں کر عمل کیا جائے کیا یہ تقسیم سب کے لئے لازمی قرار دیدی جائے؟ اور نہ یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اس قرارداد کا نفاذ کیونکر کیا جائے؟ کیونکہ قبیلہ قریش آخر میں ایمان لایا تھا لہذا سب سے موخر تھا اور جب سارے قبائل متحیر تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں قریش کا سید فرزند ان کے دل کی ترجمانی کرتے ہوئے اور اس

---

[1] مروج الذھب ج ۲ ص ۳۵۳، ۲۵۲۔ اس واقعہ کو باب مرجعیت میں ذکر کر چکے ہیں۔

تقسیم کی تفسیر کرتے ہوئے قرارداد کا نفاذ کرتے ہوئے تقسیم کا مجوزہ بیان کرتے ہوئے، اس کی شرعی حیثیت اجاگر کرتے ہوئے آگے بڑھا لہذا قبائل قریش کے سید فرزند کے لقب کا مستحق ہوا۔

عمر ہی کی ذات وہ تھی جس نے شدت مرض کا بہانہ اور کتاب خدا کے تنہا کافی ہونے کا حوالہ دیکر رسول خداؐ کو وصیت لکھنے سے مانع ہوگئی، کہ اب تو قرآن کے ہوتے ہوئے، کسی دوسری تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور عمر کے ساتھیوں نے عمر کی رائی کی تائید کی اور اس تائید میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ رسولؐ کو کہدیا ہذیان بک رہے ہیں خود ان ہی سے پوچھ لو۔ اور جو فریق رسولؐ کی تائید کررہا تھا اس سے لڑنے لگے اور عمر کے مویدین نے جو کچھ بھی کہا اگر ان کو فاروق پر اندھا بھروسہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ کہتے اور تحریر رسولؐ کے مضمون پر یقینی اطلاع نہ ہوتی تو بھی نہ کہتے، عمر نے اپنی ذہانت سے سمجھ لیا کہ رسولؐ پھر علیؑ کی ولایت کے معاہدہ کی تجدید کرنا چاہتے ہیں لہذا شدت مرض کا سہارا لیکر نہ لکھنے دیا اور طے کرلیا کہ نبیؐ کا وصیت کو تحریر کردینا نہایت نقصان دہ ہے کیونکہ مرض شدید ہے۔ لیکن یہی عمر اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے کہ ابوبکر شدت مرض میں اپنی وصیت عمر کے لئے لکھدیں اور نہ اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں کہ خود شدت مرض کے عالم میں اپنی وصیت لکھدیں حالانکہ ابوبکر وعمر کا مرض رسول خداؐ کے مرض کے مقابلہ میں بہت زیادہ شدید تھا اور رسولؐ وان کی کتابت کے درمیان مانع پیدا کردینے کا واقعہ بہت پرانا نہیں تھا اور ابوبکر وعمر کی وصیت کا واقعہ بھی طلوع آفتاب کی طرح واضح ہے، اور یہ دونوں وصیت نامے تاریخی نظام خلافت کے اساس ہیں۔

مخالفت کے اسباب!!

ایک دن عمر نے ابن عباس سے کہا! اپنے ابن عم کو کس حالت میں چھوڑا؟ ابن عباس کہتے ہیں: میں سمجھا عبد اللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں لہذا کہا: ان کو ان کے ہمسنوں کے ساتھ چھوڑ کر آیا ہوں عمر نے کہا: میری مراد وہ نہیں ہیں میری مراد تم اہلبیت میں سب سے زیادہ عظیم شخص سے ہے؟ ابن عباس کہتے ہیں: میں نے کہا: بڑی بڑی ڈول سے پانی کھینچ رہے ہیں اور ساتھ میں تلاوت قرآن بھی کررہے تھا۔ عمر بن خطاب نے کہا: اے عبد اللہ اونٹوں کا خون تیری گردن پر ہو اگر میں جو بات پوچھ رہا ہوں تم

اس کو مجھ سے چھپا لو ۔ یہ بتاؤ کیا اب بھی ان کے دل میں خلافت کی آرزو ہے ؟ ابن عباس نے کہا ہاں ہے ! عمر نے کہا : کیا ان کا خیال ہے کہ رسولؐ خدا نے ان کے لئے نص کر دی تھی ؟ ابن عباس کہتے ہیں : میں نے کہا : یہی نہیں میں اس سے بھی کچھ زیادہ آپ کو بتاتا ہوں : میں نے اپنے باپ عباس سے پوچھا تھا : کہ رسولؐ خدا کے بارے میں جو علیؑ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسولؐ نے ان کی خلافت کے لئے نص کر دی تھی کیا یہ صحیح ہے ؟ تو میرے باپ نے بتایا : ہاں یہ صحیح ہے ، اس وقت عمر نے کہا : رسول خداؐ کی نظر میں ان کی منزلت بہت زیادہ تھی اور رسولؐ نے ان کے بارے میں بہت کہا ہے مگر اس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور عذر کو درمیان سے ختم نہیں کرتی ، اس سے صرف ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے ، مترجم ، اور کبھی کبھی رسولؐ ان کے بارے میں لوگوں کا امتحان لیتے تھے اور مرض الموت میں ان کے نام کی تصریح کرنا چاہتے تھے مگر میں نے روک دیا ؎

مشہور نعرہ " ہاشمیوں میں نبوت و خلافت جمع نہ ہو "

کے بارے میں عمر کی رائے !

ایک کافی طویل گفتگو جو عمر و ابن عباس کے درمیان ہوئی تھی اس میں عمر نے کہا : ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ کس چیز نے تمہاری قوم کو رسولؐ کے بعد خلافت سے ، روک دیا ؟ ابن عباس کہتے ہیں مجھے جواب دینا اچھا نہیں معلوم ہوا اس لئے میں نے کہا : اگر میں نہیں جانتا تو امیر المومنین جانتے ہوں گے ؟ عمر نے کہا : لوگوں نے اس کو ناپسند کیا کہ تم میں نبوت کے ساتھ خلافت بھی آ جانے اور تم لوگ لیا پر فخر و مباہات کرنے لگو ، اسلئے قریش نے خلافت اپنے لئے انتخاب کر لیا اور صحیح کیا اور موفق ہوئے ابن عباس نے کہا : امیر المومنین اگر آپ مجھے گفتگو کی اجازت دیں اور غصہ نہ کریں تو عرض کروں ! عمر نے کہا : کہیے ! ابن عباس نے کہا : آپ کا یہ کہنا کہ قریش نے اپنے لئے انتخاب کر لیا اور صحیح

؎ ابن ابی الحدید ج ۳ ، ص ۱۱۵ ، اسکو تاریخ بغداد کے حوالہ سے نقل کیا ہے ۔

کیا اور اس میں موفق ہوئے اگر قریش نے اس کو اس لئے انتخاب کیا کہ خدا نے انتخاب کیا تھا تو بہت اچھا کام کیا نہ یہ مردود ہے نہ محسود ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ انہوں نے ہمارے لئے نبوت و خلافت کے اجتماع کو ناپسند کیا تو خداوند عالم نے ایک قوم کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا لہذا خدا نے ان کے اعمال کو حبط کر دیا۔

اس پر عمر نے کہا: افسوس ابن عباس تمہارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملتی رہتی تھیں لیکن میں نے تم سے ان کا اقرار نہیں کرایا تاکہ تمہاری منزلت میرے نزدیک گر نہ جائے! ابن عباس نے کہا: اگر وہ باتیں سچ تھیں تو میری عزت میں آپ کے پاس کمی نہیں آنی چاہیئے اور اگر باطل تھیں تو مجھ جیسے آدمی کو اپنے سے باطل کو دور کرنا چاہیئے اس پر عمر نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم کہتے ہو: خلافت کو ہم سے از روئے حسد و بغاوت و ظلم چھین لیا گیا! ابن عباس نے کہا: امیر المومنین آپ کا یہ کہنا کہ از روئے ظلم تو یہ بات عالم و جاہل سب پر عیاں ہے اور یہ کہنا کہ از روئے حسد تو جناب آدم سے حسد کیا گیا اور ہم آدم کی اولاد میں لہذا محسود ہوں گے اس پر عمر نے کہا: افسوس افسوس اے بنی ہاشم خدا کی قسم اب بھی تمہارے دلوں میں حسد ہے جو زائل نہیں ہوا، ابن عباس نے کہا: امیر المومنین ایسے قلوب کو اس صفت سے متصف نہ کیجئے جن کے بارے میں آیۂ تطہیر موجود ہے۔[1]

نعرہ کی وفاداری میں افراط!

اس نعرہ کے بقا کیلئے یعنی در بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہ ہونے پائے۔ فاروق صرف اپنی زندگی ہی میں کوشاں نہیں تھے بلکہ وہ اپنی پوری قوتوں کے ساتھ اس پر آمادہ تھے کہ ان کے مرنے کے بعد بھی یہ نعرہ باقی رہے اور اس پر عمل ہوتا رہے وہ اس بات کے بہت حریص تھے کہ اسلامی حکومت علی یا کسی ہاشمی کو ان کے بعد بھی نہ ملے جیسے کہ وہ حریص تھے کہ ان کی حکومت میں کوئی بھی ہاشمی اعلیٰ

---

[1] کامل ج ۳ ص ۲۴، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۷، تاریخ بغداد، طبری ج ۵ ص ۳۲۳، ج ۳ ص ۲۸۹، ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۵۳، عبد اللہ ابن سبا ج ۱ ص ۱۰۷، ملحق المراجعات ص ۲۹۲۔

حکومت کا عامل نہ ہو چاہے وہ کتنا قوی اور ایماندار ہو اسی لئے عبدالرحمٰن کی طرف سے جو شرط حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے پیش کی گئی تھی کہ کسی ہاشمی کو والی نہ بنایئے چاہے وہ کتنا ہی امین و قوی ہو یہ بستر موت پر پڑے ہوئے عمر کی وصیت کے نفاذ کے لئے تھا۔

ہم پھر اسی واقعہ کی تکرار کرتے ہیں جسکو مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے:

جب حمص کے عامل کا انتقال ہوگیا تو عمر نے ابن عباس کو بلوا بھیجا اور ان کو حمص کا والی بنانا چاہتے تھے مگر پھر ارادہ بدل دیا اور اس کا سبب یہ تھا جیسا کہ فاروق نے کہا:

ابن عباس مجھے خطرہ ہے کہ جب میری موت آئے اور تم اپنے عہدے پر ہو اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے لگو اور تمہارا غیر کوئی تمہاری طرف نہ آسکے[۱]

پس فاروق اس اطمینان کے ساتھ مرنا چاہتے تھے کہ کوئی بھی والی بنی ہاشم کیلئے دعوت دینے والا نہ ہو اور نہ حکومت اسلامی کی سربراہی کی دعوت پر مدد کرنے والا ہو اسی لئے انھوں نے شرط رکھی تھی "کوئی ہاشمی والی نہیں ہو سکتا، چاہے کتنا قوی اور امانت دار ہو" جیسا کہ ہم نے متعدد مرتبہ اس کو ثابت کیا ہے اور یہ "بنی ہاشم میں نبوت وخلافت نہ ہو" والے نعرے سے انتہائی وفاداری کا ثبوت ہے کسی بھی قبیلہ کیلئے ممکن نہ تھا کہ اس نعرے کیلئے اس حد تک وفا کرتا اور ہاشمیوں کے علاوہ کسی کے لئے یہ شرط لگاتا۔

کیا یہ خدائی نعرہ تھا ــــــ؟

یہ نعرہ ہر اعتبار سے جاہلی تھا جیسا کہ میں نے دو مرتبہ ثابت کیا ہے نہ اس کا حکم خدا نے دیا ہے نہ اس کے رسولؐ نے اور نہ اسلامی عقیدہ اس کا اقرار کرتا ہے نہ دور سے نہ قریب سے بلکہ یہ شرعی نصوص سے ٹکراتا ہے خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی جیسے وہ نصوص جو رسول خداؐ کے بعد علیؑ ابن ابی طالب کے نصب خلافت پر دلالت کرتی ہیں اور جن کو میں سابق بحث میں تحریر کر کے ان کی صحت کو بھی ثابت کر چکا، اور یہ

---

[۱] مروج الذہب ج ۲ ص ۵۳ ۔ ۵۴ ۔

نعرہ ان نصوص سے بھی ٹکراتا ہے جو تمسک اہلبیتؑ کے ضروری ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جنکو حدیث ثقلین مانا گیا ہے، اور ان نصوص سے بھی معارض ہے جو اہلبیتؑ کے سفینۂ نجات ہونے، حزب اللہ ہونے، اختلاف امت کیلئے سبب امان ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جنکی دلالت محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شرف و ریاست پر ہوتی ہے اور اسی حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے خدا نے نماز واجب میں درود کو رکن قرار دیا ہے ہم نے کئی مقامات پر اس کی توضیح کی ہے وہاں رجوع کیجئے۔

فاروق نے اس شعار سے کیوں تمسک کیا ــــ؟

فاروق کا " ان کے اجتہاد کے مطابق " خیال یہ تھا کہ یہ تقسیم " نبوت ہاشمیوں کے لئے اور خلافت دیگر قبائل کیلئے " بہت ہی عادلانہ ہے قریش اس تقسیم کے وقت مکمل طور سے موفق ہوئے اور ہدایت یافتہ ہوئے، اور اگر بنی ہاشم میں نبوت و امامت دونوں جمع ہوجاتی تو یہ ظلم ہوتا اور یہ سبب بنتا کہ بنی ہاشم دیگر قبائل قریش پر تظلم کرتے اور ظلم اسلام کے خلاف ہے اور خود حضرت علیؑ دوسروں کے بہ نسبت کم عمر تھے اور ان میں اس کی صلاحیت نہیں تھی کہ رسولؐ خدا کے بعد مسلمانوں کے ولی بن سکتے ہم نے جو کچھ بھی کہا ہے اس کی علت و سبب ہے اور فاروق چونکہ اسلام کے حریص تھے اس لیے انہوں نے اس شعار کو اپنا مبنی قرار دیا اور اس کیلئے خلوص سے کام کیا حالانکہ وہ جانتے تھے یہ شعار ظواہر نصوص کے خلاف ہے مگر چونکہ وہ ظواہر پر عمل نہیں کرتے تھے وہ باطن و انجام پر نظر رکھتے تھے اس لئے انہوں نے ایسا اقدام کیا۔

عمر کا رویّہ علیؑ و عترت کے ساتھ!

فاروق چونکہ اسلام و مسلمین کے مستقبل کے حریص تھے اسی لئے جب انہوں نے دیکھا کہ رسولؐ وصیت لکھنے پر آمادہ ہیں اور فاروق نے سوچا کہ یہ وصیت اسلام اور مسلمانوں کیلئے مستقبل میں خطرہ بن جائے گی تو انہوں نے خود رسولؐ کریم سے معارضہ کیا اور وصیت لکھنے کی مخالفت کی اور ان

کے ساتھ مخالفین کی اکثریت ہوگئی اور وہ مسلسل نبی کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ نبی کے سامنے کہدیا
یہ ہذیان بک رہے ہیں خود ان سے پوچھ لو کہ ہذیان بک رہے ہیں۔

اور فاروق نے خود خلیفہ کے انتخاب کا پروگرام مرتب کیا اور واقعات کا بڑی دقیق النظری سے مطالعہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے جدید خلیفہ کے انتخاب کیلئے ایسا وقت معین کیا جب نہ قریش کا کوئی آدمی ہو اور نہ عترت رسولؐ کا کوئی شخص ہو انتہا یہ ہے کہ عمید اہل بیت بھی نہ ہو اور یہ سب صرف مسلمانوں کی مصلحت اور ان کے اتحاد کیلئے اور اس لئے کیا تاکہ بنی ہاشم میں نبوت و خلافت جمع نہ ہونے پائے تاکہ وہ دوسروں پر فخر کرسکیں اور فاروق فطری طور سے ظلم کو ناپسند کرتے تھے۔

جو چیزیں حکومت کے امن اور امت کے اتحاد سے متعلق ہوتی تھیں عمر ان میں بالکل تساہلی سے کام نہیں لیتے تھے کیونکہ امن حکومت و اتحاد ملت ہر چیز سے اہم تھا اسی لئے اگر انکو یقین ہو جائے کہ امن عامہ میں خلل کا اندیشہ ہے یا اتحاد امت کے پارہ ہونے کا خطرہ ہے تو وہ فاطمہؑ کے گھر سے خود فاطمہؑ کو نکالنے اور گھر میں موجود لوگوں کے ساتھ فاطمہؑ کے گھر کو پھونک دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کیونکہ قانون کی حکومت سب پر ہے چاہے وہ فاطمہؑ ہوں، اور عمر نے واقعی فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کا قطعی فیصلہ کرلیا تھا کیونکہ لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا تھا لیکن معارضہ ختم ہوگیا تو عمر نے گھر جلانے کا ارادہ ختم کردیا اور یہ عمر ہی تھے جنہوں نے ابوبکر کو آمادہ کیا تھا کہ اس حادثہ کے بعد فاطمہؑ سے چل کر معذرت کرلی جائے۔

بیعت نہ کرنے والوں کے ساتھ عمر کسی قسم کی سستی نہیں کرتے تھے چاہے وہ خود علیؑ ہوں چنانچہ جب علیؑ نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کردیا تو عمر نے علیؑ کو قتل کی دھمکی دی اگر بیعت نہ کی، مگر اس کے باوجود جس نے علیؑ کی اہمیت گھٹائی اس سے کہا: یہ میرا اور تیرا اور تمام مومنین و مومنہ کا مولیٰ ہے، اور بذات خود بہت سے امور میں علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے ان سے مشورہ لیتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے: پالنے والے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس مشکل سے جہاں علیؑ نہ ہوں، ہم نے ان سب کی تحقیق پہلے ہی کردی ہے اور اپنی کتاب النظام السیاسی فی الاسلام میں بھی کردی ہے۔

فاروق نے بذات خود کسی ہاشمی کو ولی بنانے اور اس کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کردینے کے عدم جواز کی خود ہی توضیح کردی ہے خواہ وہ ہاشمی قوی اور امین ہو اور یہ صرف حکومت تک بات پہنچنے

کا راستہ روکنے کے لیے ہے، تاکہ ہاشمیوں میں نبوت کے ساتھ خلافت نہ جمع ہو جائے اور اس کا نتیجہ دیگر قبائل پر ظلم کی صورت میں ظاہر ہو۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود عطیہ تقسیم کرتے ہوئے آل محمدؐ سے ابتدا کرتے تھے اور آل محمدؐ اپنے اوپر اور آل ابوبکر پر مقدم کیا کرتے تھے جیسا کہ بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ دین کے سمجھنے میں عمر کا نہج و اسلوب مخصوص تھا اور وہ اپنے اسلوب کو علی الاعلان بیان کر دینے کو برا بھی نہیں سمجھتے تھے اور ان کا یہ طریقہ "رسولؐ کے سامنے بھی" جیسا کہ ابن عباس اس کو حادثۃ الرزیۃ کہا کرتے تھے" تھا اور یہی مثال کافی ہے۔

اور ان کا یہ طریقہ نص قرآنی کے بھی ساتھ تھا مثلاً خدا کا قول: انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ "پ ۱۰، توبہ، آیت ۶۰" صدقات تو بس خاص فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اس "زکوۃ وغیرہ" کے کارندوں کا اور جن کی تالیف قلب کی گئی ہے، انکا، اور جن کی گردنوں میں "غلامی کا پھندا پڑا ہے" ان کا اور قرضداروں کا "جو خود سے ادا نہیں کر سکتے" اور خدا راہ "جہاد" میں اور پردیسیوں کی کفالت میں خرچ کرنا چاہیئے "یہ حقوق" خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں قرآن ان جہات کو بیان کر رہا ہے جن میں صدقات کو خرچ کیا جا سکتا ہے اور انھیں میں حصر کر رہا ہے اور یہ حد بندی بھی دوسرے فریضوں کی طرح ایک فریضہ ہے لیکن عمر نے مولفۃ القلوب کا حصہ ختم کر دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ یہ لوگ مستحق ہیں مولفۃ القلوب کے حصے کو دنیا مال خدا کو برباد کرنا ہے اب خدا نے اسلام کو عزت دے دی ہے دین کی مدد کی ہے اب مال دیگر تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہے ان کو یہ بات معلوم تھی کہ خدا کی مدد و فتح آنے کے بعد بھی رسولؐ نے مولفۃ القلوب کو یہ حصہ دیا ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے ختم کر دیا، دوسری مثال خمس کی ہے عمر نے اس کو ختم کر دیا، تیسری مثال متعۃ الحج کی ہے جو نبیؐ کے زمانہ میں واجب کی گئی اور برابر اس کا رواج رہا یہاں تک کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی، چوتھی مثال طلاق کی ہے رسول خداؐ اور ابوبکر کے زمانہ میں تین طلاق فاصلہ فاصلہ سے ہوتی تھی، عمر نے اپنے دور میں کہا: مسلمان امور میں جلدی چاہتے ہیں اور

مناسب بھی یہی ہے کہ تینوں طلاق ایک ساتھ ہوجائے چنانچہ انہوں نے تین مرتبہ الگ الگ طلاق دینے کے بجائے ایک ہی مرتبہ یہ کہدینا کافی قرار دیدیا " انت طالق ثلاثاً "۔

عمر کا کام آندھی کی طرح ہوتا تھا ان کے راستہ میں کوئی شئی حائل نہیں ہوسکتی تھی اور نہ انکو کوئی شئی کسی ایسی بات کے کہنے سے روک سکتی تھی جسکو وہ حق سمجھتے ہوں چاہے مقابلہ میں کوئی ہو، ابوبکر کے زمانہ میں بھی انھیں کا بول بالا تھا کیونکہ ابوبکر کی خلافت ان کی وجہ سے تھی وہ عمر کے مقروض تھے اگر عمر چاہتے تو ابوبکر کے بجائے وہی خلیفہ ہوتے اور اپنے زمانہ میں تو وہ نافذ الکلمۃ تھے ہی کیونکہ خلیفہ تھے، قبائل قریش میں بھی مسموع الکلمہ تھے کیونکہ تمام قبائل جانتے تھے تنہا عمر تھے جنہوں نے ہاشمیوں میں خلافت و نبوت جمع نہیں ہونے دی اور اگر عمر نہ ہوتے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا تھا، بنی امیہ کے نزدیک بھی ان کی بات اونچی تھی کیونکہ انھیں نے یزید بن ابی سفیان اور معاویہ کو معین کیا تھا اور شام کی ولایت الائی تھی اور انھیں کی ذات تھی جس نے عثمان کیلئے وصیت کی تھی لہذا قریش کے دلوں پر ان کا قبضہ تھا اور باقی اسلامی معاشرے میں بھی انھیں کا دور دورہ تھا، ان کی محبت عافیت کی طرح ہر قلب میں جاگزین ہوگئی اور بقول امام عامل محبت عمر کے دلوں میں مضبوط ہونے کی علت تھی کہ پوری زندگی میں انھوں نے اپنے کو خواہشات نفسانی سے ملوث نہیں کیا۔

دو راہے پر، افتادگی!

مومنین کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور اس نے لوگوں کو حواس باختہ بنا دیا حالانکہ نبی ابھی بستر موت پر تھے اور پھر حادثات کا پے در پے ایک سلسلہ شروع ہوگیا جس کا نتیجہ مکمل شکست کی صورت میں ظاہر ہونے والا تھا لیکن کب ؟ اس کا علم صرف خدا کو تھا یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب رسول کو ان کی وصیت نہ لکھنے دی گئی اور ان کے مرنے اور دفن سے پہلے جن لوگوں نے رسولؐ کو تحریر سے روکا تھا انہوں نے اپنے معاملات محکم کر لئے تھے اور قریش و عترت رئیس عترت کی عدم موجودگی میں اور مسلمانوں کی اکثریت کی غیر موجودگی میں زمام حکومت پر اپنا قبضہ مضبوط کرلیا تھا اور اب سب کا سامنا ایک واقعی ایسی حکومت سے تھا جس نے شریعت کا لباس

پہن رکھا تھا اور جس کے سارے امور مرتب و منظم ہو چکے تھے۔

حکومت و مخالفت!

جنکے ہاتھوں میں اقتدار آیا تھا وہ واقعی حکام کی صورت میں اپنے بل بوتے پر اٹھے ان کا سارا معاملہ درست ہو چکا تھا مسلمان بیعت کر چکے تھے حکومت و مرجعیت دے چکے تھے لہٰذا وہ واقعی حکام اور حقیقی سلطنت کے مالک تھے۔

رسولؐ کے بعد علیؑ نے اپنے کو تنہا پایا، آپ قرآن کے ساتھ تھے قرآن آپ کے ساتھ تھا جدھر آپ جاتے تھے ادھر ہی قرآن جاتا تھا[۱] علیؑ اکیلے حق کے ساتھ تھے حق اسی طرف جاتا تھا جدھر علیؑ جاتے تھے[۲]

اور خداوند عالم نے اس طرح مقرر کیا تھا کہ وہ معاشرہ کے ہادی و رہنما ہوں[۳] اور اس طرح مقرر کیا تھا کہ وفات نبیؐ کے بعد اختلاف امت کو بیان کرنے والے ہوں[۴] اور قیامت کے دن نبیؐ کی طرح مسلمانوں پر حجت ہوں[۵] اور تمام ان امتیازات سے بہرہ مند ہوں جن سے ہارون بہرہ مند تھے، نبوت کو چھوڑ کر[۶]۔ علیؑ نے اپنے کو ان تمام چیزوں کے ساتھ تنہا پایا اور تمام چیزوں

۱۔ مناقب خوارزمی ص ۱۱۰، معجم صغیر، ج ۱ ص ۵۵، اور جامع الصغیر سیوطی ج ۲ ص ۵۶، و تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۵۶ ... الخ۔ ۲۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۳۲۱ حالات امام علیؑ از تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۹ ج ۱۱۴۳، غایۃ المرام ص ۵۳۹، و منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۰، از مسند امام احمد حاشیہ ... الخ۔

۳۔ تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۴۱۷، مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۳۴، تفسیر طبری ج ۱۳ ص ۱۰۸، ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰۲، شوکانی ج ۳ ص ۷۰، رازی ج ۵ ص ۲۷۱، مستدرک ج ۳ ص ۱۲۹، ۱۳۰۔ درمنثور ج ۴ ص ۴۵ ... الخ۔

۴۔ مناقب خوارزمی ص ۲۲۹، منتخب الکنز ج ۵ ص ۳۳، از مسند امام احمد، تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۸۸، ج ۲ ص ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹۔

۵۔ تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۴۳، ج ۹۲، ج ۹۵۔ مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۴، مناقب علی ابن مغازلی و میزان ذہبی ج ۲ ص ۱۲۸۔

۶۔ اس کی توضیح ہم کئی مرتبہ کر چکے ہیں، حدیث منزلت کی روایت خود معاویہ نے کی ہے۔

سے اپنے کو خالی پایا کوئی ان کی بات پر کان نہیں دھرتا اب وہ محض ایک عام شہری ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے صرف اہل بیت ؑ ہیں اور بنی ہاشم جنکو جنگوں نے ضعیف کر دیا ہے ۔ یہ وہ سیاسی مشکلات و مخالفتیں تھیں اس لئے آپ سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا لیکن خدا نے ان کو اسی طرح معین کیا تھا کہ ہمارے لئے اسی طرح دین کی شرح کریں ۔

مخالفین کے سامنے دو راستے!

مخالفین (یعنی حضرت علی ؑ والوں) کے سامنے دو ہی راستے تھے ۔

① صلح ،
② جنگ

ان حالات میں جو اس وقت کے تھے جنگ کرنا خودکشی کے مرادف تھا ، مقابلہ کی صورت میں خود دین کے لئے خطرہ تھا ، ولی کے لئے موت کا اندیشہ تھا اور عترت طاہرہ کی ہلاکت کا خطرہ تھا لہٰذا ولی نے اہم کو مہم پر مقدم کیا اور خود ہی صلح کے راستہ کو ہموار کیا خیر خواہی اور دینی مسائل کے شرح و بیان میں کسی بخل و کوتاہی سے کام نہیں لیا ۔

امت کے سامنے بھی دو راستے تھے!

خدا کی قسم امت مسلمہ گویا خواب میں تھی رسول ؐ کے مرنے کے بعد جب بیدار ہوئی تو اس نے اپنے سامنے دیکھا ۔

① ایک حکومت و سلطنت جس کی قیادت و سربراہی رسول ؐ اسلام کے سربر آوردہ وزراء کر رہے تھے اور وہ علی الاعلان کہہ رہے تھے ہم حق پر ہیں ۔

② ایک مخالف اور اپنے حق سے محروم گروہ ، اس گروہ کی قیادت و سربراہی نبی ؐ کے بعد علی ؑ کر رہے تھے اور علی ؑ کے ساتھ صرف عترت طاہرہ و اہلبیت ؑ اور بنی ہاشم ؑ تھے جو ۲۳ سال سے

شکل "رسول و اسلام کیلئے" جنگ کر رہے تھے اور علی الاعلان کہتے تھے حق ہمارے ساتھ ہے۔

لوگوں کا تقسیم ہو جانا،

ایک گروہ نے سلامتی کو مقدم کرتے ہوئے اسکو اختیار کر لیا اور انہوں نے احساس کر لیا کہ جنگ و جدال میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اس نے حکومت سے ساز باز کر لیا اور یہی لوگ اہلسنت والجماعت ہیں انہوں نے حکومت کو اپنا ولی نعمت سمجھا اور اسی کے ہاتھ میں طاقت و قوت تھی یہی اتحاد کی علامت تھی، جب معاویہ کو علی پر غلبہ حاصل ہو گیا اور شریعت کو شکست و طاقت کو غلبہ حاصل ہو گیا تو اس سال کا نام "عام الجماعۃ" رکھ دیا گیا اور معاویہ اور اس کے چاہنے والوں اور غالب آنے والوں کا نام اہلسنت رکھ دیا گیا انھیں کو اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔

یہ گروہ حکومت سے محبت اور اس کے افعال کی توجیہ واطاعت کے معاملہ میں ایک دوسرے سے تفاوت رکھتا تھا اور مخالف گروہ سے معاشرت اور اس کی طرف میلان کے اعتبار سے بھی اختلاف رکھتا تھا، زیادہ تر لوگوں کی رائے یہی ہے کہ یہ دونوں گروہ رسولؐ کے صحابہ ہیں، اور سب اہل جنت ہیں صاحبان اجتہاد کو ان کے اجتہاد کا اجر و ثواب ملے گا چاہے وہ اجتہاد غلط اور خلاف واقع ہو اس حل پر سب ہی مطمئن ہیں اور اس طرح ان کا راستہ حکام کے راستے سے مربوط ہو گیا اور انہوں نے حکام سے ملامت کا دفاع کرنا شروع کر دیا مگر یہ دفاع حکام کی محبت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ خود یہ لوگ ملامت سے بچ سکیں کیونکہ اگر حکام کے لئے ملامت ثابت ہوئی تو بدیہی طور سے ان کے لئے بھی ہوگی اور جہاں تک حکومت کی ریاست کا مسئلہ ہے اس میں اس گروہ کی رائے یہ ہے کہ یہ لوگ غالب کا ساتھ دیں گے اس لئے یہ غالب سے محبت کرتے ہیں چاہے وہ جو بھی ہو اور اس سلسلہ میں اس گروہ کی دلیل عبداللہ بن عمر کا وہ قول ہے جو انہوں نے واقعہ حرہ میں کہا تھا: نحن مع من غلب، ہم غالب کے ساتھی ہیں، پس ان کا یہ جملہ ایک شرعی قاعدہ بن گیا۔

دوسرا گروہ! ان لوگوں کا ہے جنہوں نے رسولؐ کے بعد ولی سے محبت کی اور اس پر ایمان

لائے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ جدھر مڑیں گے حق بھی ادھر مڑے گا، حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں بس انہوں نے علیؑ و عترت رسولؐ اور اہل بیتؑ سے محبت کی اور رسولؐ کے قول کی تصدیق کی کہ: قرآن ثقل اکبر ہے اور عترت نبیؐ ثقل اصغر ہے اور ثقلین کے بغیر ہدایت نہیں حاصل ہوسکتی " ثقلین یعنی قرآن و عترت " اہل بیتؑ نبوت کا عمید ہی ہر زمانہ میں ان کا شرعی امام ہوتا ہے اور وہی ولی ہوتا ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے اس گروہ والے اس کو دوست رکھتے ہیں اور جو اس کو دشمن رکھتا ہے اس گروہ والے اس کو دشمن رکھتے ہیں اور عمید اہل بیتؑ کی تعداد ۱۲ ہے۔

شیعہ ان کی قیادت کے مکمل شرعی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور چاہے جیسی تکالیف کا سامنا ہو اس دائرے سے نہیں نکلتے اور چاہے جتنی قربانی دینی پڑے شیعوں کا سب سے عظیم مقصد اتحاد اسلامی ہے جو امام اہلبیت کے زیر سایہ ہو، اور وہی امام عقیدہ الٰہی کے احکام کے بیان اور ان کے تطبیق اور اسلام کو دنیا تک پہونچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف لا سکے پوری تاریخ میں شیعوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ آلام و مصائب کا راستہ ہے اور مقام رضائے الٰہی تک پہونچنے کے لئے اور اس عظیم مرتبہ تک رسائی کے لئے جس کی بشارت رسولؐ نے نزول آیت کے وقت دی تھی شیعوں کو یہ قیمت دینا چاہیئے تھی، وہ آیت ہے:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اس سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں!

پوری تاریخ میں شیعہ ہمیشہ حکومت کے مخالف رہے اور ہر زمانہ میں جس حکومت کا حاکم و رہبر خاندان رسالت سے نہیں ہوتا تھا اس کی شریعت اور اس کی صحت میں شک کرتے تھے اسی لئے ہمیشہ علیؑ کے ماننے والوں اور حکومت کے درمیان ایک بدگمانی رہا کرتی تھی اور اس کی جڑیں

فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۴، سورہ بینہ آیت ۷، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۶۱، در منثور ج ۶ ص ۳۷۹، تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۷۱، ص ۱۴۶، روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۰۷، غایۃ المرام باب ۳۵، نور الابصار شبلنجی ص ۷۰، فرائد السمطین ج ۱ ص ۱۵۶، مناقب خوارزمی ص ۶۶، ینابیع المودۃ ص ۶۲ و ۲۷۰، کفایۃ الطالب ص ۱۱۹، فصول المہمہ ابن صباغ مالکی ص ۱۰۵ ... اور ملاحظہ ہو کتاب المراجعات ص ۶۱۔

اتنی پھیل جاتی تھیں کی وہ بدگمانی دشمنی میں بدل جاتی تھی اسی لئے ہر حکومت " وہ چاہے جو ہو " اور شیعوں میں دشمنی ہمیشہ موجود رہا ہے۔

شیعوں کی فرداً فرداً اور جماعت جماعت کی یہ کوشش رہتی تھی کہ حکومت کے بارے میں یہ ثابت کریں کہ اس نے حکومت کو اس کے اہل سے غصب کر لیا ہے اور امت پر قوت و غلبہ کے ذریعہ حکومت کرتی ہے اور جب ریاست و دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ سے مسلمانوں کو اور انسانوں کو حکم الٰہی سے استفادہ کرنے سے روک دیا۔ شیعوں نے اپنے اس نظریہ اور ان افکار کو ثابت کرنے کے لئے اپنے شخصی وسائل سے کافی استفادہ کیا ہے۔ کیونکہ حکومت نے ہمیشہ شیعوں سے آزادی چھین رکھی تھی۔ ہمیشہ ان پر سختی و عذاب و حملہ کرتی رہتی تھی اور ان کے لئے تمام راہوں کو بند رکھتی تھی۔

اور جو حکومت دونوں ہاتھوں سے معاشرہ کے تمام امور کو پکڑتی تھی اور اپنے اختیار میں رکھتی تھی وہ شیعوں کو ان کے افکار و نظریات پھیلانے کی اجازت نہیں دیتی تھی اور شیعوں پر اتہام لگاتی تھی کہ یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں، رافضی ہیں، منافق ہیں، کافر ہیں۔

اور حکومت کے افکار و نظریات شیعوں کے بارے میں جو ہوتے تھے لوگ اس کو قبول کر لیتے تھے اور ان کو تمام ذرائع سے بڑی آزادی کے ساتھ نشر کرتے تھے اور حکومت کے مخصوص علماء ان کی ترویج کیا کرتے تھے۔

ان تبلیغات میں شیعوں کو بری طرح پیش کیا جاتا تھا اس طرح امت اور شیعوں میں فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ درمیانی نسلیں ختم ہوتی رہتی تھیں ان کی جگہ دوسری نسل لے لیتی تھی اور یہ نئی نسل خیال کرتی تھی کہ حکومت نے شیعوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سب سچ ہے پھر یہ لوگ بھی اپنے بزرگوں کی تقلید میں انھیں اتہامات کو دوبارہ شیعوں پر عائد کرتے تھے اور وہی چبایا ہوا لقمہ چباتے تھے۔

مگر شیعہ ان کے غلط پروپیگنڈوں کے جواب میں صبر کرتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ایک دور ضرور ایسا آئے گا جب حقائق روشن ہوں گے اور وہ دن دور نہیں ہے۔

" اسی دن کی امید میں "

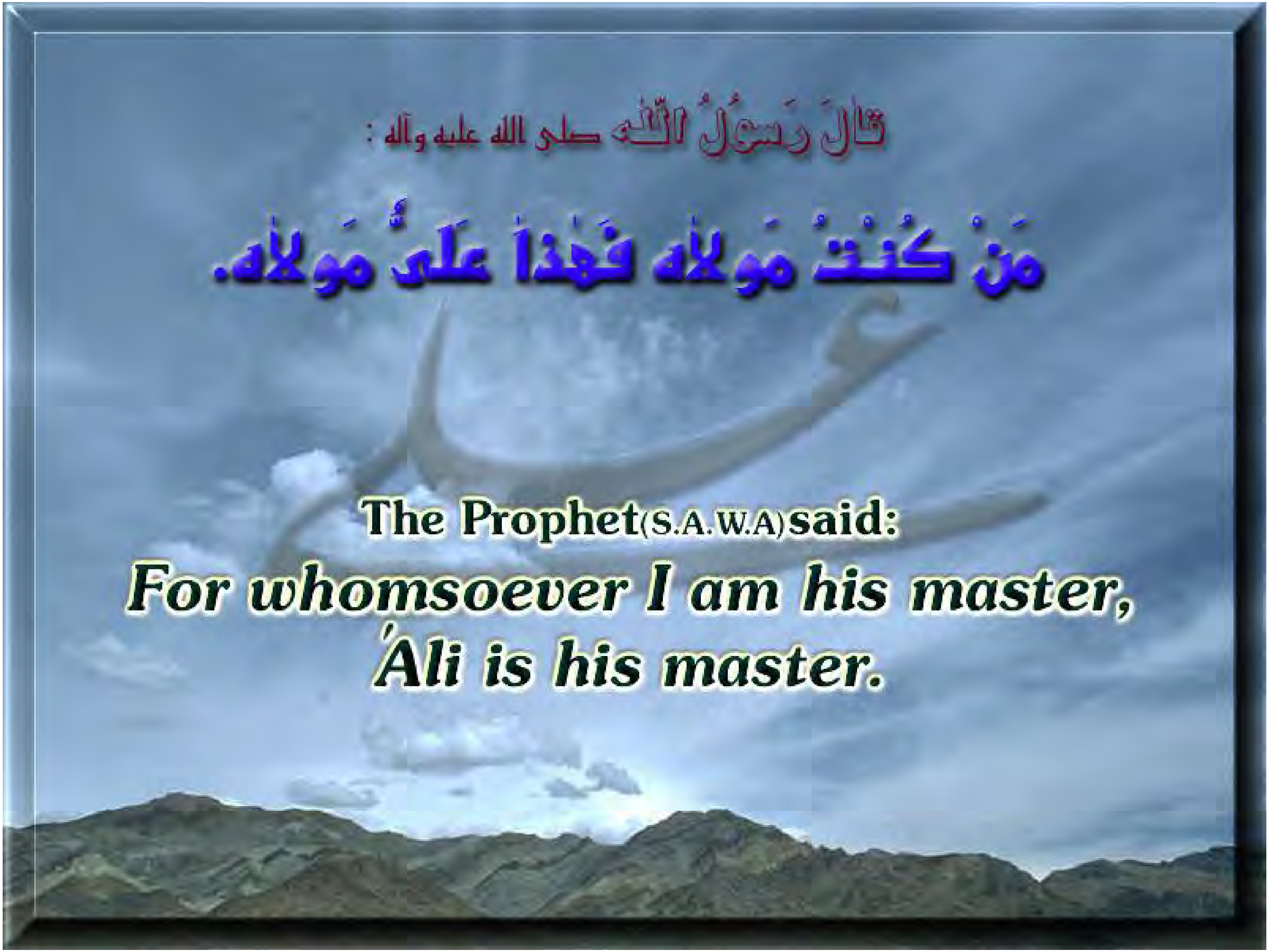
قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلى الله عليه وآله :
مَنْ كُنْتُ مَوْلاٰه فَهٰذاٰ عَلىٌّ مَوْلاٰه.
The Prophet(S.A.W.A)said:
For whomsoever I am his master,
'Ali is his master.

فاطمه
عالم صدف است و فاطمه گوهر او
گیتی عرض است و فاطمه جوهر او
احمد پدر است و مرتضی شوهر او